جلد ۱۳ ریویو آف ریلیجنز سنہ ۱۹۱۴

جنوری سنہ ۱۹۱۴
فروری سنہ ۱۹۱۴
مارچ سنہ ۱۹۱۴
اپریل سنہ ۱۹۱۴
مئی سنہ ۱۹۱۴
جون سنہ ۱۹۱۴
جولائی سنہ ۱۹۱۴
اگست سنہ ۱۹۱۴
ستمبر سنہ ۱۹۱۴
اکتوبر سنہ ۱۹۱۴
نومبر سنہ ۱۹۱۴
دسمبر سنہ ۱۹۱۴

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

150

جنوری سنہ ۱۹۱۲ء مطابق صفر سنہ ۱۳۳۰ھ

ماہوار رپورٹ — ۳۴ - ۳۷

۳۸

گوشوارہ — ۳۹ - ۴۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یٰا قومنا اجیبوا داعی اللہ

تصدیق المسیح

بجواب حقیقة المسیح

[illegible] ذرا انصاف کر کے دیکھو اس کے پہلو پر غور کرو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت [illegible] ہے جب حضرت مسیح موعود نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے خدا کی طرف سے مامور ہونے [illegible] کا اعلان کیا تو خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق پنجاب کے [illegible] ایک [illegible] جس طرح کہ [illegible] اس کوشش میں کہ جس طرح ہو سکے [illegible] مخالفت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت [illegible] زور لگا [illegible] جس طرح [illegible] مخالفین اسلام کی [illegible]

[illegible]

کوشش کرتے کرتے تھک گئے اور ناکامی کے طمانچے کھا کھا کر آخر مایوس ہو گئے اسی طرح پنجاب کے مخالف بھی آخر ہار گئے کئی ناکامی کے دکھ میں ہی مر گئے۔ اور کئی مایوس ہو کر خاموش ہو گئے اور جس فتنہ کی آگ کو ان لوگوں نے بھڑکایا تھا وہ آگ بجھ گئی اور احمدی جماعت کے لیئے عام طور پر ملک پنجاب میں چین اور راحت کے دن آ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک ۔ وہ شور و غوغا جو ابتدا میں مخالفوں نے مچایا تھا وہ اب مٹ گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے ابتدا میں مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا وہ اب نابود ہو چکے ہیں اور اگر کبھی کبھی کوئی شخص اب مخالفت کی آواز اٹھاتا ہے تو یہ شاذ و نادر کی طرح ہے اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جس ہاتھ نے پہلے مخالفوں کا منہ بند کیا وہی ہاتھ اب ان لوگوں کے منہ بھی بند کر دیگا ۔ اور اس رہی سہی مخالفت کا بھی نام و نشان نہ رہے گا۔ ابتدائی زمانہ سے اسوقت تک ایک عجیب تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ہمارے برخلاف کافر کافر کی آواز بلند کیجاتی تھی اور اب ایک یہ زمانہ ہے کہ ہماری نسبت یہ شکایت ہے کہ یہ لوگ غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں لوگوں کے خیالات میں ایک حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ اگر اسوقت انکی نظروں میں احمدی جماعت کی وہی حیثیت ہوتی جو ابتدائی زمانہ میں وہ ہماری حیثیت سمجھتے تھے تو ان کو اس بات کی کیا پروا تھی کہ ہم انکو کافر سمجھتے ہیں یا مسلمان اگر ہم انکی نظر میں کافر تھے تو خواہ ہم انکی نسبت کیسا ہی برا خیال رکھتے انہیں ہمارے خیال کی کچھ پروا نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ اور ہمارے فتوے کی انکی نظر میں کچھ حقیقت نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن اب دیکھا جاتا ہے کہ وہ اس خیال پر بہت گھبراتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ انکی نسبت ایسا فتویٰ جماعت سلسلہ کی طرف سے نہیں ہونا چاہیئے۔ اگرچہ ان کی یہ گھبراہٹ بے جا ہے اور انہیں کسی جماعت کے فتوے کی پروا نہیں کرنی چاہیئے بلکہ خدا کے فتوے سے ڈرنا چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کے فرستادہ نبیوں کے موعود۔ مسیح موعود۔ مہدی مسعود کا انکار کر کے خدا کے نزدیک مجرم ٹھہرائے جائیں۔ آیت لا نفرق بین احد من رسلہ کا عملی رنگ میں انکار کر کے ایمان کی دولت سے محروم رہ جائیں۔ مگر پھر بھی ان کی یہ گھبراہٹ ظاہر کرتی ہے کہ اب ہماری جماعت کا ان کے ایک رعب ہے اور اب اس جماعت کو اس نظر سے نہیں دیکھا جاتا جس نظر سے اس سے پہلے دیکھا جاتا تھا یعنی اس جماعت کی نسبت اب خیالات میں ایک تغیر عظیم واقع ہو چکا ہے اور بجائے اسکے

کہ لوگ ہم سے نفرت کا اظہار کریں وہ ہمارے ساتھ ملاپ کی خواہش کرتے ہیں۔ چند سال میں اسقدر تغیر کچھ تھوڑی کامیابی نہیں۔ پس پنجاب کا میدان جماعت احمدیہ کے لیئے صاف ہوچکا ہے۔ لیکن جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہلے مسلمانوں کو گھر کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور جب گھر میں کوئی قوم اسلام کا مقابلہ کرنے والی نہ رہی تو پھر دور دور کی قوموں نے مسلمانوں کے برخلاف ہتھیار اُٹھائے اور خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور دور کے علاقوں میں فوجیں بھیجنی پڑیں اسی طرح اس زمانہ میں بھی جب پنجاب کا میدان صاف ہوگیا اور پنجاب کے پرانے دشمن مغلوب ہوگئے تو پھر دور دور کے علاقوں کے مخالفوں نے سر اٹھایا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ دور کے علاقوں میں وفد بھیجکر مخالفین کے حملوں کا جواب دیں۔ اور حق کا پیغام پہنچا کر خدا کے فضل و رحم کے ساتھ فتوحات کا دروازہ کھولیں۔ سو ان دور دراز علاقوں میں سے ایک بنگال و بہار کا علاقہ ہے اب اس علاقہ کے مولوی صاحبان کی باری آئی ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق خدائے تعالیٰ کے مامور کا مقابلہ کریں۔ اس علاقہ میں احمدیت کو بڑھتے ہوئے دیکھکر بعض مولوی صاحبان بہت گھبرائے ہیں اور پنجاب کے مولویصاحبان کی طرح وہ اب اس کوشش میں ہیں کہ جسطرح ہوسکے لوگوں کو خدا کے مامور مسیح موعود و مہدی معہود کی طرف آنے سے روکیں اور جو جو طریق صد عن سبیل اللہ کے لیئے بعض مولویان پنجاب نے اختیار کیئے تھے وہی اب ان علاقوں میں اختیار کیئے جارہے ہیں تکفیر کے فتوے جاری ہورہے ہیں۔ غلط بیانیوں اور طرح طرح کے حیلوں سے عوام کو دھوکہ دینے اور سلسلہ احمدیہ کے برخلاف انکے جذبات کو اکسانے کی کوشش کیجارہی ہے مگر پنجاب میں جس طرح یہ سب کوششیں ناکام رہیں اسی طرح خدا کے فضل و رحم سے اُمید ہے کہ ان علاقوں میں بھی ان لوگوں کی کوششیں ناکام رہیں گی اور جس طرح پنجاب میں باوجود سخت کوشش مخالفانہ کے سلسلہ حقہ احمدیہ پھیلنے سے رُک نہ سکا ایسا ہی انشاء اللہ تعالیٰ ان علاقوں میں ہوگا۔

ان مولویصاحبان میں سے جو آجکل بنگال و بہار کی طرف سلسلہ احمدیہ کی ترقی کو روکنے کے لیئے بہت کوشش کر رہے ہیں ایک صاحب ابو احمد رحمانی نام ہیں جنہوں نے چند رسالے حضرت مسیح موعود مہدی مسعودؑ کی مخالفت میں تحریر کیئے ہیں۔ اسوقت اُن کا ایک رسالہ حقیقۃ المسیح ہمارے سامنے ہے۔ اس میں اُنہوں نے عجیب طور سے حق کی مخالفت کی ہے اور حق کی مخالفت

میں وہ اس قدر حد سے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ اُنکی تحریر سے خود قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی تکذیب ہوتی ہے۔

ذیل میں ہم مصنف حقیقۃ المسیح کے وہ بڑے بڑے اعتراضات درج کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر کیئے ہیں اور ناظرین دیکھیں گے کہ جو اعتراض وہ اپنے زعم میں حضرت مسیح موعودؑ پر کرتے ہیں اگر انکو درست اور صحیح مانا جائے تو نعوذ باللہ قرآن شریف غلط ٹھہرتا ہے اور تمام انبیاءؑ کی صداقت پر حرف آتا ہے۔

وہ اپنی کتاب کو اِن الفاظ کے ساتھ شروع کرتے ہیں " مسلمانوں کے لیئے اور اُنکے مقدس مذہب کے لیئے یہ وقت کسقدر نازک ہے اور کس کس طرح سے اس پر حملے ہو رہے ہیں اور کتنے دشمنان اسلام اُس کے مٹانے کے فکر میں ہیں" مصنف حقیقۃ المسیح کا یہ بیان بالکل درست ہے مگر انہوں نے غلطی کی کہ ایسے الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب کو شروع کیا کیونکہ ان الفاظ سے تو حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کی تصدیق اور تائید ہوتی ہے۔ جب اسلام پر یہ ایک نازک وقت تھا جسکی نظیر گذشتہ زمانوں میں نہیں مل سکتی تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ ایسے وقت میں خدائے تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق چودھویں صدی کے سر پر ایک مجدد کو مبعوث فرماتا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اسی وعدہ کے مطابق خدائے تعالیٰ ہمیشہ اپنے پاک کلام کی حفاظت فرماتا رہا ہے اور یہ حفاظت دو طرح کی ہے ایک ظاہری اور دوسری معنوی۔ ظاہری حفاظت تو خدائے تعالیٰ نے حفاظ اور قرّاء کے ذریعہ کی اور معنوی حفاظت کے لیئے مجددوں کا سلسلہ قائم کیا مگر مصنف حقیقۃ المسیح کا یہ دعویٰ ہے کہ گو اس وقت اسلام اور قرآن شریف پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں مگر خدا کی طرف سے اس صدی کے سر پر اسلام کی حمایت کے لیئے کوئی مامور مبعوث نہیں کیا گیا اور اس صدی کا تیسرا حصہ گذر چکا ہے مگر ابھی تک کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا اور جو شخص آیا ہے وہ (نعوذ باللہ) کاذب ہے۔ یہ خوب حفاظت اسلام ہے شائد مصنف حقیقۃ المسیح خود مجدد ہونیکا ادعا رکھتے ہوں کیونکہ انکی کتاب کے سرورق پر انکے نام کے ساتھ مجدد دوران کا لقب لگایا گیا ہے اور وہ قوم کو یا قومنا اجیبوا داعی اللہ کے الفاظ کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں اور چونکہ قرآن شریف میں یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آئے ہیں جو خدا کے برگزیدہ نبی تھے اسلیئے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف حقیقۃ المسیح بھی اس زمانہ میں نبی یا مامور من اللہ ہونیکا

دعویٰ کرتے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے کھول کر اپنے دعویٰ کو پیش نہیں کیا اسلیئے ہم اسوقت کچھ رائے زنی نہیں کرسکتے۔ مگا تنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انکو مامور من اللہ اور مجدد دوران بننے کا شوق ضرور ہے غرض انکا یہ کہنا کہ یہ زمانہ اسلام کے لیئے ایک نازک زمانہ ہے اور کہ اسپر ہر طرف سے حملے ہورہے ہیں اس بات کی ایک شہادت ہے کہ مسیح موعود عین وقت پر ظاہر ہوئے۔ اور یہ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ

آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں

بالکل درست ہے اور مؤلف حقیقۃ المسیح دوسرے لفظوں میں خود اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ عین وقت پر ظاہر ہوئے۔ مگر ایک بڑی وجہ جو مصنف حقیقۃ المسیح حضرت مسیح موعودؑ کے نہ ماننے کے لیئے پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ انکے آنے سے مسلمانوں کی نکبت وادبار میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی وہ پوچھتے ہیں کہ "مرزا صاحب دعوے کے بعد عرصہ تک دنیا میں رہے اتنے عرصہ میں مسلمانوں کا کیا عروج ہوا" پھر لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی ہر قسم کا تنزل ہوا اور ہو رہا ہے۔ اسلامی حکومتیں جہاں تھیں ان کا خاتمہ انہیں کے عہد میں گویا ہوگیا اور ہو رہا ہے۔ مسلمان رئیس کتقدر تباہ ہوگئے اور ان کی ریاستیں غیروں کے پاس چلی گئیں اور جارہی ہیں" پھر لکھتے ہیں "کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی حالت روز بروز بہتر ہوتی جاتی ہے" مصنف صاحب ان باتوں سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نعوذ باللہ سچے نہ تھے۔ حالانکہ یہی باتیں انکی صداقت کا ثبوت ہیں۔ مصنف صاحب خود ہی بتلائیں کہ خدا تعالیٰ کے مرسلین کے منکروں کا کیا حال ہوا کرتا ہے اور انکو انکے انکار کا کیا پھل ملا کرتا ہے۔ کیا یہی کہ دنیا میں انکی عزت زیادہ ہو اور انکی سلطنت زمین پر مستحکم ہو جاوے یا یہ کہ ذلیل ہوں اور ناکامی کا مزہ چکھیں۔ قرآن شریف رسل و انبیاء کے مخالفین کا کیا نقشہ کھینچتا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرکے کیا دیکھا۔ ابوجہل کی جماعت نے کیا ترقی کی۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ کے یہود نے کونسی عزت حاصل کی۔ مصنف حقیقۃ المسیح مجدد دوران اور داعی اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر انکو اتنا بھی علم نہیں کہ انکار کی سزا عزت نہیں بلکہ ذلت ہوتی ہے اور انبیاء کی مخالفت کا پھل کامیابی نہیں بلکہ ناکامی ہوتا ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ ایک طرف تو وہ یہ لکھتے ہیں کہ سوائے ایک تھوڑی سی جماعت کے باقی مسلمانوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کیا دوسری طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا

مسلمانوں کا ادبار

تنزل کیوں ہو رہا ہے۔ ترقی کیوں نہیں ہوتی۔ کیا قرآن شریف میں سچائی کا یہی معیار لکھا ہوا ہے کہ انبیاء کے انکار اور انکی مخالفت سے مخالفین اور منکرین کی عزت بڑھتی اور انکی شوکت ترقی کرتی ہے۔ کیا خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں یہ نہیں فرماتا اوفوا بعھدی اوف بعھدکم کیا اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی سنت بدل گئی تھی۔ اگر خدا کے مرسلوں کے انکار سے دینی اور دنیوی ترقی حاصل ہوتی ہے تو پھر ان کو ماننے کی کیا ضرورت اور ان کو قبول کرنے کی کیا حاجت؟ مولوی صاحب بتلائیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا انکار کرکے اسکی قوم نے کیا فائدہ حاصل کیا تھا۔ کیا انکی قوم کو دینی و دنیوی ترقی حاصل ہوئی تھی یا تنزل؟ اگر انکو مسیح کے انکار سے دینی و دنیوی ترقی حاصل ہوئی تھی تو پھر بے شک مولوی صاحب (مصنف حقیقۃ المسیح) کو یہ ضرور حق پہنچتا تھا کہ وہ پوچھیں کہ مسیح اسرائیلی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منکروں کو تو دینی و دنیوی ترقی حاصل ہوئی تھی مگر مسیح محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منکروں کو کیوں دینی و دنیوی ترقی حاصل نہیں ہوئی بلکہ اسکی بجائے تنزل و ادبار شروع ہو گیا ہے۔ غالباً حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی مولویوں نے مولانا ابو احمد رحمانی کی طرح یہ اعتراض کیا ہوگا کہ یہ مسیح کس طرح سچا ہو سکتا ہے جبکہ اسکے آنے سے ہمیں کوئی عروج اور ترقی حاصل نہیں ہوئی اور بنی اسرائیل کی نکبت و ادبار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اگر مولوی ابو احمد صاحب اپنے اعتراض کی لغویت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ تھوڑی دیر کے لیئے اپنے تئیں ایک اسرائیلی مولوی قرار دیں اور پھر یہی اعتراض اسرائیلی مسیح کے حق میں کریں تب انپر یہ کھل جائیگا کہ ان کا یہ اعتراض کیسا بیہودہ ہے۔ حضرت مسیح اسرائیلی اور حضرت مسیح محمدی علیہما السلام کے حالات بالکل مشابہ ہیں۔ یعنی جس طرح مولوی ابو احمد صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ بلکہ انکے آنے کے بعد انکے ادبار و نکبت میں ترقی ہوئی۔ اسی طرح یہودی مولوی بھی بالکل یہی اعتراض کر سکتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی آمد سے ہماری قوم کو کیا فائدہ پہنچا بلکہ الٹا انکی آمد کے بعد ہمارے ادبار و نکبت نے ترقی کی۔ پس اگر مولوی ابو احمد صاحب کا اعتراض بجا ہے تو پھر ایک یہودی مولوی کا اعتراض بھی بجا سمجھنا چاہیئے کیونکہ دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ اگر ایک صورت میں اعتراض درست ہے،

تو دوسری صورت میں بھی درست سمجھنا چاہیئے۔ مولوی صاحب فرماویں کہ کیا حضرت مسیح اسرائیلی کی آمد سے یہودی قوم کا ادبار بڑھا تھا اور تاریخ زمانہ اور موجودہ حالات اسکی گواہی دیتے ہیں پس مولوی صاحب فرماویں کہ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نعوذ باللہ سچے نبی نہیں تھے۔ اگر یہ ثابت نہیں ہوتا تو پھر آپ کیوں مسلمانوں کے ادبار کو اس دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نعوذ باللہ سچے نہ تھے۔ مولوی صاحب! کیا آپ کو معلوم ہے کہ کیوں یہود کا ادبار بڑھا؟ اسلیئے کہ اُنہوں نے خدا کے مرسل کا انکار کیا اور آپ پر طرح طرح کے بہتان لگائے اور بجائے اسکے کہ اُسکی پیروی کرتے اُسکی مخالفت کی۔ کیا یہودی قوم کو حضرت مسیحؑ اسرائیلی کی آمد پر بڑی بڑی اُمیدیں نہ تھیں۔ کیا وہ آپ کی طرح یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ جب مسیح موعودؑ آئے گا تو یہودی قوم کو دین و دنیا میں عروج حاصل ہوگا اور اُن کا سارا ادبار جاتا رہے گا اور وہ دین و دنیا میں عزت حاصل کرینگے کیا اُنکی کتابوں میں مسیحؑ اسرائیلی کی آمد کے متعلق بڑے بڑے وعدے موجود نہ تھے؟ مگر کیا یہ سارے وعدے اور یہ ساری اُمیدیں مسیحؑ کو قبول کرنے اور اسکی اتباع کے بغیر پوری ہوسکتی تھیں۔ اگر یہود حضرت مسیحؑ کو قبول کرتے تو ضرور وہ دین و دنیا میں عزت پاتے۔ اور اے مولوی صاحب! اگر آپ لوگ بھی دین و دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو اور اُن وعدوں کے وارث بننا چاہتے ہو جو مسیح موعودؑ کے متعلق تم پیش کرتے ہو تو آؤ حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرو۔ قبول کرنے کے بغیر تم اپنے حق میں ان وعدوں کے پورا ہونے کے کس طرح امیدوار ہوسکتے ہو۔ مولوی صاحب کے فہم پر مجھے تعجب آتا ہے آپ مسیح موعودؑ کو قبول کرنے سے تو انکار کرتے ہیں پھر پوچھتے ہیں کہ ہم دین و دنیا میں کیوں تنزل کر رہے ہیں اور کیوں ہمارا ادبار ترقی پر ہے۔ مولوی صاحب! آپ ذرا سوچکر بات کریں۔ کیا خدا کے مرسلین کے انکار کا یہی ثمرہ ہوتا ہے کہ دین و دنیا میں ترقی ہو کیا آنیوالے مسیح موعودؑ کے لیئے یہ امر بطور نشان کے بتلایا گیا تھا کہ اُسکے انکار سے دینی و دنیوی ترقی اسلے گی اور اقبال بلند ہوگا۔ کیا قرآن شریف نے مرسلین کی صداقت کی یہی علامت بیان فرمائی ہے کہ اُنکے انکار پر انعام ملے گا اور اُنکے قبول کرنیوالے مستوجب سزا ٹھہرینگے۔ کیا ایسا معیار قائم کرنے سے قرآن شریف کی تصدیق ہوتی ہے یا تکذیب۔ مولوی صاحب! کیا آپ کو اوفوا بعھدی اوف بعھدکم کا الٰہی فرمان بھول گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے مامور کے انکار سے ان

گو ... ہوا تھا۔ قرآن شریف تو اسکی شہادت دیتا ہے کہ یہودی قوم کا ادبار بڑھا تھا

لوگوں کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا۔

پھر ایک اور اعتراض مولوی صاحب موصوف نے یہ بیان کیا ہے کہ "مرزا صاحب کو دعوی نبوت ہے تو انبیائے کرام کی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔ اولیائے کرام کی روش پر نظر کرنا چاہیئے کہ انکی کیا حالت تھی۔ جتنے انبیاء گذرے اور جسقدر اولیائے ذی شان ہوئے سب کی مخالفت کی گئی اور بہت زور سے مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ ان کی ایذا دہی میں اٹھا نہیں رکھا گیا مگر اس مقدس گروہ نے بجز صبر و تحمل کے کچھ نہیں کیا۔ نہ کسی نے اپنی تعریف اور مدح کے الہامات جمع کر کے لوگوں کو دکھلائے نہ اپنے دعووں کے ثبوت میں دلیلیں لکھکر مشہور کرائیں۔ نہ مخالفین کے رد و کد میں رسالوں کی بوچھاڑ کی نہ اپنی تحریروں میں خدا اور رسول کے ماننے والوں پر موٹے موٹے اور لمبے حرفوں میں لعنتوں کی قطار برسائی۔ نہ کسی مخالف کو بندر اور سور بنایا"

انبیائے کرام کا نمونہ

ہمارے مخالف مولوی علم قرآن و حدیث کا بڑا دعوی کرتے ہیں مگر جب کسی بیان کے لیئے اپنی زبان کھولتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہوں نے قرآن کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ جب علماء کا یہ حال ہے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔ پھر بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ ہمیں مامور اور معلم کی کیا ضرورت۔ جب علم کا یہ حال ہے تو عمل اور ایمان کا کیا حال ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جب کہ قرآن زمین پر سے اٹھا لیا جائیگا۔ یہ علماء اپنے حال سے شہادت دے رہے ہیں کہ واقعی قرآن اور ایمان زمین پر سے اٹھا لیئے گئے تھے اور کہ درحقیقت اب ضرورت تھی کہ ان چیزوں کو پھر زمین پر قائم کرنے کے لیئے خدا کی طرف سے کوئی شخص مامور ہو کر کھڑا ہوتا۔ مولوی صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہر ایک نبی جو دنیا میں آیا اس نے خدا کی طرف سے اپنے مامور ہونیکا نہایت ہی کھلے اور پُر زور الفاظ میں دعوی پیش کیا اور اپنی اپنی قوم کو کھولکر سنایا کہ خدا نے مجھے تمھاری طرف رسول کر کے بھیجا ہے اور پھر صرف دعوی ہی نہیں کیا بلکہ اپنے دعوے کی تائید میں بڑے بڑے زبردست ثبوت بھی پیش کیئے یہ کہنا انبیاء کے حق میں ایک سخت بے ادبی ہے کہ انہوں نے اپنے رسول اور مامور ہونیکا اعلان نہیں کیا اور اپنی نبوت کا دعوی پیش نہیں کیا۔ یا دعوی تو کیا مگر اسکی تائید میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیئے۔ گویا انکا دعوی ایک دعوی بے دلیل تھا۔ سب نے بڑے زور سے اپنے رسول ہونیکا

دعویٰ کیا اور بڑی تحدی سے کہا کہ جو شخص ہمارا انکار کریگا وہ ہلاک ہوگا اور یہ کہ ہمارے ماننے اور ہماری اطاعت اختیار کرنے کے بغیر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کرسکتا۔

قرآن شریف میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ ہر ایک نبی نے بڑے زور سے اپنی قوم کے سامنے اپنے مامور و مرسل ہونیکا دعویٰ پیش کیا اور نہ صرف دعویٰ ہی پیش کیا بلکہ اس دعوے کی سچائی کے دلائل اور ثبوت بھی ساتھ ہی پیش کیے۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں یٰقوم ارأیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی و اٰتٰنی رحمۃ من عندہ فعمیت علیکم (سورہ ہود رکوع ۳) پھر حضرت صالح فرماتے ہیں یٰقوم ارأیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی و اٰتٰنی منہ رحمۃ فمن ینصرنی من اللہ ان عصیتہ (سورہ ہود رکوع ۶) پھر حضرت شعیب فرماتے ہیں یٰقوم ارأیتم ان کنت علیٰ بینۃ من ربی و رزقنی منہ رزقاً حسناً (سورہ ہود رکوع ۸) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ولقد ارسلنا موسیٰ باٰیٰتنا و سلطٰن مبین۔ ان آیات بینات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی نبی نے اپنا دعویٰ بلا دلیل پیش نہیں کیا بلکہ سب نے اپنے دعوے کی تائید میں بینہ۔ سلطان، اور آیات پیش کیے۔ اسی سورہ ہود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ (سورہ ہود رکوع ۲) خدائے تعالیٰ کل انبیاء کی نسبت فرماتا ہے کہ انہوں نے صرف دعویٰ بلا دلیل ہی پیش نہیں کیا بلکہ اپنے دعوے کو برہان و دلیل کرکے پیش کیا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاؤ بالبینات والزبر والکتٰب المنیر۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاء گذرے اور جسقدر اولیاء اور ذی شان گذرے (انہوں نے) نہ اپنے دعووں کے دلائل لکھکر مشہور کرائیں نہ مخالفین کے رد و کد میں رسالوں کی بوچھاڑ کی" اولیاء کی بحث تو یہاں بحث نہیں۔ انبیاء کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جاؤ بالبینٰت والزبر والکتٰب المنیر۔ یعنی انبیاء نے واضح دلائل بھی پیش کیے۔ چھوٹے رسالے اور بڑی کتابیں بھی شائع کیں۔ پھر مولوی صاحب کیوں فرماتے ہیں کہ گذشتہ انبیاء نے اپنے دعووں کے

ثبوت میں دلیلیں مشہور نہ کرائیں اور نہ رسالے شائع کیے اور مرزا صاحب اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل مشہور کراتے ہیں اور رسالے شائع کرتے ہیں۔ مولوی صاحب! اگر آپ نے پہلے کبھی قرآن شریف نہیں پڑھا تھا تو کم از کم اس رسالہ کے لکھنے سے پہلے تو ایک نظر دیکھ لیتے تا ایسی فاش غلطیوں سے محفوظ رہتے۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود کے رسالوں پر اسقدر کیوں چڑتے ہیں۔ شائد دل میں یہ غصہ ہے کہ مسیح موعود تو چاہئے تھا کہ تلوار لیکر آتا۔ جو تمام منکران اسلام کا سر قلم کر دیتا۔ یہ سلطان القلم مسیح کیسے پیدا ہو گیا۔ مولوی صاحب قلم خدا کی نظر میں ایسی حقیر چیز نہیں جیسی آپنے سمجھ رکھی ہے - آپ رسالوں کی بوچھاڑ اور دلائل کے لکھنے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے اقرا باسم ربك الذي خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا وربك الاكرم الذي علم بالقلم۔ علم الانسان مالم يعلم۔ سب سے پہلی آسمانی آواز جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں پہنچی۔ وہ یہی تھی کہ اقراء پڑھ اور پڑھی وہی چیز جاتی ہے جو لکھی ہوئی ہو۔ مگر یہ مولوی صاحب ہیں جو لکھنے کو اسقدر حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور رسالوں کی بوچھاڑ کو برا سمجھتے ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ اپنی مدح میں فرماتا ہے کہ تیرا صاحب اکرام رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور قلم کے ذریعے انسان کو وہ وہ چیزیں سکھائیں جن کا اسکو علم نہ تھا۔ مولوی صاحب۔ جب قلم ایسی چیز ہے تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اس علم و ہنر کے زمانہ میں جو اذا الصحف نشرت کا زمانہ ہے مسیح موعود بھی قلم کے ساتھ ظاہر ہوتا اور قلم کے ہی ذریعہ دنیا کو تعلیم دیتا۔ پھر قلم کا درجہ اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو وہ سورۃ تلاوت فرمادیں جس کو قلم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے وہ سورہ اس طرح پر شروع ہوتی ہے ن والقلم وما یسطرون اس میں خدائے تعالیٰ نے قلم کی اور لکھے ہوئے علوم کی قسم کھائی ہے۔ مگر ہمارے ملک کے مولوی کچھ تلوار کے ایسے دلدادہ ہیں کہ جب انکو قسم کھانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ اس غلبۂ قلم کے زمانہ میں بھی سیف و سنان کی ہی قسم کھاتے ہیں۔

غرض مولوی صاحب کا یہ اعتراض کرنا کہ یہ اپنے دلائل کو لکھکر کیوں شائع کرتے ہیں اور مخالفوں کیوں رسالوں کی بوچھاڑ برساتے ہیں نہایت ہی حیرت انگیز امر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یا انبیاء کا

طریق نہیں ہے۔ دوسرے انبیاء کا ذکر تو فی الحال چھوڑ دو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کرو۔ سارا قرآن آپکی رسالت کے دعوے اور دلائل سے بھرا ہوا ہے اور مخالفوں پر بھی آیاتِ قرآنی کی ایک سخت بوچھاڑ برسائی گئی ہے اور ان آیات کو صحابہؓ لوگ زبان یاد کیا کرتے اور اس طرح ان دلائل اور اس بوچھاڑ کی خوب اشاعت کیجاتی تھی۔ پھر بھی مولویصاحب فرماتے ہیں کہ یہ انبیاء کا طریق نہیں ہے اگر مولوی صاحب کو اس بات کا علم نہیں کہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دلائل سے بھرا ہوا ہے اور دشمنوں پر بھی خوب بوچھاڑ برسائی گئی ہے تو وہ چند روز قادیان دارالامان میں آکر حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درسِ قرآن سنیں تا انپر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ قرآن شریف میں نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوئ نبوت کا ذکر ہے بلکہ اس دعویٰ کو نہایت ہی پرزور اور پرشوکت دلائل کے ساتھ مبرہن بھی کیا گیا ہے۔

قرآن شریف کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکے رسولوں پر بھی ایمان لانا لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ اگر ایک شخص خدا تعالیٰ کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے کسی رسول کا انکار کرتا ہے تو وہ قرآن شریف کے نزدیک مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ اگر کسی کو میرے اس بیان پر شک ہو تو وہ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات کا مطالعہ کرے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا۔ اولٰئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا۔ والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کو ماننے کے مدعی ہیں مگر خدا کے رسولوں کا یا ان میں سے بعض رسولوں کا انکار کرتے ہیں تو وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک مومن نہیں کہلا سکتے۔ جب رسل کا ماننا ایسا ضروری ہے تو پھر یہ کیسا ضروری ہے کہ خدا کا رسول صرف اپنے دعوے نبوت و رسالت کو ہی پیش نہ کرے بلکہ اپنے دعوے کے دلائل کو کھولکر

بیان کرے اور ان دلائل کو خوب شائع کرے اور جہاں تک اُس سے ہو سکے انکا اعلان کرے اور جو جو ذرائع ان دلائل کی اشاعت کے ہو سکتے ہیں اُن سب کام لے تا لوگ اُس پر ایمان لا کر نجات حاصل کریں۔ اور جو جو اُسپر اعتراضات کئے جاتے ہیں ان سب کو دفع کرنے کی کوشش کرے تا لوگ شبہ میں پڑکر ہلاک ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یعنی ہم رسولوں کو اسلئے بھیجتے ہیں تا لوگ اللہ کے اذن کے ساتھ ان کی اطاعت اختیار کریں جب لوگوں پر رسولوں کی اطاعت فرض ہے تو ان رسولوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ تمام لوگوں کو کھولکر اپنی رسالت کا پیغام پہنچا دیں اور اپنے رسول ہونے کے ثبوت بھی واضح اور مکمل طور پر شائع کر دیں کیونکہ جب لوگوں پر انکی اطاعت فرض ہے تو لوگوں کا یہ بھی حق ہے کہ جسقدر دلائل اپنی رسالت کے رسولوں کے پاس ہوں وہ جس طرح ہو سکے لوگوں میں شائع کر دیئے جاویں اور جو جو شبہات لوگوں کو انکی رسالت کے بارہ میں پیدا ہوتے ہیں انکا ازالہ بھی خوب کھولکر کر دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ اپنے فرض کو درست طور پر نہیں نبھا سکتے۔ مگر مولوی ابو احمد صاحب نے رسالت کا عجیب معیار ٹھہرایا ہے۔ وہ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ واقعی خدا کے رسول تھے اور خدا کی طرف سے نبی ہو کر آئے تھے تو انہوں نے کیوں اپنے دعووں کے ثبوت میں دلیلیں لکھکر شائع کرائیں" اور کیوں "مخالفین کے رد وکد میں رسالوں کی بوچھاڑ کی"۔ مولوی صاحب کی اس بات پر ہمیں بار بار تعجب آتا ہے کیونکہ جس بات کا کرنا ایک نبی اور رسول کے لئے لازم ہے اُسی کے متعلق مولوی صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کے رسول اور نبی تھے تو انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ انکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ایسا کرنا انکی صداقت کا ایک نشان ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو پھر اُنپر الزام آسکتا تھا کہ اگر وہ نبی اور رسول تھے تو انہوں نے کیوں اپنے دعووں کے ثبوت میں دلیلیں لکھکر شائع نہ کرائیں اور کیوں مخالفین کے رد وکد میں رسالوں کی بوچھاڑ نہ کی۔ دیکھو ہمارے مسلمانوں کی ناواقفیت کس حد تک بڑھ گئی ہے کہ انکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہر ایک نبی اور رسول اپنے دعوے کو علی الاعلان پیش کیا کرتا ہے اور اپنی صداقت کے دلائل کو خوب شائع کرتا ہے اور مخالفوں کے اعتراضات سُنکر خاموش نہیں بیٹھ رہتا بلکہ جہاں تک

اُس سے بن پڑتا ہے اُن کا جواب دیتا ہے مگر ہمارے زمانہ کے مولوی صاحب ہیں جو کہتے ہیں کہ نبی ایسا نہیں کیا کرتے اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کیا اسلئے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ جب اس زمانہ کے علماء کے علم و معرفت کا یہ حال ہے تو کیا اب بھی وہ یہ کہیں گے کہ اس زمانہ میں کسی مرسل من اللہ کی ضرورت نہ تھی۔

پھر مولوی صاحب لکھتے ہیں "مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت ہے تو انبیائے کرام کی حالت کو دیکھنا چاہیئے اولیائے کرام کی روش پر نظر کرنا چاہیئے کہ اُن کی کیا حالت تھی" یہ تو مولوی صاحب نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ چونکہ مرزا صاحب کو دعویٰ نبوت ہے اسلئے انکی صداقت کی پہچان اس طرح ہو سکتی ہے کہ انبیاء کرام کی روش کو دیکھا جاوے اور منہاج نبوت کی کسوٹی پر آپکے دعوے کو پرکھا جاوے مگر مولویصاحب کا یہ فرمانا کہ ایک دعوئ نبوت کے جانچنے کے لئے اولیاء کے حالات پر نظر کیجائے نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ ایک نبی اور رسول کا ایک غیر مامور بزرگ پر قیاس کرنا یہ مولوی بو احمد صاحب کا ہی کام ہے۔ مولوی صاحب کو تو ابھی معلوم نہیں کہ نبی اور رسول خدا کی طرف سے مامور ہوتے ہیں اور وہ حکم رشت زا سماں برتیں سے رسائش پر عمل کرتا ہے اسلئے اُن کی حالت کا ایسے لوگوں پر قیاس کرنا جو خدا کی طرف سے رسول اور نبی ہو کر کھڑے نہیں ہوتے قیاس مع الفارق ہے۔ شاید مولویصاحب کو میری یہ بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے اسلئے میں ایک ایسی مثال سے اُن کو یہ بات سمجھاتا ہوں جس سے انشاء اللہ تعالیٰ انکو خوبی سمجھ آجائے گا کہ خدا کے نبیوں اور مشائخ کے گروہ میں کیا فرق ہے۔ غالباً مولوی صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے تو انکار نہ ہوگا۔ لیکن اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کا مشائخ اور پیران طریقت کے حالات سے مقابلہ کریں اور ان بزرگوں کی روش کے معیار پر آپکی نبوت کو جانچنا چاہیں تو پھر آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ماننا بھی دشوار ہو جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے منکر تو وہ پہلے ہی سے ہیں۔ پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی انکو انکار کرنا پڑے گا کیونکہ اولیائے کرام اور سلسلہ مشائخ میں ہم یہ طریق نہیں دیکھتے کہ وہ رہ بکتر پہنکر میدان میں نکلیں تلواروں اور نیزوں بھالوں کو تیز کریں اور دشمن کے خون سے زمین کو سرخ کردیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ سب کام خود بھی کیئے اور دوسروں سے بھی کرائے۔ پس اگر وہی نبی سچا ہو سکتا ہے

اولیاء کرام اور انبیاء

جس کی روش صوفیا و مشائخ کرام اور اس گروہ کے مطابق ہو جو مسلمانوں کی اصطلاح میں اولیاء
کے نام سے مشہور ہے تو پھر نہ صرف آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرنا پڑیگا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی نبوت سے منکر ہونا پڑیگا۔ جب سکھوں کے بخلاف حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور
حضرت محمد اسمٰعیل صاحب شہید نے علم جہاد کھڑا کیا تو آپ بتائیں کہ اس زمانہ کے مشائخ اور گدی
نشینوں میں سے کسقدر اُن کے ساتھ شامل ہوئے بلکہ حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی
خدمت میں عرض بھی کیا گیا کہ سکھوں کی ظالم قوم مسلمانوں کو اذان تک دینے پر قتل کرتی ہے آپ بھی
اپنے مریدوں کو ہدایت ان کے خلاف جنگ کرنے میں ہمارے ساتھ شامل ہوں تو جو جواب حضرت
خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا وہ یہ تھا کہ یہ کام آپ کو ہی مبارک ہو۔ میں نے تو کبھی اپنے
ہاتھ سے ایک چڑیا کا بھی خون نہیں بہایا۔ اولیائے کرام کا وجود بے شک اسلام کے لئے بہت
مبارک ہے مگر نبیوں انبیاء اور مامورین من اللہ کا قیاس کرنا سخت غلطی ہے۔ انبیاء کا درجہ اولیاء
سے بڑھکر ہے اور بعض کام انبیاء کے متعلق ایسے ہوتے ہیں جو اولیائے کرام کے دائرہ سے
بالکل الگ ہیں۔ مولوی ابو احمد صاحب تو اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مخالفین کے رد وکد میں رسالوں کی بوچھاڑ برسائی اسلئے وہ نبی نہیں ہوسکتے کیونکہ
یہ طریق اولیائے کرام کی طرز کے موافق نہیں ہے مگر کیا انکو معلوم نہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے
مخالفین کے رد وکد کے لئے رسالوں کی بوچھاڑ برسائی ہے تو آپ کے مطاع حضرت سید المرسلین
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وخلفاءہ وبارک وسلم نے تو مخالفین کے قلع قمع کے لئے
تیروں کی بوچھاڑ برسائی تھی۔ مولوی صاحب فرمادیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کس کی روش پر عمل کرتے
گوشہ نشین درویشوں اور تارک الدنیا بزرگوں کی روش پر یا خاتم النبیین اور سید المرسلین احمد مجتبیٰ
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر۔ شاید مولوی صاحب کا یہ منشا ہے کہ مخالف تو اعتراض پر
اعتراض کرتے جاتے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش بیٹھے رہتے۔ یہی
اعتراض مسیحی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے ہیں کہ دشمن تو بے شک مسلمانوں پر
وار پر وار کرتے رہتے مگر آپ اُنکے جواب میں تلوار نہ اُٹھاتے اور بقول مولوی ابو احمد صاحب رحمانی
گوشہ نشین درویشوں کے نمونہ پر عمل کرکے خاموش بیٹھے رہتے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جو حق وہ

لئے تھے اُس کی اشاعت نہ ہوتی۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح موعود مخالفوں کے مقابل میں خاموش رہتے اور بقول مولوی ابو احمد صاحب رحمانی اُنکے ردّ وکد میں رسالوں کی بوچھاڑ نہ کرتے تو پھر جس حق کی اشاعت کے لئے وہ مامور کیئے گئے تھے وہ مخفی رہتا اور جس طرح اب اُسکی اشاعت ہوئی ہے یہ اشاعت نہ ہوتی۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالوں کو دیکھ کر کیوں گھبرا تے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفوں کے رد وکد میں رسالے پر رسالے مدینۃ المسیح سے تمام اطراف عالم میں جاری کیئے تو کیا آپکے مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی سرکوبی کے لیئے رسالے پر رسالے مدینۃ النبی سے تمام اطراف عالم میں نہیں بھیجے تھے؟ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرع کی طرز کے برخلاف اپنے مطاع خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر عمل کیا تو کیا بُرا کیا؟

انبیاء کی مخالفت

پھر مولوی ابو احمد صاحب رحمانی فرماتے ہیں "کہ جتنے انبیاءؑ گذرے سب کی مخالفت کی گئی اور بہت زور کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ اُن کی ایذا دہی میں اٹھا نہیں رکھا گیا مگر اس مقدس گروہ نے بجز صبر وتحمل کے کچھ نہیں کیا" مولوی صاحب کا یہ فرمانا بالکل درست ہے۔ واقعی جسقدر انبیاء گذرے سب کی مخالفت کیگئی۔ سب کے ساتھ استہزاء کیا گیا اور جسقدر دشمنوں سے بن سکتا تھا انہوں نے انبیاء ورسل کو دکھ دیا بلکہ نکو اور انکی جماعت کو جڑھ سے اکھیڑنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ تمام کوششیں اکارت گئیں اور باوجود کفار کی تمام جدوجہد کے نبی کامیاب ہوئے اور دشمن اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ اور ذلیل وخوار اور آخر ہلاک ہوئے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ افسوس بندوں پر۔ جو رسول انکے پاس آتا ہے وہ اسکے ساتھ استہزاء ہی کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ولقد استھزیٔ برسل من قبلک فاملیت للذین کفروا ثم اخذتھم فکیف کان عقاب۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تجھ سے پہلے بھی رسولوں پر ٹھٹھا ہو چکا ہے تو میں نے کافروں کو ڈھیلا چھوڑ دیا پھر اُنکو دھر پکڑا تو میرا عذاب کیسا سخت تھا! اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا۔ اور اے پیغمبر جب یہ لوگ تجھ کو دیکھتے ہیں تو تجھ

سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں یہی وہ حضرت ہے جن کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ سنو جناب مولوی صاحب! آپ کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جتنے رسول آئے سب کی شدومد سے مخالفت کی گئی۔ اور ان پر ٹھٹھا بھی اُڑایا گیا۔ خدا کا کوئی رسول بھی اس قاعدہ سے مستثنٰے نہیں۔ ہاں اسی سنت مستمرہ کے موافق اس زمانہ کے مامور کی بھی مخالفت کی گئی اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کی نسبت لکھا ہے واذا رأوك ان يتخذونك الا هزوا اهذا الذي بعث الله رسولا۔ اسی طرح جب اس زمانے کے اکثر مولوی اور اُن کے پیرو اور اتباع حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھتے تو ان پر ہنسی اُڑاتے اور کہتے اھذا الذي بعث الله رسولا۔ سو اے مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا یہ نشان تو خود آپ لوگوں نے اپنے ہاتھ سے پورا کر دیا اور خدا کے برگزیدہ کی اسی طرح مخالفت کی جس طرح پہلے انبیاء و رسل کی کی گئی اس کا دعویٰ کرنا ہی تھا کہ آپ لوگوں نے خدا تعالیٰ کی قدیم سنت کے موافق اُس کی مخالفت شروع کر دی اور جس طرح آپ فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں اور سابقہ اولیاء ذی شان ہوئے سب کی مخالفت کی گئی اور بہت زور سے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ اُنکی ایذادہی میں اٹھا نہیں رکھا گیا‘‘ اسی طرح اب ہوا اور آپکے قول کے عین مطابق اس زمانہ کے مامور کی بھی مخالفت کی گئی اور بہت زور کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور کوئی دقیقہ اُس کی ایذادہی میں اٹھا نہیں رکھا گیا۔ آپ لوگوں نے اُسکے برخلاف ایک کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ جس پر آپکے کافر ہونے پر ثبت کیں۔ لوگوں کو اُسکی مخالفت پر بھڑکایا اور نہ صرف اس مامور کے برخلاف طرح طرح کے فتوے جاری کئے گئے بلکہ اُسکی جماعت کے متعلق بھی آپ لوگوں نے فتوے شائع کئے یہانتک کہ قتل کا فتویٰ بھی شائع کیا گیا اور اسی فتوے کے ماتحت اُسکے دو پیرو ایک اسلامی ریاست میں شہید بھی کئے گئے۔ اور اگر اس ملک میں خدا نے تعالیٰ جماعت احمدیہ کی حفاظت کے لئے انگریزوں کو نہ لاتا تو تم عملی طور پر اس جماعت سے وہی سلوک کرتے جو تمہارے بھائیوں نے ایک ایسے ملک میں کیا جہاں تمہارا فتویٰ چل سکتا ہے۔ مگر خدا نے تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس ملک میں ایک ایسی قوم کو بھیجا جس کی تلوار سے تم لوگ ڈرتے ہو اسلئے اس جگہ تمہارا بس نہیں چل سکتا۔ پھر بھی تم اپنی طاقت کے مطابق خدا کے مامور کی ایذادہی سے باز نہ آئے۔ تمہارے مولوی عیسائیوں کے طرفدار ہو کر سنگین مقدموں میں مسیح موعودؑ کے برخلاف شہادت دینے کے لیئے آئے۔ سرکار انگریزی کو کئی اس سلسلہ کی نسبت بدظنی کرنیکی

بے سود کوشش کی گئی۔ اور کوئی ایسا طریق ایذا دہی کا نہیں جو تمہارے بس میں ہو اور تم نے مسیح موعودؑ اور اُس کی جماعت کے برخلاف استعمال نہ کیا ہو۔ حال میں ہی تحصیل صوابی۔ ضلع پشاور میں ہمارے مخالف مسلمانوں نے ہمارے دو بھائیوں کے گھروں پر ایک ہی رات میں ڈاکہ مارا اور جو کچھ اُن کا مال و متاع تھا سب لوٹ کر لے گئے۔ آخر سرکار انگریزی نے انصاف کیا اور ہمارے مظلوم بھائیوں کی داد رسی کی۔ اے مولوی صاحب۔ آپ کو یہ شکایت ہے کہ جب پہلے انبیاء کو دُکھ دیا گیا تو انہوں نے صبر سے کام لیا مگر جب حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا تو انہوں نے صبر سے کام نہیں لیا بلکہ مخالفوں کے رَدّ و کدّ میں رسالوں کی بوچھاڑ کی۔ مگر آپ کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ مخالفوں کی ایذا دہی کے مقابل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صبر سے کام نہیں لیا۔ آپ نے نہایت صبر و تحمل سے مولوی صاحبان کی ایذا دہی کو برداشت کیا اور قوم کو بھی صبر کی ہی نصیحت فرمائی آپ فرماتے ہیں۔ گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو

رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

پھر آپ فرماتے ہیں: وقد زادنی فی العلوم الحلم جھلھم ، وسکنت نفسی عند غیظ یکرّبُ

مولوی صاحب خیال کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفین کے رَدّ و کدّ میں رسالوں کی بوچھاڑ کی۔ اسلئے گویا انہوں نے دشمنوں کی ایذا رسانی کو صبر و تحمل سے برداشت نہیں کیا۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایذا رسانی پر صبر کرنا الگ چیز ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا رد کرنا اور انکی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کو کھولنا دوسری چیز ہے۔ مولوی صاحب قرآن کا مطالعہ فرمادیں کیا اسمیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہیں دیا گیا اور مشرکین۔ یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مباحثہ کا رنگ اختیار نہیں کیا گیا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی ایذا رسانیوں کو صبر کے ساتھ برداشت نہیں کیا تھا۔ ہمارے مخالف مولوی صاحبان کو حضرت مسیح موعودؑ کے تحمل اور بردباری کا خوب علم تھا۔ اسی لیئے وہ آپ کی نسبت ایسی تحریریں اور تقریریں بھی شائع کر دیا کرتے تھے جن کو اگر وہ کسی دوسرے شخص کی نسبت شائع کرتے تو ضرور انکو جیلخانہ میں بھجوایا جاتا مگر وہ بخوبی جانتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اُن کے حق میں ایسی کارروائی نہیں کی جائیگی اسلئے وہ بعض اوقات مجرمانہ تحریروں سے بھی نہیں رُکتے تھے۔

اگر آپ کو اسکے متعلق شک ہو تو اپنے بھائی مولوی محمد حسین بٹالوی سے دریافت کر لیجئے۔ اگر آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی بردباری اور عفو کا تحریری ثبوت درکار ہے تو ڈاکٹر کلارک والے مقدمہ کی مسل منگوا کر مطالعہ کر لیجئے۔ یہ سنگین مقدمہ ایسے لوگوں کی طرف سے بنایا گیا تھا جنہوں نے آپ کی عداوت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا آخر وہ مقدمہ جس میں آپ پر اقدام قتل کا الزام لگایا گیا تھا بعض عیسائیوں کی قابل شرم بناوٹ ثابت ہوا اور آپ سے مجسٹریٹ نے دریافت کیا کہ کیا آپ ان لوگوں پر کوئی قانونی کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں انکو معاف کرتا ہوں اور انکے برخلاف کوئی قانونی کارروائی کرنا نہیں چاہتا۔ کیا یہ عفو کا ایک عملی نمونہ نہ تھا؟

پھر اسی مقدمہ کے اثنا میں آپ نے اپنے ایک اور شخص سے جو مسلمانوں میں سے تھا مگر آپ سے سخت عداوت رکھتا تھا اعلیٰ درجہ کے عفو کا سلوک کیا۔ یہ صاحب جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں عیسائیوں کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کے برخلاف شہادت دینے کے لیئے پیش ہوئے اور مولوی فضل دین صاحب وکیل نے انپر جرح کرتے ہوئے ایک نہایت حملہ انپر کرنا چاہا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے وکیل مذکور کو روک لیا آپ ایسے رحیم و کریم تھے کہ آپ نے پسند نہ کیا کہ ان کا ایسا سخت دشمن بھی جو بوجہ سخت عداوت کے عدالت میں عیسائیوں کا حامی ہو کر ایک سنگین مقدمہ میں آپکے برخلاف شہادت دینے کے لیئے آیا تھا مجسٹریٹ اور دیگر معزز حاضرین کے سامنے کسی قسم کی خجالت میں گرفتار ہو۔ وہ وکیل غیر احمدی ہے اور اسوقت تک الحمدللہ زندہ موجود ہے۔ اور وہ گواہی دے سکتا ہے کہ کس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے شدید ترین دشمن کے بارے میں عفو اور ستاری سے کام لیا۔

اگر جناب مولوی ابو احمد صاحب رحمانی کو یہ اعتراض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مخالفوں کی تردید کیوں کی تو یہ اعتراض انکو قرآن شریف پر بھی کرنا چاہیئے کیونکہ اگر انہوں نے تردید کی تو قرآن شریف بھی مخالفان اسلام کی تردید کرتا بلکہ انکے متعلق سخت الفاظ بھی استعمال کرتا ہے اور یہ سخت الفاظ بالکل بجا تھے کیونکہ وہ عین واقعات کے مطابق تھے۔ مولوی صاحب کی آگاہی کے لیئے میں یہاں قرآن شریف کی ایسی چند آیات نقل کرتا ہوں جو کفار مکہ کے حق میں مکی زمانہ میں نازل ہوئیں۔ مولوی صاحب کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سورۃ المدثر کی ذیل کی آیات کریمہ ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں: ذرنی ومن خلقت وحیدا

وجعلت له مالا ممدودا و بنین شهودا و مهدت له تمهیدا ثم یطمع ان ازید کلا انه کان لایتنا عنیدا سارهقه صعودا انه فکر و قدر فقتل کیف قدر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبر و استکبر فقال ان هذا الا سحر یؤثر ان هذا الا قول البشر ساصلیه سقر۔ ان آیات کا ولید بن مغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ اسکے دو لقب مکہ میں مشہور تھے ایک وحید۔ اور دوسرا ریحانۃ قریش یہ اپنے شعر وسخن اور منطق کی خوشنمائی میں شہرت رکھتا تھا۔ مال و فرزند بھی اُسکے زیادہ تھے۔ چونکہ نامی شاعر تھا اسلیئے جب لوگوں نے اس سے قرآن شریف کی نسبت پوچھا تو اس نے اٹکل دوڑائی اور کہا کہ یہ تو جادو ہے۔ اسکے حق میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وہ تو ہماری آیتوں کا منکر ہے میں اسکو عنقریب دوزخ میں صعود پر چڑھاؤں گا کیونکہ (جب اس سے قرآن کے بارہ میں پوچھا گیا تو) سوچنے لگا اور اٹکل دوڑائی۔ اسپر خدا کی مار کیا اٹکل دوڑائی۔ پھر اسپر خدا کی مار کیسی اٹکل دوڑائی پھر سوچا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنا لیا پھر پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور شیخی میں آگیا کہنے لگا یہ قرآن جادو ہے یا دی ای کا کلام ہے۔ میں عنقریب اسکو دوزخ میں جھونک دونگا۔

پھر ولید بن مغیرہ کی طرف سورہ القلم میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے ولا تطع کل حلاف مهین هماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال و بنین اذا تتلی علیه ایتنا قال اساطیر الاولین سنسمه علی الخرطوم (ترجمہ) اور اُسکی بات مت سن جو بہت قسمیں کھاتا ہے۔ جھوٹا یا بدکار یا ذلیل عیب جو یا طعنے مارنے والا چغلخور اچھے کام سے روکنے والا۔ حد سے بڑھ جانیوالا۔ بڑا گنہگار۔ اکھڑ (ظالم یا پیٹو بہت کھانیوالا) ان سب باتوں کے سوا بدذات۔ یہ ساری باتیں اس وجہ سے ہیں کہ وہ بیٹے والا ہے بیٹے رکھتا ہے جب ہماری آیتیں اُسکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ہم اب اُسکی سونڈ (ناک) پر داغ لگائیں گے۔

مجھے قرآن شریف سے اس قسم کی اور آیتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولوی صاحب خود قرآن شریف کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

ہاں میں مولوی صاحب کی خدمت میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ یہ تو شکایت کرتے ہیں کہ حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالفوں کی ایذادہی اور استہزاء کے مقابل میں تحمل اور بردباری سے کام نہیں لیا مگر یہ خیال نہیں کیا کہ وہ ایذا دینے والے اور استہزاء کرنیوالے کون لوگ ہیں۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ اس ایذادہی اور استہزاء میں دوسری قومیں بھی شریک ہیں مگر جسقدر حصہ اس کام میں مسلمانوں نے اور خصوصاً مولوی صاحبان نے لیا ہے اُسقدر حصہ اور کسی قوم نے نہیں لیا۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تو بڑھ بڑھ کر اعتراض کرتے ہیں مگر اپنے بھائیوں کی کارروائی پر نظر نہیں کرتے کہ انہوں نے اس زمانہ میں وہی کام کیا جو حضرت مسیح ناصری علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہودیوں نے کیا تھا۔ استہزاء کرنیوالے کیسے لوگ ہوتے ہیں ان کی نسبت میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ خدا نے تعالیٰ کا کلام مولوی صاحب کو سُناتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وما یأتیہم من رسول الا کانوا بہ یستھزء ون کذلک نسلکہ فی قلوب المجرمین اور جب اُنکے پاس کوئی رسول آتا ہے تو وہ اُس سے استہزاء سے پیش آتے رہے۔ ایسے ہی ہم مجرموں کے دلوں میں استہزاء ڈال دیتے ہیں۔ اب مولوی صاحب فرمادیں کہ آپکے بھائی صاحبان نے کن لوگوں کا حصہ لیا۔ متقیوں کا یا مجرموں کا۔

پھر مولوی ابواحمد صاحب رحمانی فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت درست نہیں ہو سکتا کیونکہ انہوں نے اپنے مخالفوں پر موٹے موٹے اور نیے حرفوں میں لعنتوں کی قطار برسائی اور اُن کو بندر اور سؤر بنایا۔ مولوی ابواحمد صاحب کے معیار بالکل نرالے ہیں۔ مولوی صاحب! آپنے کہاں پڑھا کہ نبی اور رسول اپنے منکرین پر لعنت نہیں کیا کرتے اور جو نبی اپنے مخالفین کے حق میں بندر اور سؤر کے الفاظ استعمال کرے وہ سچا نبی نہیں ہو سکتا۔ معلوم نہیں ہمارے زمانہ کے مولوی قرآن شریف سے ایسے بے خبر کیوں ہیں۔ اگر مولوی صاحب کو خبر نہیں تو میں اُن کو قرآن شریف کی ایک آیت سناتا ہوں۔ خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے لُعِنَ الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ دیکھئے یہاں ایسے دو نبیوں کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی قوم پر لعنت بھیجی تھی اور یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اور لعنت کی وجہ خدائے تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے نکلنے والے تھے اب میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ دونوں نبی سچے نبی نہ تھے

مخالفوں پر لعنت

اور کیا وہ لوگ جنپر یہ لعنت پڑی توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانیکے مدعی نہ تھے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے رسول کا انکار کیا اور پھر اسی پر بس نہ کی بلکہ عصیان اور اعتداء کے مرتکب ہوئے تب خدا کے دو برگزیدہ نبیوں نے انپر لعنت کی۔ اگر وہ صرف انکار پر اکتفا کرتے اور عصیان اور اعتداء کے مرتکب نہ ہوتے تو اگرچہ وہ اپنے زمانہ کے رسول کے منکر ہونے کی وجہ سے کفر کے فتوے کے نیچے آگئے تھے مگر نبی کی طرف سے لعنت کا تحفہ انکو نہ دیا جاتا پس ایسا ہی اگر اس زمانہ کے بعض لوگ اعتداء اور عصیان کے مرتکب ہوکر لعنت کے نیچے آگئے تو اس میں خدا کے مسیح کا کیا قصور ہے۔ یہ لعنت تو لوگوں نے خود حاصل کی۔ اور اس طرح نہ صرف حضرت مسیح موعود کی حضرت مسیح ناصری علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مماثلت ثابت کردی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کو بھی پورا کر دیا جس میں آپ نے خبر دی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں میری امت کے بعض لوگ یہود کی راہ سے ایسا بعد اختیار کر لیں گے اور کوئی کام ایسا نہ رہے گا جو یہود یوں میں سے کسی نے کیا ہو اور اس امت کے بعض لوگ اس کو نہ کریں۔ سو اس پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری تھا اور چونکہ یہود میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے عصیان اور اعتداء کی وجہ سے حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر لعنت دیئے گئے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اس امت میں بھی بعض افراد ایسے بد قسمت نکلے جنہوں نے مسیح ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل میں عصیان اور اعتداء سے کام لیکر وہی حصہ پایا جو حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے یہود نے حاصل کیا پس مولویصاحب۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے اگر آپ اس وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے انکاری نہیں۔ آخر یہ مسیح تو اسی پہلے مسیح کے نقش قدم پر آیا ہے اسلئے اس سے مماثلت ضروری تھی پس اگر اس زمانہ کے بعض بدقسمت لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر وہی چیز حاصل کی جو پہلے زمانہ کے یہود نے حضرت مسیح اسرائیلی علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر حاصل کی تھی تو انہوں نے نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت مسیح اسرائیلی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا مثیل ہونا ثابت کر دیا۔ تعجب ہے کہ مولوی صاحب اسی بات کو اعتراض کے رنگ میں پیش کرتے ہیں جو حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ باقی رہا یہ کہ ایسے لوگ خدا اور رسول کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ سو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ کیا وہ یہود جن پر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور اُن کے بعد حضرت مسیح ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے لعنت کی تھی خدا اور رسول کے ماننے کے مدعی نہ تھے۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کی طرح وہ بھی یہی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں اور اُسکے رسول موسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی قرار دیتے ہیں۔ مگر باوجود اس دعوے کے وہ لعنت کے مستحق ہوگئے مولوی صاحب! صرف زبان سے دعویٰ کرنا اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ ایسا دعویٰ کرنیوالا واقعی سچا مومن ہے۔ کیا قرآن شریف میں ایسے لوگوں کا ذکر آپ نہیں پاتے جن کی نسبت خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور رسول کو بھی مانتے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر خدا کے نزدیک وہ مومن نہیں۔ مولوی صاحب! آپ نے سورۃ البقرہ کا دوسرا رکوع تو ضرور پڑھا ہوگا کیا اس میں خدائے تعالیٰ یہ نہیں فرماتا ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وماھم بمؤمنین۔ پھر ایک اور سورہ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون۔ پھر مولوی صاحب! بتلایئے کہ جن لوگوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ انہیں یہود کے صفات پیدا ہو جائیں گے اور یہودیوں کے تمام افعال اُن سے سرزد ہونگے کیا وہ لوگ یہ دعویٰ کرنے والے نہ ہونگے کہ ہم اللہ اور رسول کو مانتے ہیں پس جب یہودی بننے والے وہی لوگ تھے جو اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے مدعی تھے تو لعنت حاصل کرنیوالے بھی ایسے ہی لوگ ہونے چاہئیں تھے۔ کیونکہ لعنت کا حاصل کرنا اُنکے یہودی بننے کا ایک ثمرہ تھا جو انہیں حاصل ہوا۔

پھر کیا مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ لعنت کی قرارداد میں کن لوگوں کے برخلاف لکھی گئیں اور اُن کا واقع ہونا کن شرائط کے ساتھ مشروط کیا گیا تھا۔ جہاں تک مجھے اسوقت یاد ہے تین کتابوں میں ایسی لعنتیں لکھی گئی ہیں ایک زبور میں اور دو مسیحیوں کے برخلاف ہیں۔ اور جن حالات کے ماتحت وہ لکھی گئیں وہ یہ ہیں کہ بعض پادریوں نے جو اسلام سے مرتد ہوکر مسیحی گروہ میں داخل ہوگئے تھے امریکہ کی ایک مذہبی کانگریس میں یہ مضمون پیش کیا کہ ہم لوگ پہلے

مسلمان تھے اور ہم عربی زبان سے خوب آگاہی رکھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ قرآن شریف کا ایک بے نظیر
کلام ہونے کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ بے نظیر ہونا تو کجا وہ فاش غلطیوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ کسی
طرح خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک سخت دھوکہ تھا جو مغربی لوگوں کو دیا گیا۔ گویا انہوں نے کہا کہ ہم عربی
زبان کے ماہر ہیں اور ہم علیٰ بصیرت جانتے ہیں کہ یہ ایک غلط اور غیر فصیح عبارت ہے اور اسی لیے ہم نے
اسلام کو اور اسلام کے نبی کو ترک کیا اور یسوع مسیح کی خدائی پر ایمان لائے۔ اس کے مقابل میں حضرت
مسیح موعودؑ نے ایک کتاب عربی زبان میں تصنیف فرمائی اور ان پادریوں کو جو مولوی ہونے کا دعویٰ
کرتے تھے اور اپنے آپ کو اس قابل ظاہر کرتے تھے کہ قرآن شریف کی زبان پر نکتہ چینی کریں یہ
چیلنج دیا کہ اگر تم واقعی عربی جانتے ہو اور اپنے تئیں اس قابل سمجھتے ہو کہ قرآن شریف کی فصاحت
و بلاغت پر اعتراض کرو تو آؤ قرآن شریف کے ایک ادنیٰ غلام کے ساتھ مقابلہ کر لو اور میری
اس کتاب کے مقابل میں ایک فصیح عربی میں کتاب لکھ کر یہ ثابت کرو کہ واقعی تم عربی زبان میں
رکھتے ہو اور فی الحقیقت تم اس قابل ہو کہ قرآن شریف کی زبان پر نکتہ چینی کرو۔ لیکن اگر تم قرآن شریف
کے ایک غلام اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وخلفاءہ وبارک وسلم کے ایک غلام کے
مقابل میں بھی نہ نکلو گے تو پھر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ تم اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہو اور تمہارا یہ ظاہر کرنا
کہ ہم اس قابل ہیں کہ قرآن شریف کی کلام پر نکتہ چینی کر سکیں ایک دھوکہ ہے۔ اور اگر تم اسکے بعد بھی
اپنی دروغ گوئی سے باز نہ آئے اور لاجواب ہونے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وخلفاءہ وبارک وسلم کی توہین اور قرآن شریف کے بارہ میں اپنی ہرزہ درائی سے باز نہ آئے تو پھر
ان لعنتوں سے جو ذیل میں لکھی جاتی ہیں ڈرو۔ مولویصاحب فرمائیے کہ کیا یہ لوگ بھی آپکے نزدیک
اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں۔ آپ خود ہی فرماویں کہ ایسے لوگوں کی نسبت قرآن شریف کا کیا
فتویٰ ہے۔ دوسری کتاب جسمیں حضرت مسیح موعودؑ نے دس لعنتیں لکھی ہیں وہ آئینہ کمالات اسلام ہے
ایسا ایک شخص کے سامنے جس نے آپ کو کاذب اور دجال مشتہر کیا۔ قرآن شریف کی بناء پر ایک
عربی فیصلہ پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر وہ اس کھلے کھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں
اور تبدیل یا انکار بھی نہ کریں تو انکے لئے خدائے تعالیٰ کی عدالت سے دس لعنتوں کا انعام ہے۔ اب
مولویصاحب فرماویں کہ ایک شخص دوسرے کو جھوٹا اور دجال قرار دیتا ہے اور اس طرح خلق خدا کو

گمراہ کرتا ہے اور یہ طریق فیصلہ کی طرف بھی نہیں آتا اور نہ اپنے خطا کا اقرار کرتا ہے تا لوگ دھوکہ سے بچ جاویں تو پھر بتلائیے کہ ایسی حالت میں قرآن شریف کا کیا فتویٰ ہے۔ مامور من اللہ کو اس بات کا طبعاً بڑا فکر ہوتا ہے کہ لوگ گمراہی سے بچ جاویں اسلئے وہ ایسا طریق اختیار کرتا ہے جس سے لوگوں کے سامنے حق اور باطل میں فرق ظاہر ہو جاوے اور لوگ دھوکہ کھانے سے بچ جائیں۔ ایسا شخص جو دنیا میں بہت رسوخ رکھتا ہے اور جو مذہبی لیڈر ہونے کا مدعی ہے اور عالم و فاضل کے نام سے مشہور ہے اور وہ لوگوں کو کہتا ہے کہ یہ مدعی نبوت مفتری اور دجّال ہے اسکے نزدیک مت جاؤ۔ ایسی صورت میں کیا مامور من اللہ کا یہ فرض نہیں کہ وہ کوئی ایسی راہ تجویز کرے جس سے افترا کا الزام لگانیوالے کا افترا ظاہر ہو جاوے اور لوگوں پر یہ امر واضح ہو جاوے کہ خدا کے مامور کو دجّال کہنے والا جھوٹا ہے۔ پس اگر حضرت مسیح موعود نے ایک ایسے ہی شخص کو مجبور کیا کہ وہ ایسے فیصلہ کی طرف آئے جس سے حق و باطل میں فرق ہو جاوے اور لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ صادق کون ہے اور دجّال کون ہے۔ کیا ایک دنیا کا گمراہ ہو جانا ایک چھوٹی سی بات ہے۔ کیا مامور من اللہ کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ دجّال کہنے والوں کا جھوٹ ظاہر کر دے تا لوگ دھوکہ سے بچ سکیں اور گمراہی میں نہ پڑیں اور نیز کھل جاوے کہ جس نے دجّال اور مفتری کا الزام لگایا تھا وہ اپنے بیان میں جھوٹا تھا۔ پس اسی غرض کو ادا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود نے اپنے بعض خاص دشمنوں کو جنکا اثر بہت لوگوں پر پڑ سکتا تھا ایک فیصلہ کے لئے بلایا اور ان کو سنادیا کہ اگر تم کھلے کھلے فیصلہ کی طرف نہ آؤ گے اور نہ دجّال و مفتری کہنے سے رکو گے تو یاد رکھو کہ خدائے تعالیٰ کے دربار سے لعنت کا انعام تمکو دیا جاوے گا۔ اس طرح کے فیصلہ میں دو قسم کا فائدہ عظیم تھا ایک فائدہ تو اس الزام لگانیوالے کے نفس کے لئے تھا تا وہ خدائے تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاوے اور خدا کے مامور کو دجّال اور کاذب کہنے میں جلدی نہ کرے بلکہ تقویٰ سے کام لے تا ایسا نہ ہو کہ کہیں خدائے تعالیٰ کی لعنت کے نیچے آجائے۔ پس حضرت مسیح موعود کا اپنے بعض مخالفین کو یہ کہنا کہ اگر تم طریق فیصلہ کی طرف نہ آؤ گے اور نہ اپنی روش کو چھوڑو گے تو خدا کی لعنت سے ڈرو یہ ان مخالفوں پر ایک قسم کا رحم تھا تا وہ غور کریں اور جلدی کرکے اپنے تئیں اور نیز دوسرے لوگوں کو ہلاکت کے گڑھے میں نہ پھینک دیں یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں خدائے تعالیٰ منکروں کو بار بار عذاب سے ڈراتا ہے اور نبی بھی اسی لئے

تے ہیں تا لوگوں کو خدا کے عذاب اور لعنت سے ڈرائیں اور کئی لوگ اس سے فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ پس اگر حضرت مسیح موعودؑ نے اسی طریق پر عمل کیا تو مولوی ابو احمد صاحب کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ پہلا ایک فائدہ تو اس میں یہ ہے افترا کا الزام لگانے والا خود خدا سے ڈرے اور تقویٰ سے کام لے تا لعنت کا شکار نہ ہو جاوے۔ دوسرا فائدہ اس طریق میں یہ ہے کہ حق کے طالبوں پر حق کھل جاتا ہے۔ یا تو وہ شخص جو جرأت کرکے افترا اور دجل کا الزام لگاتا ہے خدا کی لعنت سے ڈر کر تقویٰ سے کام لیتا ہے اور اپنی خطا کا اقرار کر لیتا ہے جس سے حق کے طالبوں پر کھل جاتا ہے کہ اُس کا الزام جھوٹا تھا اور اگر وہ شخص اپنی خطا کا اقرار نہ کرے تو پھر دو صورتیں ہونگی یا تو وہ اُس کھلے کھلے فیصلہ کی طرف آجائے گا اور اس طرح حق اور باطل میں فرق ہو جائے گا اور اگر وہ اُس کھلے فیصلہ کی طرف نہ آئے تو اُس کا گریز کرنا حق کے طالبوں پر یہ ظاہر کر دیگا کہ وہ حق پر نہیں ہے کیونکہ اگر وہ حق پر ہوتا تو ہرگز گریز اختیار نہ کرتا خصوصاً جبکہ گریز کی صورت میں لعنت جیسا خطرناک انعام اُسکے آگے پیش کیا گیا ہو۔ پس باوجود لعنت کے خوف کے اُس کا گریز کرنا حق کے طالبوں پر اُس کا باطل پر ہونا ظاہر کر دیتا ہے۔

تیسری کتاب جس میں ذیل لعنتوں کی فہرست دی گئی ہے وہ اعجاز احمدی ہے اور وہ بھی بعینہٖ اُسی قسم کی صورت سے ہے جیسے اوپر مذکور ہوئی۔

مدح کے الہامات شائع کرنے پر اعتراض

پھر ایک اور اعتراض مولوی ابو احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ پر یہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی مدح کے الہامات شائع کرتے ہیں حالانکہ یہ طریق انبیاء کا نہیں ہے۔ معلوم نہیں مولویصاحب نے نبوت کے یہ معیار کہاں سے جمع کیے ہیں اور کس الہامی کتاب میں انہوں نے یہ پڑھا ہے کہ جو نبی اپنی مدح کے الہامات لوگوں میں شائع کرتا ہے وہ سچا نبی نہیں ہو سکتا۔ مولویصاحب! اگر آپ کا یہ معیار درست ہے تو پھر اور تو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے آپکو انکار کرنا پڑیگا کیونکہ قرآن شریف میں ایسے الہامات موجود ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح پائی جاتی ہے۔ اُمید ہے کہ مولوی صاحب کو اس امر سے انکار نہیں ہوگا۔ اگر انکو انکار ہو تو ایسی آیات قرآنی پیش کیجا سکتی ہیں۔ پھر کیا مولویصاحب آپکو قرآن شریف کا یہ حکم یاد نہیں واما بنعمت ربک فحدث کیا آپ کو اُن احادیث کا علم نہیں جن میں آپ نے اس امر الٰہی کی تعمیل فرمائی۔ اور ایسی نعمتوں کا اظہار فرمایا جو دوسرے لوگوں اور دیگر انبیاء سے بڑھکر آپکو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی تھیں۔ کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا یہ فرمانا یاد نہیں انا سید ولد آدم ولا فخر۔ تعجب ہے خدائے تعالیٰ تو یہ فرمائے واما بنعمۃ ربک فحدث۔ اور مولویصاحب اعتراض کریں کہ مدح کے الہامات شائع کرنیوالا نبی نہیں ہوسکتا۔

بندر اور سور

پھر ایک اور اعتراض مولویصاحب یہ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخالفوں کو بندر اور سور کہا اسلئے وہ سچے نبی نہیں ہوسکتے۔ مولویصاحب کے اعتراضات کو پڑھکر شک گذرتا ہے کہ شاید مولویصاحب نے کبھی قرآن شریف کو پڑھا ہی نہیں اور اگر کبھی پڑھا ہے تو اب بالکل دماغ سے نکل گیا ہے اور بالکل نسیاً منسیاً ہوگیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاءؑ گذرے انمیں سے کسی نے موٹے موٹے اور بیہودہ حرفوں میں لعنتوں کی قطار نہیں برسائی " نہ کسی مخالف کو بندر اور سور بنایا۔ حالانکہ جیسا انکے مخالفوں کا بندر اور سور بننا قرآن شریف میں کھلے الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ اگر مولویصاحب کو معلوم نہیں تو میں انکو سنادیتا ہوں قل یاھل الکتٰب ھل تنقمون منا الا ان اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل من قبل وان اکثرکم فسقون۔ قل ھل انبئکم بشر من ذٰلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت اولٰئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل (اے پیغمبرؐ) کہدے کتاب والو تم ہم میں کچھ نہیں مگر یہی عیب لگاتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو ہم پر اترا اسپر اور جو ہم سے پہلے اترا اسپر ایمان لائے اور یہی کہ تم میں اکثر فاسق ہیں (اے پیغمبرؐ) کہدے میں تمکو وہ دینے والے بتلاؤں جن کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے برا بدلہ ملنے والا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انپر غصہ ہوا اور ان میں سے کتنوں کو بندر اور سور بنادیا اور جنہوں نے شیطان کو پوجا (مائدہ۔ ۹) دیکھئے مولویصاحب! یہاں خدا تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ تو اہل کتاب کو سنادے کہ تمپر خدا کی لعنت اور خدا کا غضب ہوا اور خدا نے تمھیں بندر اور سور بنادیا۔ اب کیا اس زمانہ کے اہل کتاب آپ کی طرح یہ اعتراض کرسکتے تھے کہ یہ کیسے سچا نبی ہوسکتا ہے یہ تو اپنے مخالفوں کو ملعون اور بندر اور سور کہتا ہے کیا اب بھی آپ یہی کہیں گے کہ آپ کا یہ اعتراض بالکل بجا ہے اور جو مامور من اللہ اپنے مخالفوں کو ملعون اور بندر اور سور کہے وہ سچا نبی نہیں ہوسکتا۔ مولویصاحب! کچھ تو سوچکر بات کرنی

چاہیئے۔ آپ کی باتیں تو دُور چلی جاتی ہیں۔ پھر مولوی صاحب! آپ نے یہ بھی سوچا کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے زمانہ کے اہل کتاب کو آیات مندرجہ بالا کے الفاظ میں مخاطب کر سکتے تھے ایسا ہی حضرت مسیح موعودؑ بھی اس زمانہ کے مسلمانوں کو یہ کہہ سکتے تھے ھل تنقمون منا الا ان اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل من قبل وان اکثرکم فسقون ۰ یعنی تم ہم میں کچھ نہیں مگر یہی عیب نکالتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر* اور جو الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے یہود کو فرمائے بعینہٖ وہی الفاظ حضرت مسیح موعودؑ اس زمانہ کے مسلمانوں کو کہہ سکتے تھے۔ اور پھر مولوی صاحب! میں آپ سے ایک اور بات دریافت کرتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ آپکی اُمت کے بعض لوگ ایک زمانہ میں یہودی صفت ہو جاوینگے اور جو کام پہلے یہود نے کیئے تھے وہ سب کام یہ لوگ بھی کرینگے۔ جب یہ بات ہے تو کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ اس اُمت میں بھی بعض بدقسمت لوگ ایسے پیدا ہوتے جنپر پہلے زمانہ کے یہود کی طرح وجعل منھم القردۃ والخنازیر کی آیت کریمہ صادق آتی۔ تو جب یہ امر ضروری تھا تو پھر آپ کیوں اعتراض کرتے ہیں کہ مسیح موعودؑ نے اپنے بعض مخالفوں کی نسبت یہ الفاظ کیوں استعمال کیئے؟ مولویصاحب! اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا کیا قصور؟ ان سب باتوں کی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۳۰۰ سال قبل خبر دیدی تھی۔ اور یہ سب امور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کی ضرورت کے شاہد اور اُس کی صداقت کے نشان ہیں اور آپ کو یہی باتیں اعتراض کے رنگ میں نظر آتی ہیں۔ آپ کو تو چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سُنکر حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کی ضرورت کو تسلیم کر لیتے۔ کیونکہ بیماروں کے لیئے مسیحا کی ضرورت ہے۔ مولوی صاحب یہ اُمت خیر الامم کس طرح کہلا سکتی ہے جبکہ یہودی تو اسی قوم میں سے پیدا ہوں اور مسیح باہر سے آئے۔ اگر اس اُمت میں مسیحا پیدا کرنے کا مادہ نہیں تو پھر تو یہ اُمت سب سے گری ہوئی ٹھہری۔ کیونکہ یہود خواہ کیسی ہی بُری حالت میں ہو گئے تھے مگر پھر بھی اُن میں ایک ایسی عورت تھی جس کے پیٹ سے ایک مسیحا پیدا ہو گیا۔ تو کیا اُمت محمدیہ اس سے بھی گئی گذری ہے کہ یہود تو ان میں پیدا ہوں مگر مسیحا کیلیئے بنی اسرائیل کی طرف دیکھنا پڑے افسوس آپکی مولویت پر۔

پھر مولوی صاحب ایک اور بڑا بھاری اعتراض پیش کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ”بھائیو ذرا نظر

* اور اُس وحی پر جو ہماری طرف اُتاری گئی اور اُس پر جو پہلے اُتاری گئی ایمان لائے اور تم میں سے اکثر فاسق ہیں

اُٹھاکر دیکھو کہ پچاس برس پہلے یعنی مرزا صاحب کی کمسنی میں غلہ کس بھاؤ سے فروخت ہوتا تھا اور اب کیا نرخ ہے۔ مثلاً دودھ اور گھی پہلے کے سیر بکتا تھا اور مرزا صاحب کی مسیحیت میں کسقدر ہوگیا اسوقت سیروں کا اندازہ تھا۔ اور اب چھٹانکوں کا اندازہ ہے۔ مولوی صاحب! اگر آپ کو قرآن شریف کی خبر ہوتی تو آپ یہ اعتراض نہ کرتے۔ کیونکہ قرآن شریف کے رُو سے سچے رسول کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ اُسکے عہد میں گرانی ہو اور وبائیں پڑیں سو ایک نشان کی آپ خود تصدیق فرماتے ہیں دوسرے نشان کی زمانہ گواہی دے رہا ہے۔ اگر آپ پوچھیں کہ وہ کونسی قرآنی آیت ہے جس میں مرسلین کیلئے یہ دو امر بطور نشان کے بیان کیئے گئے ہیں تو اُسکے جواب میں عرض ہے کہ مندرجہ ذیل آیت میں یہ دونوں نشان ہر ایک مرسل من اللہ کے لیئے بیان کیئے گئے ہیں۔ اور وہ آیت کریمہ یہ ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباسآء والضرآء لعلھم یضرعون (اعراف - ۱۲) اس آیت کا مولوی وحید الزمان صاحب جو مولوی ابو احمد صاحب رحمانی کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہیں اس طرح ترجمہ کرتے ہیں (جو خطوط وحدانی کے اندر تشریحی الفاظ لکھے گئے ہیں وہ بھی مولوی وحید الزمان صاحب ہی کی طرف سے ہیں) ترجمہ" اور ہم نے جب کبھی کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے رہنے والوں پر ہم نے محتاجی (مثلاً قحط وغیرہ) اور بیماری (طاعون وغیرہ) بھیجی اسلیئے کہ وہ گڑگڑائیں" دیکھیئے اس آیہ کریمہ میں خدائے تعالیٰ یہ اپنی سنت بیان فرماتا ہے کہ ہر ایک رسول کے زمانہ میں ہم دو چیزیں بھیجتے ہیں۔ ایک قحط سالی دوسرے وبا۔ پس اسی سنت کے مطابق اس زمانہ کے رسول کے وقت میں بھی خدائے تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو بھیجا۔ اگر آپ صاحبان غور کرتے تو یہ امر حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک زبردست نشان تھا مگر پہلے زمانہ کے لوگوں کی طرح آپ لوگوں نے بھی اس نشان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا بلکہ اسی امر کو اعتراض کے رنگ میں پیش کرتے ہو۔ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں اسلیئے ان کے دعوے کو گذشتہ انبیاء کے حالات کے مطابق کر کے دیکھنا چاہیئے۔ پس میں کہتا ہوں کہ آپ مقابلہ کر کے دیکھ لیں حضرت مسیح موعودؑ میں تو نبیوں اور رسولوں کی ساری شانیں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مگر پھر بھی آپ لوگ نہیں مانتے۔ بلکہ اُنکے مقابل میں وہی باتیں کہتے ہو جو پہلے لوگ کہ گئے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

بل قالوا مثل ما قال الاولون۔ خدائے تعالیٰ سچ فرماتا ہے۔ کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم قد بینا الاٰیٰت لقوم یوقنون۔ مولویصاحب! آپ لوگ تو اپنی ہی باتوں اور کارروائیوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی گواہی دے رہے ہو۔ کیونکہ آپ نے اس مامور من اللہ کے مقابل میں وہی کچھ کر کے دکھا دیا جو پہلے ماموریں کے مخالف کیا کرتے تھے۔ پس اگر آپ صاحبان نے مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان دیکھنا ہے تو اپنے نفسوں پر غور کرو جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون

مسیحی دنیا کا ایک تنگ و تار ایک پہلو

(ایک احمدی کے قلم سے)

خودکشی بھی مسیحی دنیا کی تہذیب کا ہی ایک کرشمہ ہے۔ مہذب عیسائیوں میں اس مرض کی گرم بازاری بڑی تحیر خیز ہے۔ مثال کے طور پر میں ناظرین کے سامنے اخبار ایپسٹ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ جس میں صرف شہر وی آنا میں اس مرض کے بھینٹ چڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اخبار مذکور کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے " نقشہ تعداد و شمار اموات خودکشی ظاہر کرتا ہے۔ کہ صرف شہر وی آنا میں خودکشی سے اس سال ۱۵۰۵ جانیں تلف ہوئیں۔ سال گذشتہ کی تعداد ۱۴۰۶ تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس اضافہ کی ذمہ وار زیادہ تر عورتیں ہیں۔ جنکی تعداد گذشتہ سال کی تعداد ۵۱۰ کے مقابل امسال ۶۲۴ ہے مردوں نے بھی اضافہ تو کیا مگر صرف ۳۵ جانوں کا " اس سے بظاہر نتیجہ نکل سکتا ہے کہ عورتیں بیشک و شبہ مردوں کے مقابل جسمانی اور روحانی تکالیف کی برداشت میں زیادہ نازک اور کمزور واقع ہوئی ہیں۔ اور وہ روزانہ زندگی کے بوجھ کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اس نقشہ کا ایک دوسرا روح فرسا پہلو یعنی چھوٹے بچوں کا بھی اس مہلک مرض میں گرفتار ہونا ہمیں اور بڑے نتیجہ پہنچنے سے باز رکھتا ہے۔ سن و سال پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر عمر کے لوگ اس بلائے نابکار کا شکار ہوتے ہیں سب سے بڑا آدمی

جو اس مرض کا شکار ہوا ۸۸ سال کا بڑھا تھا اور سب سے چھوٹا ۹ سال کا ایک بچہ تھا۔"
جو صاحب مہذب عیسائی دنیا کی ترقی کو عیسائیت کی پُر اثر تعلیم کا نتیجہ سمجھتے ہیں میں ان سے یہ سوال کرنے کا مجاز ہوں کہ صاحب۔ ممالک عیسویہ میں خودکشی کی حد سے یہ نوبت۔ یہ کثرت اس کو عیسائیت ہی کا ثمرہ کیوں نہ کہا جائے؟ مسیحی مذہب ایسا کمزور ثابت ہوا ہے کہ ایک معمولی سے معمولی اور خفیف سے خفیف قباحت کی، روک تھام بھی اسکے ضبط اختیار سے باہر نظر آتی ہے۔ اب تو یہ قباحت انکی تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ بھلا جو مرض اس کے اندر سے پھوٹے وہ خود ہی اسکا علاج کرے یہ کیسے ممکن ہے عیسائیوں میں دراصل خودکشی کی یہ کثرت کیا اس امر کا ثبوت نہیں۔ کہ ان لوگوں کو کسی آئندہ زندگی کا یقین نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ عملی طور پر انکا مذہب یہ تاثر ہی دیتا ہے۔ کہ موت کے ساتھ انسان کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور اس زندگی کے بعد کوئی ایسا عالم نہیں جہاں اعمال کی جزا، و سزا ملتی ہو۔ پس کیا ضرور۔ کہ دنیا دی و سفلی مشکلات میں کوئی ہمت دکھادیں۔ ذرا مشکل کا سامنا ہوا۔ اپنا کام آپ تمام کردیا گلا ہاتھ سے گھونٹ لیا۔ نہ کوئی مشکل نہ کوئی غم۔ اگر انکو اس بات کا یقین ہو کہ موت کے بعد ایک اور زندگی ہوگی جہاں میں انکے اس فعل کی انکو سزا دیجاویگی تو وہ ہرگز ایسے فعل کا ارتکاب نہ کریں۔

دوسرا امر جو خودکشی کے رواج سے مستنبط ہوتا ہے یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا کی قدرت اور طاقت پر ایمان نہیں اور وہ اس بات پر یقین ہے کہ ایک ایسی ہستی ہے جو انکی دعا کو سن سکتی اور ہر ایک مشکل سے ان کو نجات دے سکتی ہے ذرا سا سفلی اشکال دیکھا۔ نظر دوڑائی۔ دل نے فیصلہ کیا اب راستہ بچنے کا نہیں۔ عالم یاس میں گھر گئے۔ موت کے سوائے انہیں چھٹکارا کون دے سکتا ہے۔ اگر عیسائیت نے اپنے پیرووں کے دلوں میں قبولیت دعا اور خدا کی قدرت کا یقین مضبوط طور پر گاڑ دیا ہوتا تو اس مرض کا عیسائیت میں نام و نشان نہ ہوتا۔ ایک انسان جسے یہ ایمان نصیب ہے کہ خدائے قدوس کی ذات اس بات پر قادر ہے کہ اسے ہر مشکل سے نجات دے سکے اور یہ کہ وہ اسکی آواز کو اور اسکی دعا کو سنتی اور قبول کرتی ہے تو بھلا اسکے پاس یاس پھٹک بھی کیونکر سکتی ہے رسول مقبول کے کفار مکہ تنگ و تار غار کے منہ پہ آ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس غار میں دو پاکیزہ نفس حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پناہ گزین ہیں۔ آپ دونوں باہر کفار کے پاؤں تک آنکھ سے دیکھ رہے ہیں مکہ کا کھوجی غار کے منہ پر اپنا سامنہ لے کے آسمان کی طرف تکتا رہ جاتا ہے

اور منہ اٹھائے کہہ دیتا ہے۔ کہ جن کی ہمیں تلاش ہے وہ یا تو اس غار کے اندر ہیں یا آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ اس موقعہ پر جبکہ دشمن اپنے شکار کو غار کے اندر تھوڑی سی نظر دوڑانے سے پا سکتے ہیں۔ رسول خدا اپنے ساتھی کو یہ کہکے تسلی دیتے ہیں لا تحزن ان اللہ معنا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کے ساتھی سامنے سمندر اور عقب میں خونی دشمن فرعون گھوڑوں گاڑیوں اور فوجوں کے ساتھ چڑھا آرہا دیکھکر کہ اٹھتے ہیں انا لمدرکون۔ ہم تو پکڑے گئے حضرت موسیٰ کمال اطمینان سے فرماتے ہیں کلا ان معی ربی سیہدین۔ ہرگز نہیں۔ میرا مولیٰ میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے ضرور کوئی راستہ دکھادیگا۔

ان دونوں ہی موقعوں پر بظاہر بچ نکلنے کی ذرا گنجائش باقی نہیں۔ اولاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھی کے ہمراہ غار میں ہیں اور دشمن غار کے منہ پر۔ ثانیاً ایک نبی اللہ اور اسکے ہمراہیوں کے سامنے تو ایک بحر تلاطم موجزن ہے۔ اور پیچھے دشمن غضب میں بھرا ہوا ملک دھاڑ کرتا چلا آرہا ہے۔ ہر دو موقعہ پر تباہی کی تصویر سامنے لٹکتی ہے۔ تاہم اللہ کے دونوں پیارے اپنے مولیٰ کی ذات کامل الصفات پر پورا بھروسہ اور یقین واثق رکھے ہوئے ہیں۔ کہ وہ ذات انہیں دشمن کے ہاتھ پڑنے سے محفوظ رکھے گی۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ بظاہر بچنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اگر کوئی امید ہے تو یہی ہے۔ کہ مولیٰ انکے لیئے راہ کھول دے گا۔ اگرچہ آنکھ سے وہ راستہ سردست مخفی ہے۔

یہ دو مثالیں اس بات کے ثبوت میں کیا کم ہیں کہ اللہ کے پیاروں کا اللہ تعالیٰ پر۔ اللہ تعالیٰ کی مدد پر۔ اللہ تعالیٰ کی دستگیری پر کیسا غیر متزلزل ایمان ہوتا ہے۔ اور یہی لوگ اس اعلیٰ شخصیت کی تصویر دکھاتے ہوتے ہیں۔ جو ہمارے لیئے قابل تقلید نمونہ ہوتی ہے۔ رسول مقبول کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قرآن کریم ایک جگہ اور رقم فرماتا ہے لا تایئسوا من روح اللہ انہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون لیکن عیسائی اقوام میں خودکشی کی یہ کثرت زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ الرحمن الرحیم خدا کے رحم پر وہ ایمان جس کی قرآن مجید میں خاص طور پر تاکید ہے عیسائیت میں وہ یا [illegible] مفقود ہے۔ ممالک عیسویہ میں اس جرم کی خصوصیت سے کثرت اور بلاد اسلامیہ میں اسکا عنقا ہونا اس مقابلہ کو دیکھکر فطرت طبعاً ہمیں اس فیصلہ پر

پہنچاتی ہے۔ کہ الرحمٰن خدا کے رحم پر جو ایمانی روح اسلام اپنے معتقدین میں پھونک سکتا ہے۔ اسے عیسائیت (عیسائیوں میں پھونکنا کیا اسکے سامنے پیش کرنے سے بھی عاجز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنے پیروؤں کے دلوں میں خدا کی قدرت اور آپکے مجیب الدعوات ہونے کا یقین ڈالدیا۔ بلکہ بخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے آنحضرت صلعم نے بوضاحت اس خطرناک جُرم سے اپنے پیروؤں کو روک بھی دیا آپ فرماتے ہیں من قتل نفسہ بشیٔ فی الدنیا عذّب بہ یوم القیمہ۔ جو شخص دنیا میں کسی چیز کے ساتھ اپنے تئیں قتل کرتا ہے وہ اسی چیز کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ من تردّی من جبل فقتل نفسہ فھو فی نار جھنم یتردّی فیہ خالدًا مخلدا فیھا ابدا ومن تحسّی سمًّا فقتل نفسہ فسمہ فی یدہٖ یتحساہ فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہٖ یجابھا فی بطنہ فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا (بخاری جلد ۴۔ صفحہ ۱۰) یعنی جو شخص پہاڑ سے گرکر اپنے تئیں قتل کرے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا۔ اور جس نے زہر کھاکر خودکشی کی تو دوزخ میں وہی زہر اسکے ہاتھ پر ہوگی اور وہ اُسکو ہمیشہ کھاتا رہے گا۔ اور جس نے کسی آلہ سے اپنا کام تمام کیا تو دوزخ میں وہی آلہ اسکے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اُسکو ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہیگا۔ رسول اللہ صلعم نے یہاں تک تو اپنی اُمت کو منع فرمادیا۔ کہ کوئی شخص مصیبت میں موت اپنے منہ سے نہ مانگے۔ موت کی دعا نہ کرے۔ موت کی آرزو کا کلمہ منہ پر نہ نکالے۔ آپنے ارشاد فرمایا لایتمنین احدکم الموت من ضرٍ اصابہ فان کان لابد فاعلا فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیاۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے جب اسکو کوئی تکلیف پہنچے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہی ہو تو اس طرح دعا کرے۔ اے اللہ جب تک جینا میرے لیئے اچھا ہے اُسوقت تک مجھے زندہ رکھ۔ اور جسوقت مرنا میرے

جو برکات ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل کیں۔ انکا گننا محال ہے۔ اور خودکشی کی وبا سے جس کا مسیحی اقوام میں یہ زور ہے مسلمان خدا کے فضل سے بالکل پاک ہیں یہ بھی فخرِ کائنات محسن خلق اللہ رسولِ عربی کا طفیل ہے۔ اور ان احسانات و برکات میں سے ایک ہے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسیحیوں میں تو اس مرض کی حد ہی نہ رہی۔ اور مشرقی اقوام بھی خودکشی کو جائز ہی نہیں سمجھتے

بلکہ اسے استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں تھوڑا ہی عرصہ ہُوا کہ جاپان کے اُس بہادر جرنیل نے جس نے روس کو شکست دی تھی اپنے بادشاہ کی موت پر خود بھی خودکشی کر لی اگر اُس ملک میں اسلام کا مذہب ہوتا تو ایسی قیمتی جان ایسی جہالت کا شکار نہ بنتی۔ ہندو وغیرہ عورتیں اپنے خاوندوں کی موت پر خودکشی کر لیتی ہیں اور یہ بڑی نیکی سمجھی جاتی ہے۔ پر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے اُس پاک وجود نے اس مرض کا بیج اُکھیڑ دیا۔ اور ہمیں صاف بتا دیا۔ کہ ہم کریں تو وہ جو بھلا ہو۔ نہ کریں تو وہ جو بُرا ہو۔ بجز رسول اکرمؐ کسی اور کا نام لینا جس نے اسقدر جامع خیر احکام نافذ کیے ہوں حد امکان سے باہر ہے۔ جو کچھ انسان کے لیئے مفید ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ بھی چھوڑا نہیں گیا۔ اور غیر مفید نقصان دہ چیزیں مطلقاً شامل ہی نہیں کوئی ایسی نیکی نہیں جس کے کرنیکا اُس رحمۃ للعٰلمین نے حکم نہیں دیا اور کوئی ایسی بُرائی نہیں جس سے آپنے منع نہیں فرمایا۔ ہر بھلائی جو غیر مذاہب میں کہیں ڈھونڈنے سے مل سکتی ہے۔ قرآن کریم اسے اپنے اندر کہیں بڑھ چڑھ کر لیئے ہوئے ہے۔ اور ہر بُرائی کی بڑھ تک کھول کھول کر پیش کر دی گئی ہے کہ ہم اس سے بچیں۔

اس زمانہ کی مسیحی تہذیب بجنسہ ایک پھوڑے کے مشابہ ہے۔ جو بظاہر خوشنما اور چمکیلا اور بدن کے سب باقی حصہ سے اچھا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اندر گندے مواد سے پُر ہے۔ بے انتہا بُرائیاں ہیں جو مسیحی تہذیب کے چہرے کو سیاہ کر رہی ہیں اور افسوس ہے کہ عیسائیت اس بدی کا علاج کرنے سے بالکل عاجز ہے۔ اسلام کے معجزنما پاکیزہ دست شفا کے ماسوا اس بدی کا علاج ہونا خیال است و محال است و جنوں مسیحیوں کا سچّا نجات دہندہ تو رسول عربی ہی ہو سکتا ہے۔ اچھا اسی مرض کو دیکھ لو جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے یعنی منحوس خودکشی۔ ہم قرآن مجید فرقان حمید اور رسول اکرم صلعم کے اقوال و احادیث میں صاف کھلے احکام پاتے ہیں جو ہمیں خودکشی سے منع کرتے اور اس جرم کو کبیرہ گناہ ظاہر کرتے ہیں۔ جسکا مرتکب دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اگر حضرت مسیحؑ نے بھی اس فعل قبیح سے بچنے کا حکم نافذ کر دیا ہوتا۔ تو کیا مجال تھی کہ یہ بیہودہ مرض مسیحیوں میں اس کثرت سے پھیلتا۔ خود مَیں نے ایک مسلمان عورت کو یہ کہتے سنا۔ کہ مجھے کئی دفعہ اپنا کام تمام کرنے کا خیال آیا مگر رسول اکرم صلعم کے اس فرمان نے کہ جو شخص اپنے تئیں زہر نگلنے سے تباہ کریگا۔ اُسکے ہاتھ میں زہر کا ایک پیالہ پکڑایا جائیگا جسے وہ جہنم کی آگ میں جلتے ہوئے پیا کریگا۔ اس جرم کے ارتکاب سے باز رکھا۔ کیونکہ مجھے فکر ہوئی کہ

انکار و اندوہ کا خاتمہ کرتا تو کہیں رہا خودکشی تو خود مجھے ان میں دوام کے لیئے گاڑ دیگی۔ یہی وہ خوف تھا جس نے اس عورت کو خودکشی سے باز رکھا۔ اور یہ عورت آخرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے سے ایک ہلاکت قدم اٹھانے سے محفوظ رہی۔ ہر ایک شخص کے دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہوگی۔ کہ یہ مسیحی مرد اور عورتیں جو یہی اس دنیا کی زندگی کو اپنے ہاتھوں ختم کردینے سے اپنے مصائب کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاش یہ لوگ اس مسلمان عورت کے ایمان سے حصہ لیتے۔ اگر عیسائیوں کو اس عورت جتنا ایمان بھی نصیب ہوتا تو وہ اس سے محفوظ رہتے۔ لیکن یہ ایمان اس [illegible] نصیب ہو سکتا ہے۔ جو تیرہ سو سال ہوئے جزیرہ نما عرب [illegible] نے تمام عالم پر دکھا دیا کہ دنیا کا نجات دہندہ وہ تھا۔ نہ کوئی اور۔ اور اگر [illegible] ممالک ان امراض سے پاک ہونا چاہیں جو انکی دلربا آبادیوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تو کیا سبب اسلام ہی کی حلقہ بگوشی اختیار کریں نجات دروازہ پر کھڑی ہے۔ (راقم ایک احمدی)

رپورٹ ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء

صیغہ یتامیٰ۔ آمد ماہ نومبر ۱۹۱۳ء ۶ ۔ آمد ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء ۱۱ [illegible] ۵ ۔ صیغہ یتامیٰ کی آمد اس ماہ میں بہ نسبت گذشتہ ماہ کے پستی کی حالت میں ہے گذشتہ ماہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی طرف احباب اور اخوان کو متوجہ کیا گیا تھا کہ خرچ ماہوار یتامیٰ کا دو سو روپیہ سے اوپر ہو رہا ہے اور آمد ماہیے سے جس کا کوئی اثر نہیں ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔ ۔۔ مگر ہماری دینی توجہ اس بات پر منحصر نہیں ہونی چاہیئے کہ کسی کی یاد دہانی یا تاکید اسکی محرک ہو سب دوست خوب جانتے ہیں کہ قادیان میں یتامیٰ اور مساکین کی پرورش کا ایک خاص اہتمام ہے پھر اگر ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں تو کیوں اپنے اخراجات میں سے یتامیٰ اور مساکین کا حصہ نہیں نکالتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان لوح قلب پر آب اخلاص سے لکھنے کے قابل ہے کانا وکافل الیتیم کہاتین فی الجنۃ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور یتیم کا متکفل ۔۔ ۔۔ ۔۔ ان دو انگلیوں کی طرح دوش بدوش جنت میں رہیں گے یعنی جس طرح

یہ دو انگلیاں سبابہ اور میانہ ہیں اسی طرح متکفل یتیم میرے ساتھ ہوگا اسی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح یتامیٰ سے جو انکے پرورش پاتے ہیں ایسا سلوک فرماتے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے یہ نبوی فرمان کی قدر ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی قدردانی کی توفیق بخشے۔ آمین

صیغہ زکوٰۃ کی آمد اس ماہ میں قابل شکرگذاری ہے گذشتہ ماہ سے ایک سو کی بیشی ہے مگر گذشتہ سے پیوستہ مہینہ کی نسبت ایک سو کے قریب کمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ماہ اکتوبر کی آمد ۱۴۶ عہ اور دسمبر کی ۱۲۵ عہ ہے اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو اپنے فضل سے وسیع پیمانہ پر کام کرنیکی توفیق عطا فرماوے تاکہ ان مدات میں اخراجات سے زیادہ آمد نظر آوے و باللہ التوفیق۔

مقبرہ بہشتی اس ماہ میں کوئی میت مقبرہ بہشتی میں مدفون نہیں ہوئی اور صرف ایک وصیت سروتہ ضلع ہوشیارپور سے درج رجسٹر ہوکر وصیت حوالہ صدر انجمن ہوا مگر میت قبرستان میں ابھی نہیں پہنچ سکی۔ اس ماہ میں کل آمد مقبرہ بہشتی کے صیغہ میں ۱۰۱ عہ ہوئی اور بالمقابل خرچ ۱۳۴ عہ ہوا مندرجہ ذیل بڑی رقوم اس ماہ میں داخل خزانہ ہوئیں۔

(۱) ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب۔ گوئی عہ (۲) بابو عبد الرحمن صاحب۔ شملہ۔ عہ (۳) منشی غلام نبی صاحب مدرس۔ رامپور۔ عہ (۴) مسمات بیگم زوجہ مولا بخش صاحب بھائی ننگل ضلع گورداسپور عہ (۵) منشی طفیل احمد صاحب چندوسی۔ عہ (۶) محمد یوسف صاحب زرگر۔ پنڈی بہیری ضلع منٹگمری عہ (۷) دوست خانصاحب قلات عہ (۸) مولاداد خانصاحب انسپکٹر پولیس پٹیالہ عہ (۹) اکبر خانصاحب خادم حضرت اقدس علیہ السلام بنوں۔ عہ (۱۰) مولوی عظیم اللہ صاحب۔ نابھا ریاست عہ (۱۱) جماعت فیروزپور بحساب میاں نور محمد مرحوم۔ فیروزپور۔ عہ (۱۲) منشی محمد دین صاحب مدرس۔ گکراں والی۔ عہ (۱۳) مستری احمد دین صاحب۔ بھیرہ عہ (۱۴) میاں عبد اللہ صاحب بھڈوی مرحوم بذریعہ غلام محمد صاحب پولوی عہ (۱۵) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب از راولپنڈی عہ

صیغہ اشاعت اسلام۔ اس ماہ میں ریویو اردو کی اشاعت میں ایک سو کی بیشی ہوئی اور ریویو انگریزی میں ۷ کی کمی اور تفسیر القرآن کی اشاعت میں ۱۶ کی کمی واقعہ ہوئی اردو ریویو بیشی ریویو انگریزی کی تقویت کے لئے ہے اصل غلطی تو اسکی ممالک مغربی

میں (جو زیادہ تر انگریزی زبان کے زیر اثر ہیں) اشاعت و تبلیغ اسلام ہے۔ اب سال کا شروع ہو رہا ہے۔ ہر فرض ہے کہ وہ ریویو کی اشاعت کی طرف خاص توجہ کریں اور احمدی جماعتوں کے پُر جوش ممبر دوسروں کو بھی اس کی خریداری کے لیے تحریک کریں۔ اُمید ہے کہ ابھی تک حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد اُنکو نہیں بھولا ہوگا لیکن انکو دوبارہ توجہ دلانے کے لیے اُس ارشاد میں سے چند سطریں بطور یاد دہانی یہاں نقل کیجاتی ہیں۔

"چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدائے تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں مذہب نے پھیلائی ہیں اُنکو دُور کرکے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔۔۔۔ اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کیلئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے۔۔۔۔ اگر خدا نخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لیئے ایک ماتم ہوگا۔ اسلیئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہانتک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلادیں۔۔۔۔۔ اگر اس رسالہ کی اعانت کے لیئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار انگی یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں" اب یہ احباب کے اختیار میں ہے کہ جہانتک چاہیں اس ارشاد کی تعمیل کریں۔

ٹیچنگ آف اسلام کا ترجمہ گجراتی زبان میں شائع کرنے کے لیئے مسرز اللہ دین اینڈ سنز۔ سوداگران۔ سکندرآباد نے صدر انجمن سے اجازت حاصل کی تھی۔ اب اُنکی اطلاع آئی ہے کہ ترجمہ مکمل ہوگیا ہے۔ جو عنقریب چھپکر تیار ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کس طرح دلوں میں مسیح موعودؑ کی صداقت کی تحریک کر رہا ہے سبحان اللہ وبحمدہ ولایت میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ سرگرمی سے شروع ہے۔ نومسلمین کے لیئے حضرت خلیفۃ المسیح نے خواجہ صاحب صاحب کی معرفت کچھ ہدایات لکھی ہیں۔ کہ انکو بعد اسلام قبول کرنیکے کیا کرنا چاہیئے۔

شفاخانہ اس ماہ اندرون قصبہ میں تعداد مریضان جدید و قدیم ۱۱۶۷ ہے جسکی اوسط روزانہ ۳۷٫۸۴ ہے ۱۱ مائنر اوپریشن ہوئے بیرون قصبہ یعنی دارالعلوم میں تعداد جدید و قدیم ۹۴۹ ہے اوسط روزانہ ۳۰٫۶۱ ہے مائنر اوپریشن ۵ ہوئے۔

صیغہ عمارت میں رنگ اور روغن بورڈنگ کا کام ختم ہوگیا ہے عمارت کے بالائی حصہ پر

ٹیوٹر ہوس بنوانے شروع ہوگئے یہ عمارت اب مکمل ہوگئی ہے سکول کی عمارت کی تکمیل باقی ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور مدد فرمائے آمین۔

تعلیم الاسلام مقابلہ ٹورنیمنٹ میں پچھلے سالوں کی طرح ہماری ٹیمیں ڈسٹرکٹ ٹورنیمنٹ پر اول رہکر انعام لائیں علاوہ ازیں دو عدد کپ ملے اور ایک کپ بسبب متواتر چار سال جیتنے کے ہمیشہ کے لیے سکول کی ملکیت ہوگیا اس سال ٹورنیمنٹ بٹالہ میں ہوا جو مولوی محمد حسین کا وطن ہے وہاں دیسی اور انگریز ہندو اور مسلمان قادیان کے طالبعلموں کی تعریف نہ صرف کھیل کے متعلق کرتے تھے بلکہ اخلاق پر بھی بہت تحسین کرتے تھے مولویصاحب محمد حسین کے خاص کو بیہ میں ایک رئیس نے ہمارے طالبعلموں کو دعوت دی جہاں حضرتؑ کے خدام چالیس کے قریب گئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے متعلق وہاں تبلیغ بھی کر آئے اور کھانا بھی خوشی سے کھا کر آئے اللہ تعالیٰ یہ فتح احمدی جماعت کو مبارک کرے۔ آمین۔

صیغہ متفرقات۔ دفتر محاسب کی آمد اس ماہ میں لعہ اللعہ/ ۱۴ سے اور خرچ ۵/ سے ہوا جلسہ سالانہ کی وجہ سے جو چندہ وصول ہوا اسلیئے آمد میں نمایاں تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔

جلسہ سالانہ۔ جلسہ امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے رونق اور کامیابی سے ہوا۔ اس دفعہ ۲۵۔ دسمبر کو ہی تعداد مہمانان دو ہزار کے قریب ہوگئی تھی۔ اور ۲۶ کو اندازاً تین ہزار سے زائد آدمی جمع ہوگئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ظہور کا ایک بین نشان دکھائی دیتا تھا۔ غرضکہ جلسہ سالانہ بڑا ہی خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

شیر علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ

ریویو

ابلاغ المبین:۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل مضامین کا مجموعہ ہے جسکو قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے جمع کرکے شائع کیا ہے۔ (۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے آخری لیکچر جو آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے سامنے ۱۷ مئی کو دیا۔ اور (۲) ۲۵ مئی بوقت عصر کی تقریر (۲۶ مئی کو بوقت ۱۰ بجے صبح آپنے انتقال فرمایا) اور (۳) حضرت خلیفۃ المسیح کی سب سے پہلی تقریر جو

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ سے بیعت لیتے وقت فرمائی۔ اور (۴) آپکے لکھے ہوئے جماعت احمدیہ کے عقاید بھی (۵) ثبوت صداقت۔ یہ ایک بیش بہا مجموعہ ہے جسکی قیمت قاضی صاحب نے صرف ۱/ رکھی ہے۔ مؤلف سے مل سکتی ہے۔

آیات بیّنات:۔ یہ کتاب شیخ رحیم بخش صاحب (راجپال) نو مسلم محمڈن مشنری قادیان نے یتمود ڈسٹ مشنری سوسائٹی لکھنؤ کے ایک رسالہ بنام آیات اللہ یعنی معجزات کے جواب میں لکھی ہے جسمیں انہوں نے قرآن شریف کے رو سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم بھی دوسرے انبیاء کی طرح ایک نبی تھے۔ انمیں انبیاء سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں۔ اسکا پڑھنا اور شائع کرنا انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا۔ اسمیں اسلامی فایدہ بھی ہے اور شیخ صاحب کی حوصلہ افزائی بھی۔ خدا تعالیٰ شیخ صاحب کو انکی اس محنت اور اسلامی جوش کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ قیمت ۲/ مصنف سے مل سکتی ہے۔

مسیح پر خیال:۔ یہ رسالہ مرزا عبد الغنی صاحب (قادیان) نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ آج مسیح ابن مریم کی بابت تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ سوال ایک پادری نے آپ پر کیا تھا جسکا انہوں نے نہایت معقول جواب دیا ہے۔ مصنف صاحب نے اس چھوٹے سے رسالہ میں بہت سی سچائیاں جمع کر دی ہیں انگی عبارت بعض جگہ پیچیدہ ہے۔ یہ رسالہ مصنف سے بقیمت ۱/ مل سکتا ہے۔

کلمہ طیبہ:۔ دوستِ قرآن۔ المسیح المہدی والمسیح الدجال۔ یہ تین رسالے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ منزل نولکھا۔ لاہور نے شائع کئے ہیں۔ اور انکا ارادہ ہے کہ اس قسم کے بہت سے ٹریکٹ شائع کریں جنکے مضامین کی فہرست انہوں نے شائع کر دی ہے۔ انکا یہ ارادہ نہایت ہی نیک ہے اور خدا تعالیٰ انکو اس ارادہ میں کامیاب کرے اور اس سلسلہ کو نہایت ہی بابرکت بنا دے جن تین ٹریکٹوں کے نام اوپر لکھے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی قیمت ۱/ ہے۔ ملنے کا پتہ محمد یمین صاحب تاجر کتب قادیان۔ احباب بہت سے ٹریکٹ خرید کر اور عام لوگوں میں شائع کرکے ثواب حاصل کریں۔

اقبال:۔ اس نام کا رسالہ حال میں زیر ایڈیٹری شہزادہ محمد صابر صاحب درّانی لدھیانہ سے نکلنا شروع ہوا ہے پہلے نمبر کے مضامین پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ اردو لٹریچر میں یہ رسالہ ایک مفید اضافہ ثابت ہوگا۔ اچھے اچھے اہل قلم کے مضامین اور چیدہ چیدہ اہل سخن کا کلام اسمیں درج کیا گیا ہے اور ایڈیٹر خود ایک با اثر مضمون نگار ہیں۔ خدا تعالیٰ اس رسالہ کو اہل ملک کے لئے مفید بنائے۔ قیمت عہ سالانہ ایک پرچہ کی قیمت ۳/ ترسیل زر۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے کہ مفصلہ ذیل تین کتابیں ایک صورت میں وہ کی ملکیت میں اگر کوئی صاحب ۶/ فی دو ان خرید کریں تو بڑے نفع ہوگا اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی اہل الاعتزال والجہمیہ لابن قیم ۸/ شرح حدیث النزول لابن تیمیہ ۸/ جلاء الافہام فی الصلوٰۃ علی خیر الانام لابن قیم عہ خط و کتابت بنام مولوی غلام نبی صاحب۔ مدرس مدرسہ احمدیہ۔ قادیان ہو۔

[illegible] احمدیہ [illegible] ۱۵ دسمبر [illegible] قادیان [illegible]

تعلیم									مساکین	
[illegible]	[illegible]	چندہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بقیہ گذشتہ	خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تعمیر					یتامیٰ				زکوۃ	
چندہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بقیہ گذشتہ	آمد	خرچ	باقی	بقیہ گذشتہ	آمد	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت								بیت المال		
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بورڈران احمدیہ							مدرسہ احمدیہ									مستقل فنڈ
آمد	بقیہ گذشتہ	خرچ	باقی	آمد	[illegible]	خرچ	[illegible]	چندہ	وظائف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بورڈنگ	وظائف	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مقبرہ

صدقہ	دعایا	[illegible]	آمد فیس	شفاخانہ	متفرق	آمد شیرین	نذر گوشت	دفتر مقبرہ	ساجد	تبلیغ	[illegible]	بنجر مقبرہ	انتظام [illegible]	تعمیر سود	متفرق غیر معمولی	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

متفرقات

رقم منتقل شدہ	رقم بیت المال	فیس [illegible]	فیس طالبین	بورڈران احمدیہ	میزان آمد	گذشتہ فاضل	دفتر سکرٹری	دفتر محاسب	دفتر ناظر	قرضہ حسنہ	متفرق	شفاخانہ	میزان خرچ	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

امانت

اندرونی: آمد	سابقہ بقایا	کل	خرچ	باقی	بیرونی: آمد	سابقہ بقایا	کل	خرچ	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۰	[illegible]

خلیفہ رشید الدین
محاسب

[illegible]
ناظر

بقایا صیغہ جات کم جنوری [illegible]

	روپیہ	آنہ	پائی
تعلیم	۴۹۹۰	۰	۳
یتامیٰ	۴۵۸	۷	۵
مساکین	۱۸۴۳	۵	۵
زکوٰۃ	۳۳۳۹	۹	۶
بورڈران ہائی	۳۲۰۱	۱۵	۲
مستقل فنڈ	۳۹۱۲	۲	۹
امانت اندرونی	۹۸۲	۱۵	۰
امانت بیرونی	۲۰۰۳۶	۱۲	۹
میزان	۴۴۴۴۱	۱۳	۴
منہا کردہ فاضل	۳۵۱۶۵	۱	۰
باقی	۹۲۷۶	۱۲	۴
منہا کردہ پیشگی	۶۴۶۷	۹	۶
باقی نزد امین	۲۸۰۹	۲	۱۰
فاضل بتفصیل ذیل تعمیر	۵۴۱۹	۱۳	۲
اشاعت	۳۸۰۰	۸	۲
بورڈران احمدیہ	۳۸۹	۱۵	۹
مدرسہ احمدیہ	۸۸۹	۱۰	۹
مقبرہ	۲۲۸۰	۳	۲
متفرقات	۱۹۳۰	۹	۲
بیت المال	۱۸۸۶	۳	۸
میزان	۳۵۱۶۵	۱	۰
پیشگی بتفصیل ذیل تعلیم	۲۲۳۳	۱۳	۶
بیت المال	۳۲۵۴	۰	۰
مقبرہ	۳۴۰	۰	۰
اشاعت	۳۰۰	۰	۰
متفرقات	۳۲۵	۰	۰
مدرسہ احمدیہ	۲۴۴	۱۲	۰
تعمیر	۵۰	۰	۰
میزان	۶۴۶۷	۹	۶

پر جلسہ اعظم مذاہب · سیکچر لکھنؤ سو

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان لیکچر جو ۱۸۹۶ء کے جلسہ مذاہب عالم میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ چوتھی دفعہ نہایت
کاغذ پر خوبصورت خط لکھوا کر چھپوایا گیا ہے تقطیع بھی نہایت موزوں ہے اس کتاب میں حضرت اقدس
...ذیل کے پانچ امور پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے۔ اور تمام دلائل قرآن شریف سے پیش کیے ہیں
انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں (۲) انسان کی زندگی کے بعد کیا حالت ہوتی ہے یعنی عقبیٰ (۳) دنیا
انسان کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب (۴) اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں (۵) علم
معرفت کے ذرائع اور وسیلے۔ تقریباً ۲۰۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ قیمت ۸/ر

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو ولایت سے چھپ کر آیا ہے۔ نہایت خوبصورت جلد قیمت ۱۲/ر

قاعدہ یسرنا القرآن · نو ترمیم

یہ قاعدہ جس قدر مفید اور مقبول ثابت ہوا ہے محتاج بیان نہیں۔
عام طور پر کئی کئی سال تک بچوں کی عمریں ضائع ہوتی تھیں اور
قرآن شریف ختم نہیں ہوتا تھا۔ اور جو کسی بچے نے قرآن شریف ختم بھی کیا تو ایسا کہ دوبارہ پڑھاؤ تو ایک
...روان اور صاف نہیں پڑھ سکتا۔ مگر اس قاعدہ کے پڑھانے سے ایک بچہ چھ ماہ میں قرآن شریف
ختم کر لیتا ہے۔ اور ناظرہ میں اس قدر طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ عربی کی کوئی کتاب جس پر اعراب دیئے ہوں
بے تکلف پڑھ لیتا ہے۔ اس قاعدہ کے چار ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ مصنف صاحب قاعدہ
... نے نہایت محنت اور جانفشانی سے سابق قاعدہ میں ترمیم کر کے بہت سی مفید باتیں اور زیادہ کی ہیں
...جا بجا اساتذہ کیلئے کارآمد نوٹ دیئے ہیں۔ لکھائی اور چھپائی عمدہ ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ لگایا گیا ہے۔
...احباب اپنے عزیز بچوں کو صحیح قرآن شریف پڑھانے کے خواہشمند ہوں۔ وہ یہ قاعدہ شروع کروائیں قیمت
...ل قاعدہ عربی ۲/ر صرف حصہ اول ۱/ر اردو کا قاعدہ علاوہ محصولڈاک ۱/ر

...پارہ اول · ...م پارہ سوم

چونکہ ایسے قرآن شریف یا علیحدہ پارے بہت کم ملتے ہیں جن پر اعراب صحیح لکھے ہوں اور قاعدہ یسرنا القرآن
ختم کر کے بچے بآسانی قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ہم نے یہ دقت محسوس کر کے قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر پارہ اول۔ دوم
...خاص اہتمام سے چھپوائے ہیں۔ جو احباب اپنے بچوں کو قاعدہ یسرنا القرآن شروع کرواتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ قاعدہ ختم ہونے پر پہلے یہ پارے
...دیں تا بچوں کو قرآن شریف پڑھنے میں دقت نہ ہو۔ یہ پارے ان بچوں کیلئے بھی مفید ہیں جو دوسرے قاعدے پڑھتے ہیں کیونکہ ان پر
...سب درست صحیح اعراب لگائے گئے ہیں قیمت فی پارہ ۲/ر — دفاتر ... محمد یعقوب ... قادیان آنی چاہئیں۔

اطلاع: خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرما دیں۔

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ

[illegible] زندہ مذہب ہے | [illegible] کا تاباں [illegible]

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

[illegible] | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۳۲ھ | [illegible]

[illegible] سالانہ | فہرست مضامین | عام طلباء سے [illegible]

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ فروری ۱۹۱۴ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

خدارا یک زماں بردار از رخ پردہ اے لیلےٰ
کہ ناصح پُر ملامت میکند مجنون شیدا را

یہ انسانی فطرت ہے کہ جن لوگوں کے نام دنیا میں شہرت تام رکھتے ہیں اُن کے حالات زندگی
تفصیلی طور پر معلوم کرنے اور سُننے کی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ سلطان صلاح الدین
اور نپولین کی سوانح عمریاں جس شوق سے مطالعہ کیجاتی ہیں کسی معمولی آدمی کی لائف کو ہرگز یہ بات میسر نہیں
ہوسکتی۔ اور اسی تقاضائے فطرت کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے شیطان علیہ اللعن کو مشہور آفاق کر
اس کی بھی فرضی سوانح عمری لکھ ڈالی اور وہ بھی بہت سے احمقوں کا شغل بیکاری بنی بیکر
اور ست بادل ہونے والی سوانح عمریوں میں بہت ہی تھوڑی ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں کو بہ
زیادہ نفع پہنچا سکتی ہیں اسوقت میں لوگوں کو ایک ایسی لائف کی طرف توجہ دلاتا ہوں
اپنے ایک ایک صفحہ میں جواہرات کے انبار رکھتی ہے۔ مصنف نے ٹائٹل پیج پر یہ شعر
ہے جو اس اعلان کا ہیڈنگ ہے اور اس شعر سے سوانح عمری کی صرف ایک ہی خوبی کی طرف
ہوتا ہے یعنی سلسلۂ احمدیہ کے موجودہ امام کی سوانح عمری کو پڑھکر مخالفین و معاندین سلسلہ
ہوجائیں گے اور تبلیغ سلسلہ کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اس کتاب کو غیر احمدیوں میں بکثرت شا
کیا جائے لیکن اسی قسم کی اور اس سے بھی بڑھ چڑھکر اور بہت سی خوبیاں اس سوانح عمری

جس کا نام

مرقاۃ الیقین فی حیوٰۃ نور الدین ہے

اکبر نجیب آبادی مؤلف کتاب کی کوشش سے جمع ہوگئی ہیں اور تمام خوبیوں کا اندازہ صرف کتاب کے مطالعہ پر منحصر
یہ کتاب دفتر میگزین سے سوا روپیہ (عہ) قیمت پر ملتی ہے اور تعداد میں بہت تھوڑی چھپی ہے۔ دوسرا ایڈ
کے لیئے خدا جانے کسقدر انتظار کرنا پڑے۔ درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان ضلع گ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تصدیق المسیح نمبر ۲

بجواب

حقیقۃ المسیح

(سلسلہ کے لیئے ملاحظہ ہو ریویو بابت جنوری ۱۹۱۴ء)

پیداوار - دودھ اور گھی کی کثرت

مولوی ابو احمد صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح کے زمانہ میں تو چاہیئے تھا زمین کی پیداوار کی کثرت اور دودھ اور گھی کی زیادتی ہوتی - مولوی صاحب - اگر آپ کا یہ بیان درست ہے تو یہ نشان بھی موجود ہے اس زمانہ میں اس مسیح موعودؑ کے زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کیے ہیں کہ ویران زمینیں آباد ہوگئی ہیں جہاں مسیح کے زمانے پہلے بیابان پڑے تھے اب وہاں نہریں چلتی ہیں کھیتیاں لہلہاتی ہیں - اور سبزہ زار کا خوشنما نظارہ آنکھوں کو خوش کرتا ہے - اور جہاں کانٹے دار جھاڑیاں اور ویرانے تھے - اب وہاں باغ اور آبادیاں دکھائی دیتی ہیں اور جہاں مسیح کے زمانہ سے پہلے میلوں تک دانہ کا نشان نظر نہیں آتا تھا اب وہاں چشمے جاری ہیں اور نہریں چلتی اور پھولوں اور پھلوں کے باغ لہلہاتے ہوئے نظر آتے ہیں - اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اب زمین کی پیداوار بہت بڑھ گئی ہے اور جب زمین آباد ہوگئی تو اس کا ضروری نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ دودھ اور گھی بھی کثرت

نسبت سے بڑھ جائے۔ پس یہ نشان تو خدا نے پورا کر دیا۔ پس اے مولوی صاحب۔ اگر آپ اس امر کو واقعی مسیح موعودؑ کے زمانہ کا نشان سمجھتے ہیں تو پھر یہ نشان تو کھلے طور پر پورا ہو گیا پھر آپ کو اس مسیح کے ماننے میں کیا تامل ہے۔ اگر آپ نے پیداوار کا نشان دیکھنا ہو تو آپ مسیح موعودؑ کے ملک یعنی ملک پنجاب میں تشریف لا کر بچشم خود اس نظارہ کا تماشا کریں اور پنجاب کی نو آبادیوں کی سیر کر کے اپنے ایمان کو زندہ کریں اور یہ امر صرف پنجاب تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا کے مختلف حصوں میں یہ نشان اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور غیر آباد علاقے آباد کئے جا رہے ہیں اور بنجر زمینیں مرغزار کا نمونہ بن رہی ہیں۔ مگر مولویصاحب۔ آپ ایک اور تماشا دیکھئے کہ باوجود اس کثرت پیداوار کے پھر بھی آپ کو گرانی کی مصیبت میں گرفتار کر رکھا ہے اور جو چیز پہلے منوں کے حساب سے ملتی تھی اب وہ سیروں کے حساب سے ملتی ہے اور یہ دکھ آپ کو اسلئے دے رکھا ہے تا آپ تضرع سے کام لیں آپ کو اس امر کا بہت دکھ ہے کہ اگرچہ "ہندوستان زمین کی پیداوار کا مخزن ہے مگر اس سے یہاں کے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ اکثر پیداوار دوسرے ملک کو دوسری قومیں لیجاتی ہیں" آپ فرماتے ہیں کہ یہ ساری مصیبت "مرزا صاحب کے قدوم میمنت لزوم کی برکت ہے"۔ ہاں مولوی صاحب! پہلے بھی ایک قوم تھی جس نے آپکی مانند کہا انا تطیرنا بکم۔ اسکے آپ جیسے مہذب لوگوں کی زبان میں یہی معنے ہیں کہ یہ مصیبت آپکے قدوم میمنت لزوم کی برکت ہے۔ مگر مولویصاحب! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ مرسلین نے ایسا کہنے والوں کو کیا جواب دیا۔ وہی جواب آپ بھی سمجھ لیجئے۔ اس سے زیادہ آپ کو ہم کیا جواب دیں سورہ یٰسٓ تو اکثر ملا صاحبان کو یاد ہوتی ہے کیونکہ اکثر انکو اپنے کاروبار میں اسکے پڑھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو بھی یاد ہوگی ورنہ آپ قرآن شریف کھولکر دیکھ لیں کہ خدا نے تعالیٰ نے انا تطیرنا بکم کہنے والوں کو کیا جواب دیا۔ وہی جواب آپ اپنے حق میں سمجھ لیجئے۔

"۲۲ کروڑ مسلمان کافر ہیں"

پھر مولویصاحب۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل میں اپنے خیال میں ایک بڑا بھاری اعتراض پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ کس طرح سچے نبی ہو سکتے ہیں" انکی ذات مبارک سے ۲۲ کروڑ کے قریب مسلمان کافر ہو گئے"۔ اس اعتراض کی تفصیل مولویصاحب اسطرح فرماتے ہیں" ۲۳ کروڑ مسلمانوں میں سے بعض نے انہیں مانا۔ انکی تعداد انہی کے بیان کے بموجب چار لاکھ ہے۔ اب مرزا صاحب اور انکے خلیفہ صاحب کا ارشاد ہے کہ

جو مرزا صاحب پر ایمان نہیں لایا وہ مردہ اور کافر ہے اور مثل یہود کے ہے جو حضرت مسیحؑ پر ایمان نہیں لائے" (اسکے ساتھ مولوی صاحب یہ الفاظ بڑھاتے ہیں نعوذ باللہ من ھٰذہ الکفریات) اور پھر لکھتے ہیں " اس کا حاصل یہ ہوا کہ دنیا میں جو تیرہ سو برس کے عرصہ دراز میں جسقدر مسلمانوں کی تعداد ہوئی تھی وہ نیست و نابود ہو گئی اور ۲۴ کروڑ میں سے مرزا صاحب کی کوشش سے چار لاکھ مسلمان رہے اور سب کافر ہو گئے" مولوی صاحب نے اس اعتراض کو لکھکر بہت واویلا کیا ہے اور عام مسلمانوں کو جماعت احمدیہ کے برخلاف بہت اکسانے کی کوشش کی ہے۔ آپ گویا روتے ہوئے فرماتے ہیں" انہوں نے تو گویا اسلام کو مٹا دیا اور اس کی تیرہ سو برس کی عمارت کو ڈھا دیا۔ اب دوسری عمارت بنانا چاہتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ بھائیو۔ کچھ تو غور کرو۔ جماعت احمدیہ ایسی بدیہی بات تمکو نہیں دکھتی اور اندھی بنکر دھکتی آگ میں گری پڑتی ہے" مولوی صاحب نے اسی مضمون کے متعلق اپنے رسالہ کے آخر میں ایک تتمہ بھی لگایا ہے گویا اس اعتراض کو بڑی وقعت دی ہے۔ اور یہ اعتراض اُنکے نزدیک بالکل ناقابل جواب ہے۔ لیکن اگر انہوں نے اپنے اعتراض کا بوداپن دیکھنا ہو تو وہ یہ دیکھ لیں کہ ایک اسرائیلی بھی حضرت مسیح ناصری کی نسبت بعینہ یہ اعتراض کر سکتا تھا کہ یہ کیسا مسیح ہے۔ اس نے تو ساری قوم بنی اسرائیل کا خاتمہ ہی کر دیا اور ساری قوم کو مغضوب علیہم بنا دیا اور انکو لعنت کا تمغہ عطا کر دیا۔ اُس نے آکر سارے نبیوں کی محنت پر پانی پھیر دیا اور جس باغ کی آبپاشی کے لیئے اسقدر نبی اور رسول بھیجے گئے تھے اُسکو جڑھ سے کاٹ دیا۔ لاکھوں بنی اسرائیل میں سے صرف معدودے چند کو راہ راست پر لایا باقی سب کو مردہ اور کافر بنا دیا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کے ایک شاگرد نے اُس سے اجازت مانگی کہ اُسکا ایک رشتہ دار فوت ہو گیا ہے اُسے اجازت دی جاوے کہ وہ جاکر اسکی تجہیز و تکفین میں شریک ہو تو مسیحؑ نے اُسے جواب دیا کہ تو مجھے چھوڑ کر اُنکے پاس کیوں جاتا ہے۔ مردے اپنے مردوں کو دفن کریں گے۔ اس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن بنی اسرائیل کا نام جنہوں نے اُسے قبول نہیں کیا تھا مُردے رکھا پس اگر مہدی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے منکروں کا نام مُردہ رکھا تو مولوی صاحب اسقدر شور کیوں مچاتے ہیں۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی طرف یہ قول منسوب کرکے کہ جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ مثل یہود کے ہے لکھتے ہیں نعوذ باللہ من ھٰذہ الکفریات مگر مولوی صاحب کو اعوذ پڑھتے وقت یہ خیال نہیں رہا کہ مثل یہود کا لفظ حضرت مسیح موعودؑ یا حضرت

خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ لفظ تو پہلے کسی اور مُنہ سے نکل چکا ہے اور حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اگر یہ لفظ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کی نسبت استعمال کیا تو اپنی طرف سے تجویز نہیں کیا بلکہ ایک مبارک وجود کا بولا ہوا لفظ دُہرایا ہے۔ غالب مولوی صاحب کو نعوذ باللہ کہتے وقت یہ امر خیال میں نہیں آیا ورنہ نعوذ باللہ من ھذہ الکفریات کا کلمہ مُنہ سے نکلنے کی جرأت نہ کرتے مگر اب تو یہ کلمہ اُن کے مُنہ سے نکل چکا ہے اور ایسے فعل کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے اسکو وہ خود سوچ سکتے ہیں۔ مولوی صاحب جس قول کو آپ کفریات میں داخل فرماتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود یا حضرت خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام کا قول نہیں بلکہ یہ تو حضرت خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وخلفائہ وبارک وسلم کا قول ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث معلوم نہ ہو جس میں آپ نے یہودی صفت لوگوں کی خبر دی ہے پس آپ کو تو اس امر سے خائف ہونا چاہیئے تھا کہ کہیں آپ ہی ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو اُس حدیث کا مصداق بننے والے تھے۔ مگر آپ کی جرأت یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مُنہ سے نکلی ہوئی بات کو کفریات میں داخل فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب! اب بھی وقت ہے۔ آپ سچے دل سے توبہ کریں اور اپنے اس قول سے رجوع کریں۔ یہ ایک بہت بڑی بات ہے جو آپکے مُنہ سے کسی منحوس گھڑی میں نکلی ہے۔ آپ نے ایک ایسی بات کو جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مُنہ سے نکلی ہے کفریات میں داخل کر دیا ہے۔ مولوی صاحب۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ آپ نے ایک ایسا کلمہ مُنہ سے نکالا ہے جو جہنم میں اوندھا گرا سکتا ہے۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ایسی بری باتوں کو نہیں دیکھتی اور اندھی ہو کر دھکتی آگ میں گری پڑتی ہے۔ مگر آپ نے یہ نہ دیکھا کہ جماعت احمدیہ اگر کچھ کہتی ہے تو وہی کہتی ہے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ مگر آپ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال کو کفریات میں داخل فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب! آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ یہودی صفت ہو جاویں گے وہ خود اپنے یہودی صفت بن جانے کا اقرار نہیں کرینگے اور یہ ضروری تھا کہ اُنکی نسبت جب مسیح موعود یا اُس کا خلیفہ علیہما الصلوٰۃ والسلام یہ کہتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو ان لوگوں نے پورا کر دیا ہے تو وہ ناراض ہوتے اور کہتے کہ ہم تو کلمہ گو ہیں ہمیں کیوں یہودی صفت کہا جاتا ہے اور یہ مسیح کیسا ہے کہ ایسے لوگوں کو جو مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں یہودی صفت

قرار دیتا ہے۔ آپ شکایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات میں آپ کی نسبت کفر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی شہادت میں آپ ازالۂ اوہام میں سے یہ الہام پیش کرتے ہیں قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین فانتظروا اٰیاتی حتی حین نیز آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور الہام بھی پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے انی جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ۔ مولوی صاحب۔ غالباً آپ عربی زبان سے واقف ہونگے آپ ہی فرمائیے کہ کفر کے کیا معنے ہیں۔ کیا اسکے معنے انکار کے نہیں۔ پس اگر ایک عربی الہام میں آپکی نسبت کفار یا کفروا کا لفظ آگیا تو اس میں کونسی غلطی ہے؟ کیا آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر نہیں؟ پھر آپ اس لفظ کو کیوں برا مناتے ہیں؟ اگر ایک شخص حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کریگا اور انپر ایمان لائیگا تو وہ اٰمنوا میں داخل ہوگا ورنہ جو لفظ اسکے بالمقابل ہے وہ اُس پر صادق آئیگا۔ جو شخص لغت عرب سے واقفیت رکھتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ خود اس بات کا اقرار کریگا کہ مندرجہ بالا الہام میں جو کفروا کا لفظ ہے وہ اسکے متعلق جائز طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر خود اپنے تئیں کافر کہتے تھے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کے ہر ایک رسول نے اپنی قوم کو کہا اولو جئتکم باھدیٰ مما وجدتم علیہ اٰباءکم۔ یعنی کیا اس صورت میں بھی جب کہ میں اُس راہ سے جسپر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا زیادہ اچھی راہ لایا ہوں تم اپنے باپ دادوں ہی کی راہ کو اختیار کروگے۔ تو اسکے جواب میں انکی قوم نے کہا انا بما ارسلتم بہ کافرون یعنی ہم اس ہدایت کے کافر ہیں جو تم لائے ہو (زخرف۔ رکوع ۲) اسی طرح قوم عاد اور ثمود کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو کہا لو شاء ربنا لانزل ملٰئکۃ فانا بما ارسلتم بہ کٰفرون (فصلت ۲) اسی طرح خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کٰفرون (سبا ۔ ۴) اسی طرح خدا تعالےٰ سورہ ابراہیم رکوع ۲ میں فرماتا ہے جاءتھم رسلھم بالبینٰت فردوا ایدیھم فی افواھھم وقالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شک مما تدعوننا الیہ مریب۔ یہ سب قومیں اپنے تئیں راہ راست پر یقین کرتی تھیں اور انکو اپنے جہنمی ہونیکا خیال تک بھی نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض وارد ہوتا ہے تو یہی اعتراض تمام انبیاءؑ پر بھی وارد ہوگا کیونکہ ان کے آنے پر ہزاروں لاکھوں لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کے منکر یعنی کافر ہوگئے بنی اسرائیل حضرت مسیحؑ کی مخالفت کرکے اور ان کے ساتھ عداوت اور بغض کا برتاؤ کرکے خدا تعالیٰ کے غضب کے مورد بن گئے۔ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ وہ نعوذ باللہ سچے نبی نہیں تھے کیونکہ ان کے آنے سے ہزاروں لاکھوں آدمی کافر ہوگئے۔

ولی اللہ اور کافر بنانا

مولوی ابو احمد رحمانی صاحب حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور بعض دیگر بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان کی ذات سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوا۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو مسلمانوں کو مسلمان بنانے کے لئے آئے تھے نہ کہ کافر اور یہ کہ اگر کوئی کافر بنا تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ مگر جیسا مولویصاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے سے لاکھوں آدمی کافر ہوگئے اس قسم کے کافر بنانے میں تو تمام انبیاء شریک ہیں بلکہ اولیاء اور صلحاء بھی حصہ دار ہیں۔ مولوی ابو احمد صاحب رحمانی ایسے آدمی کے حق میں کیا فتویٰ دیتے ہیں جو ایک مومن کو کافر کہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسے آدمی کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بموجب ایک شخص ایک مومن کو کافر کہکر کافر ہوجاتا ہے تو ایسے آدمی کی نسبت مولوی ابو احمد صاحب کیا فتویٰ دیتے ہیں جنہوں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کی تکفیر کی۔ کیا مولویصاحب ایسے آدمی کی نسبت کفر کا فتویٰ نہیں دینگے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ مولویصاحب ایسے انسان کی نسبت ضرور کفر کا فتویٰ دینگے۔ اب مولویصاحب بعض اولیاء اور صلحاء کا ذکر کرکے تسلیم کرتے ہیں کہ "لوگوں نے انہیں کافر کہا"۔ پس کیا وہ لوگ جنہوں نے ان بزرگوں کو کافر کہا خود کافر ہوئے یا نہ؟ اور کیا یہ سب لوگ کلمہ گو تھے یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی کلمہ گو لوگ منکر نہیں بنے بلکہ گذشتہ اولیاء اللہ کے زمانہ میں بھی کئی کلمہ گو لوگ منکر بنے۔ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں اس قسم کے منکر نہیں بنتے رہے۔ اور نہایت افسوس کی بات ہے کہ تکفیر کا انکار اکثر اسی گروہ کے حصہ میں آتا رہا ہے جس گروہ میں مولوی ابو احمد صاحب رحمانی شامل ہیں ہمیشہ یہ گروہ اپنی بدقسمتی سے مسلمانوں اور خصوصاً صلحاء اور اولیاء اللہ کی مخالفت

مولویصاحبان کی ایک بڑی تعداد نے اسی سنت پر عمل کرکے دکھا دیا۔ اور ہر روز تازہ بتازہ کفرنامہ جاری کرتے رہتے ہیں تا یہ سنت کہیں

ہے میں عالم کفر گری کا کاروبار چلاتا رہا ہے اور اس زمانہ کے علماء نے بھی تکفیر میں اس امر میں اپنے بزرگوں کے قدم بقدم مارا ہے اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور دیگر ولی اللہ اور صلحاء پر کفر کا فتویٰ جس بدقسمت علماء نے جاری کیا اسی طرح اس زمانہ کے

حیوٰۃ نور دین پر سرسری نظر

{ذیل کا ریویو ہمیں جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب نے مرحمت فرمایا ہے جو ہم بڑی خوشی سے درج ریویو کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آیندہ بھی آپ ریویو کیلئے اپنے مضامین ارسال فرما کر ہمیں شکریہ کا موقعہ دیتے رہینگے۔} ایڈیٹر

بیانِ شوق چہ حاجت کہ حالِ آتشِ دل ٭ تواں شناخت ز سوزیکہ در سخن باشد

ہم جس دنیا یا جس کائنات میں رہتے ہیں وہ مختلف سانحات اور واقعات کا ایک ایسا مجموعہ ہے جسے اجمالاً کیا تفصیلاً بھی بیان کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہی روزمرہ کیا ہر ساعت اور ہر منٹ اور سیکنڈ ایسے ایسے واقعات گذر جاتے ہیں جو اپنی دلچسپی دلاویزی اور ندرت کی وجہ سے اس کائنات کے لیئے جو کچھ بھی شعور اور فہم فراست رکھتی ہے صدہا نکات اور ہزاروں عبرتوں کا زندہ مجموعہ رہتے ہیں شب و روز اگرچہ ہمارے مشاہدہ میں ایسے واقعات اور سانحات آتے رہتے ہیں لیکن ہم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو انہیں ضمیری مشاہدہ اور عبرت کی نگاہوں سے دیکھنے کے عادی ہوں یا اُن کے دلوں پر اُن کا کوئی اثر پڑتا ہو۔ ہم اکثر سرسری رنگ میں واقعات اور سانحات کا مشاہدہ یا مطالعہ کرنے کے عادی ہیں وہ لاپروائی اور وہ غفلت جو ہماری زندگی کا رفتہ رفتہ لازمہ ہوتی جاتی ہے ہمیں بسا اوقات اُن واقعات اور اُن سانحات سے محض خالی اور کورا واپس لے جاتی ہے جو ہماری زندگی کے واسطے ایک قیمتی سبق ہوتے ہیں بعض وقت ہم کہا کرتے ہیں کہ ایسی غفلت نہ ہوتی تو ہماری چہیتی دنیا کا کام ہی نہ چلتا۔ شاید یہ کسی حد تک درست بھی ہو مگر اگر یوں کہا جاوے تو زیادہ تر درست ہوگا کہ ان حالات میں ہماری زندگیوں کی دماغ بیل کی روش کچھ اور ہی ہوتی۔ انسان میں یہ طبعی یا فطرتی خاصہ ہے کہ وہ مختلف مشاہدات میں سے ایک حد تک انتخاب کرنے کا عادی ہے اور اکثر اوقات نظائر اور تماثیل سے اُس کا دل اور دماغ بہت کچھ حاصل کرتا ہے اسی خیال سے وہ چیدہ چیدہ مشاہدات اور واقعات کے جمع کرنے کا عادی ہے تاریخ اور تذکرات کی یہیں سے بنیاد پڑی ہے۔ جب عام طور پر بعض واقعات کا بیان ہوتا ہے تو وہ ایک تاریخ یا تذکرہ ہوتا ہے تحریری ان کی حالت نہیں ہوتی حافظہ بھی بہت کچھ محفوظ رکھتا ہے سوانح عمریوں کی بنیاد بھی یہی ہے لوگ عموماً اس امر کے مشتاق ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ہی ابنائے جنس کی زندگی کے حالات سے واقفیت پیدا کریں اور دیکھیں کہ ان کی زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں کیا کچھ فرق ہے اسی لیئے اور اسی شوق نے ہمیں

ہر ملک اور ہر قوم میں صدہا سوانح عمریاں لکھی گئیں کچھ دوسروں نے لکھیں اور کچھ خود ہی لکھنے والے لکھ گئے ہر سوانح عمری ایک خاص شخص کی زندگی اور رفتارِ زندگی کا ایک فوٹو ہوتا ہے ممکن ہے کہ اس فوٹو کے کھینچنے یا کھنچانے میں کوئی خامی اور نقص ہی رہ گیا ہو اور اس وجہ سے اس پر نکتہ چینی ہو سکتی ہو۔ لیکن باوجود اس کے بھی اگر کوئی سوانح عمری نیک نیتی اور احتیاط سے لکھی گئی ہے تو اس سے دوسرے ابنائے جنس، خدا و رسول کے سلسلہ یا مسلک میں بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں بعض لوگ کبھی کبھی سوانح عمریوں کے پڑھنے سے اس واسطے اکتاتے اور دل چراتے ہیں کہ ان کے خیال میں سوانح عمری وہی پڑھنے کے قابل ہوتی ہے جو کسی پہلو سے بھی نکتہ چینی کی زد میں نہ آ سکتی ہو یا ان کے خیالات کے موافق ہو یہ خیال درست نہیں اختلافِ خیالات اور متضاد مذاق ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ایسی سوانح عمری نہیں ہو سکتی ہے جو سب قسم کے خیالات کا مجموعہ ہو۔ اور جس کو سب لوگ ہی پسند کریں۔ سوانح عمری میں ایک خاص شخص کے چیدہ واقعات اور رفتار یا افتادِ زندگی کا ذکر ہوتا ہے وہ بجائے خود اس شخص کی زندگی کا ایک ریویو یا ایک تنقید ہے ہمارا فرض ہے کہ اپنے مطبوعہ اور پرستیدہ خیالات یا عقیدت کو چھوڑ کر فطرت اور انسانیت کے اعتبار سے ان کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ باوجود تضادِ خیالات کے ایسے شخص کی زندگی اور زندگی کے کارنامے کیا کچھ کیفیت اور قیمت رکھتے ہیں پڑھنے سے پہلے ہی اپنے پرستیدہ خیالات کے ہجوم سے میں میخ نکالنا راہِ تحقیق سے بعید ہے انسانیت کا فرض ہے کہ وہ پوری طمانینت سے حسنات کے اخذ کی کوشش کرے نکتہ چینی کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ اس سے انسانی ذات کیا ملکوتی ذات بھی نہیں بچ سکی۔

جو شخص کسی کی زندگی کا ریویو کرتا ہے وہ دراصل پیش کردہ معلومات کے مطابق ایسی زندگی کے مختلف واقعات کیفیات اور سانحات سے ایک مجموعی نتیجہ نکالتا ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ بعض لوگ اس سے اتفاق نہ کریں لیکن واقعات کے پیش کرنے میں بہت کم اختلاف کی نوبت آتی ہے اس میں کچھ بھی شک و شبہ نہیں کہ انسانوں کی زندگیوں کے مختلف واقعات ایک ہی خیال یا تنقید کے تابع نہیں رہ سکتے لیکن بایں ہمہ واقعات اور افتادِ زندگی خود ہی ایک فیصلہ کن فیصلہ ہوتا ہے۔

؎ معشوقہ عیاں مے گزرد بر تو و لیکن
اغیار ہمے بیند ازاں بستہ نقاب است

زندگی یا زندگیاں جن جن خوفناک گردابوں میں سے گذرتیں اور جو جو طوفان اُن کی رہ میں آتے ہیں اور جن جن آزمائشوں اور مشکلات میں اُن کا امتحان ہوتا ہے وہ ایسی نہیں ہیں کہ اُن کی واجبی قیمت لگائی جائے اگر کوئی زندگی کسی حد تک ایسے تلاطم اور ایسے گرداب سے محفوظ گزر گئی ہے تو وہ بھی تعریف اور حوصلہ افزائی کے قابل ہے۔ جن لوگوں نے زندگی کے گردابوں اور تلاطموں کا خوفناک سماں دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ساحل مقصود پر پہنچنا کسقدر مشکل ہے۔

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

وہ لوگ جو زندگی کی ایسی مشکلات کا شعور اور احساس نہیں رکھتے وہ دراصل زندگی کے مفہوم اور زندگی کی مشکلات سے واقف ہی نہیں ہیں وہ صرف نام کے انسان ہیں ورنہ اُن میں انسانیت اور انسانی فطرت بوجہ مردہ ہو رہی ہے وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں۔

خیالِ زلف تو پختن نہ کار خامان است
کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

وہ زندگیاں جو شروط انسانیت اور قواعد فطرت کے ماتحت گذرتی ہیں وہ زندگیاں جو اپنی راہ ہمیشہ پُر خار ہی نہیں بلکہ خارستان پاتی ہیں جو پھونک پھونک کر قدم رکھنا زندگی کا پہلا اصول خیال کرتی ہیں اُن کا صحیح و سالم اور مامون رہنا بہت ہی قیمت رکھتا ہے اگر ہم فرائض کے ساتھ ساتھ تدبیر اور حزم و احتیاط بھی رکھنے کے عادی ہیں تو ہماری زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں ضرور فرق ہونا چاہیئے ایک طرف ہمارے سامنے ہمارے اردگرد لاکھوں قسم کی تحریکات کا ہجوم ہے اور دوسری طرف ہم سے یہ عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ ہمارا پاؤں نہ پھسلے اور ہم لغزش نہ کھائیں۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

جو لوگ یہ ذمہ واری سمجھتے اور جو لوگ عہد و پیمان نباہنے والے ہیں وہی جانتے ہیں کہ اس گرد و غبار اور ان تحریکات میں سے صحیح و سالم نکلنا کیسا مشکل ہے۔

باستانِ تو مشکل تواں رسید آرے ؎ عروج بر فلک سروری بدشواری است

لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں صرف زندہ رہنا ہی زندگی ہے بول چال پھرنا چلنا اُٹھنا بیٹھنا ہی انسانیت اور زندگی کا بڑا لازمہ یا بڑا کارنامہ ہے ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا غیبت بہتان بجبر و رعونت وغیرہ وغیرہ ہی سامان زندگی ہے نہیں نہیں زندگی اِن سچی زندگی کا سامان اور روپ ہی کچھ اور ہے اگر زندگی یہی ہے تو ہم سے جانوروں کی زندگیاں سو درجہ اچھی ہیں سانس اور دم تو وہ بھی لیتے ہیں اُن کی بعض طاقتیں ہم سے کہیں سبک دلچسپ اور بہتر ہیں نہیں نہیں زندگی اس سامان کا نام نہیں ہے وہ کچھ اور ہی ہے لاکھوں میں سے کوئی ایک آدھ ہی حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بھی بصد مشکل اور فضل باری سے زندگی صادقہ یا حیاتِ نوری کی راہوں سے گزرنے والے ہی بہ سلامت چلتے ہیں

جمالِ شخص نہ چشم است نہ زلف و عارض و خال
ع
ہزار نکتہ دریں کار و بار دلداری است۔

ایسی زندگیاں جو اِن مشکلات اور اِن خوفناک پُر خطر رستوں سے کسی حد تک بھی صحیح و سالم اپنے تئیں لے نکلتی ہیں وہ اور ابنائے جنس کے واسطے ایک فخر اور ایک پاک نمونہ ہوتی ہیں ایسا نمونہ جس پر اور زندگیوں کی رفتہ رفتہ اُسی راہ پر آ سکتی ہے زندگیوں پر ریویو کرتے ہوئے وہ خیالات دماغ سے نکالنے ہی پڑیں گے جو بعض وجوہ سے پہلے ہی سے متموج ہو رہے ہیں کیونکہ ریویو میں پرستیدہ خیالات دُور ہی ہٹنے چاہئیں اگر پہلے کے متموجہ خیالات کی پابندی سے ہم کسی زندگی اور اُس کے واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اپنے تئیں ایک فریب وہ راہ پر ڈالتے ہیں جس صورت میں اور زندگیوں اور اُن کے مختلف واقعات سے جو سبق ہمیں لینے چاہئیں اُن کی نوبت نہیں آتی یہ تمام باتیں ایسی ضروری ہیں جنہیں ہمیں سوانح عمریوں پر ریویو کرنے کے وقت یاد رکھنا چاہیئے۔

خموش حافظ و ایں نکتہ ہائے چوں زرِ سرخ
ع
نگاہ دار کہ قلّابِ شہر صراف است

جس سوانح عمری کا نام عنوان میں لکھا گیا ہے وہ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کی سوانح عمری ہے جو جلد اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے وہ پہلی جلد ہے یہ جلد اول بفضل خدائے کریم مولوی صاحب کی زندگی ہی میں لکھی گئی ہے ہمیں حضرت اکبر نجیب آبادی کا بدل مشکور ہونا چاہیئے کہ اُن کی بدولت یہ بے بہا سوانح عمری ہمارے ہاتھوں میں پھر رہی ہے مولوی نور الدین صاحب کے

انٹروڈیوس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عرصہ دراز سے اپنی بعض خصوصیات علمی۔ طبی۔ مذہبی اتقار کی وجہ سے کافی سے بھی زیادہ شہرت حاصل کر چکے ہیں بلکہ یہ کہ ان کی شہرت اُن کے نام سے ایک ممتاز شہرت کا درجہ رکھتی ہے۔

ایسی ہی زندگیاں اپنے مختلف واقعات میں مختلف جذبات اور تصرفات رکھتی ہیں اگر ہم چشم انصاف سے دیکھیں گے تو یہ ماننا پڑیگا کہ اکثر مشاہیر اسلام کی زندگیاں اس نمونہ کی تھیں۔ جنپر ہمیں بہت کچھ فخر اور ناز ہے۔ ؎

جاں پرور است قصۂ ارباب معرفت ؞ رمزے برو بپرس و حدیثے بیا بگو

سوانح عمری زیر ریویو میں صفحہ ۳۰ سے ۵۳ تک مولوی صاحب کے عقاید کا خاکہ کھینچا گیا ہے ہمارا یہ کام نہیں کہ عقاید کی نسبت فروعی بحث کریں اصولی رنگ میں ناظرین بانصاف فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اُن کے عقاید باوجود احمدی کہلانے کے اسلاف اور مشاہیر اسلام سے کہاں تک ملتے ہیں اگر بعض امور میں اعتقادی اور اجتہادی تفاوت ہے تو اُسی حد تک ہے جتنا اور مشاہیر اسلام کے عقاید میں پایا جاتا یا زیر بحث چلا آتا ہے فروعی اجتہادات کی رَو ہم کبھی بند نہیں کر سکتے اصولی عقاید کی اہم ضرورت ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد فروعات پر نہیں ہے بلکہ اصول پر۔ ۵۵ صفحہ سے لیکر ۱۴۱ صفحہ تک ولادت عنفوان شباب سیاحت طالب علمی تعلیم۔ سفر مکہ و مدینہ حج وغیرہ وغیرہ کے حالات قلمبند ہوئے ہیں ان حالات یا ان کیفیات کے پڑھنے سے پڑھنے والے پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی اور عجیب نکات سے آشنا ہونے کا موقعہ ملتا ہے پڑھنے کے بعد یہ کہنا ہی پڑیگا کہ علامہ نور دین کی فطرت شروع ہی سے ایک انوکھا یا نرالا ڈھنگ یا سماں رکھتی تھی طالب علمی کے زمانہ ہی میں مولوی صاحب کی طبیعت میں غیرت دینی محبت رسول اکرم عزم راست گوئی صاف بیانی جرأت کا پایا جانا زندہ دلیل اس امر کی ہے کہ قدرت نے اُن کا وجود خاص اغراض اور خاص مقاصد کے ثابت بنایا تھا اُن سے وہ کام لینے تھے جو خواص ہی سے لئے جاتے ہیں رام پور اور لکھنؤ کے سفر لیہ میں مولوی صاحب نے ساتھیوں سے یہ ٹھہرالیا کہ اسلامی شعائر کے مطابق سفر میں ضرور ایک امیر قافلہ ہونا چاہیئے یہ وہ تجویز اور وہ خیال تھا جو انضباط افراد مختلفہ کے واسطے ایک تمدنی گر ہے مسلمانوں نے جب سے یہ روش چھوڑی اُنکی امارت اور تمکنت میں قریباً فرق ہی آ گیا جب طب پڑھنے کے

واسطے حکیم علی حسین صاحب کے پاس شہر لکھنؤ میں گئے تو ایک معترض کی نکتہ چینی پر اس جرأت اور اس صفائی سے ایسا خوش آئند اور مسکت جواب دیا۔ جو اسلام کی تعلیم کا ایک جوہر بے بہا یا صرف اُسی کا خاصہ ہے ہمیشہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اسلام میں جس قدر جذب اور جس حد تک مساوات ہے وہ کسی اور مشرب یا مذہب میں نہیں ہے مولوی صاحب نے عملی رنگ میں اسکے ثبوت میں کمال ہی کیا کس خوبصورتی سے فرمایا۔ یہ بے تکلفیاں اور اسلام علیکم کی بے تکلف آزادی غیر ذی زرع کے اُمی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمی!

یہ وہ جواب تھا جو ہزاروں دلائل اور صدہا براہین پر ایک عاملانہ زندگی کے رنگ میں برتری اور فوقیت رکھتا ہے یہ وہ جواب تھا جو ہر منہ سے نہیں نکل سکتا۔ یہ وہ الفاظ تھے جنہیں اسلامی جوش بھرا ہوا تھا اس پُر جوش پُر صداقت جواب سے ثابت ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے باوجود فرق مراتب اور علائق ہمسرانہ یا آزادانہ گفتگو کرنے کی روح کہاں تک رکھتا ہے جو جذب اور مساوات کا ایک پہلا زینہ ہے روشن دل حکیم اس روشن فقرہ کے سننے سے وجد ہی میں تو آ گئے ایک طالب علم وہ بھی صدہا کوس کا مسافر اور یہ جرأت اللہ اللہ اسلامی تعلیم کی کیسی اعلیٰ شان ہے یہ روشن فقرہ اُس جرأت حوصلہ اور عزم کا اثر تھا جو اسلام کی مقدس تعلیم سے اُن کی پاک طبیعت میں شروع ہی سے منقوش ہو چکا تھا اور جو کبھی بھی جھلک مارنے سے نہیں رک سکتا تھا۔ ؎

ماآبروئے فقر و قناعت نمی بریم ✽ باپادشہ بگوئے کہ روزی مقدر است

اس عزم اور اس جرأت کے ساتھ بھی حکیم صاحب کو خدا پر جو اعتماد تھا اور دعا کی فلسفی جس رنگ میں ان کے ذہن نشین تھی وہ ثابت کرتی ہے کہ ان کی گھٹی ہی میں یہ باتیں رکھی گئی تھیں مختلف مواقع پر انہیں اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ثمرہ اٹھانا پڑا ہے اور اس جرأت سے اُس کا اعلان اور اظہار کیا جاتا رہا ہے کہ کوئی کوئی ہی کر سکتا ہے طالب علمی ہی میں ان کا یہ خیال یا عقیدہ تھا کہ جب ہم قرآن مجید کو سمجھ سکتے ہیں تو اور علوم کیا ہیں یہی ہمت اُنہیں بہت سی مشکلات سے نکال کر لے گئی اور اُستادوں کو بھی ان کی ذہانت اور محنت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اُن کی اس ہمت نے آپ کی اکثر موقعوں پر بہت کچھ مدد بھی کی اور ان کی پارسایانہ زندگی بہتوں کے واسطے ایک نظیر ہو گئی

جب کبھی اُن کی کسی نے مخالفت کی تو خداوند کریم نے اُن کی مدد اور فتح کے واسطے غیب ہی سے سامان مہیا کر دیئے دیکھو رام پور میں عبدالقادر خاں اور کلّن خاں کے درمیان کیا کچھ گذرا اور کلّن خاں کس طرح ایک مسافر طالب علم کا حامی بن گیا اور کس ہمت اور استقلال سے نور دین کی کلّن خاں نے مدد کی اور اخیر تک کیسا مستقل رہا۔

نور دین کا یہ استقلال اور حمیت باغیرت مکتبوں ہی تک نہ رہی بلکہ راجوں اور نوابوں کے درباروں میں بھی اس کے یہی دم خم رہے مہاراجہ کشمیر کے روبرو دُنے نذر دکھاتے جو استقامت جو حوصلہ نوردین نے دکھایا وہ کوئی کوئی ہی دکھلا سکنے کا دل دگردہ رکھتا ہے یہ سی راستبازی اور استقامت کا نتیجہ تھا کہ خدا ان کی وقت پر مدد کرتا رہا۔

رام پور میں ایک بیمار زیر علاج کے ناگہانی حادثہ نے جس کشمکش میں مولوی صاحب کو ڈالا ان کی ہمت اور اُن کا استقلال اور خدا پر توکل انہیں اس مخمصہ میں سے کس خوبصورتی سے نکال لے گیا ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ایسے وقتوں یا ایسی حالتوں میں قائم رہنا سوائے اسکے نہیں ہوسکتا کہ خدا پر پورا بھروسہ اور یقین ہو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ استقامت اور بھروسہ اور بھی کرتے ہیں لیکن جو استقامت اور بھروسہ خدائی رنگ رکھتا ہو وہ کچھ اور ہی ہے ۔ مکہ اور مدینہ کا سفر جس عقیدت سے مولوی صاحب نے کیا ہے وہ ان کے حُسن عقیدت پر ایک نیک شہادت ہے جس شخص کے دل و دماغ میں نام کو بھی فریب دہ فلسفہ کا غبار ہوتا ہے وہ سو سو باتیں نکالتا ہے مولوی صاحب ایسا حکیم مزاج انسان جس طرح دنیا سے باب اسلام پر جھکتا ہے وہ اللہ ہی کا فضل و کرم ہے باوجود اس عقیدت کے بھی مولوی صاحب کی نظروں میں جو باتیں قابل جرح قدح معلوم ہوئیں ان پر نوٹس لینے سے خبر تک نہیں چوکے جب دوسری مرتبہ مکہ میں جاکر ایک عرب کو ننگے نہاتے دیکھا تو ٹوک ہی دیا مذہب میں فضول اور تکلیف دہ بحثیں جب کبھی سنیں ان سے نہ رہا گیا مولوی صاحب کی کشادہ دلی اور حق پسندی ہمیشہ انہیں کامیاب بناتی رہی وہ باوجود اسقدر پابند مذہب ہونے کے بھی کشادہ دل رہے اُن کے مباحثات نے کبھی بھی مجادلانہ رنگ اختیار نہیں کیا لطیفوں ہی میں وعظ و رشد کی لطیف راہ نکالتے رہے بڑے بڑے سخت دل باحث بھی حکمت بھری بحث سے اُن کا لوہا مان گئے۔

مکہ جانیوالے اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکہ والوں میں اُلفت اور محبت نہیں مولوی صاحب نے
کیا عمدہ نتیجہ نکالا ہے فرماتے ہیں جب ہر سال نئے حاجی آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اُن سے
مکہ والوں کی محبت اور راہ ورسم کیا ہو چونکہ وہاں خدائی محبت کا زور ہے اسواسطے انسانی محبت
قدم نہیں جما سکتی سچ ہے ایسے ہمسایوں میں کوئی کسی سے محبت کیا کرے پھر اُن لوگوں سے
جو مختلف ملکوں کے رہنے والے اور بھانت بھانت بولیاں بولنے والے ہوں۔ اسحالتمیں تو
واقفیت بھی مشکل ہو سکتی ہے گاڑی کے کمرے میں اُترنے کے بعد کوئی کسی کا واقف اور روشناس بھی نہیں
رہتا اور ایسے میں مسافر محبت نہیں کرتے تو اس کی بھی وہی صورت ہوگی جو سفر مکہ کی ہے طبیعت میں
استقامت اور عزم اسقدر ہے جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ بھیرہ میں کمیٹی کے حدود میں
مکان بنانے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی ملاقات کی کیفیت استقامت اور بھروسہ خدا
کا ایک زندہ نمونہ ہے اور اُس پر صحیح عزم دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ پھل بھی کیسا ملتا رہا ہے۔

ہر دم چو بے وفایاں نتواں گرفت یارے
مائیم و آستانش تا جاں زتن بر آید

اگر اس قسم کے واقعات اور تصرفات کو کم سے کم شرح صدر اور عزم ہی کہو تو وہ بھی اپنی آپ ہی
نظیر ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اعترافِ احسان شکریہ اظہارِ حق اعتراف حسنات سے طبیعت مخمر ہے جسکے ساتھ کشادہ دلی اور
اور ہی رنگ پیدا کرتا ہے تھوڑی سی نیکی اور احسان بھی اعتراف اور شکریہ کے بغیر نہیں رہا بڑی
بڑی باتوں کا تو ذکر ہی کیا اور پھر لطف یہ ہے کہ احسان اور نیکی کو ہمیشہ بحیثیت احسان
اور نیکی کے تسلیم کیا جاتا ہے مذہب اور قومیت کا شائبہ بھی نہیں اغیار کے صفات حسنہ
اور احسان ومروت کو جس کشادہ دلی سے مانا ہے وہ ایک بڑے وسیع الظرف دل ودماغ کا
ثبوت دیتا ہے ملک فتح خاں پادری گوکل ناتھ اور بعض ہندو وآریہ دوستوں کی خوبیوں اور
حسنات کا جن الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے وہ مولویصاحب کی کشادہ دلی پر ایک زندہ نظیر
ہے یہ وہ زندہ دلی ہے جو اسلام ہر مسلمان کو سکھاتا ہے غیروں اور دیگروں کی خوبیوں کا

اسی رنگ میں تسلیم اور تصدیق کرنا بڑی خوبی اور بڑی جوانمردی کا کام ہے یکم فروری ۱۹۱۴ء کا ذکر ہے کہ مینے مولویصاحب کی خدمت میں مولوی محرم علی چشتی صاحب کا السلام علیکم کہا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ چشتی میرے دیرینہ دوست ہیں وہ بڑی خوبیوں کے انسان ہیں ان میں تین باتیں خاص ہیں اور میں اُن کی بڑی قدر کرتا ہوں۔

(الف) اخفائے راز یا حفظ اسرار۔ (ب) محبت وہمدردی صادق۔ (ج) استقلال۔

ظاہر ہے کہ مولوی صاحب اور چشتی صاحب کے عقاید فروعی یا اجتہادی میں ایک حد تک اختلاف ہے باوجود ان اختلافات کے بھی مولویصاحب کا اس وسعت قلبی اور اس کشادہ دلی سے چشتی صاحب کی ان خوبیوں کا اعتراف جو واقعی اُنکی ذات میں پائی جاتی ہیں اُن کی روشن دماغی پر ایک عملی دلیل ہے اور اس بات کا سبق کہ اسی روشن دماغی اور کشادہ دلی سے ہم سب کو پیش آنا چاہیئے جیسے اور انسان ابتلاء و تکلیف میں پڑتے ہیں ایسے ہی مولویصاحب بھی مبتلا ہوتے رہتے ہیں کبھی کسی تکلیف میں پڑے اور کبھی کسی میں کبھی قرضہ کی وجہ سے حیرانگی ہوئی کبھی دشمنوں سے گھیرا اور کبھی بیماریوں کی خوفناکیاں اُٹھانی گئیں ان حالات میں بھی مولویصاحب کے عزم میں ذرہ بھر فرق نہ آیا جو تھی ثبات اور تمکنت سے جو کبھی ہٹ نہ سکے۔ ہمیشہ خدا ہی کا بھروسہ رہا۔

مسلماناں مرا وقتے دلے بود
کہ با وے گفتمے گر مشکلے بود

جب پہلے سفر کے وقت ۱۲سو قرضہ ہوگیا دلی پہنچے پانچ سو روپیہ ملنے پر دل نہیں ہوتا کہ رقم پوری نہیں آتی کبھی وہاں جاتا ہے جہاں یہ کمی پوری ہوئی بھیرہ میں تحصیلدار کو جب بچھاڑا کہ ان کی ایک بڑی کثیر جماعت میں جب جموں سے حکماً استعفا دیا گیا ایک مہاجن نے جو کچھ کہا اور جو کچھ کرتا تھا اُسکے ارادہ سے طبیعت جس استقلال جس ہمت میں اور جس توکل پر مبنی باوجودیکہ اس شہر میں ہزاروں روپیہ قرضہ بھی دینا تھا وہ اس استقلال اور توکل کا عملی ثبوت ہے جو بعض طبائع ہی رکھتی ہیں۔ یہ نورالدین کی ہمت نہ تھی بلکہ اس توکل اس خداپرستی کا نتیجہ جو نورالدین کی فطرت عالیہ میں مودع ہے۔ نورالدین باتیں نہیں کرتا بلکہ عمل بھی کرکے دکھاتا ہے اس کی پاک فطرت میں جوہر عمل رکھا گیا ہے

سخن عشق نہ آن است کہ آید بزباں ❊ ساقیا مے دہ و کوتاہ کن ایں گفت و شنود

چونکہ تدین اور تبحر کے ساتھ طبیعت فلسفی رنگ میں بھی ڈوبی ہوئی ہے اسواسطے بعض وقت وعظ و نصیحت میں اس قسم کے نکات فاضلہ سے کام لیا گیا ہے کہ منصف طبائع عش عش کر اٹھتی ہیں۔ وندیر یعلی دین کے مکان پر جاکر جس پیرایہ میں نصیحت کی اور جس جرأت کے ساتھ۔ وہ خاص طبائع کا ہی حصہ ہو سکتا ہے کیا جامع نکتہ بیان ہوا ہے کہ ہر شخص کے واسطے اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی واعظ موجود ہوتا ہے مثلاً ایک امیر کے گھر کے پاس کسی دوسرے امیر کا اُجڑا ہوا گھر موجود ہے تو موجودہ امیر کے واسطے اس کا نظارہ بھی ایک واعظ ہی ہے کیسا دل ہلا دینے والا نکتہ اور سکت استدلال ہے اگر کسی پر انسان دھیان رکھے تو چند در چند منہیات سے باز رہ سکتا ہے۔

چہ فرصت ہا کہ گم کردم دریں راہ
زبخت خواب ناک غافل خویش

راست گوئی میں مولوی صاحب کی طبیعت بالکل نڈر واقعہ ہوئی ہے اور اب تک اسی پیمانہ پر چلی جاتی ہے باوجودیکہ ضعف و ناتوانی نے جسم میں گھر کر لیا ہے مگر روح اور حوصلہ ناتوان اور ضعیف نہیں ہوا ہے۔ اسی آن بان میں ہے صداقت کے اظہار میں صداقت ہی سے صادقانہ کام لیا جاتا ہے کشمیر میں دیوان لچھمن داس صاحب ایسے جری افسر کو پشتونیوں کی دست برد سے جس ہمت اور جس حوصلہ سے روکا۔ وہ مولوی صاحب کی جرأت کی ایک زندہ مثال ہے اسی طرح صدہا امیروں نوابوں اور راجوں سے یہ جرأت و ہمت خطاب اور سلوک رہا۔

صفحہ ۱۷۰ سے صفحہ ۲۶۹ تک عطر مجموعہ ہے یہ مجموعہ یا یہ گلدستہ واقعی عطر بیز یا عطر فشاں ہے اور یہ مجموعہ نادرات اُن ہی الفاظ میں قلمبند ہوا ہے جو خود مولوی صاحب کی اپنی زبان کے ہیں اس مجموعہ میں ناظرین کو سیکڑوں ایسی باتیں ملیں گی جو بڑے بڑے حکیموں اور فلاسفروں کے حصہ میں بھی بمشکل آئی ہیں یہ گراں بہا نکات یا قیمتی باتیں چند لفظوں میں بیان کر دی گئی ہیں ایسے روپ میں کہ غبی سے غبی طبیعت اور متعصب سے متعصب انسان بھی اثر کے بغیر نہیں رہ سکتا یہ باتیں اور یہ نکات شاعرانہ ہی نہیں ہیں بلکہ تجربی بھی فلسفی ہی نہیں ہیں بلکہ روحانی بھی۔ اخلاقی ہی نہیں بلکہ تمدنی بھی تمدنی ہی نہیں ہیں بلکہ سوشل اور سیاسی بھی ان نکات سے کیا کھلتا ہے

،، مولوی صاحب کی زود رسی - توکل - خدا پر اعلیٰ بھروسہ تر ین -

،، ذہانت -

،، حاضر جوابی -

،، موقعہ شناسی -

،، حسن جواب حسن تبلیغ -

،، کشادہ دلی -

،، وسعت قلبی -

یہ وہ باتیں اور یہ وہ نکات ہیں جو بعض ہی کا حصہ ہوتے ہیں ع

این سعادت بزور بازو نیست

اس عطر مجموعہ سے ناظرین مندرجہ ذیل باتیں خصوصیت سے دیکھ سکتے ہیں کہ ان میں مولوی صاحب کی روش کیا رہی ہے -

(الف) اہل خاندان کے ساتھ - (ب) اہل دعیال کے ساتھ (ج) اپنے شباب کے ساتھ (د) احباب کے ساتھ - (ھ) اہل وطن کے ساتھ -

ان شعبوں میں آپ کو بہت سی اس مجموعہ میں سے ایسی باتیں ملیں گی جو ملکی اور قومی حمیت غیرت اور دور اندیشی کے گر ہوں گے ساتھ ہی اس کے آپکو یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ مولوی صاحب کی پاک طبیعت بناوٹ تصنع فریب دہی خوشامد معیوب وجاہت جاہ طلبی خود غرضی خود پسندی سے کہاں تک نافر رہی ہے اور نافر ہے - اور خدا کا فضل وکرم یہ ہے کہ وہی روش اب تک بھی چلی جاتی ہے علم دوستی علم پروری علم ثروہی ہیں گویا ان کی طبیعت اور ان کا مذاق ہمیں کتب نظیر ہے ہزاروں روپے کا کتب خانہ ان کی اپنی ہی خرید ہے اور اب تک وہ سلسلہ جاری ہے اور دوسری طرف کھانے پینے اور لباس کا یہ حال ہے کہ دیکھنے سے کوئی اجنبی نہیں کہ سکتا کہ یہ وہی نور دین ہے جو زمانہ بھر میں شہرت رکھتا ہے - اُن کی بیرونی وجاہت اندرونی وجاہت اور اندرونی عظمت اور علو شان کا عکس ہے کیونکہ ایسے حالات رعب اور ہی شان لیئے ہوئے ہے ایک طرف احسان پروری کی کوئی حد نہیں اور دوسری جانب احسان فراموشی اور احسان خوری

سے طبیعت کوسوں بھاگتی ہے۔ یہ بات کسی نمائش کی غرض سے نہیں بلکہ طبیعت ہی مستغنی واقع ہوئی ہے اور یہ کہ کوئی دوسرا کیوں تکلیف میں پڑے۔ ... مورخہ ندارد ایک رقعہ مجھے لکھتے ہیں جس کی میں ذیل میں نقل دیتا ہوں۔

مکرم معظم مرزا

یہ کتاب خاکسار نے مرزا محمود احمد ... پھر کسی ملا کو دی اُس نے وہ غیر ناقص کتاب گم کر دی اب مجھے محمود احمد سے جواب آیا ہے کہ اُن کی کتاب کیوں گم ہوئی۔ لکھنؤ کانپور دہلی میں بہت جستجو کی مگر بعدہٗ بے نقص کتاب نہیں ملی۔ پس میں شاید اس کا نسخہ مل سکے عہ روپے تک میں دے سکتا ہوں۔ آپ لاہور ... سید نادر شاہ ... سے پتہ لگائیں کتاب بے نقص مل جائے

(نورالدین)

جس ناقص کتاب ... کا رقعہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ حجم میں ۱۴ صفحے کی ہے میری رائے میں اس قدر ... اس کی قیمت زیادہ سے زیادہ ... کے بدلہ میں مولوی صاحب عہ روپیہ تک خرید لینا چاہتے ہیں تاکہ میاں محمود صاحب ... کو دے دیا جائے اللہ اللہ کیسی آزاد کیسی غیرت پسند کیسی پُر حق کیسی خیر جو طبیعت ... واقع ہوئی ہے۔ اس رقعہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اپنے شغل کی ... کیوں ... قیاس مفسر کا قول ہے کہ بعض اوقات معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتیں اور چھوٹے چھوٹے واقعات بڑی بڑی باتوں اور بڑے بڑے واقعات کی راہ دکھاتے ہیں۔ فتدبر۔

مشکل سے ایسے لوگ اس کے نیچے آتے ہیں اور ضبط اقوال کو کوئی خودغرضانہ نکتہ چینی ہی بدنام کر سکتا ہے اگرچہ نور دین ... انسان ہے اور انسانوں ہی میں سے ہے مگر ان انسانوں میں سے جو جامہ انسانیت رکھتے ہیں یا جو انسانیت شناس اور انسانیت کے دلدادہ ہیں۔

؎
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بین
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

۲۔ فروری ۱۹۱۴ء کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہمارے بعد ہماری اولاد کی امداد نہ ... زکوٰۃ اور صدقات سے نہ کی جائے جس طرح

بیرا حامی خود خدا رہا ہے اسی طرح میری اولاد اور میرے وابستگان کا بھی رہے گا۔

یہ وہ بات وہ توکل وہ بھروسہ اور وہ قربانی ہے جو ہر کسی سے نہیں ہو سکتی یہ وہ دردناک اور نتیجہ خیز حکایت ہے جو ہر کوئی نہیں سنا سکتا یا ہر شخص اس قابل نہیں خدا پر بھروسہ اور توکل ہو تو ویسا ہی ہو یہی شعائر اسلام اور روش مشاہیر اسلام ہے ایسے ہی لوگ عملی رنگ میں اسلام کے واسطے ارکان عظام اور اصحاب ارادہ ہیں۔

روز خدمت چوں دم رندی زدیم در عشق
شرط آں بود کہ جز رہ ایں شیوہ نسپریم

ادھر یہ صورت اور ادھر یہ کہ اگر کوئی اپنی کمزوری بھی ہے تو چھپائی تک نہیں عطائیہ کے نسخے میں دیکھ لوگے کہ جب کوئی وسوسہ خطیر خاطر ہوا یا کوئی اور ایسی ہی صورت پیش آئی ہے تو اس کا بھی ذکر کر ہی دیا گیا ہے۔

صوفیائے کرام اور حضرات اولیائے عظام کی خدمت میں جو کچھ عقیدت ہے اس کا ہر رنگ میں اعتراف ہے چار مشاہیر اسلام سے بیعت ہے اور چاروں سے اب تک وہی عقیدت ہے اور اسی ادب و عزت سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو شروع میں تھا ایک وہ لوگ بھی ہیں جو ایک پیر کے چھوڑنے یا مرنے پر اس کی نسبت عقیدت رکھنا تو درکنار ادب سے نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

سوچنے والے سوچیں کہ مولوی صاحب کو بزرگان دین سے کہاں تک عقیدت اور محبت ہے اور متعلقات انساب صوفیائے عظام سے انہیں کیسی اعلیٰ نسبت ہے اسی حسن عقیدت کا یہ اثر اور یہ نتیجہ ہے کہ خود مولوی صاحب بھی اسی سلسلہ عظام کی وابستہ ہو چکے ہیں۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ز محرماں سراپردہ وصال شوم
ز بندگان خداوندگار خود باشم

جنوق نور الدین کی قیمت عہ ہے ہماری رائے میں ہر مذاق کا آدمی ایسی

سوانح عمریوں سے ایک مبلغ فائدہ اُٹھا سکتا ہے کیونکہ اُس میں بہت سی باتیں ایسی بیان ہوئی ہیں جو ہر صحیح مذاق کے مطابق ہیں اور جن سے نہایت کشادہ دلی اور انتقار کی مثالیں ملتی ہیں۔ جہاں سے عمدگی اور خوبی مل سکتی ہے وہ ہمیں لینی چاہیے صداقت کا میدان بہت وسیع ہے صداقت کسی کی ملکیت نہیں ہر شخص کا حق ہے۔

خلقے زبان بہ دعوئے عشقش کشادہ اند
اے من غلام آن کہ دلش با زبان یکے است

تمام دنیا اسلام کی طرف آرہی ہے

(ترجمہ مضمون ڈاکٹر اے جارج بیکر۔ شہر فلیڈلفیا۔ اضلاع متحدہ۔ امریکہ)

آج تمام دنیا ایک بڑے شہر کی طرح ہے۔ بھاپ اور بجلی نے تمام دنیا کے لوگوں کو ایک دوسرے سے ایسا قریب کر دیا ہے کہ گویا وہ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ بڑے بڑے واقعات جو ہندوستان سیام۔ جاپان۔ روس۔ عرب۔ مصر یا امریکہ میں آج واقع ہو رہے ہیں۔ وہ .. تار برقی اور اخبارات کے ذریعہ ۲۴ گھنٹہ کے اندر کل دنیا میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ اور یہی امر ایک ایسی چیز ہے جس نے تمام قوموں میں خواہ وہ کسی مذہب کی پیرو ہوں ایک قسم کی اخوت اور رشتہ داری کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ ہاں صرف ایک قوم ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ تمام دوسری قومیں اُس کے ماتحت ہونی چاہئیں اور وہ مسیحیوں کی قوم ہے۔ ستمبر ۱۹۱۰ء میں گلاسگو وگیلو دے (سکاٹلینڈ) کے بشپ نے ایک جماعت کو مخاطب کرکے مندرجہ ذیل تقریر کی۔

"مغربی لوگوں کو دوسری قوموں کی نسبت زیادہ اس امر کے سیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہودیوں۔ مسلمانوں اور دیگر غیر مسیحی قوموں سے بہت سی ایسی چیزیں وہ حاصل کر سکتے ہیں جو اُن کی تکمیل کے لیے ضروری ہیں۔ مغربی لوگ اپنے دنیاوی کاروبار کے لیے راستہ قسلڈ یہودی کو اپنا ساہوکار اور ڈیسرائیلی یہودی کو اپنا وزیر اعظم بنانے کے لیے تو تیار ہیں لیکن وہ یہودیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے تیار نہیں۔

"اگر مغرب کا کوئی انسان مشرقی ممالک میں سیاحت کے لیے جاتا ہے تو وہ اسلام کے پیروؤں کی تعریف کرنے کے لیے تیار ہے مگر خود اُس کو اُن چیزوں سے جن کے لیے وہ مسلمانوں کی تعریف کرتا ہے کوئی سروکار نہیں وہ یہ دیکھکر بہت خوش ہوتا ہے کہ مسلمان باقاعدہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور جب عبادت کا وقت آجاتا ہے تو خواہ وہ کسی جگہ ہوں اپنی نماز کو ادا کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھکر خوش تو ہوتا ہے اور اسے پسند کرتا ہے مگر وہ یہ امر صرف دوسروں کے لیے پسند کرتا ہے۔ اور اُسے یہ کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ اس امر میں اُسکو مسلمانوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ وہ خود اپنے تئیں ان باتوں سے بلند تر سمجھتا ہے۔ وہ جب مسلمانوں کی مذہبی سرگرمی کو دیکھتا ہے تو اُن کی مدح میں رطب اللسان ہوتا ہے اور جب وہ مسلمانوں کو باقاعدگی کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کا دل اُن کی مدح سے بھرجاتا ہے مگر خود وہ کبھی ایک وقت کا کھانا بھی ترک نہیں کرتا۔ وہ مسلمانوں کے اس فعل سے کبھی اُس کے دل میں یہ تحریک پیدا نہیں ہوتی ہے کہ وہ خود بھی اپنے مذہب کے مطابق لینٹ کے چالیس دن روزے رکھے۔

"مغربی لوگ غیر مسیحی قوموں کی صفات کی بہت زور سے تعریف کرتے ہیں اور اُن کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ مسیحی مشنریوں کے اثر کے نیچے آجاتے ہیں تو پھر ان کی یہ صفات حمیدہ جاتی رہتی ہیں اور وہ بگڑ جاتے ہیں اور وہ پھر اس قابل نہیں رہتے کہ انکو ملازم رکھا جائے مگر ساتھ ہی اسکے اُن کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ دیسیوں کو اپنے نمونے کے مطابق مہذب بنایا جائے۔ (حالانکہ اسی تہذیب کی وجہ سے انگلستان اور امریکہ کے شہروں میں گندے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں) مگر مغربی انسان کے دل پر اسقدر پردے پڑے ہوئے ہیں کہ یہ خیال اُسکے دل میں کبھی نہیں گذرتا کہ یہ صفات حمیدہ اُس کو غیر مسیحی اقوام سے حاصل کرنی چاہیئیں۔ ایک مغربی آدمی افریقہ کے حبشی کے پاس جاتا ہے (اور اُسکے جانے کی یہ غرض نہیں ہوتی کہ اُسکو اپنا بھائی بنائے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ اُسکو اپنا غلام بنائے) اور اُسے کہتا ہے "تم ایک غریب جاہل کالے ... ہو جو وحشت کی تاریکی میں پھنسے ہوئے ہو۔ آؤ۔ مہذب بنجاؤ" یہ غریب حبشی پہلے تو ... نادان تھا کہ اپنے قبیلہ کے فائدہ کو اپنے ذاتی فائدہ پر مقدم رکھتا تھا اور انگریزی بولنے والا

[illegible] تہذیب کا پہلا سبق سکھانا شروع کرتا ہے یعنی یہ کہ ایک کے عدد کو ہمیشہ مد نظر رکھو
[illegible] ان تعلیم اصولوں کو یاد رکھو اس غریب حبشی کو پہلے یہ تسلیم دی گئی تھی کہ
[illegible] قبیلہ کا سردار اجازت نہ دے وہ لقمہ منہ میں نہ ڈالے۔ لیکن مغربی تہذیب یافتہ
[illegible] ان دوست۔ تیری سادگی پر مجھے تعجب آتا ہے۔
[illegible] بہت ہوتی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ہر ایک عقلمند
[illegible] کوشش کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنا مال فروخت کرے۔ مسٹر چسٹرٹن
جو ایک بہتر [illegible] امریکہ کا ایک مبصر ہے کہتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ساتھی سے
آگے [illegible] کوشش کرو۔

ایک [illegible] مغربی لوگوں کو سیکھنی چاہیئے یہ ہے کہ خدا نے زمین کی تمام قوموں کو ایک
ان خون سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے بھی یہ بات سیکھنی ہے کہ مسلمانوں۔ یہودیوں اور دوسری
غیر عیسائی قوموں کے پاس بھی ایسے مذہب ہیں جو انہی خدا سے تسلیم قبول کئے جانے کے قابل
ہیں۔ مثلاً ایک عیسائی بچہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر اس قسم کا گہرا ایمان ہے جو ایک انگریز کو
حاصل نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں سے ہم یہ سبق سیکھ سکتے ہیں کہ ان کے ایمان کا اثر ان کے
فعلوں [illegible] ان کی روزانہ زندگی میں ظاہر ہوتا ہے اور ان کی تعلیم کا اثر ان کی عملی زندگی میں نظر
آتا ہے اور خدا تعالیٰ کی مالکیت پر ان کو ایک زندہ ایمان ہوتا ہے اور سب سے بڑھکر
یہ کہ اسلام نے ان میں ایک اخوت کی روح پھونک دی ہے اور اسلام کے رو سے تمام انسان
ایک دوسرے کے بھائی ہیں"

یاد رہے کہ جس تقریر کا اقتباس ہم نے اوپر درج کیا ہے وہ ایک ایسے مجمع میں کی گئی تھی جس
میں دنیا کے تمام حصوں کے مشنری موجود تھے۔ اور بشپ موصوف کی جرأت بے شک قابل داد
ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے مضبوط ایمان۔ ان کی عالمگیر اخوت۔ ان کی پاک عملی زندگی۔ انکی
شرافت اور ان کے چال چلن کے بارہ میں اپنی شہادت دے دی اور کسی کی پروا نہیں کی۔
اور اس نے مسلمانوں کے نیک نمونہ کو مسیحیوں کے آگے ایک ایسے آئینہ کی طرح پیش کیا
جس میں وہ اپنے نقص اور اپنے عیوب دیکھ سکیں۔

مسیحی لوگ تثلیث کو ترک کر رہے ہیں

اب ایک ایسا زمانہ ہے جس میں تمام قوموں کی کتابوں اور تاریخ کا اہل علم لوگ غور سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اور مسیحی مشنریوں نے جو جو دھوکے دیئے تھے وہ اب سب طشت از بام ہو رہے ہیں انکے سارے فریب اب کھل رہے ہیں اور اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بہت سے عقلمند انسانوں نے مسیحی عقاید کو ترک کر دیا ہے۔ اضلاع متحدہ میں ایک بہت بڑا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو اپنے تئیں موحد کہتے ہیں۔ یعنی وہ ایک خدا کو مانتے ہیں اور تثلیث کے عقیدہ کے دشمن ہیں۔ وہ حضرت مسیح کو صرف ایک عظیم الشان نبی اور نیک انسان سمجھتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ ہمارا سابق پریسیڈنٹ مسٹر ٹیفٹ بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے واشنگٹن میں اس موحد جماعت کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا "مجھے ہمیشہ اس بات پر تعجب آتا ہے کہ کیوں تمام دنیا موحد نہیں بنتی۔ مگر میں یہ دیکھتا ہوں کہ تمام دنیا اس عقیدہ کی طرف آ رہی ہے" موحد مسیحی۔ مسیح کو صرف ایک انسان سمجھتے ہیں۔ وہ موروثی گناہ۔ اور مسیحیت کے اس حصہ کے منکر ہیں جس کا تعلق معجزات سے ہے۔ دوسرے مسیحی فرقوں میں بھی کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو موحدانہ اعتقادات رکھتے ہیں لیکن وہ اپنے پرانے تعلقات کو توڑنا پسند نہیں کرتے۔ اسلئے پریسیڈنٹ ٹیفٹ کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ "بڑی شکایت یہ ہے کہ دوسرے گرجاؤں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے اعتقادات ہماری طرح موحدانہ ہیں۔ لیکن وہ ہمارے گرجے میں نہیں آتے۔ لیکن اس سے یہ امید پڑتی ہے کہ آخر وہ ایک دن ہمارے ساتھ شامل ہو جاوینگے" ہمیں بہت قوی امید ہے کہ پریسیڈنٹ ٹیفٹ کا یہ کہنا صحیح ثابت ہوگا۔

مسیحیت کا زوال

چارلس ایلیٹ پریسیڈنٹ ہارورڈ یونیورسٹی اپنی کتاب "آیندہ کا مذہب" میں لکھتا ہے کہ آیندہ دنیا کا جو مذہب ہوگا اس میں کسی پوپ یا بادشاہ کی تقلید نہ ہوگی آنیوالے مذہب میں صحیفہ فطرت کی کسی چیز کو خدا نہیں بنایا جائے گا۔ اور کسی انسان کو خواہ وہ کیسا ہی عالیشان کیوں نہ ہو الوہیت کا لباس نہیں پہنایا جائے گا

پھر وہ مسیحیت کے بڑھتے ہوئے ضعف کی طرف اشارہ کرکے لکھتا ہے کہ جن لوگوں کے عزیز چھوٹی عمر میں اُن سے جدا ہو جاتے ہیں یا کسی بیماری کی وجہ سے اُن کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے مسیحیت اُن کو کسی طرح تسلی نہیں دے سکتی"

"مسیحیت کے زوال کی ایک اور علامت یہ ہے کہ لوگ یہ دیکھ کر کہ مسیحیت اُن کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی ہے۔ اپنی بہتری کے لئے خود راہیں سوچ رہے ہیں اور اپنی فطرتی خواہشوں اور جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے خود طرح طرح کی سوسائٹیاں قائم کر رہے ہیں۔ اور نئے نئے فرقے بنا رہے ہیں مثلاً چرچ الیسٹ۔ کرسچن سائنٹسٹ اور مینٹل ہیلر فرقے اور کئی لاکھ آدمیوں کو پرانی مسیحیت سے نکال کر اپنے ساتھ ملا رہے ہیں"۔

پریسیڈنٹ ہیلبرٹ نے پیش آنے کا جو اظہار کیا ہے اُس کی بنا یہ ہے کہ مسیحیت کے مسلمہ عقائد کو اب لوگ کثرت سے ترک کر رہے ہیں۔ اور نئی نئی اصلاحوں کی ایک لہر بعض اوقات مسیحی کلیسیا کے اندر سے ہو کر اور بعض اوقات اُس کے اوپر سے ہو کر چل رہی ہے۔ زمانہ حال کا فلسفہ اخلاقی مسائل۔ سوشل اُمنگیں اور جمہوری اصول مسیحی کلیسیا پر اپنا اثر ظاہر کر رہے ہیں اور مسیحی ممالک میں بہت سے لوگوں نے گرجا میں جانا چھوڑ دیا ہے

یہ دو رائیں ہیں جو امریکہ کے دو مشہور پریسیڈنٹوں نے ظاہر کی ہیں۔ ایک تو اضلاع متحدہ کا پریسیڈنٹ ہے اور دوسرا ہماری سب سے قدیمی اور سب سے مشہور یونیورسٹی کا پریسیڈنٹ ہے۔ اس لئے ان ہر دو صاحبان کی رائیں اس قابل ہیں کہ ہم اُن کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھیں۔

اضلاع متحدہ کے پراٹسٹنٹ فرقوں کو اب اتحاد کے خواب آ رہے ہیں۔ یہ فرقے تعداد میں ایک سو چھیاسٹھ ہیں۔ اگر یہ آج سب اکٹھے ہو جائیں تو ضرورت ہے کہ کل ان میں ایک نیا تفرقہ پیدا ہو جائے۔ دنیا میں کسی اور مذہب کے پیروؤں میں باہم اس قدر نزاع نہیں ہے جتنا کہ مسیحی مذہب کے پیروؤں میں ہے اور ان سب کو ایک جماعت میں اکٹھا کرنا ایک محال امر ہے۔ وہ پھر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کرنا اور ایک دوسرے کو آگ میں جلانا شروع کر دینگے۔ اور اُس وقت اُنکی پچھلی حالت پہلی حالت سے بدتر ہوگی۔

مسیحی کلیسیا کی باہمی نزاعیں اور باہمی بغض و عداوت

قرآن شریف میں لکھا ہے و من الذین قالوا انا نصٰرٰی اخذنا میثاقھم فنسوا حظا مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الٰی یوم القیٰمۃ (مائدہ ع ۳ پارہ ۶) قرآن شریف کی اس آیت کے مطابق یہ بغض اور عداوت

ہمیشہ سے مسیحیوں میں چلی آتی ہے۔ مسیحی تاریخ قرآن شریف کے اس بیان کی پوری تصدیق کرتی ہے
طرفہ یہ ہے کہ مسیحی لوگ ایک دوسرے کے متعلق بھی حق گوئی سے کام نہیں لیتے پھر یہ
دوسرے مذاہب کے متعلق کس طرح سچی شہادت دے سکتے ہیں۔ مسیحی اختلافات اور نزاعوں کا
نمونہ خود ہندوستان میں موجود ہے وہاں جب پراٹسٹنٹ واعظ۔ رومن کیتھولک مشنریوں
کو کافر کہتے ہیں تو ہندو اُن سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے مسیحی بننے سے کیا فائدہ جب خود مسیحی دنیا
کا نصف حصہ تمہارے مذہب سے بہتر مذہب نہیں رکھتا۔ نیز دیاشٹ فرقہ کے مسیحیوں نے ایک جعلی وید بنایا
جس کا نام انہوں نے ازورویدم رکھا۔ ڈچ قوم کے مسیحیوں نے تھوما حواری کی تصویر کا ناک
کاٹ دیا۔ یہ وہ حواری ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان
کی طرف آیا اور وہ اس ملک میں مسیحی مذہب کا بانی ہوا۔ اور ڈچوں نے صرف اُس کا ناک
ہی نہ کاٹا بلکہ اس میں میخیں ٹھونک ٹھونک کر سکوچوں سے بھر دیا پھر ایک توپ کے آگے اُسکو
کھڑا کر کے اڑا دیا۔ پھر طرفہ یہ کہ مسیحی ایک طرف ہندو مذہب کو بُرا اور روح کے لئے مہلک کہتے
ہیں پھر اسی مذہب کو روپیہ کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کرشن کی چھوٹی چھوٹی پیتل کی
تصویریں جن کے آگے ہندو ماتھا ٹیکتے ہیں انگلستان کے شہر برمنگھم میں
لاکھوں کی تعداد میں تیار ہوتی ہیں۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں صاحب اختیار
تھی تو اُس وقت اُس نے جگن ناتھ کے مندر کو ایک آمد کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔

اور صرف رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقوں میں ہی باہم عداوت اور بغض نہیں
بلکہ خود پراٹسٹنٹ مذہب کے مختلف فرقوں کے درمیان سخت عداوت اور دشمنی ہے مثلاً
ایپس کوپے لی اَن۔ پریزبی ٹی ری اَن۔ میتھوڈسٹ اور بیپ ٹسٹ اور دیگر فرقوں
میں باہم جنگ و جدال جاری رہتا ہے اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ یہ فرقے کبھی باہم ملکر ایک ہو جاویں

مغربی والوں کی قدر ناشناسی

قدیمی دنیا مثلاً چین۔ ہندوستان۔ جاپان۔ ایران وغیرہ نے پرانے زمانہ میں جسقدر ترقی
کی ہے مغربی دنیا نے اُس کی پوری قدر شناسی نہیں کی۔ اور نہ اُس اعلیٰ پایہ کی تہذیب کی قدرشناسی
کی گئی ہے جو اسلامی سلطنت کو حاصل تھی۔ حالانکہ جو ترقی یورپ اور امریکہ نے اس وقت تک
کی ہے وہ اسی اسلامی تہذیب کی بدولت ہے۔ گذشتہ نومبر میں ہی ایک مضمون پبلک لیجر میں

ایک خدا ماننے والوں کی تعداد

مسلمانوں کے خلاف ایک مضمون پڑھا۔ میں اسی وقت بیٹھ گیا اور اس کا جواب لکھا۔ میں نے پہلے روئے زمین کے مسلمانوں کی تعداد بتائی جو حسب ذیل ہے۔ ہندوستان سات کروڑ ۷۰ لاکھ۔ افریقہ دس کروڑ ملیئے ایشیا ۶ کروڑ۔ ترکی ۴ کروڑ۔ ایران روس۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ وسطی ایشیا ۵ کروڑ۔ چین ۷ کروڑ۔ کل میزان قریباً ۴۰ کروڑ۔ انکے علاوہ ایک کروڑ ۸۰ لاکھ یہودی ہیں جو ایک خدا کو مانتے ہیں انکے علاوہ مسیحیوں میں لاکھوں آدمی ایسے ہیں جو تثلیث کے منکر اور ایک خدا کے ماننے والے ہیں مثلاً فری میسن۔ شرقی نسطوری۔ اور یونی ٹیرین۔ یہ سب اعلیٰ طبقے کے لوگ ہیں اور ہمارے شہروں کی آبادی کا سمجھدار حصہ ان میں شامل ہے اور یہ سب ایک خدا کو مانتے ہیں۔ میں نے رسالہ مذکور کے ایڈیٹر سے یہ بھی سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مسیحی لوگ ہمیشہ ایسے آدمیوں کی تعداد کم دکھانے کی کوشش کرتے ہیں جو اسلامی معنوں میں ایک خدا کو مانتے ہیں۔ مگر ایڈیٹر نے میرے جواب کو اپنے رسالہ میں شائع کرنے سے پہلوتہی کیا۔ مگر مجھے یہ فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ ایڈیٹر مذکور نے اس کے بعد کبھی مسلمانوں یا دیگر ایک خدا ماننے والے لوگوں کے برخلاف کوئی مضمون شائع نہیں کیا تھوڑا عرصہ ہوا نیویارک ٹیچ مین میں ایک نہایت ہی عجیب مضمون شائع ہوا۔ اس کا عنوان یہ تھا "اسلام میں ایک نئی روح" اس مضمون میں سے تھوڑا سا حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے "دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام کی حیرت انگیز ترقی زمانہ حال کا ایک نہایت ہی عجیب نظارہ ہے۔ اسلام چین پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ مجمع الجزائر ملیئے پر قبضہ کر چکا ہے۔

اسلام ایک زندہ اور طاقتور مذہب ہے

وسطی افریقہ میں نہایت تیزی سے قدم آگے بڑھا رہا ہے۔ اور اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدام روس کے جنوب میں بھی اشاعت اسلام کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اسلام میں تمام قسم کے لوگوں کو اپنے اندر ملانے کی ایک حیرت انگیز قوت پائی جاتی ہے۔ جو جو قومیں اس کی راہ میں آتی ہیں یہ ان سب کو اپنے اندر جذب کر لیتا اور ان کو بالکل اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ جہاں کہیں اسلام نے قدم رکھا ہے۔ اس نے ہمیشہ لوگوں سے بزبان حال یہ خطاب کیا ہے "میں تمہارے ساتھ بالکل مل جاؤں گا۔ میں تمہارے خون کا جزو بنوں گا۔ میں تمہاری تمام سوشل لائف کو لیکر اپنا بنا لوں گا۔ اور تم ایک بڑی بھاری برادری میں شامل کیے جاؤ گے یہاں تک کہ ہم سب یک جان ہو جائینگے اور ہمارا ایک ہی مرکز ہوگا اور ہم سب میں ایک ہی روح کام کرے گی اور

ایک ہی طاقت پر ہماری زندگی کا مدار ہوگا"۔ اسلام میں یہ ایک نہایت عجیب اور حیرت میں ڈال دینے والی طاقت ہے۔ اسلام جہاں جاتا ہے لوگوں کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ امر ظاہری فتوحات کے ذریعہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے ایسے ممالک میں بھی بڑی بڑی فتوحات حاصل کی ہیں جہاں اس کو کوئی ظاہری حکومت نہیں۔ اس میں ایک ایسی طاقت ہے جو لوگوں کے دلوں کو فتح کرتی ہے۔ اور ایک مسیحی ایڈیٹر کا اسلام کی اس طاقت کو تسلیم کرنا ایک بہت بڑی بات ہے کیونکہ مسیحیوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اسلام کی ہر ایک خوبی کو لوگوں کی نظر سے غائب رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ دنیا میں صرف مسیحیت ہی ایک زندہ اور طاقتور مذہب ہے۔

اسلام کی تعریف سے مسیحیوں کی کیا غرض ہوتی ہے

لیکن جب مسیحی اسلام کی تعریف کرتے ہیں جیسا کہ مشنری کانگریس میں گلاسگو کے بشپ نے کی یا جیسا کہ نیو یارک چرچ مین کے مسیحی ایڈیٹر نے کی تو اس سے ان لوگوں کی اصل غرض اپنی قوم کے لوگوں کو اکسانا اور سکھانا ہوتا ہے کہ وہ بھی مسیحی مذہب کے پھیلانے میں اسلام کے نمونہ پر عمل کریں اور مسلمانوں کو مسیحی مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن افسوس ان کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ کوئی حقیقی مسلمان مسیحی مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یوحنا باب ۱۷ ورس ۳ میں لکھا ہے کہ "یہ ابدی زندگی ہے تا وے تجھے پہچانیں جو ایک ہی سچا خدا ہے اور یسوع مسیح کو پہچانیں جس کو تو نے بھیجا (یعنی جو تیرا رسول ہے") اس مقام سے اور ایسا ہی اور بہت سے مقامات سے بہ کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یسوع مسیح نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن مسیحی لوگ ایسے مقامات پر غور کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ مقامات ان کے منشاء کے مخالف ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ تین خدا کی جگہ ایک خدا کو مانیں۔

مشنریوں کی ناکامی

نیویارک چرچ مین کا ایڈیٹر جس کے الفاظ کو ہم اوپر درج کر چکے ہیں اپنے مضمون کے اندر اپنے ہم مذہب لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ کس راہ سے وہ مسلمانوں پر فتح پا سکتے اور ان کو مسیحیت میں داخل کر سکتے ہیں۔ افسوس کہ مسیحی لوگ گذشتہ تجربہ سے کچھ سبق حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ دیکھو کس قدر روپیہ انہوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کو مسیحی بنانے کے لئے خرچ کر دیا ہے مگر ان کو اس کوشش میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ شہر نیویارک میں ۱۲ لاکھ پچاس ہزار

اور یہاں فلیڈلفیا میں چار لاکھ یہودی رہتے ہیں۔ اور جس قدر کوشش مسیحیوں نے انکو مسیحی بنانے کے لیے کی ہے وہ سب رائگاں ثابت ہوئی ہے۔

یہودیوں سے مسیحیوں کا سفاکانہ سلوک

گذشتہ زمانہ میں مسیحی لوگوں نے یہودیوں سے نہایت ہی سفاکانہ سلوک کیا ہے۔ اور اُن کو طرح طرح کے عذابوں کا نشانہ بنایا ہے اور اُن کے مال و متاع کو لوٹا اور اُنکے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا ہے تاکسی طرح صفحہ ہستی سے ان کا نشان مٹ جائے شہر کیڈز اور سیول (ملک ہسپانیہ) میں صرف ایک سال یعنی ۱۴۸۱ء میں ۲ ہزار یہودیوں کو مجسم مسیحیوں نے جلتی ہوئی آگ میں ڈالکر راکھ کر دیا لیکن اگرچہ انہوں نے یہودیوں کو ہلاک کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر پھر بھی یہودی نابود نہیں ہو سکے بلکہ انکی تعداد اب پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔

تمام یورپ کے مسیحیوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کی بیخکنی کے لیے صلیبی جنگوں کا سلسلہ جاری کیا اور اس مذہبی جنون میں لاکھوں آدمی اور کروڑوں روپے خرچ ہوئے مگر آخر ناکام ہو کر واپس جانا پڑا۔

تثلیث کا عقیدہ بائبل کے خلاف ہے

مسلمان ایک خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کو بھی وہ خدائے تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نبی مانتا ہے۔ مسیحی کہتا ہے کہ میں بھی ایک خدا مانتا ہوں لیکن خدا کے تین اقنوم ہیں جن میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ قادر مطلق ہے۔ باپ خدا قادر مطلق : بیٹا خدا قادر مطلق۔ روح القدس خدا قادر مطلق۔ لیکن پھر بھی تین خدا نہیں کہنے چاہیئے۔ خدا ایک ہے۔ یہ مسیحی تثلیث ہندوؤں کی تری مورتی کا گویا ایک دوسرا نام ہے۔ یہودی مذہب میں کسی تثلیث کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا پھر بھی مسیحی صاحبان فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی بنا یہودی مذہب پر ہے۔ یہودی مذہب خدائے تعالیٰ کے سوا اور کسی نجات دینے والے کا قائل نہیں۔ دیکھو یسعیاہ نبی باب ۴۳ ورس ۳ "میں خداوند تیرا خدا ہوں۔ اسرائیل کا مقدس۔ تیرا نجات دینے والا۔" اور یسعیاہ باب ۴۲ ورس ۸ میں لکھا ہے "میں رب ہوں۔ یہ میرا نام ہے اور میں اپنا جلال کسی اور کو نہ دوں گا۔ اور نہ میں اپنی محامد گھڑے ہوئے بتوں کو دوں گا۔" اور پھر یسعیاہ باب ۴۳ ورس ۱۱ میں یوں لکھا ہے "میں۔ ہاں میں ہی رب ہوں اور میرے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں۔" اور

پھر یسعیاہ باب ۴۴ ورس ۶ میں لکھا ہے "خداوند۔ اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا نجات دہندہ۔ رب الافواج یوں کہتا ہے۔ میں اوّل ہوں اور میں آخر اور میرے سوا اور کوئی خدا نہیں" یسعیاہ اور پُرانے عہد نامہ کی دوسری کتابوں میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جو بڑے زور سے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ اور وہی نجات دہندہ اور مکتی دینے والا ہے۔ اُسکے سوا اور کوئی نہیں۔ اسلئے مسیحی لوگ جو مسیح کو اپنا منجی قرار دیتے ہیں الہامی کتابوں کے عہد کے اندر شامل نہیں ہو سکتے اور یہ وہ کتابیں ہیں جنکو وہ خود خدا کا کلام کہا کرتے ہیں۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ پُرانے عہد نامہ کی یہ ساری شہادتیں اور خود نئے عہد نامہ کے وہ مقامات جہاں مسیح بڑی صفائی سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے عیسائیوں کی تسلی کے لیئے کافی نہیں ہیں۔

اسلام کس طرح پھیل رہا ہے

ڈوئمبر (جو ایک مشہور اور متعصب مسیحی ہے) اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے :۔

"ملک برہما میں (جہاں ہندوستانی تاجر اشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں) مسلمانوں کی آبادی میں گذشتہ دس سال کے عرصہ میں ۳۰ فیصدی کے حساب سے ترقی ہوئی۔ مغربی سوڈان اور نائیجیریا میں سارے کے سارے اضلاع جو پہلے مشرک تھے اب وہ مسلمان ہیں۔ اور یہ کام اسلامی مشنریوں نے نہیں بلکہ تاجروں۔ سیاحوں اور پیشہ وروں نے کیا ہے یہ کہنا تو مبالغہ ہوگا کہ ہر ایک مسلمان ایک اسلامی واعظ ہوتا ہے لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ درویشوں کی چند جماعتوں کے سوا اشاعت اسلام کا کام کرنے والے تمام کے تمام عام مسلمان ہیں جو کسی خاص پیشہ یا درجہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ہر درجہ اور ہر پیشہ کے مسلمان اسلام کی اشاعت کا کام کررہے ہیں۔ مثلاً ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ بحرین کے ایک جواہرات کے تاجر نے قرآن کی ایک مکمل تفسیر مفت اشاعت کے لیئے شائع کی۔ لاہور اور کلکتہ میں مسلمان کلرک۔ تاجر۔ اور جلد ساز اور عام مزدور بھی سر بازار اسلام کا وعظ کرتے ہوئے یا مسیحیت کے ابطال کے لیئے دلائل دیتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ جو تاجر جاوا سے حج کے لیئے مکّہ جاتے ہیں وہ جب واپس آتے ہیں تو کوہستانی قبائل میں آکر اسلام کا وعظ کرتے ہیں۔ سوڈان میں ایک خاص تاجروں کا گروہ ہے جو اپنے

ساتھ قرآن لیئے پھرتے ہیں اور جس جس جگہ وہ اپنا مال تجارت لے جاتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ہی قرآن شریف بھی لیجاتے ہیں۔ اور جہاں کہیں وہ ایک گاؤں میں سر بازار اپنی دوکان کھولتے ہیں اُسی جگہ بازار کے سر پر وہ ایک مسجد بھی کھڑی کر دیتے ہیں۔"

مسیحی تاجروں، مشنریوں کا مسلمان تاجروں سے مقابلہ

مندرجہ بالا بیان سے بصراحت یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اسلام مسیحیت پر بہت فوقیت رکھتا ہے۔ مسلمان تاجروں کے مقابل میں مسیحی تاجروں کا حال نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ اگر کوئی صاحب مسیحی تاجروں کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو وہ جنوبی جزائر کی تاریخ کا مطالعہ کرے۔ اور دیکھے کہ کس طرح مسیحی تاجروں نے ان جزائر کے باشندوں کو لوٹا اور انکو طرح طرح کے دُکھ دیئے اور بائبل کی بجائے وسکی کی بوتلیں اور مسیحی یورپ کی تمام گندی بیماریاں اپنے ساتھ لے گئے۔

مسیحی تاجر یہ امر سمجھ ہی نہیں سکتے کہ کس طرح ایک آدمی محض صداقت اور دین کی خاطر بغیر کسی دولتمند جماعت کی امداد کے غیر ممالک میں جا کر مشنری کا کام کر سکتا ہے مسلمان تاجر اور دوسرے پیشہ ور جو اسلامی مشنریوں کا کام کرتے ہیں وہ اپنی اس خدمت دینی کیلیئے مسیحی مشنریوں کی طرح کسی مالدار سوسائٹی سے ہزار ڈالر (یعنی سوا تین ہزار روپیہ) یا اس سے بھی زیادہ سالانہ تنخواہ حاصل نہیں کرتے۔ وہ یہ سب کام سچائی کی خاطر۔ انسانی ہمدردی کی خاطر اور ایک خدا پر ایمان لانے کی خاطر کرتے ہیں۔ خیال کرو ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر (یعنی قریباً ۸ کروڑ ½ ۱۲ لاکھ روپیہ) ہر سال مسیحی پادریوں پر خرچ ہوتا ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں کام کر رہے ہیں اور اگر ان لوگوں کو تنخواہ نہ دی جاوے تو یہ لوگ ہرگز بیرونی ممالک میں وعظ کے لیئے نہ جائیں۔

پادریوں کی ناکامی کے متعلق مصر کے ایک قبطی مسیحی کی شہادت

قریباً ۲۰ سال کا عرصہ ہوا ہے کہ یونائیٹڈ پریسبٹیرین چرچ نے مصر میں ۲ یا ۸ پادری اس غرض کے لیئے بھیجے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنائیں۔ مگر وہاں جا کر جو کارروائی انہوں نے کی ہے اس کے متعلق ڈاکٹر جارج پی ایس۔ سابق جو قاہرہ کے مدرسہ طبی کا پروفیسر اور مصر کے قبطی کلیسیا کا ایک رکن ہے مندرجہ ذیل شہادت دیتا ہے:۔ "وہ ہم کو (یعنی قبطی کلیسیا کے ممبروں کو) متعصب کہتے ہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ہم نے کس کے ساتھ

تعصب کا برتاؤ کیا ہے۔ ہم نے مصر میں بے شمار مشنوں کو خوش آمدید کہا اور اُن کے ساتھ معانقہ کیا ہے اور اپنی تعلیم اور حیثیت کے مطابق اُن کے ساتھ ملکر کام کیا ہے۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ یہ مشن مسیحی ممالک سے اس لئے بھیجے گئے تھے کہ مسلمانوں میں جا کر کام کریں۔ لیکن جب وہ مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکے تو اُنہوں نے اُدھر سے توجہ ہٹا کر ہم پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کوشش میں لگ گئے کہ ہمارے کلیسیا کے ممبروں کو ملازمت کا لالچ دیکر اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا اور جو ہم میں سے غریب اور جاہل تھے اُنہیں طرح طرح کے لالچ دینے شروع کر دیئے . . . .

. . . .

. . . . اُنہوں نے ہمارا نام بت پرست اور ملحد رکھا۔ اُنہوں نے ہماری کلیسیا کی نسبت کہا کہ یہ ایک نہایت ہی مخذول و مردود جماعت ہے۔ اُن کو ہماری حالت پر اس قدر رحم آیا کہ جس کام کے لیئے وہ بھیجے گئے تھے اُسکو چھوڑ کر ہمیں اپنی فرقہ میں داخل کرنا شروع کر دیا۔"

تعجب کی بات ہے کہ قدیمی قبطی کلیسیا کے بانی خود حواری تھے مگر آجکل کے مسیحی ان کو مردود مخذول اور ملحد قرار دیتے ہیں۔ مصر کے قبطی کلیسیا اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بہت ہی قابل تعریف ہیں۔ ان میں سے کوئی دوسرے کو دُکھ نہیں دیتا۔ اور دونوں فریق ایک دوسرے کے پڑوس میں امن سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہلے سے مصر کے فتح ہونے کی اپنے پیروؤں کو خبر دیدی تھی اور آپ نے اُن کو وصیت فرمائی تھی کہ اہل مصر سے نیک سلوک کیا جاوے۔ کیونکہ حضرت ہاجرہ والدہ اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مصر کی رہنے والی تھی۔ اسلام کے آنے سے پہلے مصر کے مسیحیوں میں باہم خوب جنگ ہو رہی تھی اور قبطی۔ یعقوبی اور دوسرے مسیحی صدہا سال سے باہم لڑ رہے تھے۔ اسلام نے آکر انکو باہم لڑنے سے روکدیا اور اسکے بعد چین سے زندگی بسر کرنے لگے یہ راحت انکو اسلام کی برکت سے صدہا سال کی کشمکش کے بعد نصیب ہوئی۔

[illegible]

بہت سے نادان مسیحی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے حکم سے سکندریہ کے مشہور کتب خانہ کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ لیکن یہ ایک بہتان ہے جو مسیحیوں نے مسلمانوں پر باندھا ہے۔ اور اسپر کیا بس ہے مسیحیوں نے ایسے ہی کئی اور جھوٹے الزام مسلمانوں پر لگائے ہیں۔ اسکندریہ کی لائبریری حضرت عمرو بن العاص کے مصر میں داخل ہونے سے

بہت عرصہ پہلے تباہ ہو چکی تھی۔ یہ کتب خانہ مسیحی قیصر تھیوڈوسی اوّل کے حکم سے تباہ کیا گیا۔ یہ مسیحی قیصر بہت متعصب تھا اس نے رومی سلطنت میں تمام غیر مسیحی مذاہب کی بیخکنی کر دی۔ اس نے حکم دیا کہ سراپی اس کا معبد بنیاد سے اُکھیڑ دیا جاوے اور یہ کتب خانہ بھی اسی معبد کے ساتھ تھا۔ اسکے تباہ کر دینے کا بھی حکم جاری کیا گیا اور مصر کی نہایت ہی قدیمی اور بیش قیمت کتابیں اُسکے حکم سے جلا دی گئیں تا ایسا نہ ہو کہ اہل مصر ان کتابوں کو پڑھکر پھر اپنا قدیمی مذہب اختیار کر لیں۔ یہ واقعہ ۳۹۱ء میں ہوا یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش سے قریباً پونے دو سو سال پیشتر۔ دیکھو

سِبِل کی کتابیں بھی اسی قیصر کے حکم سے تمام رومی سلطنت میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلائی گئیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان واقعات کی موجودگی میں یورپ و امریکہ کے مسیحیوں کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپکے خلفاء کے متعلق جھوٹی تہمتیں ایجاد کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ گبن نے بھی اپنی کتاب ڈیکلائین اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر میں مسلمانوں کو اس بہتان سے بری کیا ہے۔

مسلمانوں کا علمی مذاق اور ان کا احسان مسیحی [illegible] دنیا پر

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں نے دنیا کا سب سے بڑا دار العلوم جسمیں بارہ ہزار سے زیادہ کتابیں موجود ہیں قاہرہ (ملک مصر) میں قائم کیا اور یہ دار العلوم یورپ کی اسی قسم کی یونیورسٹیوں کے وجود میں آنیسے صدہا سال پہلے موجود تھا۔ ہاں اُسوقت یورپ میں اگر کوئی دار العلوم قاہرہ کے دار العلوم کے بالمقابل موجود تھے تو وہ وہی دار العلوم تھے جو ہسپانیہ اور دیگر مفتوحہ ممالک میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع اور خدام نے قائم کیئے تھے۔ یہی اسلامی یونیورسٹیاں تھیں جنھوں نے یورپ کو جہالت کی نیند سے بیدار کیا۔ اور اگر ان اسلامی عظیم الشان درس گاہوں کا وجود نہ ہوتا تو غالباً مسیحی قومیں اب بھی اُسی ظلمت میں گرفتار ہوتیں جس میں وہ مسلمانوں کے یورپ میں قدم رکھنے سے پیشتر مبتلا تھیں۔ انہی اسلامی یونیورسٹیوں کے محقق فضلاء نے یورپ میں علمی تحقیق کی بنیاد ڈالی اور سائنس کے مختلف شعبوں سے جو فائدہ مغربی دنیا آج حاصل کر رہی ہے یہ انہی اسلامی یونیورسٹیوں کی بدولت ہے جنہوں نے اہل یورپ کو سائنس کا سبق پڑھایا اور علمی تحقیق کی راہ پر چلایا۔

[illegible]

اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ سائنس کو گناہ قرار نہیں دیتا اور نہ ان لوگوں کی نسبت جو علمی تحقیق میں

لگے بیٹھے ہیں یہ فتویٰ دیتا ہے کہ یہ لوگ شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔ لیکن مسیحی کلیسیا نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

یہی محققانہ روح اور کشادہ دلی تھی جسکی بدولت ملک ہند میں حضرت مرزا غلام احمد نبیوں کی طرز پر کام کرکے کامیاب ہوگئے اور اُن کا یہ کام نہ صرف مسلمانوں کے فائدہ کے لیئے تھا بلکہ کل نوع انسان کے فائدہ کے لیئے تھا۔ الحمد للہ علےٰ ذٰلک ۔ یہی مرزا صاحبؑ تھے جنہوں نے اُن غلطیوں اور دھوکوں کو ظاہر کیا جن میں مسیحی اور ہندو مبتلا تھے۔ اور آپ نے یہ کام نہایت ہی نرم طریق سے پورا کیا۔ تا بیجا طور پر کسی کا دل نہ دکھایا جائے۔

[illegible]

پس ہم یقینی اور قطعی طور پر دیکھتے ہیں کہ دنیا آگے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور یہ کہ آخر خدائے واحد اور اسلام کا علم زمین کی تری اور خشکی پر پھیل جائے گا۔

جارج بیکر از فلیڈلفیا۔ اضلاع متحدہ امریکہ

ماہوار رپورٹ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء صدر انجمن احمدیہ قادیان

یتامیٰ۔ اس ماہ میں آمد صرف ۹ ؍ للعہ کل پانچ مائیے جسمیں سے ۱۴ ؍ ۱۰ اصل خرچ ۱۲ ؍ ۱۱ وظائف یتامیٰ ہے۔ یتامیٰ کی آمد بمقابلہ خرچ کے بہت کم ہے۔ احباب کو توجہ کرنی چاہیئے۔

شفاخانہ:۔ اس ماہ میں آمد ۱۵ ؍ ۱ اور خرچ ماہ ۱ ؍ ہوا۔ نئے اور پرانے مریضوں کی تعداد اندرون قصبہ میں ۹۳۹ اور دار العلوم میں ۸۶۳ ہے۔ مائینر اپریشن ۲۹ و ۵ علی الترتیب ہوئے۔

اشاعت اسلام:۔ اس صیغہ کی آمد ۔۔۔ اور خرچ ۔۔۔ ہے۔ اس ماہ کے اخیر پر خریداران ریویو انگریزی میں گذشتہ ماہ کی نسبت دو کی بیشی ریویو اُردو میں پانچ کی بیشی اور تفسیر القرآن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

دفتر محاسب:۔ آمد ۰-۱۵-۸۲۵۷ خرچ ۱۰-۳-۶۸۳۶ ہے اس ماہ کی آمد میں جلسہ سالانہ کی ایسی رقوم بھی شامل ہیں۔ جو بلا تفصیل ہونیکی وجہ سے امانت میں رکھی گئی تھیں اور جنوری میں تفصیل آنے پر داخل خزانہ کی گئیں آمد امانت کے سوا تین ہزار کے قریب ہے۔

تعمیر:- روپیہ کی کمی کے لحاظ سے عمارت کا کام بند پڑا ہے۔ جلسہ پر ہال کی تکمیل کے لیئے تحریک کی گئی تھی۔ چنانچہ جو روپیہ اسلامی ہال کی تکمیل کے لیئے ہُوا تھا وہ دفتر تعمیر میں ہی دیا گیا تھا تاکہ اس جگہ صرف ہو۔ گرڈر آئے ہوئے ہیں۔ جماعت روپیہ کا وعدہ تکمیل ہال کے لیئے جلسہ پر ہُوا تھا۔ وہ روپیہ وصول ہونے پر مزید کام ہو سکتا ہے۔ عمارت مدرسہ و بورڈنگ کیلئے چندہ کا بقایا جن جن احباب کے نام ہے وہاں کے سکرٹری صاحبان بقایا وصول کرکے بھیجنے کی سعی کریں۔ کیا یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ عمارت کے درمیان کی میلی دیواریں (جو ہال کی تعمیر نہ ہونیکی وجہ سے نامکمل پڑی ہیں۔ اور عمارت کو بدنما ظاہر کر رہی ہیں) جلد مکمل ہو کر ساری عمارت خوشنما دکھائی دے۔ یہ حصہ گویا زبان حال سے جماعت احمدیہ کی ہمت اور ایثار پر داغ لگا رہا ہے میں امید کرتا ہوں کہ سب احباب توجہ کرینگے خصوصًا وہ لوگ جن کے ذمہ عمارت فنڈ کا بقایا ہے۔ اور سکرٹری صاحبان +

بیت المال:- لنگر کا خرچ بڑھ رہا ہے۔ اور آمد کم ہے۔ جسکی وجہ سے لنگر مقروض رہتا ہے۔ گو جلسہ سالانہ پر گذشتہ قرضہ کی ادائگی کا انتظام ہو گیا تھا۔ مگر آئندہ لنگر مقروض نہ ہو جماعت کو لنگر کا چندہ باقاعدہ دینے کی فکر کرنی ضروری ہے۔ یہ وہ مدرسہ ہے جسے حضرت صاحبؑ نے خود جاری کیا اور جہاں حق کے طالب امیر و غریب سب دین حاصل کرتے ہیں۔ اسکے بغیر سلسلہ کی اشاعت کا کام ادھورا رہتا ہے۔ پھر اکثر مساکین مہاجرین ہیں جن کی پرورش ہوتی ہے +

مدرسہ احمدیہ:- مدرسہ احمدیہ میں مبلّغ و واعظ پیدا کرنے کے لیئے ہفتہ میں دو جلسے کیئے جاتے ہیں ایک میں طلبار کو مختلف مضامین پر لکچر دیئے جاتے ہیں۔ دوسرے میں طلبار سے لکچر سُنے جاتے ہیں تا وہ اس کام کو نباہ سکیں۔ دوسری قسم کا جلسہ جمعہ گذشتہ کو ہُوا۔ ایک بزرگ نے جو جلسہ میں تشریف فرما تھے دس روپے۔ شیخ نور احمد مختار صاحب زادہ صاحب نے ایک روپیہ طلبار کی شیرینی کے لیئے دیا۔ اور صاحب موصوف نے ان طلبار کو جو مدرسہ سے تحصیل علوم سے فارغ ہو کر تبلیغ کریں دس روپے ماہوار کا وظیفہ دینے کا وعدہ کیا ہے +

جلسہ سالانہ:- جلسہ سالانہ پر جن جماعتوں یا افراد نے جن جن صیغوں کے قرضوں کی ادائگی کا وعدہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر لیا تھا۔ انکو اپنے وعدے بھول نہ جانے چاہئیں۔ اور خدا کرے کہ ایسا نہ ہو کہ جلسہ میں وہ صرف وعدہ ہی وعدہ رہگیا۔ اور عملی جامہ نہ پہنیں۔ بلکہ ابھی سے اسی جوش کے ساتھ

جسکو دل میں رکھکر وعدہ کیا تھا جبتک کہ وعدہ پورا نہ ہو جاوے کارروائی ہوتے رہنی چاہیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی کسقدر خوشی کا موجب یہ ایفاء وعدہ ہو سکتا ہے۔ جو آپکے ساتھ آپ لوگوں نے کیا تھا۔ لیکن اگر خدا نخواستہ ایسا نہ ہوا اور حضور کی خدمت میں صیغوں کے بدستور مقروض ہونیکی خبر پہنچی۔ تو آپ کو از حد رنج بھی ہوگا۔ اسلیئے میں امید کرتا ہوں کہ وعدہ کرنے والے بے فکر نہ ہونگے۔ خاص قادیان میں اسکے متعلق کارروائی ہو رہی ہے۔ ایک ہزار روپیہ میں سے نصف خاص قادیانی احباب پر اور نصف ضلع ہذا کی بیرونی جماعتوں پر ڈالا گیا ہے۔ باہر وصولی کا انتظام ہو گیا ہے۔ اور ساڑھے ۵ سے کے قریب وصولی بھی ہو چکی ہے۔ خاص قادیان میں احباب کی آمد کے لحاظ سے پانچ سو روپیہ تقسیم کیا جاوے گا۔ جسے انشاء اللہ ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اس طرح پر کسی کو اپنے لیئے خود کوئی رقم مقرر کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر دوسری جگہ بھی جہاں کہ اس طرح تقسیم ہو سکتی ہو کریں تو بہتر ہوگا۔ اور دیہات میں زراعت پیشہ احباب اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق لکھا سکتے ہیں ✤

دفتر سکرٹری ۔ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اخراجات کو جہاں تک ممکن تھا کم کرنے کے لیئے کچھ ملازمین تخفیف میں لائے گئے ہیں۔ بعض ملازمین کے گریڈ کم کیئے گئے۔ بعض کی تنخواہ معین کی گئی ہے۔ اور کل ملازمین صدر انجمن کی ترقیاں سال ۱۹۱۳ء کے لیئے روکی گئی ہیں۔ اور حقوق ترقی کے لیئے اس سال کو سروس میں شمار نہیں کیا گیا۔ جن کی ترقیاں سالانہ تھیں دو سالہ کی گئی ہیں۔ اگر کل احباب باقاعدہ چندہ بھیجنے کا التزام کریں۔ تو یہ ساری دقتیں رفع ہو سکتی ہیں ✤

نو مانشاں کا اسسٹنٹ اڈیٹر قادیان میں آکر مشرف باسلام ہوا اور اس جگہ مقیم ہے ایسے ہی ایک اور انگریز نو مسلم قادیان میں رہائش رکھتا ہے ✤

بلاد مغربیہ میں تبلیغ اسلام } جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک تازہ خط ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ جو بڑی مسرت کا موجب ہوگا۔ اور وہ یہ ہے۔

برادران ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اس جمعہ برادر شیخ عبدالرحمن کپتان سٹینلے مسگریڈ صاحب شریک جمعہ ہوئے۔ جمعہ کی نماز

حسب معمول لنڈسی ہال میں قریباً پچاس مقتدیوں کے ساتھ ادا کی گئی کپتان موصوف بہت ہی وجیہہ اور خوبصورت پُر رعب آدمی ہیں۔ آپ لنڈن میں بغرض انتخاب پارلیمنٹ تشریف لائے تھے۔ میں نے اُن کو بہت تاکید کی ہے کہ وہ ضرور پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے کوشش کریں۔ یہ معاملہ آئندہ ماہ تک ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ کا مستقل ارادہ ہے کہ کچھ عرصہ میرے پاس رہکر قرآن شریف کی تعلیم حاصل کریں۔ اور پھر تبلیغ اسلام کے لیئے تیار ہو جاویں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرماوے۔ جس نوجوان خاتون کے متعلق لکھا تھا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ الحمد للہ کہ وہ اس جمعہ کو خطبہ سے پہلے مشرف باسلام ہو گئی ہے اس کا اسلامی نام زرینہ بیگم رکھا گیا ہے۔ خطبہ جمعہ میں چھ عیسائی انگریزی خاتونیں بھی موجود تھیں۔ جو نیک اثر لیکر گئیں۔

سب سے بڑھکر خوشی اس بات کی ہے۔ کہ تمام نومسلموں میں اسلام کی تبلیغ کا جوش شروع ہو گیا ہے۔ خالد شیلڈرک صاحب نومسلم مجھے بار بار کہہ چکے ہیں۔ کہ لنڈن میں تبلیغ اسلام کا کام مستقل طور پر شروع ہونا چاہیئے۔ میں خود بھی اسی فکر میں ہوں۔ کل ایک مکان دیکھا تھا۔ ارادہ ہے کہ لنڈن میں کوئی وسیع مکان مستقل طور پر لیا جاوے۔ جہاں نماز جمعہ کے علاوہ ہر ہفتہ کی شام کو باقاعدہ لیکچر اور جلسے کیئے جایا کریں۔ ایک کلب بھی قائم کی جائے۔ پھر نووارد مسلمانوں کے لیئے جائے قیام کا کام بھی دے سکے۔ لنڈن میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جو اسلام کے بارے میں وقتاً فوقتاً معلومات حاصل کرنیکے شائق ہیں۔ لنڈن کی مستقل رہائش سے انکو بہت فائدہ پہنچیگا۔ ووکنگ کی رہائش اس معاملہ میں حارج ہے۔ ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ جو دفتر اور خط و کتابت کو سنبھال لے۔ اور میں کچھ آزاد ہو جاؤں۔ والسلام۔ کمال الدین از مسجد فضل (ووکنگ) ۲۰ جنوری ۱۹۱۴ء

روحانی ٹیلیفون:۔ اس رسالہ میں سورہ فاتحہ سے دلچسپ ... طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ کہ تمام روحانی و جسمانی ترقیات کے دروازے کھولنے کا یہی ایک آلہ ہے نیز انجیلی تعلیم کو عقلی و نقلی دلائل کے ذریعہ قرآن کریم و حدیث کے مقابل میں ناقص ثابت کیا گیا ہے۔ مالی طاقت والوں کو قیمتاً اور جو احمدی طاقت نہیں رکھتے انکی درخواست آنے پر مفت ارسال کیا جاویگا۔ درخواست بنام میرزا عبد الغنی قادیان ضلع گورداسپور۔

اخبار شمشیر قلم:۔ جو پہلے ہفتہ وار نکلتا تھا۔ چند دنوں سے روزانہ کر دیا گیا ہے۔ اسکے چند نمبر ہماری

... صاحب ... ۱۹۱۰ء تک۔

تعلیم

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تبلیغ — زکوٰۃ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ — یتامی

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		[illegible]	فاضل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت — امانت (اندرونی، بیرونی)

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تعلیم	[illegible]
سکیم	[illegible]
زکوٰۃ	[illegible]
یتامیٰ	[illegible]
ہمدردانِ ...	[illegible]
، ...	[illegible]
امانت ...	[illegible]
، بیرونی	[illegible]
مستقل ...	[illegible]
میزان	[illegible]
منہائی ...	[illegible]
باقی	۰ - ۸ - [illegible]
منہائی پیشگی	۰ - ۹ - [illegible]
باقی زرِ امین	۶ - ۱۳ - ۳ ۰ ۳

تفصیل فاضل

مدرسہ احمدیہ	۰ - ۲ - [illegible]
اشاعت	۱۱ - ۱۱ - [illegible]
بیت المال	۳ - ۴ - [illegible]
مقبرہ بہشتی	۸ - ۲ - [illegible]
تعمیر	۱ - ۱۰ - [illegible]
متفرقات	۸ - ۵ - [illegible]
میزان کل	۴ - ۲ - [illegible]

تفصیل پیشگی

تعلیم	۹ - ۱۳ - [illegible]
بیت المال	۰ - ۰ - [illegible]
مقبرہ	۰ - ۰ - [illegible]
اشاعت	۰ - ۰ - [illegible]
بورڈنگ احمدیہ	[illegible]
تعمیر	[illegible]
متفرقات	[illegible]

نوٹ درس قرآن شریف	حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی مولوی حکیم نورالدین صاحب کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے

پڑھانے میں گذری ہے۔ زمانہ حال میں جو اعتراض غیر مذاہب کے لوگ قرآن شریف پر کرتے ہیں ان کے جواب آپ نے ہمیشہ تائید الٰہی سے دیئے ہیں کہ مخالف لاجواب ہوئے۔ آپ روزانہ درس قرآن شریف کا دیا کرتے ہیں اُس کے ایک دَور کے نوٹ سورہ الحمد سے لے کر سورۂ الناس تک جو اخبار بدر کے ساتھ آہستہ آہستہ تین سال میں تیار ہوئے ہیں حقائق و معارف کا بڑا بھاری ذخیرہ ہیں۔ قیمت اصلی فی نسخہ پانچ روپے۔ رعائتی چار روپے تھوڑے سے نسخے باقی رہ گئے ہیں ۔ ملنے کا پتہ۔ بدر ایجنسی۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور۔

شرح اُجرت اشتہارات در رسالہ ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ انگریزی	پورا صفحہ اردو	نصف صفحہ انگریزی	نصف صفحہ اردو	چوتھائی صفحہ انگریزی	چوتھائی صفحہ اردو	ایک سطر انگریزی	ایک سطر اردو
سالانہ	للعہ	صہ	رعہ	سہ	رعہ	عہ	۔ے/	للعہ/
ششماہی	رعہ	سہ	رعہ	عہ	عہ	۔عہ	عمر ۱۲/	عگ ۸/
سہ ماہی	رعہ	عہ	عہ	۔عہ	ہعہ/	ہلے/	عہ/	عمر ۸/
ایک دفعہ	ہے ۸/	ہلے/	للعہ/	صہ/	ہے/	ہے ۸/	۸/	۱۰/

تمام درخواستیں بنام مینجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

اطلاع

خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں۔

۱۵ فروری ۱۹۱۴ء کی

[illegible]

تندرستی کی بنیاد

خون سے انسان کی زیست ہے اسلیئے خون کا صاف رکھنا ضروری ہے چند وجوہات کے باعث خون خراب ہوجاتا ہے جیسے محنت یا ایک جگہ برابر بیٹھے رہ کر کام کرنا۔ روپیہ حاصل کرنیکی فکر میں حد سے سوا قاعدہ کے خلاف کام کرنا۔ اس سے خون میں خرابی آتی ہے ایسے امراض کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کا آئی اوڈائڈز ڈ سالسہ نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہ نیا خون پیدا کرکے چہرہ کی رونق کو بڑھاتا ہے۔

آئی اوڈائڈز ڈ سالسہ

گرمی گٹھیا کی وجہ سے جسم میں چکتا کا ہونا۔ زخم ہونا۔ درد۔ پھوڑا پھنسی اور رنگ سیاہ یا ناطاقتی کی وجہ سے خون خراب ہوگیا ہو اُن کے لیئے یہ سالسہ نہایت ہی مفید ہے۔ کیونکہ اس میں پوٹاس آئی اوڈائڈ وغیرہ موود ادویات دیکر بنا ہے۔ اسلیئے کم مقدار میں زیادہ فائدہ کرنے والا ہے اور اسکے استعمال میں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے کھانے پینے میں کسی طرح کی روک ٹوک نہیں فہرست منگا کر ملاحظہ فرمائیے فی شیشی عہ/ ڈاک محصول ۶/

جس کا درد ہی جانتا ہے دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں دمہ کے مریضوں کا جان بلب ہورہا ہے سردی میں بند کیے گئے بند درست کیئے جاتے ہیں لیکن [illegible] دمہ کے مریض۔ ناقابل برداشت تکلیف سے پریشان ہوتے ہیں اور رات دن سانس پھولنے کے نکلے جاتے ہیں۔ اور نیند تک حرام ہوجاتی ہے آج انکو کسقدر تکلیف ہے لیکن [illegible] بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیا اور دھتورا بھنگ پوٹاس آئی اوڈائڈ دیکر بنتی ہیں اسلیئے فائدہ ہوتا تو درکنار بےموت مارا جاتا ہے ڈاکٹر برمن کی کیمیائی دمہ کی دوا دمہ کی دوا۔ انمول جوہر ہے یہ فخر کی ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس سے شفا پا چکے قیمت عہ/ محصول ڈاک ۵/

اس دوا کی مدد خاص فوائد ہیں (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے (۲) جب کچھ روز کے استعمال سے جڑھ سے جاتا ہے اور جبتک استعمال میں ہے دورہ نہیں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر [illegible]

[illegible] | [illegible]

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

[illegible] | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ھ | [illegible]

[illegible]

فہرست مضامین

[illegible]

[illegible] مارچ سنہ ۱۹۱۴ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

خدارا ایک نعمانے ازرخ بر فگن اے لیلیٰ
کہ ناصح پر ملامت میکند مجنون شیدا را

یہ انسانی فطرت ہے کہ جن لوگوں کے نام شہرت تام رکھتے ہیں انکے حالات زندگی تفصیلی طور پر معلوم کرنے اور سننے کی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ سلطان صلاح الدین اور نپولین کی سوانح عمریاں جس شوق سے مطالعہ کیجاتی ہیں کسی معمولی آدمی کی لائف کو ہرگز یہ بات میسر نہیں ہوسکتی۔ اور اسی تقاضائے فطرت کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے شیطان علیہ اللعن کو مشہور آفاق دیکھکر اسکی بھی فرضی سوانح عمری لکھ ڈالی اور وہ بھی بہت سے احمقوں کا شغل بیکاری ہی۔ لیکن شائع اور متداول ہونیوالی سوانح عمریوں میں بہت ہی تھوڑی ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں کو بہت زیادہ نفع پہنچا سکتی ہیں اسوقت میں لوگوں کو ایک ایسی لائف کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو اپنے ایک ایک صفحہ میں جواہرات کے انبار رکھتی ہے۔ مصنف نے ٹائٹل پیج پر یہ شعر لکھا ہے جو اس اعلان کا ہیڈنگ ہے اور اس شعر سے سوانح عمری کی صرف ایک ہی خوبی کیطرف اشارہ ہوتا ہے یعنی حضرت خلیفۃ المسیح رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری کو پڑھکر مخالفین و معاندین شرمندہ ہوجائیں گے اور تبلیغ سلسلۂ عالیہ احمدیہ کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اس کتاب کو غیر احمدیوں میں بکثرت شائع کیا جائے لیکن اسی قسم کی اور اس سے بھی بڑھ چڑھکر اور بہت سی خوبیاں اس سوانح عمری میں

جس کا نام

مرقاۃ الیقین فی حیوۃ نور الدین ہے

اکبر نجیب آبادی مؤلف کتاب کی کوششوں سے جمع ہوگئی ہیں اور تمام خوبیوں کا اندازہ صرف کتاب کے مطالعہ پر منحصر ہے۔ یہ کتاب دفتر میگزین سے سوا روپیہ (عہ) قیمت پر ملتی ہے اور تعداد میں بہت تھوڑی چھپی ہے۔ دوسرے ایڈیشن کے لئے خدا جانے کتنا انتظار کرنا پڑے

(درخواستیں بنام مینجر میگزین قادیان [illegible] ہیں۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلامی طریق عبادت

اس مختصر مضمون سے میری غرض یہ ہے کہ یورپ کے ان نیک دل اور حق پسند لوگوں کو جو [illegible] عقل اور دانائی سے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ اسلام کے متعلق اس وقت تک جو کچھ ہم کو سنایا گیا ہے چرچ کے ہیڈ ایجنٹوں کے تعصب کا نتیجہ ہے اور جو اسلام کے متعلق [illegible] صحیح اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہیں اسلام کے اس لاثانی اصل کی نسبت واقفیت بہم پہنچاؤں جسے اسلام کے عملی حصہ کا پہلا اصل کہا جاتا ہے۔ میری مراد اس سے نماز ہے۔

مگر بیشتر اسکے کہ میں پورے طور پر نماز میں ایک مسلمان کو جو کچھ کرنا پڑتا ہے بیان کروں اور [illegible] اسکے ادا کرنے میں جو عبارتیں اسکو کہنی پڑتی ہیں ان کا ترجمہ لکھوں۔ دو ضروری امر کا بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں،

اول امر

عبادت کی غرض عبادت کی غرض ایک طرف تو اس پاک ہستی کے حضور اپنے [illegible] جسے عربی زبان میں اللہ اور انگریزی میں گاڈ کہتے [illegible] شکریہ ادا [illegible] مجبور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں [illegible] انسانی دل کی عادت ہی

ایسی ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرنے پر مجبور ہوتا ہے پس نماز کی ایک بہت بڑی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے رب کے سامنے اس کے احسانوں کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے۔

مگر اسکے علاوہ عبادت کی ایک اور بھی غرض ہے اور وہ گناہوں اور بدیوں سے پاک کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انسانی عبادتوں کا محتاج نہیں بلکہ جسقدر احکام اس نے انسان کو دیئے ہیں ان میں اصل غرض اس کا پاک کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ ناپاک سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔ اور پسند فرماتا ہے کہ اس سے تعلق کرنے والا بھی پاک ہو پس تمام عبادات میں یہ مدِ نظر رکھا گیا ہے کہ ان سے نفس انسانی بدیوں اور شرارتوں سے پاک ہو اور انکے ذریعہ اسے ایسی طاقت ملجائے کہ وہ مختلف قسم کی ہوا و ہوس کو چھوڑنے کے قابل ہو جائے اور ایک طرف اللہ تعالیٰ سے اس کے تعلقات درست ہو جائیں اور دوسری طرف مخلوق الٰہی سے بھی اس کے معاملات بالکل ٹھیک ہوں چنانچہ اسلام نے مذہب کی تعریف ہی یہی کی ہے کہ وہ بندہ کے خدائے تعالیٰ سے تعلقات کو مضبوط کرتا ہو اور بندوں سے اس کے تعلقات کو سنوارتا ہو اور اگر کوئی مذہب ان دونوں باتوں میں سے ایک کے پورا کرنے سے بھی قاصر ہے تو وہ مذہب نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے مذہب کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ پس جس قدر عبادات مقرر کی جاتی ہیں ان کی اصل غرض یہی ہوتی ہے کہ بندہ کو خدائے تعالیٰ کے نزدیک کر دیا جائے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت پیدا کی جائے اور جو عبادت ان دونوں باتوں کے حصول کے ذرائع پیدا کرے وہی مفید عبادت ہے ورنہ اس میں مشغول ہونا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ قرآن شریف نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ انّ الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر نماز بدیوں اور گناہوں سے روکتی ہے یعنی عبادت کی غرض کو پورا کرتی ہے۔

دوسرا امر

عبادت کی غرض کے پورا کرنے کیلئے کن باتوں کی ضرورت ہے

جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ نماز کی اصل غرض اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا اس کا شکر ادا کرنا اور نفس کی اصلاح

کرنا ہے تو جس طریق عبادت سے یہ دونوں باتیں حاصل ہوتی ہوں وہی عبادت سچی عبادت ہے اور اس عبادت کی طرف ہدایت کرنے والا مذہب ہی سچا مذہب ہے۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کے لیئے جو طریق عبادت رکھا ہے اس میں ان اغراض کو پورا کرنے کے لیئے جو ذریعے استعمال کیئے ہیں وہ اور کسی مذہب نے نہیں کیئے اور ہر ایک انسان ذرا غور سے کام لے کر معلوم کرسکتا ہے کہ وہی ذرائع اس قابل ہیں کہ عبادت کی غرض کو پورا کرسکیں - وہ ذرائع یہ ہیں :-

ا - جسم و روح کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے جس طرح غم کی خبر سنکر جسم ایسا متأثر ہوتا ہے کہ اسپر اداسی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح جسم کو جب کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو روح بھی غمگین ہو جاتی ہے اور یہی حال خوشی کا ہے پس قلب کو خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے لیئے ایک یہ بھی طریق ہے کہ عبادت کے وقت جسم کو بھی کسی ایسی حالت میں رکھا جائے جس سے تذلل پیدا ہو اور اس کا اثر روح پر پڑکر دل میں بھی رقت اور نرمی پیدا ہو جائے۔ اور انسان خدائے تعالیٰ کی طرف ایک جوش کے ساتھ متوجہ ہو جائے - تذلل کے اظہار کے لیئے دنیا میں مختلف صورتوں کو اختیار کیا گیا ہے کسی ملک کے لوگ جھک جاتے ہیں کسی ملک میں ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا تذلل کا نشان قرار دیا گیا ہے کسی میں گھٹنوں کے بل گرنے کو کسی میں سجدہ کرنے کو۔ اسلام چونکہ خالق فطرت کی طرف سے ہے اس نے تمام فطرتوں اور عادتوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز میں ان سب نشانات کو جمع کر دیا ہے اور مختلف المذاق لوگ جس جس حالت میں بھی تذلل کا اظہار کرتے ہیں نماز ان کے مذاق کے مطابق ہی اور ان مختلف اشکال تذلل کے اثر سے انسانی قلب جوش سے بھر جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے حضور میں جھک جاتا ہے درحقیقت وہ ایک قابل دید نظارہ ہوتا ہے جب ایک مسلمان رب العالمین خدا کے حضور کبھی ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے کبھی جھک جاتا ہے کبھی ہاتھ کھولکر کھڑا ہو جاتا ہے کبھی سجدہ میں گر جاتا ہے کبھی گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا ہے اور اس کا دل اس محبت سے پُر ہوتا ہے جو ایک مخلوق کو خالق سے

ہو سکتی ہے اور وہ زبان حال سے اقرار کرتا ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام جس جس طریق میں بھی اپنی عبودیت کا اظہار کرتی ہیں اے خدا میں تیرے سامنے مجموعی طور پر ان سب طریقوں سے اپنی عبودیت کا اقرار کرتا ہوں یہ نظارہ نماز ادا کرنے والے کو ہی نہیں بلکہ اس کے دیکھنے والے کے دل کو بھی متاثر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دیتا ہے۔

۲۔ دوسرا اصل اسلام نے نماز کی غائیت کو حاصل کرنے کا یہ تجویز کیا ہے کہ دعا کو نماز کا مغز قرار دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے الدعاء مخ العبادۃ دعا نماز کا مغز ہے اور دعا اپنے اندر ایک ایسا مقناطیسی اثر رکھتی ہے کہ ایک طرف تو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے اور دوسری طرف اس کے لیئے ایسی آسانیاں بہم پہنچا دیتی ہے کہ جن سے وہ گناہوں سے محفوظ رہ سکے۔ جب ہماری استدعاؤں اور التجاؤں کو والدین اور حکام دنیا قبول کرتے ہیں تو کیونکر خیال کیا جائے کہ خدائے تعالیٰ جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کی دعاؤں کو رد کر دیگا پس نماز کیا ہے دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے جس سے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف دعائیں قبولیت حاصل کر کے انسان کی ہدایت اور ترقی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

۳۔ تیسرا طریق اسلام نے یہ بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طاقتوں کا معائنہ کیا جائے کیونکہ جب تک کسی چیز کا کامل علم انسان کو نہ ہو اس سے اس کا تعلق مکمل نہیں ہو سکتا مثلاً جس انسان کو علم کی خوبی معلوم نہیں وہ اس کے حصول کی کوشش نہیں کر سکتا اسی طرح جو شخص زہر کے اثر سے ناواقف ہے وہ زہر سے نہیں ڈر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے اور بدیوں سے بچنے کے لیئے اس بات کی نہایت ضرورت ہے کہ خدائے تعالیٰ کی کامل معرفت ہو جسکے لیئے اسلام نے نماز میں ایسی عبارتوں کا پڑھنا ضروری رکھا ہے جن سے انسان پر اللہ تعالیٰ کا پُر جلال اور قابل محبت ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہ بے اختیار اسکے حضور گر جاتا ہے اور اس کا دل محبت اور خوف سے بھر جاتا ہے کیونکہ جب اسکے سامنے ایک ہی وقت میں اللہ تعالیٰ کے احسانات پیش کیئے جاتے ہیں اور نافرمانی اور

طرح تعلق کے نتائج سے آگاہی دیجاتی ہے تو اسپر ایک ایسی انقطاعی حالت طاری ہوتی ہے کہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کے قریب ہوجاتا ہے چنانچہ ناظرین نماز کے ترجمہ سے معلوم کرسکینگے اس بات کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے اور کس طرح نماز میں انسان کو خدا تعالیٰ کی پاک اور بے عیب ذات کی معرفت پیدا کرا کے اسکے دل کو محبت الٰہی سے بھرنے اور بدیوں سے بچنے کی سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں جس کی نظیر اور کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔ اسلام نے جو طریق عبادت بتایا ہے وہ ایسا مکمل اور ضرورت کے مطابق ہے کہ کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا[۵۰]۔ اگر کوئی شخص اسلام کی اس عبادت کا ہی بہ نظر غائر مطالعہ کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کو دوسرے مذاہب پر کس قدر فضیلت ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس موضوع پر تفصیل سے نہیں لکھ سکتا کیونکہ میری غرض اس مختصر مضمون سے نماز کے ادا کرنے کا طریق بتانا ہے۔

نماز شروع کرنے سے پہلے مسلم کیا کرتا ہے مسلمان جب نماز ادا کرنیکے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسے ایک تیاری کرنی پڑتی ہے جسے وضو کہتے ہیں وضو اس طرح کیا جاتا ہے۔ پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں پھر تین دفعہ کلی کیجائے پھر تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا جائے اسکے بعد تین دفعہ ہاتھ میں پانی لیکر منہ دھویا جائے اسکے بعد پہلے دایاں اور پھر بایاں ہاتھ کہنیوں تک دھویا جائے پھر ہاتھ تر کرکے تین انگلیوں کو سر پر پھیرا جائے جسکے بعد انگوٹھے کے ساتھ کی انگلی کو کان میں اور انگوٹھے کو کان کے باہر پھیرا جائے۔ پھر پہلے دایاں اور پھر بایاں پاؤں دھویا جائے اس تمام کام کو وضو[۵۱] کہتے ہیں اور یہ نماز سے پہلے ضروری ہوتا ہے ‌‌÷

نماز

وضو کے بعد مسلم کعبہ[۵۲] کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوجاتا ہے اور اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)

---

[۵۱] وضو سے ایک غرض یہ ہے کہ وہ اعضاء جو عام طور پر ننگے رہتے ہیں انکو دھویا جائے اور ظاہری صفائی کرکے عبادت ادا کیجائے جس سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب عبادت میں ظاہری پاکیزگی کا اسقدر خیال رکھا گیا ہے تو باطنی طہارت کا ایک مسلم کو کسقدر خیال رکھنا چاہیئے اور کس طرح اپنے دل کو گناہوں سے پاک کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا چاہیئے ÷ منہ

[۵۲] کعبہ کی طرف منہ کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ اسے مسلمان قابل عبادت قرار دیتے ہیں بلکہ اس لیئے کہ حضرت

کہکر اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاکر اپنے سینہ پر رکھ لیتا ہے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جاتا ہے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بائیں ہاتھ کو گٹے کے قریب سے پکڑ لیتا ہے اسوقت سر انسی سے بولنا یا ادھر ادھر دیکھنا یا اپنی جگہ سے ہٹنا منع ہے جبتک نماز ختم نہ کرے۔

ہاتھ سینہ پر رکھنے کے بعد وہ کہتا ہے

سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک

اے اللہ تو پاک ہے۔ اور حمد کا مستحق ہے اور تیرا نام برکت والا ہے تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے

اس کے بعد کہتا ہے

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے جو کہ درگاہ الٰہی سے دور پھینکا گیا ہے

(بقیہ حاشیہ سے متعلقہ صفحہ ۸۵) ابراہیم نے کعبہ کی تعمیر کے وقت دعا کی تھی کہ الٰہی اس ملک میں ایک نبی مبعوث کر جو انکی ہدایت کرے اور انکو پاک کرے سو چونکہ آنحضرتؐ کو دعویٰ تھا کہ آپ وہ نبی ہیں اسلئے نماز میں اس طرف منہ کرنیکی یہ حکمت ہے کہ مسلمانوں کو وہ وعدہ یاد آتا ہے اور وہ اپنے اعمال کو درست کرتے رہیں ورنہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین واٰتی المال علٰی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلٰوۃ واٰتی الزکٰوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصٰبرین فی البأسآء والضرآء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون ۔ نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو (یعنی کعبہ کی طرف منہ کرنیکو نیکی سمجھو) بلکہ نیکی تو اسکے کام ہیں ہے جو اللہ پر اور قیامت پر اور ملائکہ پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور باوجود مال کی محبت کے رشتہ داروں یتیموں مسکینوں مسافروں سوالیوں اور قیدیوں کی دستگیری کرتا ہے اور خدا کے تعالیٰ کیلئے بدنی عبادتیں بجالاتا ہے اور اسکے راستہ میں مال دیتا ہے اور نیکے کاموں میں جو لوگ جب عہد کرتے ہیں تو انہیں پورا کرتے ہیں اور جو لوگ مالی تنگیوں بیماریوں اور جنگوں میں صبر کام لیتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور یہی لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ منہ

اس کے بعد نماز ادا کرنے والا قرآن شریف کی سب سے پہلی سورۃ پڑھتا ہے جسے سورۃ فاتحہ کہتے ہیں[1]
اور وہ یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۞ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۞ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۞

میں شروع کرتا ہوں اللہ کا نام لیکر جو بے محنت دیتا ہے (جیسے سورج کی روشنی یا ہوا) اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو کل مخلوقات کی ربوبیت کرتا ہے ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق ہے وہ بغیر محنت کے بھی انعام کرتا ہے اور محنت کا اجر بھی بڑھا چڑھا کر دیتا ہے کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا اور نیکی و بدی کے نتائج اسی کے حکم کے ماتحت مرتب ہوتے ہیں اور (میں کہتا ہوں کہ اے وہ خدا جس کا میں نے ذکر کیا ہے) ہم تیری ہی فرمانبرداری کرتے ہیں اور تجھی سے اپنے ہر ایک کام میں مدد مانگتے ہیں تو ہمیں ہر کام میں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا ہے اور ایسا مت کیجیو کہ ہم تیرے پیارے بنکر بھی کسی وجہ سے تیرے غضب کو اپنے اوپر بھڑکالیں یا خود ہی تجھے چھوڑ کر ادھر ادھر متوجہ ہوجائیں۔

اس سورۃ کے پڑھنے پر مسلم کہتا ہے آمین یعنی الٰہی میری اس دعا کو قبول فرما۔

اس کے[2] بعد نماز پڑھنے والا قرآن شریف کا کوئی حصہ پڑھتا ہے خواہ تھوڑا خواہ زیادہ۔

---

[1] ہر ایک مذہب نے اپنے پیروؤں کے لئے ایک آئیڈیل مقرر کیا ہے مگر اسلام کا آئیڈیل سب سے اعلیٰ ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس دعا میں مسلمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ صراط الذین انعمت علیھم کی دعا کرے یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اسے وہی درجہ دیا جائے جو منعم علیہ گروہ کو ملا ایک دوسری جگہ منعم علیہ کا ذکر فرما کر قرآن شریف نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد انبیاء اور صدیق اور شہدا اور صالحین کا گروہ ہے ایک دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے و اذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم

[2] ہم نے قرآن شریف کے چند ٹکڑے ایک دوسری جگہ دئیے ہیں تاکہ وہ لوگ جو سارا قرآن شریف نہیں جانتے انکو نماز میں پڑھ سکیں

پھر وہ اپنے ہاتھ چھوڑ کر کہتا ہے اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) اور جھک جاتا ہے حتیٰ کہ اسکا سر اور کمر ایک لیول میں آ جاتے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ لیتا ہے اور کم از کم

(بقیہ حاشیہ صفحہ متعلقہ صفحہ ...... و اٰتاکم ما لم یؤت احدا من العالمین ۰ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو یعنی اسوقت کو) جب تم میں انبیاء بھیجے اور تمہیں بادشاہت عطا کی اور تم کو وہ دیا جو اور کسی کو نہیں دیا تھا۔ اسی طرح اور جگہوں پر فرمایا ہے کہ منعم علیہ سے مراد انبیاء ہیں پس اسلام نے ہر ایک مسلمان کا آخری منشاء نظر نبوت رکھی یعنی وہ دعا کرتا ہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نبیوں کے سلسلہ میں داخل کر دے یہ وہ آئیڈیل ہے جو اور کسی مذہب نے مقرر نہیں کیا بلکہ ہر ایک مذہب الہام کا دروازہ بند کر چکا ہے اور صرف اسلام ہی ہے جو اپنے پیروؤں کو سکھاتا ہے کہ الہام کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن نہیں کہ جو خدا کسی زمانہ میں بولتا تھا اور بنی اسرائیل کے مردوں اور عورتوں سے کلام کرتا تھا اب اس نے اپنی مخلوق کی ہدایت بند کر دی ہو اور کلام کرنا بند کر دیا ہو اور یہ ایک ایسا آئیڈیل ہے جو باہمت انسان کو ہر وقت اوپر اور اوپر ہی اٹھاتا ہے اور بجائے کسی دنیاوی خیال کے اسکے مدنظر یہ ہوتا ہے کہ میں اس خالق ارض و سماء سے جو بادشاہوں کا بادشاہ اور محبت کامل کا مالک ہے ہم کلام ہو سکتا ہوں چنانچہ مسلمانوں نے اس آئیڈیل کو مدنظر رکھکر ہمیشہ ایسے نمونے پیش کیے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق رکھتے رہے ہیں اور ایک عظیم الشان طلم کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر بھی دی تھی جس کا نام آپ نے مہدی اور مسیح رکھا ہے مہدی اس لحاظ سے کہ وہ اسوقت کے مسلمانوں کو جو دین اسلام کی حقیقت کو بھولکر گمراہی میں پڑ جائینگے اور انکے اعمال و اقوال کو دیکھکر کوئی شخص اسلام کی خوبیوں کا پتہ نہ لگا سکیگا درست کریگا اور مسیح اس لحاظ سے کہ وہ مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی کو پورا کریگا اور مسیحی دنیا کو جو مسیح کی حقیقی تعلیم کو چھوڑ چکی ہوگی راہ راست پر لائیگا چنانچہ وہ شخص ہندوستان کے مقام قادیان میں ظاہر بھی ہو چکا ہے اور اپنے دعویٰ کی تیس سالہ زندگی میں اس نے خدائے تعالیٰ کے تازہ نشانات سے اسلام کی صداقت کو ثابت کر دیا ہے اور اسکی تربیت سے اسوقت اسکے مریدوں میں سے ہزاروں ہیں جو خدائے تعالیٰ کے الہام سے مشرف ہیں اور اس نے اپنی جماعت میں تبلیغ کی ایک ایسی روح پیدا کر دی ہے کہ وہ بہت جلد دنیا کو اپنے اندر شامل کر رہے ہیں چنانچہ اسکے مریدوں میں سے اسوقت خواجہ کمال الدین صاحب رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ انگلستان میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں اور اسی طرح چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے بھی وہاں اس کام میں مشغول ہیں + درحقیقت الہام کا ہر زمانہ میں جاری رہنے کا اعلان ایک ایسا ہمت افزا مژدہ ہے جسکی وجہ سے ایک سچے مسلمان کی ہمت کبھی شکست نہیں ہوتی اور یہ بات مختلف مذاہب میں فیصلہ کرنیکا ایک آسان راہ ہے کیونکہ سچا مذہب وہی ہو سکتا ہے جو ہمیشہ ثمرات دیتا ہے اور مذہب کا ثمرہ الہام ہی ہے پس اسلام نے اپنے پیروؤں کا منتہائے نظر دوسرے مذاہب کی نسبت بہت اعلیٰ رکھا ہے جو کہ فطرت کے تقاضے کو پورا کرتا ہے دہریوں کا سب سے بڑا اعتراض بھی مذاہب پر یہی ہوا کرتا ہے

تین دفعہ یہ الفاظ کہتا ہے سبحان ربی العظیم میرا بڑی عظمتوں والا رب پاک ہے
پھر یہ الفاظ کہتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے ہاتھ اپنے پہلوؤں کے ساتھ لٹکا دیتا ہے

سمع اللہ لمن حمدہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کے محامد کا اقرار کرے اللہ تعالیٰ اسکی دعاؤں کو قبول کرتا ہے

پھر کہتا ہے

ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ

اے ہمارے رب تو خوبیوں والا ہے بہت خوبیاں والا ہے جو پاک اور برکت والا ہے
پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گرجاتا ہے اور کم از کم تین دفعہ یہ الفاظ کہتا ہے

سبحان ربی الاعلیٰ

میرا بڑی شان والا رب پاک ہے

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھکر گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا ہے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھتا ہے لیکن بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اسپر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے

اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وعافنی واجبرنی وارزقنی

اے اللہ میرے گناہوں کو بخش اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت دے اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھ اور میری اصلاح کر اور
اس کے بعد پھر اللہ اکبر کہکر سجدہ میں چلا جاتا ہے اور وہی الفاظ کہتا ہے جو پہلے سجدہ میں کہے تھے اور پھر اللہ اکبر کہکر کھڑا ہو جاتا ہے (اس حد تک جتنی نماز ہو چکی ہے اسے ایک رکعت کہتے ہیں اور نمازیں ۲ رکعت کی بعض تین کی اور بعض چار رکعتوں کی ہوتی ہیں) اور جس طرح پہلی رکعت پڑھی تھی اسی طرح پھر پڑھتا ہے لیکن پہلی رکعت میں جو یہ دعا پڑھی تھی کہ سبحانک اللھم وبحمدک اسے نہیں پڑھتا بلکہ سورۃ فاتحہ سے ابتدا کرتا ہے اور اس کے بعد کوئی حصہ قرآن شریف کا پڑھتا ہے اور پھر سب کچھ اسی طرح کرتا ہے جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا۔

جب دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو چکتا ہے تو پہلی رکعت کی طرح کھڑا نہیں ہو جاتا بلکہ جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا بیٹھ جاتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے

التحیات لِلّٰہ والصّلوات والطیبات السلام علیک ایھا النّبیّ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ السلام علینا وعلٰی عباد اللّٰہ الصّٰلحین اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انّ محمّدًا عبدہٗ ورسولہ[1]

تمام عبادتیں خواہ زبان کی ہوں یا جسم کی یا مال کی اللہ کے لیئے ہی ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کی عبادت کسی رنگ میں بھی نہیں کرنی) اے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی نازل ہو اور اس کی رحمت اور برکت (یعنی بڑھوتی) اور ہم پر بھی سلامتی نازل ہو اور جس قدر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں سب پر سلامتی نازل ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اسکے خادم اور مخلوق ہیں (خدا نہیں ہیں، نہ اسکے بیٹے) اور اسکے ایک رسول ہیں + اس حصہ کو تشہد کہتے ہیں۔

---

[1] چونکہ ہر ایک قوم نے اپنے رسول کو اس قدر عظمت دے دی تھی کہ اسے خدا یا اس کا شریک یا اس کا بیٹا بنا لیا تھا اس لیئے اسلام نے اللہ تعالےٰ کی توحید کے اقرار کے ساتھ اپنے مخلوق ہونے کا اقرار کرنا بھی ہر ایک متبع پر ضروری کر دیا تاکہ ایسا نہ ہو کسی وقت مسلمان بھی اپنے رسول کو خدا یا اس کا بیٹا سمجھ لیں بلکہ اپنی عبادت میں اقرار کرتے رہیں کہ ان کا رسولؐ اللہ کا ایک بندہ تھا ہاں اسے صرف یہ امتیاز حاصل تھا کہ اور بہت سے رسولوں کی طرح وہ بھی ایک رسول تھا۔

منہ

اس کے بعد وہ اسی طرح بیٹھا ہوا یہ پڑھتا ہے

اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللّٰھم بارک علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔

اے اللہ محمد پر اور اس کے سچے متبعین پر تو اسی طرح رحمتیں نازل کر جس طرح ابراہیم اور اس کے متبعین پر رحمتیں نازل کیں تو بڑی تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ تو محمد اور اس کے سچے متبعین کو درجوں میں بڑھا جس طرح تو نے ابراہیم اور اسکے سچے متبعین کو درجوں میں بڑھایا تھا تو بڑی بڑی حمد والا اور بزرگی والا ہے۔

اس حصہ کو درود کہتے ہیں

پھر اسی حالت میں بیٹھا ہوا یہ دعائیں یا ان میں سے کوئی دعا پڑھتا ہے۔

(الف) اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔ (ب) اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والغم واعوذ بک من الجبن والبخل واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من غلبۃ الدین وقھر الرجال۔ (ج) رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء (د) ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ہ) ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

(الف) اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیے ہیں اور کوئی گناہ نہیں معاف کر سکتا مگر تو پس تو اپنے رحم سے مجھے بخشدے اور مجھ پر رحم کر تو بخشنے والا اور مہربان ہے (ب) اے اللہ میں تجھ سے ہم اور غم سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے بزدلی اور بخل سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے کاموں میں

سامان ہی مہیا نہ کر سکوں اور اس بات کی بھی کہ سامان موجود ہوں اور مَیں ان سے کام نہ لے سکوں اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ مَیں ایسا مقروض ہو جاؤں جسے ادا نہ کر سکوں اور اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میری آزادی جاتی رہے اور کوئی شخص مجھ پر جابرانہ حکومت کرے۔ (ج) اے میرے ربّ مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دے اور میری اولاد کو بھی اے میرے ربّ اور تو میری دعا کو قبول کر لے۔ (د) اے ہمارے ربّ مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو اس دن کہ حساب لیا جائے گا۔ (ھ) اے ہمارے ربّ ہمیں اس دنیا میں بھی سُکھ کے اسباب دے اور اگلے جہان میں بھی اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا لے۔

اس کے بعد[^1] وہ یہ الفاظ کہتا ہُوا دائیں طرف مُنہ پھیر لیتا ہے

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت

اور اسی طرح یہی الفاظ کہتا ہُوا بائیں طرف مُنہ پھیر لیتا ہے اور نماز ختم ہو جاتی ہے اب اسے اجازت ہوتی ہے کہ جو چاہے کرے پوری طرح ان ہدایات پر عمل کرے تو اتنی نماز پر چھ سات منٹ خرچ ہوتے ہیں۔

نماز کے اوقات

نماز کے اوقات پانچ ہیں اوّل پَو پھوٹنے سے لیکر سورج نکلنے تک ایک نماز ہوتی ہے اس کی دو رکعتیں ہیں جن سے پہلے دو اور رکعتیں الگ پڑھی جاتی ہیں۔ دوسرا وقت سورج ڈھلنے کے وقت سے

[^1]: یہ اس صورت میں ہے کہ دو رکعت کی نماز ہو اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو تو تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جانا چاہیے اور باقی ایک یا دو رکعتیں پڑھ کر پھر اسی طرح بیٹھ کر سب عبارتیں پڑھ کر جو اوپر لکھی گئیں وہ الفاظ کہتے ہوئے جو بتائے گئے ہیں اور اسی طریق جو بتایا گیا ہے نماز ختم کرے۔ منہ

شروع ہوتا ہے اور قریباً ۲ گھنٹہ تک رہتا ہے اس وقت چار رکعت پڑھی جاتی ہیں اور ان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی چار اور رکعتیں پڑھنی مسنون ہیں اس کے بعد ہی عصر کا وقت شروع ہوتا ہے جس میں چار رکعت نماز ادا کی جاتی ہے سورج ڈوبنے کے ساتھ ہی ایک نماز ادا کیجاتی ہے اس میں تین رکعت پڑھی جاتی ہیں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غروب سے پانچویں نماز کا وقت شروع ہوتا ہے جسے عشا کہتے ہیں یہ چار رکعت ہے اور اس کے ساتھ دو رکعت ایک اور تین رکعت ایک ادا کی جاتی ہیں اور اس نماز کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے ان نمازوں کے علاوہ مسلمانوں کو ترغیب دلائی گئی ہے کہ وہ آدھی رات کے بعد پو پھٹنے سے پہلے کسی وقت اٹھکر آٹھ رکعت نماز دو دو رکعت کرکے ادا کریں اور یہ نماز تہجد کہلاتی ہے یہ نماز ہر مسلم پر فرض نہیں جو چاہے پڑھے ؎

نماز میں دعا ان دعاؤں کے علاوہ جو نماز میں پڑھنی مسلمان کے لیئے ضروری ہیں اور جو کہ عربی زبان میں ادا کی جاتی ہیں اجازت ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنی زبان میں اپنی ضروریات کے لیئے دعا کرے اور یہ دعا خصوصاً رکوع سجدہ قعدہ و جلسہ ہر ایک موقعہ پر ہو سکتی ہے ؎

چند آیات قرآنی ہم نے بتایا تھا کہ سورہ فاتحہ کے بعد چند آیات قرآنی کا پڑھنا ضروری ہوتا ہے اس لیئے ہم قرآن شریف کے مختلف مقامات سے چند آیات قرآنیہ دیتے ہیں جو نماز میں پڑھی جاسکتی ہیں ؎

(۱) اللہ لا الٰہ الا ھو الحیّ القیّوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہٗ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوات و الارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلیّ العظیم ۝

(۱) ترجمہ۔ اللہ وہ ذات ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ زندہ ہے وہ بغیر کسی کی مدد کے خود قائم ہے نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند اس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے کون ہے جو اس کے پاس شفاعت کر سکے مگر اسی کے حکم سے ایسا کر سکتا ہے وہ خوب جانتا ہے جو کچھ لوگ کر چکے ہیں اور جو کچھ کریں گے اور اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہاں جس قدر علم وہ خود دے اسی قدر انسان کو اسکی نسبت علم ہو سکتا ہے اس کا علم تو آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے اور اسے آسمانوں اور زمین کی حفاظت تھکاتی نہیں اور وہ بڑا ہے اور حکمت والا ہے ۰

(۲) قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد۔

(۲) ترجمہ۔ کہہ دے کہ اللہ ایک ہے اللہ وہ ہے کہ اس کی مدد کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور اس کا برابر والا کوئی نہیں ۰

(۳) يا ايها الذين امنوا لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى ان يكن خيرا منهن ولا تلمزوا انفسكم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الايمان ومن لم يتب فاولئك هم الظلمون ۰

(۳) ترجمہ۔ اے مومنو! ایک قوم دوسری قوم کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور اس سے ہنسی نہ کرے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس سے بہتر ہو اور عورتیں دوسری عورتوں سے ایسا کریں کیونکہ ممکن ہے کہ دوسری عورتیں ان سے بہتر ہوں (یعنی نیکی کے لحاظ سے) اور نہ آپس میں ایک دوسرے کی عیب چینی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کا سخت الفاظ سے پکارا کرو (یعنی گالیاں مت دیا کرو) کیونکہ یہ خدا سے عہد شکنی ہوگا اور یہ برا نام ہے کہ ایمان کے بعد فاسق کہلاؤ۔ اور جو اس کام سے باز نہ آئیگا وہ ظالم ہوگا

(۴) یاایھا الذین اٰمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء
کرھًا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اٰتیتموھن الا
ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ
خیرًا کثیرًا۔

ترجمہ۔ اے مومنو! تمھیں ہرگز جائز نہیں کہ تم اپنی بیویوں کا مال جبرًا لے لو
اور نہ تم کو جائز ہے کہ جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو اس کا کوئی حصہ واپس لینے
کے لیے تم ان سے الگ ہو جاؤ (تا کہ تمھارے غصہ سے ڈر کر وہ مال تمھارے
پیش کر دیں) ہاں اس وقت بے شک ان سے الگ ہو سکتے ہو جب وہ کھلے
کھلے زنا کا ارتکاب کریں اور ان سے ہمیشہ نیک سلوک کیا کرو اور اگر ان کی
کوئی بات تم کو ناپسند ہو (تو اس) کی وجہ سے ان سے بدسلوکی نہ کرو کیونکہ
ممکن ہے کہ تم کو کوئی بات ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں بڑی
بھلائی پیدا کر دے (یعنی اگر تم عورتوں کی ناپسند حرکات دیکھکر بھی
ان سے نیک سلوک کرو گے تو خدا تمھارے لیے شکھ کا سامان کر دینے کا
ذمہ لیتا ہے)

(۵) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء
والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون واوفوا
بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا
وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلًا ان اللہ یعلم ما تفعلون

ترجمہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم عدل سے کام لو اور لوگوں سے احسان کرو اور
احسان کرو کہ تم کو کسی نفع کا خیال نہ ہو اور منع کرتا ہے اس بات سے کہ تم وہ
... جو تمھاری جان کے متعلق ہوں یا ... [illegible]
بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے سے اور تم کو نصیحت کرتا ہے [illegible]
... سے جو عہد تم نے باندھا ہے اسے پورا کرو [illegible]

تم ایسا کیونکر کر سکتے ہو) اور تم نے تو اس پر اللہ تعالیٰ کو ضامن کیا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے افعال کو جانتا ہے۔

(۶) لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم٭ افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم٭ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یأکلان الطعام انظر کیف نبین لھم الآیات ثم انظر انی یؤفکون۔

(۶) ترجمہ۔ ہدایت سے دور ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں سے ایک ہے اور معبود تو صرف ایک ہی ہے اور اگر تین خدا کہنے والے اپنے اقوال سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں سے جو لوگ اپنے اس عقیدہ پر قائم رہیں گے ان کو دردناک عذاب پہنچیگا کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتے اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے اور اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا مہربان ہے مسیح نہیں تھے مگر ایک رسول اور ان سے پہلے اور رسول گذر چکے ہیں (ان سے ان کی زندگی ملا کر دیکھ لو بالکل مشابہ ہے پھر ان کی خدائی کہاں سے ثابت ہوئی) اور ان کی ماں ایک نیک بخت عورت تھیں وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے (اور خدا کھانے سے پاک ہے) دیکھ ہم کس طرح انکے لیے دلائل بیان کرتے ہیں پھر دیکھ کہاں سے پھرتے جاتے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد

انجیلی کفّارہ (نمبر۱)

اس مضمون کے یہ نمبر ہمارے ایک مہربان مشہور اہلِ قلم نے ریویو میں اندراج کے لئے بھیجے ہیں جو ہم انشاء اللہ بالترتیب شائع کرتے رہیں گے۔ نیز صاحب موصوف نے اپنے فاضلانہ مضامین سے وقتاً فوقتاً ریویو کی امداد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہم اپنے فاضل دوست کی اس عنایت کے تہ دل سے مشکور ہیں۔

مضمون کو درج کرنے سے پہلے ہم اس جگہ اپنی اور اپنے فاضل مضمون نگار کی پوزیشن کو صاف کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ ہم حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو جیسا کہ قرآن کریم نے ذکر کیا اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی یقین کرتے ہیں اور جس طرح ہم دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم تھے اسی طرح حضرت مسیح ابن مریم رسولاً الیٰ بنی اسرائیل کو بھی معصوم یقین کرتے ہیں۔ لیکن مذہبی آزادی کے اس دور میں جبکہ ہر مذہب کو حق حاصل ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے مسلمہ عقاید پر رائے زنی کرے۔ اور مسیحی حضرات آئے دن اپنے اخبارات اور رسالوں میں ایسے مضامین لکھتے ہیں جو اسلام پر نکتہ چینی کی حد سے بڑھے ہوتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں اگر انجیلی مسلمات کی بنا پر ہم کوئی تنقید کریں تو اس سے ہماری غرض ان کا جواب دینا ہے۔ جو کچھ بھی ان مضامین میں درج ہے وہ صرف انجیلی حوالجات کی بنا پر ہے۔ اگر ان عبارات سے کوئی بات ایسی پائی جاوے جو کسی مسیحی عقیدہ کو کمزور یا بے اصل ثابت کرے تو اس کی جوابدہ انجیل موجودہ ہوگی ہم اسکے لئے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ (ایڈیٹر)

مسیحی مذہب کی بنیاد مندرجہ ذیل مسائل یا اعتقادات پر ہے اگر یہ مسائل نکال دیئے جائیں یا ان کی صداقت میں شبہ ہو جائے تو مذہب مسیحی باقی نہیں رہ سکتا۔

(الف) الوہیت مسیح۔ (ب) تثلیث۔ (ج) کفارہ۔

اور ان میں سے کفارہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ان سب عقیدوں کی روح رواں ہے جو

عیسائی کفارہ نہیں مانتا وہ صادق عیسائی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کفارہ کے انکار سے نہ تو الوہیت کا کچھ باقی رہتا ہے اور نہ تثلیث محفوظ رہتی ہے اسکے نکالنے سے سارے مثلث عقیدہ کی چولیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ جو لوگ صرف ایک ہی خدا کو مان کر بھی کفارہ سے انکار کرتے ہیں وہ گو بیشک خدا پرست اور موحد تو ہوں گے لیکن مسیحی نہیں رہ سکتے کفارہ کی بابت اکثر تو نہیں پر بہتوں کا یہ مذہب ہے کہ وہ عہد عتیق توریت وغیرہ میں بھی بیان ہوا ہے اور عہد جدید میں بھی اس کی تعلیم دی گئی ہے۔

قبل اسکے کہ غیر لوگ یا غیر قومیں تلاش کی صورت میں بائبل یعنی عہد عتیق کو دیکھیں لازمی ہے کہ وہ انجیل ہی سے کفارہ کا پتہ لگائیں کیونکہ توریت زبور وغیرہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے یا جن آیات اور احکام کا حوالہ کفارہ کے متعلق دیا جاتا ہے وہ بمقابلہ ان آیات اور ان احکام کے واضح نہیں ہوسکتے جو خود حضرت مسیح علیہ السلام نے بیان کئے ہیں اور جن کا ذکر اناجیل میں کیا گیا ہے اسلئے انجیل کے بعد دیکھنا چاہئے کہ اگر عقلی معیار پر کفارہ کی صداقت کہاں تک ٹھہری اترتی ہے اور توریت کے حوالہ جات سے کیا کچھ نسبت رکھتی ہے۔ ہمارے ہاتھ میں اسوقت منجملہ متعدد انجیلوں کے چار انجیلیں یعنی انجیل متی، مرقس، لوقا اور یوحنا ہیں یہ وہ انجیلیں ہیں جو اسوقت ایک کثیر التعداد عیسائیوں کی مسلمہ ہیں ہم اسوقت یہ بحث نہیں کرینگے کہ ان چار اناجیل کا متعدد انجیلوں سے انتخاب کس اصول پر ہوا ہے اور مقابلتاً انکی صحت اور قوت پر کیا کچھ دلائل لائے گئے ہیں اور کس حد تک انہیں خالی از سقم مانا جا سکتا ہے۔

ہم سب سے اول انجیل متی سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں اور یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اس اہم اور بڑے مسئلہ پر کہاں تک اور کن الفاظ میں روشنی ڈالی اور اسوقت کی مخلوق، شاگردوں اور نو مریدوں نے انکے الفاظ اور احکام سے اسکے متعلق کیا کچھ سمجھا اور اخیر تک حضرت مسیح علیہ السلام نے کن کن وسائل تماثیل اور تذکرات سے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی اور انکے مصلوب ہونے تک نتیجہ کیا رہا۔

ہم یہ دلچسپ بحث اس التزام سے کرنا چاہتے ہیں کہ انجیل متی میں کفارہ کے بارہ میں

منافیًا یا صراحتًا اشارتًا یا بداہتًا جو کچھ آیا ہے اُسے نمبروار شروع ہی سے نقل کریں اور پھر اُس پر
بحث کر کے دکھائیں کہ طرز کلام - طرز بیان سے کیا کچھ ظاہر ہوتا یا کیا کچھ سمجھنا چاہیئے - ہم کوشش
کریں گے کہ انجیل متی کی کوئی آیت بھی کفارہ کے متعلق باقی نہ رہ جائے اور اسی طرح وہ احکام وہ
آیات وہ کلام بھی باقی نہ رہے جو دوسری طرف کفارہ یا اغراض کفارہ کے منافی واقعہ ہوا ہے کیونکہ
ایک ہی انجیل میں ایسے بڑے معرکۃ الآراء اور اہم مسئلہ کی نسبت کسی دوسری قسم کا بھی کلام
ہے تو اس کا دکھایا جانا بھی لازمی ہے تاکہ سوچنے والے آسانی سے مقابلتًا سوچ کے بعد کوئی فیصلہ
کرنے کے قابل ہو سکیں ہمیں شوق اور پوری دلچسپی سے دیکھنا چاہیئے کہ ایسے عظیم الشان ادعا
کے بارہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا کچھ کہا اور کن الفاظ اور کن فقرات میں گفتگو کی اور
[illegible] کو تعلیم دی کیونکہ یہ عقیدہ سب عقائد کی چوٹی اور راس العقائد ہے جو [illegible] مسئلہ کو مخفی
[illegible] اس کا ذکر کیا جائے کیونکہ اگر بائبل [illegible] شروع ہی [illegible] کو یہاں
[illegible] پر ساری دنیا کی نجات کا مدار رکھا گیا ہے تو ضرور [illegible]
[illegible] زبان [illegible] ایسی وجہ [illegible] سلجھائی گئی ہو اور [illegible]
[illegible] بات نہیں ترجمان سے حل ہو کر دنیا کی طمانیت کا باعث ہو سکے اگرچہ [illegible]
[illegible] ذو [illegible] اور [illegible] عظمت کے [illegible] سلجھا [illegible] اور انسانی [illegible]
[illegible] کفارہ ایسے مسئلہ کے واسطے [illegible] لازمی ہے کہ محض [illegible] تاویلات
[illegible] کے ذیل میں کفارہ کی تصدیق کی جائے تو [illegible] اس کے مقابلہ میں اسی قسم کے اور
[illegible] نئے پڑیں گے جنہیں محض اس وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ عام عقل و فراست
[illegible] پورے نہیں اترتے عیسائی مذہب جس شدومد سے کفارہ کی ضرورت پر زور دیتا
[illegible] ہے یہ کہتا ہے کہ اگر کفارہ نہ مانا جائے تو خدا کی قدوسیت خدا کا عدل خدا کا [illegible]
[illegible] اور باوجود قادر مطلق ہونے کے بھی خدا حرف گیری سے نہیں بچ سکتا [illegible]
[illegible] حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے کفارہ کی صراحت اور وضاحت ہونی
[illegible] کرتے ہیں کہ دنیا اور عیسائی بھی اس ضرورت سے انکار نہیں کریں گے
[illegible] بھی ہر ایک [illegible] میں کفارہ پر زور دیا جاتا ہے تو دوسری طرف خود

اناجیل میں سے بھی تو اسی زور سے اُس کی تائید اور تصدیق ہونی لازمی ہے۔

تائید اور تصدیق بھی ایسی جس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ ہو اور کوئی تاویل ہی نہ ہو سکے کیونکہ اگر تاویل کی گنجائش باقی رہے تو ایسے اہم مسئلہ کی عظمت اور وقعت مخدوش ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتی اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فرض یا یہ کام تھا کہ کفارہ کی بابت پوری وضاحت سے تعلیم دیتے اور شروع ہی سے لوگوں کو سمجھا دیتے کہ

" میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے۔

" اور میں اس غرض کو لے کر آیا ہوں۔

" اور خدا یہ چاہتا ہے

" یہی عقیدہ یا اصلی عقیدہ یہ ہے۔

" اس کے سوائے اور سب فضول اور عبث ہے۔

جو لوگ اس قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھتے وہ مہربانی کرکے یہ تو کہیں کہ اسقدر ہم مسئلہ کی صورت میں اس سے اور زیادہ وضاحت کیا ہو سکتی ہے۔

انتخاب آیات مخالف و موافق مسئلہ کفارہ

(۱) باب ۴ ۔ درس ۱۷ ۔ متی ۔ **مضمون** ۔ اُسی وقت سے یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی۔

تنقید ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ منادی شروع شروع کی تھی اس میں اصل عقیدہ پر روشنی ڈالنے اور زور دینے کی بجائے صرف توبہ پر زور دیا گیا ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ شروع ہی میں یہ کہا جاتا کہ اس قسم کی توبہ کرو مسیح کے خون پر یقین لاؤ توبہ کی منادی کا مفہوم ان پر یہی ہو سکتا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرو اس میں اقرار کفارہ کی شرط نہیں ہے اور اگر اس منادی کے مطابق بعض لوگوں نے توبہ بھی کی ہوگی تو اُسکی دو ہی حالتیں ہونگی یا تو کفاری توبہ اور یا عام توبہ اگر عام توبہ کی گئی ہے تو وہ کفاری توبہ سے منافی ہونیکی وجہ سے کوئی وقعت اور کوئی اثر نہیں رکھتی اور اگر کفاری توبہ تھی تو اسوقت کفارہ کا وجود ہی نہ تھا کیونکہ کفارہ سوائے مصلوب ہونے کے کس طرح وجود پذیر ہو سکتا تھا اور اگر ایسی

... توبہ کوئی اثر رکھتی ہے تو کفارہ من وجہٍ باطل ہے اور اگر کسی اور موقعہ پر اسی انجیل میں کفارہ کی بابت کوئی قول ہے تو وہ اسکے منافی ہوگا۔

(۲) باب ۵ ورس ۳ تا ۱۲۔ **مضمون**۔ "مبارک وے جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے"۔

"مبارک وے جو غمگین ہیں کیونکہ وے تسلی پاویں گے"۔

"مبارک وے جو حلیم ہیں کیونکہ وے زمین کے وارث ہوں"۔

"مبارک وے جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وے آسودہ ہونگے"۔

"مبارک وے جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا"۔

"مبارک وے جو پاک دل ہیں کیونکہ وے خدا کو دیکھیں گے"۔

"مبارک وے جو صلح کرنیوالے ہیں کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلائیں گے"۔

"مبارک وے جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے۔ مبارک ہو تم جب میرے واسطے تمھیں لعن طعن کریں اور ستاویں اور ہر طرح کی بری باتیں جھوٹ سے تمھارے حق میں کہیں خوش ہو اور نہایت خوشی کرو کیونکہ آسمان پر تمھارا اجر بڑا ہے اسلئے کہ انھوں نے ان نبیوں کو جو تم سے آگے تھے اسی طرح ستایا ہے"۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ وہ تعلیم ہے جو ایک کثیر بھیڑ اور شاگردوں کے سامنے پہاڑ پر دی گئی یہ وہ منادی ہے جن میں نجات اور رضائے مولائے کریم کے گر بتائے ہیں یہ وہ ارشادات ہیں جن میں سننے والوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح خدا کی بادشاہت ملتی اور آسمانی برکتیں آتی اور کسطرح نیک انسان خدا کے فرزند کہلائے جاسکتے ہیں ان اعمال اور افعال کے معاوضہ میں آسمان پر ایک عظیم الشان جزا کی امیدیں کی جاسکتی ہیں۔ انھی میں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے جو لوگ پاک دل ہیں وہ خدا کو دیکھینگے اس سے ثابت ہوا کہ انکی نگاہوں میں اس وقت بہت سے لوگ پاک بھی ہوسکتے تھے اور اُس کا معاوضہ یہ بتایا گیا کہ وہ خدا کو دیکھ بھی سکتے ہیں یہ تمام اقوال

تمام انعامات اُس وقت بتلائے گئے تھے جب کفارہ کا وجود ہی نہ تھا کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ موجود تھے جو لوگ ان اعمال اور ان اوصاف کے کفارہ سے پہلے ہی وفات پا گئے وہ ضرور ان انعامات کے مستحق ہوں گے کیونکہ حضرت ممدوح اپنی پاک زبان سے انہیں ایسا یقین دلاتے ہیں جن انعامات کا اس وعظ میں ذکر کیا گیا ہے وہ موجب نجات ہیں جو پاک ہیں جو خدا کو اپنی انسانی آنکھوں سے دیکھنے لگ گئے جو خدا کے فرزند بن گئے جنہیں خدا کی بادشاہت میں داخل کیا گیا وہ نجات نہ پائیں تو اور کون پائے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس وعظ میں کفارہ کا ذکر تک بھی نہ فرمایا حالانکہ سب سے اول کفارہ ہی کا ذکر لازمی تھا کیونکہ حضرت ممدوح اسی کے واسطے اس دنیا میں مبعوث ہوئے تھے اور وہی اُن کی اہم منزل بھی ضرور تھا کہ اس کا شاندار بیان ہوتا ایک حرف بھی اُسکی بابت ذکر نہ کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ کفارہ اُن سے مزعوم نہ تھا بلکہ دیگر طریق جو ہر ایک نبی اور مرسل کی جانب سے شروع ہی سکھایا جاتا رہا ہے چنانچہ اسی باب کے درس ۱۶ میں اسکی تصریح مزید بھی کر دی گئی ہے:۔

"اسی طرح تمھاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وے تمھارے نیک کاموں کو دیکھیں اور تمھارے باپ کی جو آسمان پر ہے ستائش کریں۔"

اس آیت میں بالتصریح نیک کاموں کا حوالہ دیا گیا ہے جو شروع کی آیتوں میں ذکر ہوئے ہیں یا تشریح۔

؎ جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ کفارہ نیک کاموں سے منع نہیں کرتا یا اعتراف کفارہ سے پہلے [illegible] نیک نہ کرے بلکہ اعمال نہ ہوں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ نجات بغیر اقرار کفارہ کے از روئے مذہب عیسائیت [illegible] چاہے نیک اعمال کیے ہوں [illegible] تمدنی۔ تہذیبی سوشل سیاسی رنگ میں [illegible] مذہبی [illegible] کفارہ کے کچھ بھی نہیں پڑ سکتی اگرچہ زید کیسا ہی نیک ہو لیکن جب تک کفارہ کا عقیدہ [illegible] کا اعتراف نہ کرے اسے نیکی اور سعادت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس وعظ سے [illegible] پایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے ایسے اعمال ہوں گے وہ خدا کی [illegible] بادشاہت میں داخل ہونے کا حق رکھتے ہیں اور وہ خدا کے فرزندوں میں سے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام وعظ میں یہ کہیں نہیں کہا کہ ایسے اعمال کی صورت میں بھی کوئی نجات ابدی نہیں پا سکے گا طرز کلام مفہوم فقرات

(۳) باب ۵ - ورس ۱۷ تا ۲۰ - **مضمون** :- یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ **پوری کرنیکو** آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں ایک شوشہ یا ایک لفظ توریت کا ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ایسا ہی آدمیوں کو سکھا دے سب سے چھوٹا کہلا ئیگا پر جو کہ عمل کرے اور سکھلا دے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا کیونکہ میں تمھیں کہتا ہوں کہ اگر تمھاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں کی سے زیادہ نہ ہو تو تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہوگے۔

تنقید :- اس مقدس وعظ سے بہت سی باتوں کی حقیقت ملتی ہے اور سوچنے والے سوچ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم اور منادی کن اغراض کو لیئے ہوئے تھی اور انکا مدعا کیا تھا توریت شریف موسوی یا ابراہیمی شریعت تھی اسکی نسبت صاف الفاظ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس کا ایک شوشہ اور ایک لفظ بھی منسوخ نہیں ہوگا **جبتک کہ سب کچھ پورا نہ ہو**۔

فقرہ سب کچھ پورا نہ ہو ایک تشریح طلب فقرہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے الہامی منہ سے اس فقرہ کا نکلنا ایک بڑی اہم خوشخبری یا پیشین گوئی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت اور ... تک ابھی سب کچھ پورا نہیں ہوا تھا یعنی جو کچھ مذہبی اور روحانی رنگ میں پورا ہونا ضرور ... تھا اس میں ابھی تک کمی تھی اس فقرہ کا دوسرے الفاظ میں مطلب یہ تھا کہ جب ... قدرت کی جانب سے سب کچھ پورا نہ ہولے تب تک توریت کا ایک شوشہ اور ایک

... حاشیہ ... - سے ثابت ہے کہ ایسے اعمال کے لوگ نجات کے وارث ہیں کسقدر زور اور یقین سے یہ کہا گیا ہے۔

... لوگ پاک دل ہیں۔

... فرزندان خدا ہوں گے۔

... کے واسطے خدا کی بادشاہت ہے۔

... ہی لوگ راستباز ہیں۔

... ہی لوگوں کے واسطے آسمان پر بڑا بدلا ہے۔

... کلام بہت صاف ہے کسی تاویل بعیدہ کی ضرورت نہیں ہے صرف اس خیال سے ایسی آیتوں کی تاویل رکیک کرنا کہ کفارہ کسی رنگ میں ثابت ہو یا اسکی تائید ہو سکے درست نہیں عیاں راچہ بیاں - ۱۲ -

معافی نہیں دی جا سکتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بالمقابل توریت شریف کے جرائم کی خوفناک سزاؤں اور نزاکت کا سلسلہ تاکیداً بیان کرتے آتے ہیں اور ایک قطعی وعید کی صورت میں لوگوں کو متنبہ اور آگاہ کر رہے ہیں اگر کفارہ کی بدولت یہ سزائے قدرت ٹل سکتی ہے اور جہنم کی آگ سے ایسے ملزم محفوظ رہ سکتے ہیں تو حضرت ممدوح کی یہ قطعی وعید باطل ہوتی ہے اور اگر باطل نہیں ہوتی تو عقیدہ کفارہ باقی نہیں رہتا۔

اسی سلسلہ میں ایک دوسرے رنگ میں یہ وعید حتمی قرار دی گئی ہے فرماتے ہیں۔

"اگر تو قربان گاہ میں اپنی نذر لے جاوے اور وہاں تجھے یاد آوے کہ تیرا بھائی تجھ سے کچھ مخالفت رکھتا ہے تو وہاں اپنی نذر قربان گاہ کے سامنے چھوڑ کے چلا جا پہلے اپنے بھائی سے میل کر تب آکے اپنی نذر گزران"

"میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک کوڑی کوڑی ادا نہ کرے تو وہاں سے کسی طرح نہ چھوٹے گا۔"

دونوں آیتوں میں عمل پر زور دیا گیا ہے اور یہ شرط لگائی گئی ہے کہ جب تک بھائی کو راضی نہ کیا جاوے۔ قرضہ ادا نہ ہو تب تک چھٹکارا نہ ہوگا حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم اور منادی کے مطابق بھائی کو راضی نہ کرنا اور قرضہ کا بے باق نہ کیا جانا دونوں جرم اور گناہ ہیں اگر زید اپنے بھائی خالد کو راضی نہیں کرتا اور کفارہ پر یقین رکھتا ہے تو کیا اُسکو بموجب اس وعید کے سزا ملے گی اگر سزا ملے گی تو کفارہ باطل ہے اور اگر سزا نہیں ملے گی تو وعید باطل ہوتی ہے اسی طرح اگر زید عمرو ساہوکار کا قرضہ ادا نہیں کرتا ہے اور کفارہ کا بھی معتقد ہے تو حسب قول حضرت مسیح علیہ السلام کسی طرح رہائی نہیں پا سکے گا اور اگر حسب عقیدہ کفارہ رہائی پا سکتا ہے تو وعید باقی نہیں رہتی اور اگر دیوانی میں نالش کر کے زید پر ڈگری کرا کر عمر قرضہ یا اقتنی وصول کر لیتا ہے تو اس صورت میں بھی گتھی نہیں سلجھے گی کیونکہ زید نے رضامندی سے قرضہ نہیں دیا ہے مذہبی سزا باقی ہے اور ادھر سے زید کفارہ کا عقیدہ بھی رکھتا ہے اور دوسری طرف ادائگی بھی ہو گئی ہے اور وعید میں ادائگی ہی کرا ہم شرط تھی دونوں صورتوں میں زید کی پوزیشن دائرہ گرفت اور جوابدہی سے نکل نہیں سکتی۔

ع دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را ❊ (باقیدارد)

رپورٹ ماہوار صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان

بابت ماہ فروری ۱۹۱۴ء

صیغہ یتامیٰ:- آمد ۱۳۴-۷-۳ اور خرچ ۴۷۹-۸-۰ ہوا۔ بقایا جو یکم فروری کو خزانہ میں تھا وہ صرف ۲۴-۱۴-۷ ہے۔ اس لیئے جملہ ان احباب کی خدمت میں جو یتامیٰ کی پرورش کو ضروری سمجھتے ہیں التماس ہے کہ چندہ یتامیٰ کے لیئے روپیہ بھیجکر ممنون فرماویں۔ یتامیٰ کا خرچ ماہ فروری اوپر دکھایا گیا ہے جو پونے چار سو سے زائد ہے۔

صیغہ زکوٰۃ:- آمد ۱۵۹-۴ اور خرچ ۲۷۵-۶-۶ ہوا۔ زکوٰۃ کا روپیہ بھی اسی جگہ پہنچے تاکہ سلسلہ کے مرکزی مقام میں یکجائی طور پر صرف ہو۔

صیغہ اشاعت اسلام:- خریداران ریویو اردو و انگریزی میں پانچ پانچ کی کمی ہوئی۔

صیغہ مقبرہ بہشتی:-

(۱) اس ماہ میں کوئی موصی مقبرہ بہشتی میں نہ دفن ہوا اور نہ کوئی فوت ہوا۔ (۲) پندرہ عدد وصایا جنکی مالیت کا باعث اختلاط اندازہ لگانا ازبس دشوار ہے۔ درج رجسٹر وصایا ہوئی ہیں۔

(۳) مندرجہ ذیل بڑی رقومات جو اس ماہ میں موصیان نے ارسال کی ہیں ملاحظہ فرماویں۔

(۱) نواب الدین ارائیں بابت اراضی ادجلہ موہوبہ محمد حسن صاحب۔ للعہ (۲) بابو فضل کریم صاحب اکونٹنٹ ملٹری لعہ

(۳) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ عہ (۴) ناصر شاہ صاحب برادر فضل شاہ صاحب اعہ

(۵) مسماۃ گلاب بی بی مرحومہ بذریعہ عبد اللہ حجام پسرخود ساکن قادیان عہ (۶) بابو امام الدین صاحب پنشنر بھیرہ عہ

(۷) مسماۃ تابی زوجہ امام بخش کمہار ساکن دھرم کوٹ بگہ۔ عہ (۸) غلام نبی صاحب سیٹھی راولپنڈی۔ عہ

(۹) بابو عبد الرحمن صاحب لورالائی۔ عہ (۱۰) منشی غلام حسین صاحب امرتسری۔ لعہ

(۱۱) بابو دلاور خاں صاحب۔ پشاور للعہ (۱۲) خواجہ بشیر الدین صاحب پوسٹ ماسٹر بستی مندرانی عہ

(۱۳) ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب حصار۔ لعہ (۱۴) ڈاکٹر قاضی غلام حسین صاحب حصار لعہ

(۱۵) بابو غلام رسول صاحب۔ پشاور۔ ۸؍ (۱۶) منشی عبد العزیز صاحب سہارنپور۔ سے ر
(۱۷) ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب۔ گونڈ۔ عہ۔

شفاخانہ :- تعداد نئے مریض ۴۵۹ مائنیر اپریشن چار ہوئے۔

صیغہ تعمیر :- عمارت بورڈنگ مکمل ہوگئی ہے۔ اور عمارت مدرسہ کا ہال طیار ہورہا ہے اسکے لیئے گورنمنٹ نے پانچ ہزار روپیہ اور منظور فرمایا ہے۔ جس کے لیئے گورنمنٹ کا علی الخصوص انسپکٹر مدارس صلقہ لاہور کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محسن گورنمنٹ کو سلامت رکھے۔ اس حال میں ضروری ہے کہ احباب بھی چندہ بھیجکر ممنون فرماویں۔ تاکہ پہلی منزل مکمل ہوجاوے۔

دفتر محاسب :- اس ماہ کل آمد ۵-۱۱-۴۸۶ ۷ اور خرچ ۳-۱۵-۶-۷۷ ہوا۔ یعنی تین سو روپے کے قریب زیادہ خرچ ہوا۔ اس آمد میں تین ہزار کی رقم ایسی ہے جو ریویو اردو و انگریزی کی قیمت ہے۔ باقی ساڑھے چار ہزار روپیہ رہ جاتا ہے۔ جس میں بورڈران ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ کے اخراجات کا روپیہ شامل ہے جسکے ساتھ انجمن کو کوئی تعلق نہیں۔ اس صورت میں قریباً ساڑھے سات ہزار کی آمد انجمن کی نہیں ہوتی جو اوپر دکھائی گئی ہے۔ بلکہ بہت تھوڑا روپیہ اصل آمد کا رہ جاتا ہے جو ماہوار اخراجات کو پورا کرنے کے لیئے بالکل ناکافی ہے۔ اور اس طرح پر انجمن کے کام رکے رہتے ہیں۔

جن لوگوں نے جلسہ سالانہ پر چندہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ انکو ادائگی چندہ کیلیئے توجہ دلائی جاتی ہے :

صدر الدین
سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

كل من عليها فان

مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

(قرآن کریم)

خدائے تعالیٰ کی رضا کے ماتحت اُس کے قدیم قانون اور سنت کے مطابق [illegible] محمد رسول اللہ کا محبوب۔ عمرؓ کا فرزند۔ مسیح موعودؑ کا جانشین صدیق ثانی سیدنا حاجی حافظ مولٰنا مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ ۱۳ مارچ بروز جمعہ ۲ بجکر ۲۰ منٹ [illegible] نماز میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہو کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور ۱۴ مارچ کو بعد نماز عصر آپکی نعش مبارک مقبرہ بہشتی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داہنے ہاتھ دفن کی گئی۔

[illegible] مقدس وجود کا ایثار۔ اس کی زندگی۔ اس کی موت۔ اسکے اعمال [illegible] اقوال اس کا [illegible] تبحرِ علمی اپنی نظیر آپ تھے زمانہ [illegible] آسمان [illegible] [illegible] زمین پر نہیں بھیجتا دنیا ایسے منبع فیوض و علوم سے [illegible]

[illegible]

[illegible] ایک عالم سے۔ مسلمان ایک ہادی سے۔ احمدی اپنے پیشوا اپنے آقا اپنے مطاع [illegible] مقدس امام کے وجود باجود سے محروم ہو گئے وہ قرآن کا خادم قرآن کا استاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدا حدیث کا والا اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا فرقہ [illegible] ہے کہ ہائے وہ بوڑھا تجربہ کار قرآن سنانے والا کہ وہ امیر و غریب کا خیر خواہ ہمارے درمیان سے اُٹھ گیا۔ فرقہ اناث میں شور و بکا ہے کہ آہ وہ عورت کی عزت کرنے والا۔ وہ کمزوروں کا حامی وہ حقوق انسان کا مؤید و نگہبان اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گیا۔

آسمانی انسان زمین پر رہتا تھا لیکن اُس کا تعلق آسمان سے ایک لمحہ کے لیئے بھی

نہیں ٹوٹتا تھا۔ اُس کو چلتے پھرتے لیٹتے بیٹھتے ہر گھڑی خدا اور اُسکے رسول کی یاد و محبت کا زندگی بخش جام سرشار رکھتے رہتا تھا خدا کی کتاب اُسکی محبوب اُس کا ذکر اُس کی غذا تھی قرآن کی آیات میں اُسے دلربا خط و خال نظر آتے اور اس کتاب کے معانی میں اُسے چشمۂ حیوان سے حیات جاوید بخشنے والے پانیوں کا ذخیرہ معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی زندگی ہی قرآن تھی اور جب اُس کی عمر طبعی کا پیمانہ لبریز ہونے کو تھا تو خدائے حیّ و قیّوم کے ہاں سے بھی ختمِ قرآن کی مبارک آگئی اور ذاتِ باری و صمد نے فرمایا "خلیفۃ المسیح کو ختمِ قرآن مبارک ہو"

وہ خضر تھا لیکن اُس نے کئی ایک سکندر صفت طالبانِ حق کو آبحیات پلایا اور کسی سے تادمِ مرگ بخل نہیں کیا

اُس کا ایثار اُس کا جود اُس کا کرم اُس کی خدا پرستی غریب نوازی اور احسان اپنی نظیر آپ تھے وہ سب کا خیر خواہ تھا وہ عمیم الاحسان اور ہر دل عزیز تھا اُس کی سخاوت یا اُس کا فیض کسی ایک ملت کے افراد تک محدود نہ تھا بلکہ عام مخلوقِ خدا تک وسیع تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس آقا نے مغفور کو غریقِ رحمت کرے اور آپ کے پس ماندگان کو صبر جمیل عنایت کرکے دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا مورد کرے۔ اُن کی اولاد پھلے پھولے اور خادمِ دین ہو۔ آمین ثم آمین (ایڈیٹر)

ریویو

تقویم عمری:۔ یعنی ایک سو پچیس برس کی جنتری جیمیں ۱۷۸۲ء سے لیکر ۱۹۰۶ء تک سنہ عیسوی ہجری فصلی سمت کی مفصل تاریخیں ایکدوسرے کے بالمقابل دی ہیں جن لوگوں کو گذشتہ تاریخوں کی تطبیق دینے کی ضرورت پڑتی ہو اُن کیلئے بہت مفید ہے۔ اصل قیمت ۱ ؎ تھی۔ مگر اب رعایتی قیمت ۸؎ کر دی گئی ہے ملنے کا پتہ بدر ایجنسی۔ قادیان ضلع گورداسپور

چمکار احمدی:۔ یعنی سو نخمری آنحضرت رسول مقبول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منظوم پنجابی مصنفہ منشی جھنڈے خانصاحب میر مدرس سبے ہالی۔ ضلع گورداسپور۔ پنجابی زبان میں ایسی تصانیف کی بڑی ضرورت ہے جو احباب پنجابی زبان پڑھ سکتے ہوں وہ ضرور اس کتاب کا ایک نسخہ خرید یں۔ قیمت بھی زیادہ نہیں۔ ۱۵۰ صفحہ کی کتاب ہے قیمت ۸؎ مصنف مذکور سے طلب کیجاوے

[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم مارچ ۱۹۱۳ء کو

تعلیم	۷۹۳۲-۱-۷
اشاعت	۹۰۳-۱۵-۹
مساکین	۹۹۲-۴-۱۱
زکوٰۃ	۴۰۵۲-۱۰-۲
یتامیٰ	۳۴-۱۴-۷
پروردگان ہائی	۲۴۰۲-۱۱-۸
" تقریب	۳۴۳-۱۵-۶
امانت اندرونی	۶۷۲-۱۵-۰
" بیرونی	۱۴۰۳-۱۲-۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۲-۲-۶
میزان	۲۲۳۵۱-۱۰-۵
منہائی فاضل	۱۱۸۹۳-۶-۳
	۱۰۴۵۸-۴-۲
منہائی پیشگی	۱۰۴۴۷-۱۱-۶
باقی نزد امین	۱۰-۸-۸

فاضل صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۱۸۲۴-۵-۶
مقبرہ	۲۲۷۹-۱۱-۸
تعمیر	۲۵۶۱-۰-۱
بیت المال	۲۹۲۱-۳-۶
متفرقات	۲۲۹۹-۱-۶
میزان	۱۱۸۹۳-۶-۳

تفصیل پیشگی

تعلیم	۲۲۱۹-۱۳-۶
بیت المال	۲۶۹۲-۰-۰
اشاعت	۳۰۰-۰-۰
مقبرہ	۴۱۰-۰-۰
مدرسہ احمدیہ	۶۲۴-۱۲-۰
متفرقات	۵۰۱-۲-۰
تعمیر	۳۷۰۰-۰-۰
میزان	۱۰۴۴۷-۱۱-۶

محمد اشرف
ناظر

خلیفہ رشید الدین
محاسب

[illegible]

اطلاع

...یداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ
...کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں ؛

نوٹ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن ... جنتری ...
تیار ہوئی ہے۔ دس ہزار چھپ گئے ...
پورا پتہ لکھنے پر جنتری کا بلا قیمت محصول بھیجی جا...

دست پر صلاح

... دست ہوتے ہیں وہ خطرے سے خالی نہیں۔ وقت سے پہلے ایک صلاح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس کے
برمن۔ کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما شروع ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے یا پہننے کے باعث ہمیشہ
خوف رہتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیئے پہلے ہی ایک شیشی اصل عرق کافور منگا کر اپنے گھر
رکھیں جس سے اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت ہو سکے۔ یہ اصل عرق کافور عرصہ تیس سال سے
ہندوستان میں جاری ہے۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد شل کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت
فی شیشی ۱۴ر چار آنہ محصولڈاک ایک سے ۴ شیشی تک ۵ر ۸ شیشی تک ۶ر

پلیگ سے کیوں ڈرتے ہو

سوائے اور سب بیماریوں کے اس سے ڈرنے کا سبب یہ ہے کہ آج تک لاکھوں انسان
اس موذی عارضہ کے پنجہ ظلم سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ گاؤں کے گاؤں اجاڑ ہو گئے
شہر تباہ ہوئے۔ اس وجہ سے اس کے نام ہی سے دہشت ہوتی ہے پلیگ میں مبتلا ہونے
کے بعد پھر کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن بنظر حفظ ما تقدم۔ ڈاکٹر ایس کے برمن۔ کی پلیگ
والی گولیاں منگوا کر ضرور رکھیں۔ ان گولیوں کے استعمال سے جسم کے خون میں کچھ ایسا اثر ہوتا
ہے جس سے پلیگ کے کیڑے ٹھہر نہیں سکتے۔ اور نہ اس کا زہر اثر کر سکتا۔ دقت
کے استعمال سے ہزاروں انسان پلیگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ آپ بھی غافل نہ رہیں
ایک گولی روزانہ ساتھ ٹھنڈے پانی کے نگل جانا چاہیئے۔

بچوں کو نصف یا چوتھائی۔ قیمت ۳۶ گولیوں کی ڈبیہ ۸ر ۹۰ گولیوں کی ڈبیہ ...
محصولڈاک ایک سے ۶ ڈبیہ تک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ... تاراچند دت سٹریٹ ...

مطبوعہ ...

گر کہیں نور خدا پاؤگے | تو تمہیں طور تسلی کا بنایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق جمادی الاول سنہ ۱۳۳۲ھ

سالانہ ... | عام ۶ طلباء سے ۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسب رزولیوشن ۱۹۸ مجلس معتمدین منعقدہ اپریل ۱۹۱۴
قرار پایا کہ قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قاعدہ
میں الفاظ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام" کی بجائے
"حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفہ ثانی" درج کیئے جاویں۔ لہٰذا اب قاعدہ
حسب ذیل ہوگا۔ "ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور
ماتحت مجلس یا مجالس اگر کوئی ہوں اور صدر انجمن اور
کل شاخہائے کے لیئے حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین
محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا"

سیکرٹری صدر انجمن

اطلاع:۔ خریداران ریویو کیخدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری
ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جاتا ہے تو معاف فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم		نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

موت زندگی کا خاتمہ نہیں ہے

یٰلیتھا کانت القاضیۃ

(اے کاش موت کے ساتھ ہی قصہ چُک گیا ہوتا)

یہ سچ ہے کہ عقل انسانی نے اس زمانہ میں نہایت ترقی کی ہے اور صدہا قسم کے علوم اس کے ذریعہ سے دنیا کرلے ہیں اور چونکہ خود بھی وہ ایسا اپنے تئیں سمجھتی ہے اسلیئے اس نشہ تجبّر و انانیت میں سرشار ہوکر کبھی کبھی وہ یہ بھول جاتی ہے کہ میں کسی محدود ہستی کی محدود قوّت ہوں اور میں باوجود اس ترقی کے بھی اپنے تئیں کامل و اکمل نہیں کہہ سکتی پس اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی وہ خیالی تکّے چلانے لگتی ہے۔ اور ان مقامات میں جہاں اُسے رسائی نہیں اٹکلیں دوڑانے لگتی ہے عقل نے مادّی ترقی جس قدر کی ہے وہ وہیں تک ہے جہاں تک حواس ظاہری کام کرسکتے ہیں۔ باطنی قوٰی کی طرف موجودہ زمانہ کی توجہ بہت کم ہے اور یہ قانونِ قدرت ہے کہ جن قوتوں سے زیادہ کام لیا جائے وہی بڑھتی ہیں اور جن کو معطل اور بیکار چھوڑا جائے وہ گھٹتے گھٹتے بعض دفعہ معدوم بھی ہوجاتی ہیں۔ لہٰذا کسی انسان یا قوم کا محض مادّی ترقی میں ید طولیٰ حاصل کرکے کوئی حق نہیں کہ وہ روحانی یا باطنی ترقی کا بھی دم مار سکے اور اُس میں اپنی اٹکل کے مطابق جو چاہے من گھڑت باتیں پیدا کرے۔ بلکہ اُس کی ایک طرفہ توجہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دوسرا پہلو کمزور ہوگیا یعنی یہ کہ روحانی قوٰی کی نشوونما سے محروم ہوگئی۔ پس ایک تو عقل کی توجہ مادّی ترقی کی طرف پھر جانے سے روحانی قوٰی میں انحطاط کا آجانا لازم ہے۔ دوسرے خواہ عقل کتنی ہی جولانیاں کرے بہرحال وہ ایک محدود چیز ہے کیونکہ اُس کا ماخذ و منبع ایک محدود ہستی ہے جسطرح انسان کی تمام قوتیں محدود ہیں اور وہ ایک حد سے آگے کام نہیں کرسکتیں اسی طرح انسانی عقل بھی ایک حد کے اندر محدود ہے اور جسطرح دوسری قوتوں کے لیئے اگر اُن سے اس قدرتی حد سے زیادہ بڑھکر کام لینا ہو تو خارجی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح ماننا پڑے گا کہ عقل سے اگر اُسکی حد سے

زیادہ بڑھکر کام لینا چاہیں تو خارجی مدد کی ضرورت پڑیگی۔ مثلاً آنکھ کی بینائی ایک قوت ہے چونکہ محدود ہستی کی ایک قوت ہے اس لیئے ایک حد سے آگے کام نہیں کرتی۔ کچھ فاصلے کے آگے پھر دیکھ نہیں سکتی یا ایک خاص حد سے اگر کسی چیز کی مقدار چھوٹی ہو تو پھر اُسے دیکھ نہیں سکتی۔ پس جب بینائی کی حد سے زیادہ فاصلہ کی دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے تو ہمیں خارجی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور ہم دوربین استعمال کرتے ہیں۔ دنیا نے بڑی بڑی طاقتوں کی دوربینیں ایجاد کی ہیں مگر چونکہ موجد محدود۔ چیز ایجاد شدہ محدود۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ مدد ایک حد تک پہنچ کر آگے چلنے سے رہ جاتی ہے۔ اور دوربین کی مار ایک حد پر جاکر ختم ہوجاتی ہے۔ اسیطرح بینائی کی حد سے زیادہ چھوٹی چیز کو دیکھنے کے لیئے ہم خارجی مدد لیتے ہیں چنانچہ اُسکے لیئے خوردبین استعمال کرتے ہیں۔ مخلوق نے بڑی بڑی تیز خوردبینیں ایجاد کی ہیں۔ مگر ایک حد پر جاکر وہ بھی ختم۔ اسی طرح عقل کی محدود اور ناقص حالت کی تکمیل کے لیئے دنیا نے تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بڑی بڑی یونیورسٹیاں اور لیبوریٹریاں قائم کیں۔ مگر سچ یہی ہے کہ ابھی بہت کچھ پڑا ہے۔ بقول نیوٹن کے ابھی تو سمندر کے کنارے گھونگے چن رہے ہیں بحر ذخار اُسی طرح پڑا ہے۔ اور یہ اُس کا حال ہے جس میں عقل کی تگ و دو دن رات جاری ہے۔ اور جسکی تحقیقاتوں پر اُسکو بڑا ناز ہے اور ایک حد تک بجا بھی ہے۔ مگر اُن علوم کا کیا حال جس طرف اُسکے مادی شغلوں اور انہماک سے توجہ کے لیئے فرصت ہی نہیں۔ اور توجہ بھی ہو تو وہاں تک سچ پوچھو تو رسائی ہی نہیں۔ بڑے سے بڑے پروفیسر کے آگے بھی ہزار زانوئے شاگردی تہ کرو۔ اور اُسکے خیالات سے فائدہ اُٹھاؤ مگر آخر اُس کی عقل بھی تو محدود ہے۔ ایک حد تک جاکر وہ بھی رہ جائیگی جسطرح دوربین اور خوردبین رہ گئی تھی۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ایک معاملہ میں محض عقل ہماری کامل رہبر نہیں ہوسکتی۔ اور بالخصوص اُن مسائل میں جہاں وہ ایسی عاجز رہ جاتی ہے کہ محض تحیر ہی تحیر اُسکے حصہ میں رہ جاتا ہے مثلاً انسان کیا ہے اُسکی ہستی کا مقصد کیا ہے۔ کدھر سے آیا اور کدھر کو اُس کا رُخ ہے۔ جن دُکھوں اور خوف و حزن میں مبتلا ہے اور جن تغیرات کے ماتحت اُسے کسی پہلو چین نصیب نہیں اُس سے چھٹکارا اُسے ہوسکتا ہے یا نہیں کیا فنا کے ہاتھ سے وہ بچ سکتا ہے کیا وہ ابدی ترقی اور ابدی سُکھ کا وارث ہوسکتا ہے؟ خلاصہ یہ کہ نجات جس کے معنے ابدی زندگی ابدی سُکھ اور ابدی ترقی کے ہیں اور جو انسانی فطرت کا صحیح تقاضا اور چین خواہش

ہے وہ اُسے نصیب بھی ہو سکتی ہے یا نہیں اور اگر ہو سکتی ہے تو کن راہوں سے ہو سکتی ہے؟ ان معاملات پر عقل کے پاس سوائے ظنیات اور تخیل کے طوفان بے تمیزی کے اور نری انکلیں دوڑانے کے کچھ بھی نہیں اسی لیئے جتنے مُنہ اُتنی ہی باتیں جسے دیکھو اپنی ہی راگنی الاپ رہا ہے کوئی یقینی علم نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ عقل کے حدود سے باہر نکل جاتا ہے یاد رہے کہ عقل میں اور تخیل کی جولانیوں میں فرق ہے عقل کا کام ہے اپنی بنیاد صحیح اور یقینی علوم پر رکھنا۔ اسی لیئے جہاں سے ظنیات کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ وہاں عقل کے اصلی حدود ختم ہو جاتے ہیں ظنیات پر جس علم کی بنا ہوتی ہے اُسے ہم معقول نہیں کہہ سکتے اور نہ وہ انسان کو کچھ نفع دے سکتا ہے اور نہ کوئی عقلمند انسان اُس پر کسی اہم مسئلہ کا مدار رکھ سکتا ہے۔ پس اس جگہ اگر انسانی ہستی اور نجات کے راز سربستہ کی عقدہ کشائی کے لیئے انسانی عقل کو خارجی مدد کی ضرورت اور پیاس محسوس ہوتی ہے اور مدد بھی کسی اپنے جیسے محدود عقل والے انسان کی نہیں۔ بلکہ خود خالق فطرت کی جس نے اس کی ہستی کو پیدا کیا اور اس تمام گورکھ دھندے کو جو نظام عالم کی شکل میں ہمارے سامنے ہے پیدا کیا۔ کیونکہ کسی مشین کے موجد کو ہی صحیح طور پر علم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں پرزے کن کن کاموں کے لیئے ہیں اور انکا کیا مقصد ہے۔ باقی سب انکل ہے اور انسان کیلئے ظلم ہوتا اگر وہ بے علمی کی حالت میں ہی چھوڑ دیا جاتا اور خالق فطرت اپنے علم کل سے مدد نہ کرتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ جس طرح ایک بچہ کسی مشین کے کمرہ میں گھس کر اُسکے پرزوں کے غلط استعمال سے اپنے تئیں ہلاک کر لیتا یا کم سے کم نقصان پہنچا لیتا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے تئیں تباہ کر لیتا۔ لہذا قدرت کے فیاض ہاتھ نے جہاں تمام کاموں میں اسکی مدد کی تھی یہاں بھی اُسکی مدد کی اور سچ بھی یہی ہے کہ انسان بغیر قدرت کی فیاضی کے کہیں بھی اپنی کسی قوت سے کام نہیں لے سکتا۔ سورج کی روشنی نہ ہو تو آنکھ بے کار ہے۔ ہوا نہ ہو تو کان بیکار ہیں۔ اسی قانون کے مطابق عقل کی بھی قدرت نے الہام سے مدد کی۔ یعنی انسانی فطرت کے عین اس تقاضے کے مطابق خدا کی طرف سے انسان کو علم عطا ہوتا ہے اسے الہام کہتے ہیں اور چونکہ عقل کی جولانیوں کی ان مسائل میں رسائی نہیں ہوتی اسلیئے یہ علم بغیر کسی سوچ اور تردد اور تفکر اور تدبر کے جو عقل کی جولانی کی مختلف راہیں ہیں حاصل ہوتا ہے اور ایک القائے غیبی ہوتا ہے جو ایک واضح اور منکشف احساس ہے کہ جیسے سامع کو متکلم سے یا مضروب کو ضارب سے یا ملموس کو لامس سے ہو محسوس ہوتا ہے۔

اور اس سے نفس کو مثل حرکات فکریہ کے کوئی الم روحانی نہیں پہنچتا۔ بلکہ جیسے عاشق اپنے معشوق کی محبت سے بلا تکلف انشراح اور انبساط پاتا ہے۔ اسی طرح نفس بھی اپنے اس فطرتی تقاضے کے پورا ہونے پر لذت آشنا ہے۔ اور یہ قانونِ قدرت ہے کہ نفس اپنے فطرتی تقاضے کے ہی پورا ہونے پر ہی لذت پاتا ہے جیسے کہ پیاس میں سرد پانی لذت دیتا ہے اور بھوک میں مرغوب کھانا خوشی پیدا کرتا ہے۔ اور یہ بھی قانونِ قدرت ہے۔ کہ انسان کے اندر جسقدر تقاضے فطرت بھی موجود ہیں ان سب کے پورا ہونے کا سامان نظام عالم میں موجود ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ انسانی ہستی انہی فطرتی تقاضوں کو اپنے اندر لیکر پیدا ہوتی ہے جو پہلے سے نظام عالم میں موجود ہیں۔ کیونکہ انسان اس تمام کائنات کا ایک جزو ہے اور جو کل میں موجود ہی نہیں اس کا تقاضا ہی فطرت میں کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے غرض الہام کا وجود عین تقاضائے فطرت کے مطابق پڑا ہے لہٰذا اس کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا ہاں یہ ضرور ہے کہ اس فطرتی تقاضے کے پورا کرنے کی کوشش کیجائے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک بدی اور گند سے علیحدہ ہو کر خالق فطرت کے ساتھ تعلق جوڑا جائے اور اس کی یاد میں لگا رہے اور اُسے اور صرف اُسے اپنا مقصود و معبود بنا دے۔ قرآن کریم جو خدا کی کامل کتاب ہے مذکورہ بالا مضمون کو کسقدر لطیف اور جامع اور مختصر الفاظ میں بیان فرماتا ہے وہو ہٰذا وما لهم به علمؕ ان یتبعون الا الظن ؐ وان الظن لا یغنی من الحق شیئاؕ فاعرض عن من تولّی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیٰوة الدنیا ہ ذٰلک مبلغهم من العلمؕ ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بمن اهتدی ہ اس آیت کا ترجمہ مع تفسیر یوں ہے کہ بوجہ عقل کے محدود ہونے کے علوم الٰہیات و روحانیات میں انسان کو یقینی علم تو حاصل ہو نہیں سکتا البتہ اٹکلیں ملیں اس لیئے یہ لوگ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور یہ سچ ہے کہ ظن حقیقت کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں رکھتا اور کچھ بھی چیز نہیں۔ پھر اس شخص کی بات تو ہرگز بھی قابل توجہ نہیں جس نے ہماری یاد سے (جو الہام اور انکشافات حقیقت کی کنجی تھا) منہ پھیرا اور دنیا کی زندگی کے سوا اور کچھ نہ چاہا کیونکہ دنیا کی طرف تمام توجہ ہو جانے سے ذوقِ روحانیہ کو کھو بیٹھا۔ اور اس طرح ان علوم میں وہ تھوڑی بہت کچھ بھی دسترس نہیں رکھتا۔ انکے علم کی رسائی تو یہاں تک ہے کہ دنیا کو جو صرف ترقی کے لیئے ایک زینہ تھا اپنا مقصود بنا بیٹھے۔ پس اے انسان تو محتاج ہے اپنے رب کے علم پانے کا یعنی

الہام کا کیونکہ بیشک تیرا رب ہی جو تیرا پیدا کرنیوالا ہے اور جس نے تجھے ابدی ترقی کی طرف لے چلنے کے لیئے پیدا کیا ہے ہاں وہی ٹھیک ٹھیک جانتا ہے کہ کون اُسکی راہ سے جو ابدی ترقی کے کے لیئے اُس نے بنائی ہے بھٹک گیا اور وہی ہاں وہی جانتا ہے کہ کون اُس راہِ راست پر پڑ لیا۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ الہام کیا ہے۔ عقل کا رہبر۔ عقل کا ہادی۔ جہاں عقل عاجز رہ جاتی ہے وہاں الہام دستگیری فرماتا ہے اور وہ عین عقل بلکہ خود عقل کو تکمیل پر پہنچانیوالا ہوتا ہے۔ یہ غلط بات ہے کہ الہام کچھ ایسی باتیں بیان کرتا ہے جو خلاف عقل ہیں۔ بلکہ وہ اُن باتوں کی عقدہ کشائی کرتا ہے جو بالاتر از عقل ہیں۔ اور بالاتر از عقل ہونے میں اور خلاف عقل ہونے میں فرق ہے۔ جو ظاہر ہے۔ خلاف عقل یہ ہے کہ کوئی کہے کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں یا ایک برابر تین کے یا تین برابر ایک کے۔ یہ باتیں الہام کبھی نہیں بتاتا۔ الہام تو ان باتوں کی جو عقل کی رسائی سے باہر ہیں حقیقت کے راستہ سے عقدہ کشائی فرماتا ہے اور عقل کو اُس عالی مقام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جہاں آپ سے اسکو پہنچنا ناممکن تھا۔ عقل کو دھکے نہیں دیتا بلکہ اُسکی دستگیری کرتا ہے۔ اسی لیئے عقل جوں جوں ترقی کریگی الہام ربانی کی ہمیشہ تائید کریگی۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ان تمام علوم الٰہیات و روحانیات میں جن کے ساتھ انسانی ہستی کے راز کی عقدہ کشائی وابستہ ہو اور جنپر نجات کا دارومدار ہے محض عقل رہبر نہیں ٹھہر سکتی جب تک الہام کی دستگیری ساتھ نہ ہو کیونکہ جب سے انسانی ہستی معرض وجود میں آئی۔ اور اُس میں خود شناسی و خود اختیاری کا مادہ پیدا ہوا۔ وہ اپنے افعال کا جہانتک اُسکو وسعت اور مقدرت دیگئی ہے ذمہ دار ٹھہرا۔ پس جیسا کہ نجات کے صحیح اور یقینی علوم کا دنیا میں سب سے پہلا انسان محتاج تھا ویسا ہی بعد میں مختلف ازمنہ میں نسل انسانی کو اُس کی ضرورت رہی اور ویسی ہی ضرورت آج بھی ہے اور آیندہ بھی رہیگی۔ عقل انسانی جب اسوقت تک ناقص اور ناکمل ہے تو پہلے زمانوں کا پوچھنا ہی کیا ہے اور آئندہ نقص اور تکمیل کا سلسلہ جاری ہے۔ پس بنابریں نجات کی راہ جسکو مذہب کہنا چاہیئے بغیر الہام کی مدد کے محض عقل سے انسان نہیں پا سکتا تھا اور نہ اب پا سکتا ہے اور نہ آیندہ کبھی پانے کی توقع عقلاً ہو سکتی ہے۔ پس مذہب کی بنیاد الہام پر ہوئی ہاں یہ سچ ہے کہ الہام عقل کے خلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ عقل کے نقصوں اور کمزوریوں کو دور کرنیوالا اور

اُس کی رہنمائی کرنیوالا ہوتا ہے اور اسکو اُن مقامات عالیہ پر پہنچانیوالا ہوتا ہے جہاں وہ از خود پہنچنے سے عاری تھی۔ پس ان معاملات میں الہام کی گواہی کو سب پر مقدم اور فائق سمجھنا ضروری اور لازمی ہے اور عقل کی گواہیاں اُسکی تائید میں ہونی چاہئیں۔ یہ مسئلہ کہ موت زندگی کا خاتمہ نہیں یہ بھی ایسا ہی ایک مسئلہ ہے جہاں الہام کی گواہی سب سے مقدم اور عقل کی گواہی اُس کی تائید میں اُسکی مصدق سمجھی جانی چاہیئے اتنا سمجھ لینے کے بعد اب اصل مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے وما توفیقی الا باللہ وما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس مسئلہ (یعنی موت زندگی کا خاتمہ نہیں ہے) میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ عقل کے ہاتھ میں یقین کے طور پر تو کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ حق الیقین کے طور پر تو جبھی معلوم ہو سکتا ہے جب کوئی خود مر کر تجربہ کرے۔ البتہ قوانین نیچر کی موجودہ تحقیقات جہاں تک پہنچی ہے اُس کی بنا پر عقل ایک نتیجہ نکالتی ہے جسے ظن غالب سے بڑھکر درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بعض قوانین نیچر اور بھی ایسے باریک اور مخفی ہوں کہ اُن تک ابھی تحقیقات کی رسائی نہیں ہوئی اور اس وجہ سے نتیجہ غلط نکلے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علوم مروجہ سائنس میں بھی بعض دفعہ نتائج نکالنے میں غلطی لگ جاتی ہے بہت سے باریک در باریک اسباب ایسے ہوتے ہیں جن پر نظر تحقیق نہ پڑنے کی وجہ سے بعض دفعہ نتیجہ غلط نکل آتا ہے جنکو واقعات جھٹلا دیتے ہیں۔ پس جب یہ بالکل ممکن ہے کہ علم روحانیات کے بعض قوانین پر عقل کی ابھی تک رسائی نہ ہوئی ہو اور جیسا کہ واقعات میں ہے بھی یونہی۔ تو پھر عقل کے نتیجہ کو ظن غالب سے ہرگز ہرگز زیادہ درجہ نہیں دیا جا سکتا یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قوانین نیچر کی موجودہ تحقیقات کے مطابق ایسا ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ضرور ایسا ہی ہے۔ پس یہاں عقل کی اس کمی کو الہام ہی ہے جو پورا کرتا ہے جو بتلاتا ہے کہ واقعات میں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ یہ بالکل سچ ہے کہ خود خالق کائنات ہی بتلائے تو بتلائے کہ موت زندگی کا خاتمہ ہے یا نہیں اور اُسی کا ارشاد یقینی ہو سکتا ہے باقی سب تکے اور ڈھکوسے ہیں پس پہلے ہمیں عقل کے استدلال اور اخذ نتائج پر غور کرنا چاہیئے اور بعد ازاں الہام کا آخری اور یقینی فتویٰ حاصل کرنا چاہیئے وباللہ التوفیق۔

(۱) سلسلہ اسباب ونتائج

یہ امر مسلّم ہے کہ تمام کائنات مجموعہ اسباب و نتائج ہے۔ ہر ایک نتیجہ کا ایک سبب ہے اور ہر ایک سبب کا ایک نتیجہ ہے۔ اور یہ امر بھی مسلّم ہے کہ دنیا میں نیکی و بدی کا وجود بھی ہے۔

اب یہ امر ہمارے مشاہدہ میں داخل ہے کہ بدی کا نتیجہ ہم بعض وقت بُرا دیکھتے ہیں اور اسکو انصاف و عدل شمار کرتے ہیں اور جانتے ہیں .... کہ یہ بُرائی کا لازمی نتیجہ ہے۔ مگر یہ بات بھی روز کا مشاہدہ ہے کہ بہت سے اُسی قسم کی بدی میں مبتلا لوگ کوئی بُرا نتیجہ اس عالم میں نہیں پاتے اور اپنی شرارتوں ہی میں مبتلا اور ظلموں میں رنگ رلیاں مناتے دنیا کو چھوڑ جاتے ہیں۔ بدی ایک سبب ہے اور قوانین نیچر کے مطابق عقل بتلاتی ہے کہ اس کا نتیجہ لازماً بُرا ہونا چاہیئے اور ہمارا مشاہدہ اور تجربہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ بدی کا جب کوئی نتیجہ ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوتا ہے تو وہ بُرا ہی ہوتا ہے۔ پس یہ امر علم الیقین سے گذر کر عین الیقین اور حق الیقین تک پہنچ چکا ہے کہ بدی کا نتیجہ بُرا ہے۔ اب بعض لوگوں کو جو بدی کا نتیجہ اس عالم میں نہیں ملتا تو اس کی وجہ یہ تو نہیں ہو سکتی کہ اس کا کوئی نتیجہ ہی نہیں کیونکہ یہ مسئلہ قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے کہ بعض دفعہ اسباب سے نتائج نہیں نکلا کرتے اور ایسا اندھیر بھی ہوا کرتا ہے کہ خواہ ایک ہی قسم کے سبب ہوں مگر بعض دفعہ نتیجہ نکلتا ہے اور بعض دفعہ نہیں۔ جس کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ بھی ہوا کہ اشیاء اپنے خواص کے ظہور کو جو بطور نتائج ہوا کرتے ہیں چھوڑ سکتی ہیں تو پھر تمام علوم اور سائنس کی جڑھ کٹ گئی کیونکہ ہر ایک سبب اور نتیجہ سے امان اُٹھ گیا۔ اور تمام قوانین نیچر باطل ہو گئے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض دفعہ جو بُرا نتیجہ بدی پر مترتب ہوتا اس عالم میں نظر نہیں آتا اُس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ ہی نہیں۔ عقل کہتی ہے۔ قوانین نیچر کہتے ہیں کہ نتیجہ نکلنا لازمی ہے۔ تو پھر لازمی طور پر یہ ماننا پڑیگا کہ یہ سلسلہ اسباب و نتائج کا اسی عالم تک ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی اور عالم بھی ہے جہاں ان اسباب کا نتیجہ اور بدی کی سزا ملیگی۔ اسی طرح نیکی کا حال ہے۔ نیکی کا نیک نتیجہ بعض دفعہ ہمارے سامنے ملتا ہے۔ اور اُس سے ہمیں تعجب نہیں ہوتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اسکا یہی نتیجہ قانونِ قدرت کے مطابق ہونا لابد تھا اور ہوا۔ مگر بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک نیک انسان دُکھوں میں مبتلا دنیا سے گذر جاتا ہے اُسکی نیکیوں کا کوئی نتیجہ اس زندگی میں نہیں نکلتا۔ اگر سلسلہ اسباب و نتائج اور قوانین قدرت صحیح ہیں تو پھر یہ بھی

صحیح ہے کہ زندگی کا موت کے ساتھ ہی خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ صرف شکل بدل جاتی ہے اور ایک نئی قسم کی زندگی اور عالم شروع ہو جاتا ہے جو اس موجودہ زندگی کے لیئے بطور نتیجہ کے ہے عقل کے مذکورہ بالا نتیجہ پر ہمیں حق الیقین تک پہنچنے کے لیئے الہام کی شہادت کی ضرورت ہے۔ عقل نے تو فتویٰ دیدیا کہ نیکی اور بدی کی جزا و سزا ملنے کے لیئے زندگی کا یہیں تک خاتمہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ لازمی طور پر ایک اور عالم ہونا چاہیئے۔ مگر اس امر کے لیئے کہ واقعات لازمًا ضرور ضرور یونہی ہیں الہام کی رہبری کی ہمیں ضرورت ہے۔ الہام سے مستفید ہونے کے لیئے ہمیں کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے اور وہ الہامی کتابیں ہیں۔ مگر دنیا میں جسقدر الہامی کتابیں ہیں وہ بدقسمتی سے سب کی سب سوائے قرآن مجید کے انسانی دستبرد سے تاریخی طور پر محفوظ نہیں رہیں۔ بعض کی نسبت تو یہ پتہ بھی نہیں لگتا کہ وہ دراصل کس زبان میں تھیں یا اگر زبان کا پتہ بھی لگا تو وہ زبانیں مردہ ہو کر اب انکا سمجھنا محال ہو گیا اور ہر طرح کی تاویلوں اور کاٹ چھانٹ کی گنجائش نکل آئی مثلاً وید یا ژند اوستا وغیرہ۔ اور بعض تو صرف تراجم ہی رہ گئے اور اصل کتاب مفقود ہو گئی مثلاً بائیبل وغیرہ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ مترجم کے خیالات کا آئینہ ہوتا ہے۔ پھر ان تمام کتابوں کی نسبت کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں کہ یہ محفوظ ہیں۔ بلکہ بعض کی نسبت تو محققین نے صاف طور پر کہدیا کہ یہ انسانی بناوٹ ہے۔ مثلاً اناجیل وغیرہ پس الہامی کتابوں میں قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو الہامی ہونے کے ساتھ کل کی کل محفوظ ہے اور تاریخی طور سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اور اس زمانہ کے ایک ملہم حضرت میرزا غلام احمد نامی نے بھی جنکے ملہم ہونے کا ثبوت بہت سے نشانات اور تائیدات آسمانی سے ثابت ہو چکا ہے یہی گواہی دی کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جو محفوظ اور خدا کی کامل اور جامع کتاب ہے۔ پھر اس کتاب قرآن مجید میں یہ کمال ہے کہ یہ دوسری الہامی کتب کی طرح صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہیں پیش کرتی بلکہ دلائل بھی ساتھ دیتی ہے۔ اور اسلیئے عقل اور الہام کے باہمی تطبیق کے لیئے اس سے بہتر اور کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ پس ہم ہر ایک عقل کے فتوے پر الہامی شہادت کے لیئے قرآن مجید کو لیں گے اور اُس سے فیصلہ کرینگے۔ چنانچہ موجودہ مسئلہ پر قرآن مجید کا فیصلہ مختلف آیات پر یکجائی طور پر نظر ڈالنے سے حسب ذیل ہے:۔

وخلق اللہ السموٰت والارض بالحق ولتجزیٰ کل نفس بما کسبت وھم

لا یظلمون ۰ واللہ لا یضیع اجر العاملین ۰ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۰ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۰ وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ۰ ما خلقنٰہما الا بالحق ولکن اکثرہم لا یعلمون ۰ قل امر ربی بالقسط ۰ مالک یوم الدین ۰ ترجمہ مع تفسیر۔ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق و حکمت اور مقاصد کے ساتھ پیدا کیا اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر ایک نفس یعنی ہر ایک شخص جو وہ کماتا اور عمل کرتا ہے اسکا اسے بدلہ دیا جائے اور انپر کسی طرح بھی ظلم نہ ہو اور اللہ عمل کرنیوالوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اور جو کوئی ذرہ کے برابر نیک عمل کرتا ہے اسے بھی دیکھ لیگا اور جو ذرہ برابر برا عمل کرتا ہے اسے بھی دیکھ لیگا۔ یہ اس لئے ہے کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو انکے درمیان ہے بطور کھیل کے بے حقیقت نہیں پیدا کیا بلکہ ہم نے تو انکو حقیقت کے ساتھ پیدا کیا۔ اور قوانین و اسباب و نتائج سے وابستہ کیا۔ اگر قوانین اور سلسلہ اسباب و نتائج سے انکار کیا جائے تو پھر تمام چیزیں بے حقیقت اور لغو ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ کثرت سے لوگ ان امور کو نہیں سمجھتے [illegible] جلدی سے انکار کر دیتے ہیں [illegible] سب کے تمام کام عدل اور انصاف پر [illegible] عدل اور انصاف کا خاتمہ ہو جاتا ہے [illegible] ظلم کی پاداش [illegible] خدا کا [illegible] کب گوارا کر سکتا ہے [illegible] کا بدلہ ضرور ملے۔ ہاں اس صفت کا [illegible] اس کی صفت مالک یوم الدین کا [illegible] ظہور ہوگا۔ اور ہر ایک کو [illegible] اس عالم [illegible] نتیجہ [illegible] ہوگا کیونکہ [illegible] ہر ایک سبب کا نتیجہ [illegible] ضرور ہے کہ کوئی [illegible] عالم [illegible]

مسئلہ ارتقا۔

[illegible] مادہ کی ترقی کا ایک مقام اور ایک [illegible] ہے۔ گویا [illegible] کیا ہے [illegible] ایک خاص حالت اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مادہ کی ترقی [illegible] بقا کی کوشش ہے۔ بقا کیلئے ضروری بلکہ لازم ملزوم کی طرح ہے کہ مادہ ساکن [illegible] نہ ہو بلکہ حرکت میں ہو اور یہ حرکت اس ترقی کی طرف ہو۔ اسی لیئے ابتدائے عالم میں

بھی جب کچھ نہ تھا اور صرف ذرات ہی موجود تھے یہ مانا جاتا ہے کہ وہ ذرات حرکت میں رہتے تھے کیونکہ بقا کے لیئے اس حرکت کی ضرورت تھی۔ یہ مادہ کی ترقی کا پہلا زینہ اور زندگی کی صفت کا ایک پرتو تھا۔ چونکہ یہ حرکت بقا کے لیئے تھی اسلیئے لازماً ترقی کی طرف مادہ کی رَو چلی۔ ترقی کے مختلف مراتب طے کرکے سب سے پہلے نباتات پیدا ہوئی جو بیّن طور پر زندگی کے ظہور کا پہلا درجہ تھا زندگی کی تعریف یورپ کے مشہور فلاسفر ہربرٹ اسپنسر نے یوں کی ہے کہ یہ ایک طاقت ہے جس چیز میں کہ وہ موجود ہو اسکی حالت کو وہ گرد اگرد کی چیزوں آب و ہوا اور تمام کائنات سے مطابق رکھنے کی کوشش کرتی ہے اور کوئی حصہ اس چیز کا جس میں کہ یہ ہے نقصان ہو جائے تو اُس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتی ہے مثلاً جسم کی حرارت کو موسم کی سردی یا گرمی کے مطابق رکھتی ہے یا اگر کوئی زخم جسم پر پیدا ہو جائے تو اسکی اندمال کی کوشش کرتی ہے۔ اب اس تعریف سے جو کہ زندگی کی گئی اور جیسا کہ فی الواقعہ مشاہدہ میں بھی پایا جاتا ہے یوں نکلتا ہے کہ در اصل زندگی کا مقصد اس چیز کی بقا کی کوشش ہے جسمیں کہ وہ پائی جاتی ہے جسم کی حرارت کو باہر کی آب و ہوا سے مطابق کرتے رہنا اور جسم کے نقصانوں مثلاً زخم وغیرہ کی تلافی کرتے رہنا اور انہیں اندمال کی طرف لانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ زندگی کا مقصد یہی ہے کہ جس چیز میں کہ پائی جائے اُسکی بقا کی کوشش کرے۔ چونکہ زندگی مادہ سے پیدا ہوتی ہے یا یوں کہو کہ مادہ کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ اسلیئے معلوم ہوا کہ زندگی اُسی خاصیت مادہ کا ظہور ہے جو بقا کے حصول کے لیئے مادہ کی شکلیں بدلتی ــ اور ترقی کی طرف لے چلتی ہے۔ پھر جس جس طرح مادہ ترقی کرتا ہے اور زندگی ترقی یافتہ شکلیں اختیار کرتی جاتی ہے اُس اُس طرح بقا کے حصول کی کوشش بڑھتی اور مقابلۃً کامیاب ہوتی نظر آتی ہے۔ نباتاتی زندگی ادنیٰ شکل زندگی کی تھی۔ اور اس میں ابھی اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ مرکز خاکی کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے کے بغیر زندہ بھی رہ سکے اسلیئے مادہ نے اس سے آگے ترقی کی اور حیوانات کی شکل اختیار کی پہلے ادنیٰ حیوانات کی جو پانی میں اور مٹی میں رہتے تھے وہ گو حرکت کرتے تھے مگر مرکز خاکی سے ابھی گہرا تعلق چلا جاتا تھا۔ اسکے بعد اعلیٰ حیوانات پیدا ہوئے جو زمین پر چلتے پھرتے اُڑتے ہیں انکا تعلق گو مرکز خاکی سے رہا مگر نسبتاً کم ہو گیا۔ اور یہ زندگی پہلی زندگیوں سے اعلیٰ تھی مگر ابھی ناقص تھی کیونکہ اس میں خود شناسی اور خود اختیاری پیدا ہوئی تھی اور ابھی تک حیوانات کے افعال محض اِنسٹنکٹ (عقل حیوانی)

کے نیچے تھے۔ جب مادہ نے اس سے آگے ترقی کی تو انسان بنا یعنی زندگی نے یہاں تک ترقی کی کہ نہ صرف جسم کی حالت کو گرد و نواح کی حالت سے مطابق رکھ سکے اور اُس کے نقصانات کی تلافی کرتی ہے بلکہ اس میں خودشناسی اور خوداختیاری پیدا ہو کر اس قابل ہو گئی کہ وہ اپنی ہستی کو پہچانے اور علاوہ فطرتی افعال کے جو اسکے بقا کے لیئے دن رات لگے رہتے ہیں خود اپنے اختیار سے بھی اپنے بقا کے حصول کی کوشش کرے۔ طب۔ جراحی۔ حفظان صحت اور روحانیات کی تمام ترقیاں صرف حصول بقا کی کوشش کا کرشمہ ہیں۔ اس حالت زندگی کا نام نفس انسانی ہے۔ لیکن کیا یہاں آکر سلسلہ ترقیات کا بند ہو گیا۔ اگر ایسا ہے تو حصول بقا کے لیئے مادہ کی ترقی کی رفتار تمام اکارت گئی۔ اور مسئلہ ارتقا کا باطل ہو گیا۔ پس بات حقیقت میں یوں ہے۔ کہ مادہ کی ترقی کی لہر ایک لامحدود ترقی کی طرف ہے اور حصولِ بقا کی یہی ایک راہ ہے۔ مگر مادہ کی جسمانی شکل چونکہ مکان اور زمان کی قیود میں مقید ہے اسلیئے لامحدود ترقی کی طرف نہیں چل سکتی یہی وجہ ہے کہ مادہ اپنی ترقی کی رو میں غیر مادی اطوار اختیار کرتا جاتا ہے۔ جسے زندگی یا جان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ غیر مادی لطیف حالت میں مکان اور زمان کی قید باقی نہیں رہتی۔ اور ترقی لامحدود کا رستہ کھل جاتا ہے۔ جو بقا کے حصول کے لیئے ضروری ہے۔ پس زندگی کی حالت میں جہاں مادہ نے حصول بقا کی صحت کا ظہور ہوتا ہے اور جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مادہ کی ترقی حصولِ بقا کے لیئے ہے۔ وہاں ساتھ ہی مادہ بھی وہ شکل اختیار کرتا چلا جاتا ہے جو لامحدود ترقی کے لیئے ضروری ہے۔ نباتاتی زندگی میں زندگی کا جزو بہت نمایاں نہیں ہوتا۔ حیوانوں میں البتہ زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ مگر صرف انسان میں آکر جو مادہ کی کثیف حالت کی ترقی کی انتہا ہے وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنی ہستی کو کثیف مادہ یعنی جسم سے علیحدہ پہچاننے لگتا اور اس سے جُدا ہونیکے بعد بھی قائم رکھ سکتا ہے۔ پس مسئلہ ارتقا اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ ہم سے منوائے کہ مادہ کی ترقی لامتناہی کی رفتار میں انسان ایک ایسا مقام ہے جہاں پر اگر ایک طرف مادہ کا کثیف حصہ بوجہ اپنی محدود حالت کے آگے ترقی نہیں کر سکتا تو دوسری طرف مادہ کا غیر مادی لطیف حصہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ جسمانی کثیف مادہ سے اپنی ہستی علیحدہ قائم کر سکے اور اپنے لیئے لامتناہی ترقی کے لیئے قید زمان و مکان سے آزاد ہو کر راہ نکال لے۔ چنانچہ موت جسے کہتے ہیں وہ کیا ہے؟ یہی کہ مادہ کا

لطیف غیر مادی حصہ جو اب ایک علیحدہ ہستی بن چکا ہے مادہ کثیف جسم کی قید سے آزاد ہو کر لامتناہی ترقی کی رفتار میں [illegible] پہنچتا ہے اور یہی مادہ کی ترقی کا منشا اور تقاضہ تھا گویا موت ایوولیوشن (ارتقاء) کی رفتار میں ترقی کا ایک زینہ ہے۔

اب قرآن کریم کی چند آیات کو یکجائی طور پر نقل کرتے ہیں:

لقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون ۝ والله انبتكم من الارض نباتا [illegible] الذي احسن كل شيء خلقه وبدأ خلق الانسان من طين ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهين [illegible] ثم جعلنه نطفة في قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما ثم انشانه خلقا آخر فتبارك الله احسن الخالقين ۝ الله يتوفى الانفس حين موتها [illegible] الحمد لله رب العلمين ۝

(ترجمہ) [illegible] پر گیلی مٹی سے [illegible] پیدا کیا [illegible] نطفہ سے اور نطفہ خون سے اور خون غذا سے [illegible] سے پیدا ہوتی ہے۔ اور نباتات جیسا کہ [illegible] پھل [illegible] بغیر نباتات نہیں پیدا ہوتی چنانچہ آگے [illegible] اور اللہ نے [illegible] سے اور تم کو تمہیں نشوونما اور بتدریج ترقی دیتے دیتے [illegible] حالت کو پہنچایا۔ پھر فرمایا کہ خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کو نہایت عمدہ خلقت عطا فرمائی ہے اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اسکی نسل کو حقیر پانی یعنی نطفہ کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ کی حالت میں بناکر باوجود حقیر چیز ہونے کے جو کہ اسپرمیٹوزوا اور اووم کے ملنے سے پیدا ہوا ہے۔ اُسے حفاظت کی جگہ یعنی رحم میں رکھا پھر ہم نے نطفہ کو رحم سے تعلق پکڑنے والا اور لٹکنے والا بنایا۔ پھر لٹکنے کو گوشت کی ایک بوٹی بنایا۔ اور بوٹی سے ہڈیاں پیدا کیں اور ہڈیوں کو گوشت جو پہلے موجود ہے ڈھانپ دیا۔ غرضیکہ ہم نے انسان کو مذکورہ بالا پیدائش اور ایک ہی قسم کی نباتات میں ترقی دینی شروع کی یعنی نفس انسانی کو پیدا کرکے پرورش کرنا اور ترقی

دینا شروع کیا۔ پس بہت برکت والا ہے اللہ جو نہایت ہی عمدہ پیدا کرنے والا ہے۔ اس لیئے جب وہ کسی کو پیدا کرے پرورش کرے اور ترقی دے تو جیسی اُس کی برکتیں لاانتہا ہیں ویسے ہی ترقی کی بھی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ اللہ ان نفسوں کو جو انسانی نفوس ہیں موت کے وقت قبض کر لیتا ہے یعنی موت دراصل نفوس انسانی کا ملاءِ اعلیٰ کی طرف جانیکے لیئے ایک دروازہ ہے۔ تمام تعریفیں اسکے لیئے ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو نیست سے ہست کرکے جمادات و نباتات و حیوانات کے تمام عالموں سے بتدریج ترقی دیتا ہوا موجودہ حالت میں لایا ہے کیونکہ اس کی ربوبیت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دے اور ہمیشہ کمال کی طرف لیجائے اور چونکہ خدا کی صفت ربوبیت کا کوئی انتہا نہیں۔ اسی طرح ترقی اور تکمیل انسانی کی کوئی انتہا نہیں پس ضرور ہے کہ انسان موجودہ حالت سے آگے ترقی کرے۔ خدا نے ربوبیت کی صفت سے انسان کی موجودہ حالت خود شناسی و خود اختیاری سے قبل ترقی کے تمام سامان مہیا کیئے اور موجودہ حالت میں بھی بعض اپنے نفس سے تمام سامان ظاہر و باطنی ترقی کے مہیا کیئے اور جب اس نے ان سامانوں سے فائدہ اٹھایا تو نتیجہ صفت ربوبیت نے اس کی محنت کو بار آور کیا اور نیز ترقی کے اور سامان مہیا کیئے اور اسیطرح اسکو بڑی ترقی کا موقع دیا۔

(۳) قدرت کے موجودہ قوانین کے ماتحت کسی چیز کا فنا ہونا اُسکی حالت موجودہ کا بدل جانا ہے۔ اور یہ سائنس کا مسئلہ ہے کسی کو اس سے انکار نہیں۔ مثلاً لکڑی کو جلایا جاتا ہے تو وہ فنا نہیں ہوتی بلکہ شکل بدل گئی۔ کچھ راکھ بن گئی کچھ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس بنکر ہوا میں مل گئی۔ پس یہی قانون انسان کے بارے میں بھی لگانا چاہیئے کہ جسے موت کہتے ہیں وہ دراصل ایک حالت بدل جانے کا نام ہے جہاں جسم کے ذرات اگرچہ خاک میں مل جاتے ہیں مگر انکی ہستی مٹ نہیں جاتی۔ اور عالم کثیف کے سامان مل جاتے اور موجود رہتے ہیں اسی طرح نفس انسانی جو ایک لطیف چیز ہے وہ بھی باقی رہتا ہے مٹ نہیں جاتا۔ اور عالم لطیف میں داخل ہو جاتا اور مسئلہ ارتقا یعنی ربوبیت الٰہی کے ماتحت ابدی ترقی کرتا ہے۔ کثیف چیزیں تو صاف نظر آتی

رہتی ہیں۔ مگر چونکہ لطیف چیزیں نظر نہیں آتی ہیں۔ اسلئے مشاہدۂ قدرت میں سے میں ایک لطیف چیز کی مثال لیتا ہوں۔ مثلاً سورج کی روشنی۔ ایک لطیف چیز ہے۔ نفس انسانی کی طرح اس کا مبدأ بھی مادہ ہے۔ جب سبز درخت اسکو جذب کر لیتے ہیں تو بظاہر اس کا کہیں نام و نشان نہیں نظر آتا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ہستی مٹ گئی۔ مگر جب وہ لکڑی خشک ہو کر یا کوئلہ کی شکل میں آ کر جلائی جاتی ہے تو وہی روشنی جو جذب ہوئی تھی اب دوبارہ ظہور پکڑتی ہے۔ اور آگ کی روشنی نام رکھاتی ہے۔ اسی لیئے سائنس دان کوئلہ کو بالفاظ دیگر شائنین ریونا یعنی بند کی ہوئی سورج کی روشنی کہتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ لطیف چیزیں بھی ہرگز ہرگز نیست نہیں ہو جاتی ہیں۔ بلکہ کسی اور حالت میں موجود ہوتی ہیں گو ہمیں نظر نہ آئیں۔

قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ اولم یر الانسان انا خلقنٰه من نطفة فاذا هو خصیم مبین ہ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقه قال من یحی العظام وهی رمیم ہ قل یحییها الذی انشاها اول مرة وهو بکل خلق علیم ہ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا فاذا انتم منه توقدون ہ

تفسیری ترجمہ۔ کیا انسان نے نظر نہیں کی کہ ہم نے اُسکو ایک حقیر چیز سے پیدا کیا اور ترقی دیکر موجودہ کمال پر پہنچایا۔ بایں ہمہ وہ جھگڑتا اور ہم سے قطع تعلق کرتا ہے۔ اور ہماری نسبت باتیں بناتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہ خدا تو ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دیتا ہے۔ پس اس امر پر غور نہ کیا اور جسم کی ظاہری حالت پر نظر کر کے کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو جب یہ سڑ گل کر ریزہ ریزہ ہو گئیں کون زندہ کر سکتا ہے؟ کہدے وہی انہیں زندہ کر سکتا ہے جس نے پہلے پیدا کی تھیں اگر پہلے اسباب ایسے پیدا ہو گئے جن سے مٹی سے ترقی کر کے زندہ ہڈیاں پیدا ہو گئیں تو پھر وہی قدرت کیا دوبارہ نہیں زندہ کر سکتی اور وہ خدا تو ہر قسم کی پیدائش کا علم رکھتا ہے۔ اُسکے علم اور قدرت کی کوئی حد بستگی نہیں۔ مگر وہ خدا تمھاری جانوں اور نفوس کو کب فنا ہونے دیتا ہے جب کہ وہ سورج کی روشنی کو سبز درختوں میں محفوظ رکھتا اور پھر اُسے تمھارے فائدہ کے لیئے آگ کی شکل میں نکالتا ہے جس سے تم آگ روشن کرتے ہو۔ پس جب روشنی سبز درختوں میں محفوظ رہتی اور نیست

نہیں ہو جاتی ہے تو تمھارے نفوس کیوں نیست ہو جائیں۔ خدا کا قانون تو ایک ہی ہے۔

(۴) قلب یعنی نفس انسانی کی گواہی۔

نفس انسانی خودشناسی وخود اختیاری کی حالت پالینے کے بعد اپنے قلب کے اندر یہ فطرتی آواز محسوس کرتا ہے۔ کہ وہ جسم سے ایک علیحدہ ہستی ہے۔ یہ کہ وہ فنا نہیں ہوگا اور یہ کہ اس نے اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا ہے۔ یہ فطرت کی آواز اور قلب کی گواہی کیا ہے؟ وہی انسٹنکٹ (فہم حیوانی) ہے جو حیوانوں میں پایا جاتا ہے اور جس کے ماتحت وہ چلکر اپنے کُل کام اپنے طبائع کے مطابق کرتے اور کبھی غلطی نہیں کرتے ہیں۔ یعنی حیوانات اگرچہ خودشناسی اور خود اختیاری کامل طور پر نہیں رکھتے مگر فطرت کے ماتحت وہ اپنے تمام کام نہایت صحت کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً دیکھا گیا ہے کہ کتا بعض بیماریوں میں ایک خاص قسم کی گھاس کھا لیتا ہے جس سے اُسے قے ہو جاتی ہے۔ اس نے اس گھاس کے یہ خواص کسی مدرسہ میں نہیں پڑھے یا بیا ایک گھونسلا بناتی ہے یا شہد کی مکھی شش پہلو خانے بناتی ہے جو اصول مساحت کے رُو سے اپنے اندر سب سے زیادہ چھوٹی جگہ میں سب سے زیادہ ذخیرہ جمع کر سکتے ہیں یہ اصول ہندسہ کے ان جانوروں نے کسی انجنیرنگ کالج میں نہیں پڑھے صرف انسٹنکٹ یعنی فطرت ہے۔ کسی بکری نے اگر شیر تمام عمر بھی نہ دیکھا ہو اُسے اگر شیر کے سامنے لاؤ گے تو وہ بے اختیار فوراً اپنی جان بچانے کے لیئے بھاگنے کی کوشش کریگی یہ سب کچھ انسٹنکٹ کا کرشمہ ہے۔ بغیر غور و فکر مشاہدہ یا تجربہ کے محض فطرت کی رہبری کے ماتحت یہ افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اور سب درست ہوتے ہیں۔ انسان تو چونکہ ترقی یافتہ ہے اور خودشناسی و خود اختیاری کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے اسلیئے اسکے اندر ایک اور قوت ہے جسے ریزن (عقل) کہتے ہیں اور یہ اسکے ماتحت چلتا اور غور و فکر کرتا اور اپنے افعال میں ذمہ وار ٹھہرتا ہے۔ مگر اسکے اندر وہ قوت بھی موجود ہے جو بحیثیت حیوان ہونے کے دوسرے حیوانوں سے ساتھ مشترک ہے۔ یعنی قلب اور فطرت کی آواز جسے انسٹنکٹ کی ایک ترقی یافتہ شکل کہیں گے۔ پس قلب کا ایک بات کو مسلّم طور پر بلا تامّل صحیح جاننا اور ماننا یہ فطرت کی آواز اور ترقی یافتہ انسٹنکٹ ہے اور جو ہمیشہ بعد میں تجربہ سے صحیح ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ

تمام علوم کے اصول متعارفہ اسی بات پر مبنی ہیں۔ مثلاً فطرت پہلے سے مانتی ہے کہ ایک چیز ایک ہی وقت میں دو جگہ نہیں ہو سکتی۔ یا ایک چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ نصف فاصلہ طے کر کے نہیں پہنچ سکتی۔ یا متوازی خطوط آپس میں نہیں مل سکتے۔ یا جو دو چیزیں الگ الگ ایک ہی چیز کے برابر ہوں تو آپس میں بھی برابر ہونگی وغیرہ وغیرہ۔ ان باتوں کو بعد میں تجربہ بھی صحیح ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح قلب بے اختیار ہمیشہ خوشی کو پسند کرتا اور غم کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر یہ تو بعد میں تجربہ نے ثابت کیا کہ خوشی زندگی کو بڑھاتی ہے اور غم زندگی کو کم کرتا اور تباہ کرتا ہے۔ پس اسی طرح قلب کے اندر ایک فطرتی آواز ہے کہ وہ جسم سے ایک علیحدہ ہستی ہے اور یہ کہ وہ ہمیشہ رہے گا اور یہ کہ اُس نے اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا ہے۔ جس کو بعد میں تجربہ بالآخر صحیح ثابت کریگا۔ اور جوں جوں نفس انسانی ترقی کرتا ہے یہ آواز تیز اور صاف ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ پروفیسر گیٹ بھی اپنے مضمون **حیات بعد الموت** میں مندرجہ بالا بیان کی تصدیق فرماتے ہیں۔ قبل اس کے کہ میں کچھ اور تفصیل کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا ارشاد لکھ دوں وھو ہذا۔ لا اقسم بیوم القیمۃ ۝ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ ۝ .... بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ۝ ولو القی معاذیرہ ۝

تفسیری ترجمہ۔ مَیں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی جو جزا سزا کا دن ہے یعنی بطور گواہ کے جزا سزا کے دن کو پیش کرتا ہوں کیونکہ بقائے روح کے لیئے گواہ جزا سزا ہے کہ نیکی کا نیک اور بری کا بد نتیجہ ملنے کے لیئے ضرور ہے کہ کوئی عالم اور وقت ہو۔ (جیسا کہ علت و معلول کے ضمن میں تفصیل سے ذکر ہو چکا) اور مَیں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنیوالے نفس کی یعنی بطور گواہ کے پیش کرتا ہوں اُس نفس کو جو انسان کو جب وہ کوئی بُرا کام کرتا ہے تو اندر ہی اندر ملامت کرتا ہے۔ اور وہ شخص بُرا کام کر کے حقیقی خوشی اور سچی راحت کبھی محسوس نہیں کرتا۔ اگر بُرے کام کا بدلہ بُرا نہیں اور بدی کا نتیجہ خوفناک نہیں تو پھر نفس میں یہ ملامت کیوں موجود ہے۔ یہ ملامت ہی اس بات پر گواہ ہے کہ نفس اپنے اندر بصیرت رکھتا ہے (جسے انسٹنکٹ کہتے ہیں) اور جو بدی کے نتیجہ میں آنیوالے خطرہ کے مقام کو معلوم کرتا ہے اور ہم کو اس سے روکنا چاہتا ہے تاکہ ہماری بقا کی راہ میں روک اور حرج نہ واقع ہو۔ (یہ روکنا ٹھیک ویسے ہی ہے جیسے ایک بکری جس نے عمر بھر بھیڑیا نہیں دیکھا اگر ایک بھیڑیے کے سامنے کیجاوے تو وہ اُس سے ڈرے گی اور اُس سے بچنے کے لیئے

ہر طرح کی کوشش کو کام میں لاویگی اس کی وجہ وہی نفس کی بصیرت یعنی اِنسٹنکٹ ہے جو معلوم کرتی ہے کہ بھیڑیا مجھے ہلاک کر دیگا۔ چونکہ بھیڑیا اُس کا دشمن ہے اس لیئے اُسکی فطرت میں رکھا گیا ہے کہ وہ اس سے خائف رہے۔ اسی طرح چونکہ ایک دن بُرے کاموں کی سزا ملنی لابدی ہے اور بدی انسان کی دشمن ہے اسی لیئے انسان کا نفس اپنی بصیرت سے بطور تقاضائے فطرت کے اُس سے ڈرتا اور انسان کو ملامت کرتا ہے تاکہ انسان بُرے نتیجہ سے بچ جائے) پس قرآن فرماتا ہے کہ بات یونہی ہے کہ انسان اپنے نفس پر بصیرت رکھتا ہے خواہ وہ عذر اور بہانے پیش کرتا ہے۔ یعنی انسان اپنے نفس کو دیکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے اور اُسکی آواز کو محسوس کرتا ہے خواہ وہ بہانہ بازیوں سے ٹال مٹول کیوں نہ کرے۔ ڈاکوؤں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دوسرے کا مال تو ناحق چھینتے ہیں مگر آپسمیں مال کی تقسیم کے وقت بڑی دیانتداری کو کام میں لاتے ہیں۔ کوئی ڈاکو اگر چوری کے مال میں خیانت کرے تو وہ نکال دیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکا نفس مال کے ناحق کھانے کو بُرا سمجھتا ہے خواہ وہ اپنے ڈاکہ مارنے کے لیئے کچھ ہی بہانہ کیوں نہ پیش کریں۔

اسکے بعد میں نفس کی گواہی کو جو مختلف شکلوں میں ہمارے پیش نظر ہوتی ہے بیان کرتا ہوں:۔

(۲) نفس انسانی اس بات کو بالکل فطرتی طور پر بلا تامل سمجھتا اور محسوس کرتا ہے کہ میں جسم سے ایک علیحدہ ہستی ہوں۔ خواہ کوئی کتنا ہی اس بات کا منکر ہو یہی کہتا ہے۔ اور فطرتی طور پر کہتا ہے۔ میرا ہاتھ۔ میرا پاؤں۔ میرا سر۔ میرا دماغ۔ میرا دل۔ میرا جسم۔ اگر ہاتھ کٹ جائیگا تو کہے گا میرا ہاتھ کٹ گیا۔ مگر اس کے ساتھ نفس میں یہ کبھی خیال نہیں پیدا ہوگا کہ میں کچھ کم ہو گیا۔ ہاتھ کے کٹنے سے پہلے نفس انسانی اپنی ہستی کو جیسی کامل سمجھتا تھا۔ ویسی ہی ہاتھ کے کٹ جانے کے بعد بھی سمجھتا ہے۔ ٹانگ کٹ جائے۔ تلی نکال دیجائے۔ بلکہ بعض دفعہ اعضائے رئیسہ میں سے بھی کچھ نکال دیا جاتا ہے مگر باوجود ان تمام کمی ہوجانے کے نفس انسانی اپنی ہستی میں کمی نہیں پاتا بلکہ ویسا ہی کامل سمجھتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ اگر نفس انسانی علیحدہ ہستی نہیں تو پھر لازماً کسی عضو کے کم ہوجانے سے نفس اپنی ہستی میں کمی پاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ پس ان مذکورہ بالا باتوں سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفس انسانی ایک علیحدہ

ہستی ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جسم کے کٹ جانے اور اسکی علیحدگی سے نفس انسانی میں کمی یا خلل واقع نہیں ہوتا بلکہ وہ ویسے ہی کامل اور باقی رہتا ہے۔

(ب) قاعدہ ہے کہ کسی چیز کی ہستی اسکی صفات سے پہچانی جاتی ہے۔ نیز یہ بھی مسلّم ہے کہ انسان گو ایک ترقی یافتہ حیوان ہے۔ مگر اسکے حیوان ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اب اگر انسان کی ہستی پر غور کیا جائے تو اس میں دو زندگیوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک تو وہ جو تمام حیوانات کے ساتھ مشترک ہے۔ اور جس میں طبائع کے ماتحت کام ہوتا ہے اس میں انسان کسی امر کا ذمہ وار نہیں۔ مثلاً سانس لینا۔ بدن کا بڑھنا۔ پیٹ کا معلوم ہونا۔ غذا کا ہضم ہونا وغیرہ وغیرہ کوئی انسان اس امر پر سزا نہیں دیا جاتا کہ وہ سانس کیوں لیتا ہے۔ اُسے بھوک اور پیاس کیوں لگتی ہے۔ اسکی غذا کیوں ہضم ہو جاتی ہے اس کا دل کیوں حرکت کرتا ہے آنکھوں سے دیکھتا کیوں ہے۔ پیروں سے چلتا کیوں ہے۔ وغیرہ وغیرہ کیونکہ یہ فطرتی تقاضے ہیں۔ ان باتوں میں انسان تمام حیوانات سے اشتراک رکھتا ہے اگرچہ اسکی ہر چیز ترقی یافتہ ہے مگر ہے مشترک۔ اسے حیوانی طبعی تقاضا کہا جائیگا۔ مگر انسان میں ایک دوسری ہستی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جسکے ظہور کو ہم روح (عقل) کہتے ہیں۔ یعنی انسان علاوہ فطرتی حیوانی طبعی تقاضوں اور قوتوں کے دوسری بعض خاص قسم کی قوتیں بھی رکھتا ہے جو ان سب سے مختلف ہیں۔ اور ان قوتوں کے ماتحت وہ اپنے تئیں پہچانتا۔ سمجھتا۔ فہم و ادراک رکھتا۔ تمیز رکھتا۔ غور و فکر کرتا۔ اپنے ارادہ سے سمجھ بوجھکر ایک کام کرتا اور اس کا برا بھلا نتیجہ سمجھتا اور جانتا اور اپنے کاموں کا ذمہ وار ٹھہرتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ وہ صفات ہیں جن سے وہ صحیح معنوں میں انسان کہلاتا ہے۔ اور انہی صفات پر تمام قانونی ذمہ واریاں عائد ہوتی ہیں۔ خواہ وہ قوانین مذہبی ہوں یا سیاسی۔ تمدنی و معاشرتی یا کسی سوسائٹی کے۔ مثلاً محض کھانے پر گرفت نہیں۔ مگر ناجائز چیزیں کھانے پر سزا دی جاتی ہے دیکھنا تو جرم نہیں مگر ناجائز نگاہ گناہ ہے۔ غرضیکہ تمام دنیا میں انسان کی فطرتی حیوانی ہستی اور ارادی انسانی ہستی میں فرق کیا جاتا ہے اور خود نفس انسانی بھی اپنی ارادی انسانی ہستی کو اپنی فطرتی حیوانی ہستی سے الگ سمجھتا ہے اور دونوں بالکل علیحدہ علیحدہ صفات رکھتی ہیں۔ اگر صفات سے ہی کسی ہستی کا وجود ثابت ہوا کرتا ہے تو پھر انسان میں ایک اور علیحدہ ہستی کا

ہوت ظاہر ہے جو اپنے قول و فعل کی ذمہ وار اور جزا سزا کی محل ہے۔

(ج) کسی بدی پر نفس کی ملامت۔ ثابت کرتی ہے کہ نفس اپنے اندر بصیرت رکھتا ہے کہ جس نے بدی کا بدلہ برا پایا ہے اگر ایسا نہیں تو نفس اُسے کو برا کیوں سمجھتا اور اُس سے کیوں ڈرتا ہے اور نفس برا اُسی کو سمجھتا ہے جو اُسکی ترقی اور بقا میں حارج ہو گویا نفس ٹھیک ویسے ہی بدی سے ڈرتا اور اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جیسے کہ ایک بکری جس نے تمام عمر بھیڑیا نہ دیکھا ہو بھی اس کے سامنے لائے جانے پر اُس سے محض فطرتی طور پر ڈرے اور بھاگیگی۔ گویا اُسکی فطرت کی نگاہ دیکھ رہی ہے کہ بھیڑیا اُسے ہلاک کردیگا اسی طرح نفس انسانی کی بصیرت محسوس کرتی ہے کہ بدی کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ اسی لیئے وہ انسان کو بدی سے بچنے کے لیئے اندر ہی اندر ملامت کرتی ہے تاکہ اُسکی بقا کی راہ میں حارج نہ ہو۔ پس نفس کا بدی پر ملامت کرنا بقائے نفس پر دلیل ہے

(د) تخیل۔ لوگ تو کہدیتے ہیں کہ خواب خیال واہیات بات ہے مگر در اصل قوت متخیلہ ہی تمام علوم کی جڑھ ہے۔ خیال کی وسعت سے کسی کو انکار نہیں۔ اور وسعت کیوں ہے؟ اس لیئے کہ وہ جسم کا پابند نہیں جسم سے علیحدہ ہوکر ہی وہ تمام آسمانوں ستاروں بادلوں کی سیر کرتا اور طبقات الارض کی خاک چھانتا۔ سمندر کی تہ میں غوطہ لگاتا اور ان باریک در باریک چیزوں کی تہ تک پہنچتا ہے جہاں تک کہ تیز سے تیز دوربین یا خوردبین بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اور اسطرح طرح طرح کے گوہر مقصود ہاتھ میں لاتا اور علوم ظاہری و باطنی کو مالا مال کردیتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ خیال نیستی تو نہیں بلکہ ہستی ہے کھٹی چیز کا خیال کرو تو منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ پھر اسی قوت متخیلہ اور قوت ارادی کو ترقی دینے سے مسمریزم کا علم پیدا ہوتا ہے۔ ان باتوں سے صاف ثابت ہے کہ خیال ایک ہستی رکھتا ہے چونکہ اس کا مبدا بھی جسم اور نفس انسانی ہے۔ اسلیئے خیال کی ہستی نفس انسانی کا ہی ایک ظہور ہوا جو کہ جسم سے ایک خاص رنگ میں علیحدگی بھی پکڑ سکتا ہے۔ اگر نفس انسانی کی علیحدہ ہستی نہ ہوتی اور وہ جسم سے علیحدہ نہ رہ سکتا تو خیال کی یہ جولانیاں بھی نہ ہوتیں کہ جسم سے الگ وہ بطور خود دور دراز ملکوں کی سیر بھی کرتا۔ یہ خیال آسکتا ہی نہ تھا کہ اگرچہ جسم اس جگہ ہی موجود ہے۔ مگر میں فلاں دور دراز مقام میں ہوں۔ یہ بھی نفس کی ایک بین شہادت ہے کہ وہ خود اپنے تئیں جسم سے علیحدگی میں محسوس کرتا ہے۔

(۳) رؤیا۔ کشف۔ رؤیا کا بھی ایک سلسلہ ہے جس میں یہ نظارہ ہر ایک نفس انسانی نہ صرف محسوس کرتا بلکہ کھلے طور پر دیکھتا ہے کہ اس ظاہری جسم سے علیحدہ صاف طور پر چلتا پھرتا۔ کھاتا پیتا۔ کام کرتا۔ خوشی و غم۔ لذت اور درد کو محسوس کرتا ہے۔ رؤیا کو خواہ قوت متخیلہ کا نتیجہ کہو خواہ الہام کا ایک شائبہ کہو۔ دونوں صورتوں میں نفس کی گواہی قائم رہتی ہے۔ یعنی نفس انسانی اس ظاہری جسم سے علیحدہ ایک اور ہی ہستی میں ہو کر خوشی و غم۔ لذت و درد کو محسوس کرتا۔ کھاتا پیتا اور کام کرتا ہے۔ گویا اپنی علیحدہ ہستی رکھتا ہے جو اس ظاہری جسم کو چھوڑ کر بھی قائم رہتی ہے۔ یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے اور کشف تو عین بیداری کے وقت ہوتا ہے اور اس میں انسان صاف طور پر اپنے تئیں اس ظاہری جسم سے علیحدہ ایک اور ہی لطیف محض ہستی میں پاتا ہے۔ یہ ہزارہا راستبازوں کا تجربہ ہے کہ سلسلۂ کشوف و رؤیا الہامی بھی ہوتا ہے۔ جو صدہا غیبی اور باطنی علوم کو کھولتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ قبل از وقوع کسی امر کے پتہ لگ جاتا ہے۔ اگر کسی شخص نے خود تجربہ نہیں کیا تو اس سے واقعات کا انکار نہیں ہو سکتا۔ تجربوں کا انکار سائنس کا انکار ہے۔ کیونکہ سائنس کے تجربے بھی ہر ایک نہیں کیا کرتا۔ پھر ایسے راستباز لوگوں کے تجربوں کا انکار تو عقل کا انکار ہے جو کسی حالت میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں سمجھتے خواہ اُنکی جان چلی جلئے یا دنیا غرق ہو جائے۔ مگر میں اُس شخص سے پوچھتا ہوں جو الہام کا منکر ہے اور جو رؤیا کو محض نفس کا نتیجہ مانتا ہے کہ وہ رؤیا جو صحیح نکلتی ہیں کیا اُن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو کچھ رؤیا میں دیکھا گیا وہ صحیح تھا۔ اگر رؤیا نے عالم ظاہر میں پورا ہو کر ثابت کر دیا کہ رؤیا میں جو کچھ دیکھا گیا صحیح تھا۔ چنانچہ جو کچھ دیکھا گیا وہ پورا ہو کر رہا۔ تو کیا یہ بھی رؤیا میں نہ دیکھا گیا تھا کہ نفس انسانی ایک علیحدہ ہستی جسم ظاہر سے رکھتا اور اُس سے علیحدہ اپنے وجود کو قائم رکھتا اور تمام لذات و درد و خوشی و غم کو محسوس کرتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھا گیا ہے پورا ہو کر رہے گا یعنی نفس انسانی جسم ظاہر سے علیحدہ ہو کر اپنی ہستی کو قائم رکھے گا اور لذات و درد خوشی و غم سب کو محسوس کریگا۔

(۴) اسپریچولزم اور کشف قبور۔ زمانۂ قدیم سے مشرق کے بعض صوفیوں سے یہ بات چلی آتی ہے کہ وہ لوگ مجاہدات سے نفس کی حالت کو اس قابل بنا لیتے تھے کہ دوسرے

(۳) رؤیا۔ کشف۔ رؤیا کا بھی ایک سلسلہ ہے جس میں یہ نظارہ ہر ایک نفس انسانی نہ صرف محسوس کرتا بلکہ کھلے طور پر دیکھتا ہے کہ اس ظاہری جسم سے علیحدہ صاف طور پر چلتا پھرتا۔ کھاتا پیتا۔ کام کرتا۔ خوشی و غم۔ لذت اور درد کو محسوس کرتا ہے۔ رؤیا کو خواہ قوت متخیلہ کا نتیجہ کہو خواہ الہام کا ایک شعبہ کہو۔ دونوں صورتوں میں نفس کی گواہی قائم رہتی ہے۔ یعنی نفس انسانی اس ظاہری جسم سے علیحدہ ایک اور ہی ہستی میں ہو کر خوشی و غم۔ لذت و درد کو محسوس کرتا۔ کھاتا پیتا اور کام کرتا ہے گویا اپنی علیحدہ ہستی ہوتا ہے جو اس ظاہری جسم کو چھوڑ کر بھی قائم رہتی ہے۔ یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے اور کشف تو عین بیداری کے وقت ہوتا ہے اور اس میں انسان صاف طور پر اپنے تئیں اس ظاہری جسم سے علیحدہ ایک اور ہی لطیف محض ہستی میں پاتا ہے۔ یہ ہزارہا راستبازوں کا تجربہ ہے کہ سلسلۂ کشوف و رؤیا الہامی بھی ہوتا ہے۔ جو صدہا غیبی اور باطنی علوم کو کھولتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ قبل از وقوع کسی امر کے پتہ لگ جاتا ہے۔ اگر کسی شخص نے خود تجربہ نہیں کیا تو اس سے واقعات کا انکار نہیں ہو سکتا۔ تجربوں کا انکار سائنس کا انکار ہے۔ کیونکہ سائنس کے تجربے بھی ہر ایک نہیں کیا کرتا۔ پھر ایسے راستباز لوگوں کے تجربوں کا انکار تو عقل کا انکار ہے جو کسی حالت میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں سمجھتے خواہ انکی جان چلی جائے یا دنیا غرق ہو جائے۔ مگر میں اس شخص سے پوچھتا ہوں جو الہام کا منکر ہے اور جو رؤیا کو محض نفس کا نتیجہ مانتا ہے کہ وہ رؤیا جو صحیح نکلتی ہیں کیا ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو کچھ رؤیا میں دیکھا گیا وہ صحیح تھا۔ اگر رؤیا نے عالم ظاہر میں پورا ہو کر ثابت کر دیا کہ رؤیا میں جو کچھ دیکھا گیا صحیح تھا۔ چنانچہ جو کچھ دیکھا گیا وہ پورا ہو کر رہا۔ تو کیا یہ بھی رؤیا میں نہ دیکھا گیا تھا کہ نفس انسانی ایک علیحدہ ہستی جسم ظاہر سے رکھتا اور اس سے علیحدہ اپنے وجود کو قائم رکھتا اور تمام لذات و درد و خوشی و غم کو محسوس کرتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھا گیا ہے پورا ہو کر رہے گا یعنی نفس انسانی جسم ظاہر سے علیحدہ ہو کر اپنی ہستی کو قائم رکھے گا اور لذات و درد خوشی و غم سب کو محسوس کریگا۔

(۴) اسپرچولزم اور کشف قبور۔ زمانۂ قدیم سے مشرق کے بعض صوفیوں سے یہ بات چلی آتی ہے کہ وہ لوگ مجاہدات سے نفس کی حالت کو اس قابل بنا لیتے تھے کہ دوسرے

نفوس یعنی ارواح سے جو جسم خاکی چھوڑ چکی ہیں ملاقات کر لیا کرتے تھے۔ اور اسکو کشف قبور کہا کرتے تھے اس زمانہ میں مغرب میں بھی یہ علم پھیل گیا ہے۔ چنانچہ اسپرچولسٹ لوگ امریکہ اور یورپ میں روحوں سے ملاقات کرتے اور اس کا نام اسپرچولزم رکھتے ہیں اور اس طرح بقا ئے نفس پر گواہی دیتے ہیں۔

(ص) وہ لوگ جو راستباز ہوتے ہیں اور خدا کے برگزیدہ ہوتے ہیں اور بوجہ کمال نیکی اور تقویٰ اور مجاہدات کے نفس کی حالت کو نہایت ترقی دیتے اور اُسے ہر قسم کی کثافت اور کدورت سے پاک رکھتے ہیں وہ سب کے سب خواہ کسی ملک اور زمانہ میں ہوں اس بات کے قائل پائے جاتے اور گواہی دیتے ہیں کہ نفس انسانی فنا نہیں ہوتا بلکہ موت نفس کی ترقی اور آزادی کے لیئے ایک دروازہ ہے۔ انکی گواہی دوسرے انسانوں کی نسبت زیادہ قابل قدر ہے۔ کیونکہ انکا نفس بہت ترقی یافتہ اور انکے اندر نفس کی آواز نہایت صاف اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہوتی ہے۔

(۵) خالقِ کائنات یعنی خدا کی گواہی

الہام کی ضرورت پر میں پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اور یہ ثابت کر چکا ہوں کہ بعض معاملات میں عقل کی رسائی پوری طرح سے مشکل ہوتی ہے انہیں یقین پر پہنچنے کیلئے الہام کی رہبری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اسی لیئے الہام کی ضرورت ہے۔ ہاں کسی الہام کے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت کے لیئے ضروری ہے کہ مدعی الہام راستباز ہو۔ اور الہام سے الٰہی علم اور قدرت ظاہر ہوتی ہو۔ یعنی ایسے علوم صحیحہ پر مشتمل ہو کہ انسان اس کی مثل لانے سے عاجز ہو اور ایسے امور غیبیہ بطور پیشین گوئیوں کے اس میں مندرج ہوں کہ انسانی علم وہاں تک پہنچنے سے عاجز و قاصر ہو۔ اور اُن باتوں یا پیشین گوئیوں کے پورا کرنے کے لیئے باوجود بے سروسامانی کے خدا کی طرف سے ایسے اسباب اور سامان ہو جائیں جو کہ انسان اپنی کوشش سے مہیا کرنے کے ناقابل ہو اور پھر کوئی انسانی کوشش انہیں نہ ٹال سکے تا ظاہر ہو کہ یہ تمام کاروبار انسانی نہیں بلکہ خود خدا کی قدرت نمایاں ہیں۔ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ کوئی الہامی کتاب انسانی دستبرد سے محفوظ ہونے کا دعویٰ سوائے قرآن کریم کے نہیں کر سکتی۔

اور کوئی ملہم من اللہ دنیا میں سوائے محمد مصطفےٰ صلعم کے نہیں جس کی تاریخ زندگی اور سوانحعمری تمام وکمال محفوظ اور دنیا کے سامنے ہو تاکہ اُس پر غور کیا جا سکے۔ پس ایسی صورت میں ہم قرآن کریم کو ہی لیں گے اور اُسے مذکورہ بالا معیار سے پرکھیں گے۔

(۱) مدعی الہام کی راستبازی۔ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ حامل قرآن حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی زندگی ایسی پاک اور بے لوث اور معصوم تھی اور آپ راستبازی کے ایسے اعلیٰ معراج پر تھے کہ قوم کی طرف سے دعوائے رسالت سے پہلے صادق اور امین کہلاتے تھے چنانچہ قرآن کریم بھی فرماتا ہے کہ "فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون" یعنی اس سے پہلے ایک عمر یعنی چالیس سال تک تم میں زندگی بسر کی پھر کوئی تم نے میرا جھوٹ یا افترا آج تک دیکھا۔ پھر کیوں نہیں عقل سے کام لیتے؟ کیا اب میں خدا پر افترا باندھوں گا جس سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں۔ یاد رہے کہ چالیس سال تک جس چیز کا انسان پابند رہے وہ اس انسان کی عادت کیا بلکہ فطرت ثانیہ ہو جاتی ہے۔ اُس کے برخلاف کرنا اُسکے لیئے محال ہوتا ہے۔ ایک قوم جس کے درمیان آپنے لڑکپن اور جوانی گذاری ہو۔ اور جو آپ کے تمام حالات سے خوب واقف ہوں اُن کے سامنے بطور دلیل کے اپنی پاک اور معصوم زندگی کو پیش کرنا اور پھر تحدی کرنا کہ میرا کوئی گناہ یا جھوٹ یا افترا بھلا بتلاؤ تو یہ ہی ایسا کام ہے کہ حیرت ہو جاتی ہے اور کسی انسان کا حوصلہ نہیں کہ ایسا کر سکے جب تک اُس کو پورا یقین اپنی عصمت پر نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ مکہ کے منکرین اس دعوے کو نہ توڑ سکے پس ایک شق یعنی مدعی الہام کی راستبازی تو ثابت ہو چکی۔

(ب) علم اور قدرت۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ۰ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ"۔ اور اگر تمہیں شک ہو اُس چیز سے جو ہم نے اپنے بندہ محمد مصطفےٰ صلعم پر نازل کی تو پس لے آؤ اس کی مانند ایک سورۃ۔ اور خدا کے سوا جتنے تمہارے مددگار ہوں سب کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پس اگر تم ایک سورۃ بھی اسکی مثل نہ لا سکے اور تم ہرگز ہرگز نہیں لا سکو گے تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔" یہ تحدی اُسی وقت کیلئے نہیں تھی

بلکہ تیرہ سو برس گذر گئے اور یہ ابھی تک اسی طرح موجود ہے۔ قرآن کے مخالفوں نے قرآن کی تکذیب اور تردید کے لئے ناخنوں تک زور لگائے مگر اس تحدی کو نہ توڑ سکے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ اور تحدی جناب الٰہی کے علم اور قدرت سے تھا ورنہ انسانی دعوے کو توڑ دینا کوئی بڑی مشکل بات نہیں ہوا کرتی ہے اور پھر جبکہ کثرت سے لوگ مخالفت کرتے رہتے ہوں اور ہر طرح کی زک دینے کی کوشش میں لگے رہتے ہوں۔

پھر جو پیشین گوئیاں قرآن کریم نے فرمائیں وہ ایسی تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ انسانی علم سے نہ تھیں کیونکہ وہ ایسے امور غیبیہ پر مشتمل تھیں جو بظاہر انسانی نگاہ اور عقل سے بالکل دور تھے بلکہ عقل تو اس کے برخلاف فتویٰ دیتی تھی۔ مثلاً جناب محمد مصطفیٰ صلعم جب مبعوث ہوئے تو آپ اس وقت بالکل بے کس و بے بس تھے نہ پیسہ نہ دولت نہ خزانہ۔ نہ فوج نہ جتھا نہ جماعت نہ سلطنت۔ محض یکہ و تنہا مکہ کی گلیوں میں وعظ کرتے پھرتے تھے اور لوگ اسے [illegible] خیال کرتے تھے۔ آپکی مخالفت کرنیوالے جو لوگ تھے وہ روپیہ۔ حکومت۔ جتھا۔ سپاہ سب ہی کچھ رکھتے اور سوا خدا کے تمام زمانہ آپکا دشمن تھا۔ کفار مکہ کے علاوہ یہود و نصاریٰ۔ فارس و عرب کے اور اور قبائل کے علاوہ اردگرد کی سلطنتیں ایران روم و مصر کے بادشاہ سب ہی تو چاہتے تھے کہ آپکے دین کو ملیامیٹ کر دیں اور آپ کو صفحہ دنیا سے نابود کر دیں۔ اس وقت یہ پیشینگوئی کی گئی کہ میں بشیر و نذیر ہوں جو میری اتباع کریگا وہ کامیاب ہوگا اور جو میری مخالفت کریگا وہ ذلیل و ہلاک ہوگا چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے قل للذین کفروا ستغلبون و تحشرون الی جہنم و بئس المهاد ۰ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوة الدنیا ویوم یقوم الاشهاد ۰ کہدے ان لوگوں کو جو منکر ہیں اور تیری مخالفت کرتے ہیں کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے اور ہلاک ہوکر جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ بیشک ہم اپنے رسولوں اور ان کے مومنوں کو جو ان کے ساتھ ہیں [illegible] نصرت و امداد و تائید دیتے رہے اور دیتے رہیں گے اس دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی۔ اور بھی آیات ہیں جن میں صاف صاف فرما دیا ہے کہ تم ہلاک اور ذلیل و خوار ہوگے اور میں اور میرے متبعین کامیاب اور مظفر و منصور ہوں گے ان پیشین گوئیوں کو مخالفین نے

بھڑک اٹھے اور انہوں نے نبی کریم صلعم کے مار ڈالنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ اور آپکے متبعین کو نہایت سخت دُکھ دیکر مجبور کیا کہ وہ لوگ وطن چھوڑ کر غیر ممالک کو نکل جائیں۔ مگر وہ تو ہر طرف اپنی کوششوں میں انتہا تک زور لگا رہے تھے اور ادھر پیشین گوئیوں میں تحدی کا رنگ اور بڑھ گیا۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ واللہ یعصمک من الناس۔ یعنی اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھیگا کوئی تجھے مار نہ سکیگا۔ پھر فرماتا ہے والذین ھاجروا من بعد ما ظلموا۔ لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر۔ اور جن لوگوں کو مخالفین کے ظلم کی وجہ سے گھر چھوڑ کر نکل جانا پڑا۔ ہم ضرور ضرور اسی دنیا میں انہیں اچھے ٹھکانے سے بٹھا دینگے اور دنیا میں وہ عمدہ اور اعلیٰ ہوکر رہیں گے اور ضرور آخرت کا اجر بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ کیا یہ انسان کا کام ہوسکتا ہے کہ جس وقت چاروں طرف سے ماریں پڑ رہی ہوں اور سر چھپانے کو جگہ نہ ملتی ہو اسوقت اس قسم کی پیشین گوئی کرے اور پھر پوری کرے اور بعد میں باوجود ہر قسم کی مخالف طاقتوں کی سر توڑ کوششوں کے وہ باتیں سچ ثابت ہوں اور وہ لوگ جن کو گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا جیساکہ پہلے سے کہا گیا تھا مظفر و منصور ہوں۔ اور دنیا میں خدا انہیں ایسے عمدہ طریق پر متمکن کرے کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں انکے قدموں پر آکر پڑیں اور وہ شہنشاہ بنجائیں اور ظاہر و باطن دونوں کے لیئے دنیا کے پیشوا ہوں۔ پس ظاہر ہے کہ یہ کلام جو ایسی عجیب و غریب پیشین گوئیاں اپنے اندر رکھتا ہو اور جن کے پورا کرنیکے لیئے ایسی عظیم الشان قدرتیں نمایاں ہوں وہ خدا کے سوا اور کسی کا کلام نہیں ہوسکتا جو علم تام اور قدرت کاملہ کا مالک ہے اور مسبب الاسباب اور علیٰ کل شئ قدیر ہے۔

پس جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ خدا کا کلام ہے تو پھر اگر خدا کے کلام سے یہ ثابت ہوجائے کہ موت زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ موت کے بعد ایک اور عالم ہے جو دار الجزا ہے تو پھر انکار اور عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ مگر قرآن کریم ایک اور بھی التزام کرتا ہے کہ مابعد الموت زندگی کے لیئے ریاضی کے مسلمہ قاعدہ اربعہ متناسبہ کو کام فرماتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیات ہی پر غور کرو۔

(۱) قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الیٰ جھنم و بئس المھاد ہ

(۲) انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد ہ

(۲) والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الآخرۃ اکبر

(۱) کہدے کافروں کو عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور ہلاک ہو کر جہنم کی طرف جمع ہو گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

اس میں دو خبریں دی ہیں ایک دنیا کے متعلق اور دوسری آخرت کے متعلق۔ دنیا میں مغلوب ہونا اور آخرت میں عذاب ہونا۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ قومیں سب کی سب بارعب صاحب جاہ و مال صاحب حکومت و سپاہ تھیں اور مخالفت میں ہر طرح کوششیں کر رہی تھیں۔ مگر آخر وہ سب کی سب ناکام و نامراد خائب و خاسر اور مغلوب ہو گئیں۔ دیکھو دنیوی خبر اور اخروی خبر دو خبریں تھیں اور انکے مقابلے میں دو واقعات تھے جن کے متعلق وہ خبریں تھیں۔ ایک خبر نے اپنے واقعہ کے ساتھ صداقت کی مہر لگا دی ہے کہ دوسری خبر بھی ضرور قیامت میں اپنے واقعہ کو ضرور لائے گی۔

(۲) بے شک ہم اپنے رسولوں اور کامل مومنوں کی ضرور دنیا میں بھی مدد کرینگے اور قیامت میں بھی۔
(۳) اور جن لوگوں کو مخالفوں کے ظلم سے گھر بار خدا کے لئے چھوڑنا پڑا ہم دنیا میں انہیں نہایت عمدہ اور اعلیٰ ٹھکانے سے بٹھائیں گے اور آخرت کا بدلہ تو بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

اب دیکھو ان میں دو خبریں ہیں ایک یہ کہ دنیا میں خدا کی نصرت اور تائید رسول اور اسکے متبعین کے ساتھ اور مہاجرین کے لئے وعدہ شوکت و سلطنت کا۔ دوسرا عظیم الشان اجر قیامت کے دن کا۔ یہ خبر اسوقت دیگئی جبکہ رسول۔ اور انکے متبعین اور مہاجرین کی حالت نہایت بےکسی اور بےبسی کی تھی۔ اور وہ چاروں طرف سے دُکھ دیئے اور پیسے جا رہے تھے۔ اب دنیا کے متعلق جو خبر تھی وہ اُسی طرح جسطرح پہلے سے بتلا دیا گیا تھا پوری ہوتی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دوسری خبر بھی جو دراصل پہلی خبر کا ہی پچھلا نصف حصہ تھا۔ وہ بھی پورا ہو کر رہیگا۔

پس قرآن کریم نے باوجود اپنے الہامی ہونے پر بیّن نشان اور دلائل پیش کرنیکے اور اس طرح اُسکے الہامی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہونیکے صرف یہی نہیں کیا کہ اس بات کو بڑے زور و شور اور تاکید سے پیش کیا کہ موت کے بعد زندگی ہے جو ابدی ہے بلکہ اُسے اربعہ متناسبہ کے رنگ میں ان پیشینگوئیوں کے ساتھ بھی بیان کیا ہے جو اسی دنیا کے متعلق تھیں اور جو من و عن پوری ہوئیں اُسے اور زیادہ مدلل اور .....

..... صاف کر دیا ہے و اخروی [illegible] الظلمت [illegible]

انجیلی کفّارہ

(نمبر ۲)

(۵) ۔ انجیل متی ۔ ورس ۲۷ تا ۳۲ ۔ مضمون :۔ تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تُو زنا نہ کر پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زنا کر چکا سو اگر تیری داہنی آنکھ تیرے ٹھوکر کھانے کا باعث ہو اُسے نکال اور اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے انگوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لیئے اس سے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جائے اور اگر تیرا دہنا ہاتھ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کا باعث ہو اُس کو کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینکدے کیونکہ تیرے انگوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جائے۔ یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے اُسے طلاق نامہ لکھدے پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوائے چھوڑ دیوے اُس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے سو زنا کرتا ہے۔

تنقید ۔ اس تعلیم اور اس وعظ سے بھی بہت سی باتوں پر روشنی پڑتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

(الف) اگر تیری داہنی آنکھ ۔

(ب) تیرا دہنا ہاتھ ۔

تیری ٹھوکر کا باعث ہو تو اُسے نکال دے کاٹ ڈال اگر ہم یہ مان لیں کہ کفارہ ماننے والوں سے بلحاظ بشریت ایسی غلطیاں نہیں ہوتی ہیں تب تو کوئی مزید بحث ہو ہی نہیں سکتی لیکن اگر یہ نہ مانا جائے تو یہ کہا جائیگا کہ کفارہ پرست کی اگر آنکھ یا ہاتھ کوئی لغزش کھائے تو اُس کے واسطے سب سے پہلی صورت تو یہ ہے کہ آنکھ نکال دے اور ہاتھ کاٹ ڈالے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہی حکم ہے اور اگر کفارہ پر عقیدہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کیا جائے تو پھر اس حکم [illegible] ہے کہ آنکھ نکال دی جائے اور ہاتھ کاٹ ڈالیں مگر ایسا ہو تو کفارہ باطل ہے کیونکہ [illegible]

ہو چکا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آنکھ نکال لینے اور ہاتھ کاٹنے سے مجرم اُس سزا سے بچ جائینگے جو قدرتی سزا ہے جو کفارہ کا اثر ہے تو کہا جائے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جو یہ سزائیں مقرر کی ہیں وہ قطعی نہیں کیونکہ جس آنکھ اور جس ہاتھ نے قصور کیا تھا وہ سزا پا چکے ہیں اور اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ایسا کرنے سے سارا جسم جہنم میں نہیں جائے گا ہاں اگر آنکھ اور ہاتھ نکالی اور [illegible] گیا تو اُس صورت میں سارا جسم جہنم میں جائے گا اس فقرہ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے جس کا قصور تھا اُس نے سزا پالی اگر کہا جائے کہ روح کو سزا ملے گی تو کہا جائے گا کہ [illegible] باقی کا جسم محفوظ رہا تو روح کیوں نہ محفوظ رہے جور دکی تمثیل سے بھی کفارہ باقی نہیں رہتا [illegible] (۔۔۔) کفارہ پرست ہے وہ ایک ایسی عورت سے شادی کرتا ہے جسکو بعض زنا کی وجہ سے طلاق نہیں دی گئی اُس صورت میں اُس کا کیا حشر ہوگا کفارہ اُسکو بچا نہیں سکتا کیونکہ وہ خلاف تعلیم حضرت مسیح علیہ السلام کے شادی کر چکا ہے اگر کہا جائے کہ عیسائیوں میں زنا کے سوا طلاق نہیں تو یہ صحیح اور راست نہیں کیونکہ اس وقت امریکہ اور [illegible] یورپ [illegible] میں اور وجوہات سے بھی طلاق ہو سکتی ہے۔

[illegible] باب [illegible] ورس [illegible] میں مضمون ہے خبردار ہو کہ تم اپنے نیک کام لوگوں کے سامنے [illegible] دکھانے کو نہ کرو نہیں تو تمھارے باپ سے جو آسمان پر ہے اجر نہ ملے گا۔

[illegible] حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اگر تم ریا سے عبادت کرو گے تو خداوند کریم کی درگاہ سے [illegible] نہیں ملے گا اس حکم کا [illegible] یہ مان لیا گیا ہے کہ جو عبادت خالصاً للہ کی جاوے [illegible] اس کا بارگاہ صمدی سے اجر ملیگا اس میں کفارہ کی شرط نہیں ہے اگر یہ کہا جائے

ف [illegible] آنا کہ ایک موقعہ پر حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ وقت مقررہ تک توریت شریف کا ایک شوشہ اور ایک نقطہ [illegible] نہیں ٹل سکتا اور اس وعظ میں شوشہ اور نقطہ تو بجائے خود طلاق کے متعلق حکموں کو ہی تبدیل کیا جاتا ہے توریت میں یہ حکم ہے کہ طلاق دی جائے اور حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ سوائے زنا کے طلاق ہو ہی نہیں سکتی اگر یہ تبدیلی نہیں ہے تو اور کیا ہے کیونکہ طلاق کے بارہ میں توریت شریف کی تعلیم اور [illegible] جیسے [illegible] واضح [illegible] ہیں اُن میں ترمیم کرنا اُن کو بدلنا اور ٹلانا ہے جو پہلے حکم مسیحی کے [illegible] ہے

فافہم۔

کہ ضمناً کفارہ ہی سے مراد ہے تو کہا جائے گا کہ اول تو کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جو کفارہ پر دال ہو اور اگر یہ کھینچا تانی سے بن بھی سکتا ہے تو پھر یہ کہا جائیگا کہ جو لوگ قبل از بعثت حضرت مسیح علیہ السلام کے جہان سے گذر گئے اور ریا سے عبادت نہیں کرتے تھے انکو اس حکم کے مطابق اجر ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کفارہ باطل ہوتا ہے اور اگر نہیں ملے گا تو حضرت مسیح کا ارشاد نعوذ باللہ کوئی معنے نہیں رکھتا۔

(۷)- باب - ورس ۱۴ - **مضمون** - اس لیئے کہ اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشوگے تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہیں بخشے گا پر اگر تم آدمیوں کو ان کے گناہ نہ بخشوگے تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ نہ بخشے گا۔

تنقید:- یہ ہدایات بہت واضح اور صاف ہیں ٹھنڈے دل سے ہر سوچنے والا سوچ سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ان ہدایات سے کیا مدعا اور کیا مطلب تھا دور از قیاس تاویلات سے معاملہ ایک الجھن میں جا پڑتا ہے ان آیات میں صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم اس دنیا میں اپنے ابنائے جنس گنہگاروں کے گناہ بخشوگے تو تمہارا باپ (خدا) بھی آسمان پر تمہارے گناہ بخشے گا اور اگر تم ایسا نہیں کروگے تو تمہارے گناہ بھی تمہارا باپ آسمان پر نہیں بخشے گا کفارہ کی صورت میں بصورت بحث عدل۔ رحم اور قدوسیت کے بڑا اہم سوال یہی ہے کہ بغیر کفارہ یا مصلوبیت حضرت مسیح علیہ السلام کے قادر مطلق اور غفور الرحیم گنہگاروں کے گناہ بخش ہی نہیں سکتا اور ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام خداوندکریم کے اختیارات باقی اور برقرار رکھتے ہیں شرط یہ ہے کہ اگر اس دنیا میں لوگ ایک دوسرے کے گناہ بخشیں تو خدا بھی انکو بخش دے گا ایک شخص جو کفارہ پر اقرار اور ایمان نہیں رکھتا اگر اپنے بھائیوں اور ابنائے جنس کے گناہ بخشتا ہے تو ضرور ہے کہ آسمان پر بھی خدا اس کے گناہ بخشے کیونکہ خداوندکریم کے ان اختیارات کے نفاذ کے واسطے کفارہ کی شرط نہیں لگائی گئی ہے اور اگر خداوندکریم قادر مطلق نہیں بخش سکتا تو جو وعدہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان آیات میں کیا ہے وہ کالعدم ٹھہرتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ خداوندکریم کے ایسے اختیارات صرف اسی دنیا میں نفاذ پذیر ہوسکتے ہیں قیامت یا حشر اور زندگی ثانی سے انکا کوئی تعلق

نہیں ہے تو پھر یہ کہا جائیگا کہ خداوند کریم اس دنیا میں جب گنہگاروں کے گناہ بخش سکتا ہے تو کیوں زندگی ثانی میں بخش نہیں سکتا اور ان حالات میں کفارہ کی عظمت بھی وہ نہیں رہتی جو رہنی چاہیئے کیونکہ خداوند کریم کے اختیارات بخشش کسی نہ کسی صورت میں باقی رہ جاتے ہیں۔ تحت ان سب آیات میں شرطیہ بیان کیا گیا ہے جس سے ظاہر اور ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدائی اختیارات کے نفاذ میں اسقدر تنگدل نہ تھے جسقدر کفارہ کا مسئلہ یقین دلاتا ہے۔

(۸) باب۷ ورس ۲۱ تا ۲۳ - مضمون - نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں شامل ہوگا مگر وہی جو میرے باپ کی جو آسمان پر ہے مرضی پر چلتا ہے اُس دن بہتیرے مجھے کہیں گے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیوؤں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہیں کیں اور اس وقت میں ان سے صاف کہوں گا کہ میں کبھی تم سے واقف نہ تھا اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو۔

تنقید - ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں صرف مجھے خداوند خداوند کہنے سے ہر کوئی آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا مگر وہی جو خدا کی مرضی پر چلتا ہے مرضی سے مراد عمل اور نیکی ہے جیسے کہ دوسری آیات ۲۴ لغایت ۲۹ اسی باب میں کہا گیا ہے کہ ”پر جو کوئی میری باتیں سنتا اور اُنپر عمل نہیں کرتا وہ بے وقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا“ دیکھو کس صفائی سے اعمال پر نجات اور خوشنودی کا مدار جتایا گیا ہے جو لوگ اسکے خلاف خیال رکھتے تھے انہیں ایک سخت لفظ بدکاروں سے مخاطب کیا گیا ہے خداوند خداوند کہنے سے مطلب یہی تھا کہ بعض لوگ محض انہی الفاظ کے رٹنے سے خود کو نیکوں میں شمار ہونے کی خواہش کرتے تھے حضرت ممدوح نے اُن کا خیال توڑنے کے واسطے اس علم پر سے پردہ اُٹھا دیا اور سمجھا دیا کہ صرف خداوند خداوند کہنے سے آسمانی بادشاہت نہیں مل سکتی عمل کی بھی ضرورت ہے اگر یہ کہا جائے کہ عمل سے مراد اعتراف کفارہ ہی ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ کفارہ عمل نہیں ہے بلکہ ایک عقیدہ اور اگر یہ کہا جائے کہ اعتراف کفارہ کی صورت میں بھی نیک اعمال کی ضرورت باقی رہتی ہے تو پھر سوال ہوگا کہ پھر کفارہ کی قیمت باقی نہیں رہتی کفارہ پر جو انحصار تھا وہ اُٹھ جاتا ہے جب انحصار نہ رہا تو کفارہ نہ رہا۔

(۹) باب ۸ - درس ۱۶ و ۱۷ - **مضمون** - جب شام ہوئی اُسکے پاس بہتوں کو جن پر دیو چڑھے تھے لائے اور اُس نے اُن روحوں کو کلام ہی سے دُور کیا اور سب کو جو بیمار تھے چنگا کیا تاکہ جو یسعیاہ نبی نے کہا تھا پورا ہوئے کہ اُس نے آپ ہماری ماندگیاں لے لیں اور ہماری بیماریاں اُٹھا لیں۔

تنقید - اس آیت سے کفارہ کا استدلال کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی بجائے اسکے کہ اس درس سے کفارہ کا ثبوت ملے اُلٹا اسکی تردید ہوتی ہے اوّل تو اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بزور کلام بہتوں کو جن پر دیو چڑھے تھے چنگا کیا بیماری اور گناہ میں فرق ہے دیو اور بھوت کے سایہ کو دُور کرنا گناہ کا بینا یا اُٹھانا نہیں ہے بلکہ ایک علاج اگر ایسا ہی تھا تو ضرور تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود بھی اُس بیماری میں مبتلا ہو جاتے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ گناہوں ہی کو حضرت مسیح علیہ السلام نے اُٹھا لیا تھا تو وہی خدشہ پیش ہوگا کہ مسیح علیہ السلام خود بھی گناہ معاف کر سکتے تھے اور قبل از تکمیل کفارہ کے ایسا ہوتا تھا جس سے ضرورت کفارہ کی باقی نہیں رہتی کیونکہ جب بلا وجود پذیر ہونے کفارہ کے بھی گناہ معاف ہو سکتے ہیں تو پھر کفارہ کی کیا ضرورت ہے اور جب حضرت مسیح علیہ السلام اپنے اختیارات سے لوگوں کی ماندگیاں اور بیماریاں یعنے گناہ لے اور اُٹھا سکتے ہیں یعنی اُن کو معاف کر سکتے ہیں تو خدائے کریم ایسا کیوں نہیں کر سکتا اگر معاف کرنیکے معنوں پر یہ آیتیں محمول ہوں تو کفارہ باقی نہیں رہتا اور اگر دوسرا پہلو لیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ جو شخص دوسرے کا گناہ اُٹھاتا اور اپنے سر پر بار لیتا ہے وہ خود گنہگار ہو جائیگا دیکھو ضامن بھی ملزم کی غیرحاضری پر زیر مواخذہ آجاتا ہے۔ اس صورت میں نعوذ باللہ خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی ناکردہ گنہگار ہوئے اور گنہگار ہونے یا گناہ اُٹھانے کی صورت میں کفارہ کس طرح صحیح رہ سکتا ہے اور یہ بھی کہ ان آیتوں میں صرف ماندگیاں اور بیماریاں مراد ہیں نہ کہ گناہ۔

(۱۰) باب ۹ - درس ۲ تا ۶ - **مضمون** - اور دیکھو ایک جھولے کے مارے کو جو چارپائی پر پڑا تھا اس پاس لائے یسوع نے اُن کا ایمان دیکھ کے اُس جھولے کے مارے سے

کہا اے بیٹے خاطر جمع رکھ تیرے گناہ معاف ہوئے اور دیکھو بعضے فقیہوں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کفر بکتا ہے یسوع نے اُن کے خیال دریافت کرکے کہا تم کیوں اپنے دلوں میں بدگمانی کرتے ہو کیا کہنا آسان ہے یہ کہ تیرے گناہ معاف ہوئے یا یہ کہ اُٹھ اور چل پھر تاکہ تم جانو کہ ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔

تنقید۔ کفارہ کی بحث میں انجیل متی کی یہ آیات ایک بڑی حد تک قابل بحث ہیں ان آیات سے یہ باتیں نکلتی ہیں۔

(الف) حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کے گناہ بخشے۔

(ب) ابن آدم یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو زمین پر گناہ بخشنے کا اختیار دیا گیا تھا۔

(ج) یہ اختیار خدا کی جانب سے دیا گیا تھا۔

(د) بعض لوگوں نے شک کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام نے با اختیار ہونے کی وجہ سے اُنکا شک دُور کرنے کی کوشش کی۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے زمین پر قبل از مصلوب ہونے کے لوگوں کے گناہ بخشے پہلا سوال یہ ہے کہ جب ابن آدم کو زمین پر گناہ بخشنے کا اختیار حاصل رہا ہے تو خدائے کریم کو آسمان پر کیوں نہیں ہے کیونکہ جب خدا نے ابن آدم کو ایسے اختیارات دیئے تھے تو خود اُسکو ایسے اختیارات کے عمل میں لانے سے کونسی طاقت مانع ہوتی ہے اور اگر اُسکے اپنے اختیارات ایسے ہی محدود ہیں تو پھر وہ زمین پر ابن آدم کو ایسے اختیارات کے دینے کا کیا اختیار رکھتا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے انہی آیات میں شبہ بھی صاف کر دیا ہے فرماتے ہیں گناہ معاف کرنے بہ نسبت اس کہنے کے کہ اُٹھ اور چل بہت آسان ہے اس سے ظاہر اور ثابت ہے کہ اُنہیں زمین پر گناہوں کے بخشنے کا اختیار حاصل تھا اور یہ اختیار قبل از مصلوب ہونیکے حاصل تھا جب اُنہیں یہ اختیار حاصل تھا تو یہ کہنا کہ سوائے اقرار کفارہ کے بخشش ہو ہی نہیں سکتی درست نہیں ہے جس طرح مسیح گناہ معاف کر سکتے تھے اُسی طرح خدا بھی کر سکیگا اُنہوں نے زمین پر یہ اختیارات برتے اور خدائے لایزال آسمان پر برتے گا۔

(۱۱) باب ۔ ورس ۱۰ تا ۱۳۔ مضمون ۔ اور یوں ہُوا کہ جب یسوع گھر میں کھانے بیٹھا
دیکھو بہت سے محصول لینے والے اور گنہگار آ کے اُسکے اور اُسکے شاگردوں کے ساتھ کھانے
بیٹھے جب فریسیوں نے یہ دیکھا اُسکے شاگردوں سے کہا تمہارا اُستاد محصول لینے والوں اور
گنہگاروں کے ساتھ کیوں کھاتا ہے یسوع نے یہ سُنکر اُنہیں کہا بھلے چنگوں کو حکیم درکار نہیں
بلکہ بیماروں کو پر تم جا کے اس کے معنے دریافت کرو میں قربانی کو نہیں بلکہ رحم کو چاہتا ہوں
کیونکہ میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو توبہ کے لیئے بلانے کو آیا ہوں۔

تنقید ۔ ان آیتوں پر اگر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ثابت ہے کہ کفارہ کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ کی غرض سے مصلوب ہوئے تھے جب حضرت مسیحؑ گنہگاروں سے مل کر کھانے لگے تو فریسیوں نے اعتراض کیا کہ کیوں گنہگاروں کے ساتھ کھاتا پیتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ بھلے چنگے یعنی نیک ہیں اُنکو حکیم کی ضرورت نہیں یعنی کسی قربانی کی ضرورت نہیں بلکہ اُنہیں جو بیمار ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ جو لوگ نیک ہیں اُنہیں کفارہ کی ضرورت نہیں۔ انہی آیات میں آگے چلکر فرماتے ہیں میں قربانی کے لیئے نہیں آیا ہوں بلکہ رحم چاہتا ہوں کفارہ بھی ایک قربانی ہی ہے دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں قربانی کے واسطے نہیں آیا ہوں بلکہ رحم کے واسطے اب یہ تاویل کیجاتی ہے کہ خدائے رحیم رحم کس طرح کر سکتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام رحم ہی کے واسطے آئے تھے اگر رحم ثابت ہے تو کفارہ باطل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ کفارہ ہی رحم ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ کفارہ میں قربانی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ میں قربانی کے واسطے نہیں آیا ہوں اور دوسرے یہ کہ رحم نہ صرف اور لوگوں کے واسطے ہی مخصوص ہے بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات اقدس بھی اس میں شامل ہے حضرت مسیحؑ معصوم تھے باوجود اس معصومیت کے اُنہیں صلیب دیا جانا رحم یا شان رحم کے خلاف ہے عدالت اور انصاف تو یہ صورت اور ہی نہیں رکھتا خود رحم بھی اسکے منافی ہے اسی کلام میں یہ طے کر دیا گیا ہے کہ راستبازوں کے واسطے تو اور کسی قربانی یا کفارہ کی ضرورت نہیں ہے حضرت ممدوح فرماتے ہیں میں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو توبہ کے لیئے

بلانے کو آیا ہوں اس سے دو باتیں ثابت ہیں اول یہ کہ بلا اعتراف کفارہ کے بھی راستباز ہو سکتے ہیں جنہیں توبہ کی ضرورت نہیں اور یہ کہ اس وقت بقول حضرت ممدوح راستباز بھی تھے حالانکہ بقول عیسائیوں کے آدم کا گناہ مسلسل چلا آتا تھا جب راستباز موجود تھے تو پھر گناہ نسلی نہیں ہو سکتا ان فقرات میں راستبازی سے مراد نیکی ہے اور دوسرے یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام گنہگاروں کے واسطے بھی صرف ایک ہی طریقہ توبہ کا بتلاتے ہیں نہ کہ کوئی دوسرا طریقہ یا کفارہ توبہ میں کفارہ نہیں آتا ہے کفارہ صرف یہ اعتراف ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام لوگوں کے گناہوں کے بدلے صلیب دیئے گئے توبہ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی عمل کی بھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ بپتسمہ پانے کے وقت گناہوں کا اعتراف کیا جاتا ہے جو ایک قسم کی توبہ ہی ہے تو کہا جائے گا کہ خود انجیل سے توبہ کا اس شرط سے مشروط ہونا ثابت نہیں ہے اور نہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان آیات میں توبہ کی یہ تعریف کی ہے راستبازوں کو بقول حضرت ممدوح نہ تو توبہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی کفارہ کی۔ اگر کہا جائے کہ تمام انسان گنہگار ہیں تو یہ باطل ہے کیونکہ خود حضرت موصوف علیہ السلام یہ فرما چکے ہیں کہ اس دنیا میں گنہگار اور راستباز دونوں پائے جاتے ہیں اور میں راستبازوں کے واسطے نہیں آیا ہوں فتدبر۔

(۱۲) باب ۱۱ - ورس ۲۶ - **مضمون** - میرے باپ سے سب کچھ مجھے سونپا گیا۔

تنقید - اگر اس آیت سے کفارہ کا استدلال کیا جائے تو درست نہیں اس میں حضور علیہ السلام صرف اُن عنایات کا ذکر فرماتے ہیں جو خداوند کریم کی طرف سے اُن پر بسلسلہ نبوت نازل ہوئی تھیں جیسے کہ اس آیت کے شروع ہی میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ چیزیں جو داناؤں اور عقلمندوں پر چھپائی گئیں وہ بچوں پر کھول دی گئیں" بطریق شکریہ کے یہ کلمات حضرت ممدوح علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہیں نہ کہ کفارہ کے رنگ یا تبلیغ میں۔

(۱۳) باب ۱۲ - ورس ۷، ۸ - **مضمون** - پر اگر تم اسکے معنے جانتے کہ میں قربانی کو نہیں بلکہ رحم کو چاہتا ہوں تو تم بے گناہوں کو گنہگار نہ ٹھہراتے۔

تنقید - اس آیت میں بھی اس عقیدہ کو توڑ دیا گیا ہے کہ شروع ہی سے حضرت آدم علیہ السلام

کے گناہ کی وجہ سے گناہ چلا آیا ہے کیونکہ اس میں اعتراف کیا گیا ہے کہ انسانوں میں سے بے گناہ بھی ہوتے ہیں اور تاکید سے کہا گیا ہے کہ بے گناہوں کو گنہگار قرار دینا درست نہیں اور یہ کہ میں قربانی کے لیئے نہیں آیا ہوں بلکہ رحم کے واسطے۔ ہم بادب دریافت کرینگے کہ فقرہ بے گناہوں سے حضور علیہ السلام کا مطلب کیا تھا کیا معصوم اور بے گناہ یا کچھ اور۔ اور اگر بے گناہ ہی مراد تھے تو پھر کفارہ باقی نہیں رہتا اور اگر یہ مراد نہ تھی تو ایسے استدلال پر دلیل کیا ہے کیونکہ آیت کے الفاظ سے تو یہ نکلتا نہیں تاویل کا دائرہ الفاظ سے بالکل ہی نکل جانا صحیح نہیں۔

(۱۴۲) باب ۱۲- ۳۱ و ۳۲ - **مضمون** - اسلیئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ لوگوں کا ہر طرح کا گناہ و کفر معاف کیا جائے گا مگر وہ کفر جو روح کے حق میں ہو لوگوں کو معاف نہ ہوگا جو کوئی ابن آدم کے حق میں بُرا کہے اُسے معاف ہو سکے گا پر جو روح قدس کے حق میں بُرا کہے اُسے ہرگز معاف نہ ہوگا۔

تنقید۔ سب سے پہلے یہ بحث طلب ہے کہ روح یا روح قدس سے کیا مراد ہے خود حضرت مسیح علیہ السلام ہی کے کلام سے روح یا روح قدس سے مراد ذاتِ خدائی ہے دیکھو اسی باب کی آیت ۲۸ میں فرمایا گیا ہے۔

" اگر میں خدا کی روح سے دیووں کو نکالتا ہوں تو البتہ خدا کی بادشاہت تم پاس آ پہنچی "

ان آیتوں میں حضرت مسیح علیہ السلام نے گناہوں اور کفر کی معافی کا اعلان کیا ہے اور بغیر کسی شرط کفارہ کے ہاں یہ شرط جو کفر روح کے حق میں ہو وہ لوگوں کو معاف نہ ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہرگز معاف نہ ہوگا جیسے کہ قرآن مجید میں بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں وہ معاف نہیں ہوگا۔ یہاں بھی یہی مراد ہے اللہ اکبر حضرت مسیح علیہ السلام تو شرک تک ناقابل معافی قرار دیں اور دوسری طرف سے انہیں خدا کا بیٹا اور خدا کا جزو قرار دیا جائے۔

مگر ایک عیسائی باوجود اعتراف کفارہ کے روح کے حق میں بُرا کہے تو ان کلمات کے

رو سے وہ معاف نہیں ہو سکتا اور اس صورت میں رشتہ کفارہ ٹوٹ جائیگا یا یہ کہ کفارہ جامع نہیں رہے گا کیونکہ کفارہ کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی گئی ہے کہ فلاں گناہ کی بابت وہ چل سکتا ہے اور فلاں کی بابت ساکت ہے وہ ہر ایک قسم کے گناہوں کا فدیہ ہے جس میں گناہ روح بھی شامل ہے اگر یہ قسم گناہ کی وہ اٹھا نہیں سکتا تو وہ کامل نہیں ہے جب کامل نہیں تو باطل ہے۔

(۱۵) باب ۱۲۔ ورس ۳۲۔ مضمون:۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر ایک بیہودہ بات جو کہ لوگ کہیں عدالت کے دن اُس کا حساب دیں گے کیونکہ تو اپنی باتوں ہی کے سبب راستباز گنا جائے گا اور اپنی باتوں ہی سے گنہگار ٹھہرے گا۔

تنقید۔ اللہ اکبر کس صفائی اور کس خوبصورتی سے اُس رہ مستقیم اور شریعت کی تصدیق اور تائید کی گئی ہے جو مذاہب کا نچوڑ ہے اور کس عمدگی سے عقیدہ کفارہ کو باطل ٹھہرایا گیا ہے جو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے فرماتے ہیں یوم قیامت یا یوم حساب میں ہر ایک بیہودہ بات ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے گناہ کا بھی حساب دیا جائے گا کیونکہ ہر انسان اپنے ہی اعمال یا اپنی ہی باتوں سے نیک اور گنہگار ٹھہرتا ہے اگر کفارہ درست اور صحیح ہے تو یوم قیامت میں کسی بازپرس اور کسی حساب کتاب کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ سب حساب اور مطالبۂ اعمال نامہ حضرت مسیح علیہ السلام میں لکھا جا چکا ہے اور کفارہ ماننے والے بریت پا چکے ہیں اور اگر حساب نہیں لیا جاوے گا تو حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ وعید یا یہ قول باطل جاتا ہے کیونکہ حضرت ممدوح تاکیدی رنگ میں فرماتے ہیں کہ چھوٹی سے چھوٹی بڑی بات کی بھی بازپرس ہوگی چاہے کفارہ ہو یا نہ ہو یہ ایک ایسی مشکل ہے جو کفارہ سے بھی حل نہیں ہو سکتی یا وہ مانو یا وہ۔ دوسرے فقرہ میں فرماتے ہیں تو گویا یہ فیصلہ ہی فرما دیا ہے کہ ہر انسان صرف اپنی ہی باتوں اور اپنے ہی اعمال کی وجہ سے راستباز سمجھا جائیگا اور اپنی ہی باتوں سے گنہگار بھی ٹھہریگا اس صورت میں کفارہ یا کفارہ کی ضرورت بالکل اڑ جاتی ہے اور مطلع صاف ہو جاتا ہے جس ذات اقدس سے کفارہ نکلا وہی ان کلمات عظیمہ سے اسکی تردید کرتی ہے

اگر یہ کہا جائے کہ کفارہ کی صورت میں بھی ایک گنہگار گنہگار ہوتا ہے لیکن بوجہ اقرار کفارہ اسکی بخشش ہو جاتی ہے تو درست نہیں ہوگا کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام انہی آیات میں فرماتے ہیں کہ اپنی ہی باتوں کی وجہ سے انسان راست گار یا راستباز بھی ٹھہرتا ہے جب اپنی ہی باتوں سے انسان نیک ہو سکتا ہے تو پھر اُسپر مواخذہ کیا ہوگا اور کفارہ کی ضرورت کیا رہے گی۔

(ہر کہ را کہ حساب پاک از محاسب چہ پاک)

لفظ اپنی ہی پر بہت زور دیا گیا یا زور ڈالا جا سکتا ہے صرف اپنی ہی کرتوتوں کی وجہ سے انسان مبتلائے عذاب ہوگا اور اپنی ہی نیکیوں اور عمدہ باتوں کی وجہ سے نجات پائیگا یہ تائیدی فقرہ مؤید عمل ہو کر کفارہ کی رسیاں توڑ ہی نہیں دیتا بلکہ اُسکی ہستی بھی مٹا دیتا ہے غور کرنیوالے غور کریں اور سوچنے والے سوچیں کہ ان آیات سے کیا کچھ نکلتا ہے شاید کہ ان کے واسطے کوئی اور سیدھی راہ نکل آئے۔

در بیاباں فنا شدن آخر تا چند
رہ بہ پرسیم مگر بہ مہمات بریم

(۱۶) باب۱۳۔ ورس ۴۳ و ۴۹۔ **مضمون**۔ تب راستباز اپنے باپ کی بادشاہت میں آفتاب کی مانند نورانی ہوں گے۔ اس جہان کے آخر میں ایسا ہوگا کہ فرشتے آویں گے اور راستبازوں میں سے شریروں کو الگ کریں گے۔

تنقید۔ باب ۱۳ میں حضور علیہ السلام نے بہت اچھی تعلیم دی ہے نجات پانے کے واسطے نہایت ہی کمالیت سے تمثیلات دی ہیں ان آیتوں میں یہ کہا ہے کہ جو راستباز ہیں وہ خدا کی بادشاہت میں نورانی ہوں گے راستبازی کی بابت حضرت موصوف کے طرز کلام سے اعمال ہی کی نیکی پائی جاتی ہے نہ کہ اقرار کفارہ۔ ۴۹ آیت میں کہا گیا ہے کہ اخیر پر فرشتے راستبازوں کو شریروں سے الگ کریں گے گویا اعتراف کفارہ بالائے طاق رہ جائے گا اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ جو لوگ معترف کفارہ نہیں ہیں یا انکو کفارہ ماننے والوں سے الگ کر دیا جائے گا تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کفارہ ماننے والوں میں بھی گناہ ہوتے اور بدیاں پائی جاتی ہیں اگر انکو بھی جماعت شریروں ہی میں رکھا گیا تو پھر

کفارہ کی غیر نہیں اور اگر اُن سے بوجہ اقرار کفارہ درگذر کیا گیا تو حضور علیہ السلام کی یہ پیشینگوئی کالعدم ہو جاتی ہے اور یہ وعید کسی صورت میں بھی پوری نہیں ہوتی۔

(۱۷) باب۱۶۔ ورس ۲۷۔ **مضمون**۔ کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آویگا تب ہر ایک کو اُسکے اعمال کے موافق بدلا دیگا۔

تنقید۔ اس آیت میں بھی اعمال ہی کے موافق بدلا دینے کا ارشاد ہوا ہے جب آخری دنوں میں حضرت مسیح علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو اُس وقت صرف اعمال ہی اُنکے حضور میں پیش ہونگے نہ کہ صرف اعتراف کفارہ ہی اگر اعمال سے مراد کفارہ لیا جائے تو یہ کل سیدھی نہیں رہتی۔ کفارہ عمل نہیں ہے بلکہ عقیدہ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کفارہ میں عمل کی بات کونسی ہے کفارہ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے گناہوں کا جوا اُٹھاکر ایک بے گناہ معصوم نبی کے کندھوں پر رکھ دیا جاتا ہے عبادت کرنا دعا کرنا نماز پڑھنا روزہ رکھنا وغیرہ وغیرہ عمل ہیں اور خدا کو ایک جاننا ایک عقیدہ ہے۔ کفارہ کل عبادات سے دراصل مستغنی کرتا ہے کیونکہ اگر ایک شخص عیسائی ہو کر کفارہ کا معترف ہے اور عبادت نہیں کرتا روزہ کی دعا نہیں مانگتا تو ملزم نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ وہ کفارہ راس العقائد کا انکاری نہیں ہے لیکن اگر ایسے شخص پر دعا اور عبادت بھی ضروری ہے تو کفارہ اگر ٹوٹ نہیں جاتا تو اُسکی چولیں ڈھیلی ضرور ہو جاتی ہیں ہم ادب کے ساتھ سوال کریں گے کہ ایک عیسائی مقر کفارہ پر عبادت لازمی ہے یا نہیں اگر لازمی ہے تو اس کے ترک سے وہ مورد الزام ٹھہرتا ہے یا نہیں اگر ٹھہرتا ہے تو کفارہ کی چولیں ہل جاتی ہیں اگر نہیں ٹھہرتا تو ان آیتوں میں جس طریق سے آخری دنوں میں راستبازوں اور شریروں کا انتخاب کیا جائیگا وہ خدشہ سے خالی نہیں۔

(۱۸) باب۱۸۔ ورس ۱ تا ۳۔ **مضمون**۔ اُس وقت شاگردوں نے یسوع پاس آکے اُس سے پوچھا کہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے بڑا کون ہے یسوع نے ایک چھوٹا لڑکا بلاکے اُسے اُن کے بیچ میں کھڑا کیا اور کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں اگر تم لوگ توبہ نہ کرو اور چھوٹے لڑکوں کی مانند نہ بنو تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔

تنقید۔ شاگردوں کا یہ سوال ان معنوں میں تھا کہ آسمان کی بادشاہت میں یا خدا کے نزدیک سب سے نیک اور پارسا کون ہے بڑے انسان کا مفہوم مذہبی رنگ میں سوائے سعید کے اور کیا ہو سکتا ہے دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب تھا کہ کس طرح انسان خدا کی نگاہوں میں نیک ہو سکتا اور امتیاز روحانی پا سکتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس چھوٹے لڑکے کو دیکھو جب تک اس کی مانند خود کو نہ بناؤ تب تک تم خدا کی بادشاہت میں نہیں داخل ہو سکو گے اور یہ بھی اس شرط سے کہ توبہ کرو ایک چھوٹا لڑکا اس جماعت میں کیوں کھڑا کیا گیا اس واسطے کہ چھوٹے لڑکے عموماً بے گناہ اور معصوم خیال کیئے جاتے ہیں جیسے اس ملک میں بھی عام طور پر کہا جاتا ہے یہ ایک معصوم بال اور معصوم لڑکا ہے قانون انگریزی میں بالکل چھوٹے لڑکوں کے مجرمانہ افعال کو تعذیب اور گرفت سے مستثنےٰ رکھا گیا ہے اس وعظ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(الف) اپنے تئیں لڑکوں کی طرح معصوم اور پاک باز بناؤ۔

(ب) یہ کہ چھوٹے لڑکے پاک ہوتے ہیں۔

اگر چھوٹے لڑکے پاک نہ ہوں تو حضرت مسیح علیہ السلام اُنکو وعظ میں نمونہ صادق کے طور پر پیش نہ کرتے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انسان پُشتی گنہگار نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ممدوح نمونہ ایک چھوٹے لڑکے یا انسان کے لڑکے کا پیش نہ کرتے صاف الفاظ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ چھوٹے لڑکوں کی مانند بنو اگر یہ کہا جائے کہ یہ صرف بطور ایک تمثیل کے کہا گیا تھا ورنہ اس کا جو منشار لیا جاتا ہے وہ درست نہیں ہے تو کہا جائیگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک نمونہ پیش کرنا اس بحث میں کہ کس طرح کوئی انسان خدا کی بادشاہت میں داخل ہو سکتا ہے کیسے بے معنے اور بے محل ہو سکتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ چھوٹے لڑکے کی تمثیل سے یہ مراد تھی کہ ایسے سادہ ہو کر کفارہ پر یقین لاؤ تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ جو سوال شاگردوں نے کیا تھا اُس کا یہ جواب نہیں ہو سکتا اور دوسرے یہ کہ چھوٹے لڑکے کو بطور ایک پاکیزہ نمونہ کے پیش کیا گیا ہے اور یہ عملی رنگ میں ہے نہ کہ عقیدت کے رنگ میں اور ساتھ ہی لڑکے تو بہ کی بھی شرط ہے جو عقیدہ

کفارے کے صراحتاً و بداہتاً خلاف ہے۔

(۱۹) باب ۱۸۔ ورس ۸ تا ۹۔ مضمون۔ اگر تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلاوے اُسے کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینک دے کہ لنگڑا یا ٹنڈا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لیئے اس سے بہتر ہے کہ دو ہاتھ یا دو پاؤں ہوتے ہمیشہ کی آگ میں ڈالا جائے اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلاوے اُسے نکال ڈال اور پھینک دے کیونکہ کانا ہو کر زندگی میں ہونا تیرے لیئے اُس سے بہتر ہے کہ تیری دو آنکھ ہوں اور تو جہنم کی آگ میں ڈالا جائے۔

تنقید۔ یہ وعظ ایک بڑا بسیط اور پُر معنے وعظ ہے سرسری نگاہوں میں اسکی خوبیاں نہیں کھلتی ہیں ذرا تامل اور تحقیق سے پڑھنے سے اسکے اسرار صادقہ اور نکات فاضلہ کُھل سکتے ہیں خلاصہ اس وعظ کا یہ ہے کہ جو عضو جو شے انسان کی ٹھوکر کا باعث ہو لازمی ہے کہ وہ ترک کر دیجائے مثلاً ایک انسان کے دل میں بعض امور باعث خرابی اور گنہگاری کے ہوں تو لازم ہے کہ اُنہیں چھوڑ دیا جائے اگر حرص سدّ راہ ہوتی ہے تو اُس کا ترک لازم ہے اگر غفلت روکتی ہے تو چھوڑ دی جائے اگر ایسا نہ کیا جائے تو وہی خاصہ جہنم میں لے جائیگا اور اُسی کی وجہ سے باب نجات بند رہے گا اس سے عمل کی راہوں پر روشنی پڑتی ہے اور کفارہ کی راہیں بند ہوتی ہیں کیونکہ صرف عقیدہ پر زور نہیں دیا گیا بلکہ عمل پر کو آنکھ اور کان کے پیرایہ میں تمثیل دی گئی ہے مگر مراد عملیات ہی سے ہے کیونکہ اگر واقعی یہی مراد تھی تو پھر لازم آتا ہے کہ جب کوئی عضو باعث گندی تحریک ہو تو اُسے بموجب فرمان حضرت مسیح علیہ السلام کاٹ ہی دیا جائے حالانکہ عیسائیوں میں ایسا نہیں ہوتا چور چوریاں کرتے رہزن ڈاکے مارتے اور بدبین بُری نگاہوں سے کام لیتے اور بدگو بدگوئیاں سُنتے اور بدکہتے ہیں نہ تو انکی آنکھیں۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ نکالے اور کاٹے جاتے ہیں اور نہ انہیں جسم سے دُور کیا جاتا ہے اگر واقعی اسی رنگ میں یہ حکم دیا گیا تھا تو اب اسکی تعمیل بھی لازمی ہے اور اُس صورت میں بھی وہی صورت باقی رہے گی جو کفارہ کے مخالف ہے کیونکہ باوجود تسلیم کفارہ کے بھی سزا مل ہی گئی اگر وہ سزا اسی ایسی رنگ میں تھی تو درست

نہیں کیونکہ حضور مسیح علیہ السلام نے مذہبی رنگ میں ان سزاؤں کا بیان کیا ہے نہ کہ سیاسی رنگ میں وہ وعظ کہہ رہے تھے نہ کہ ایک سیاسی قانون دان کے پیرایہ میں اگر اخلاقی رنگ میں کہا جائے تو اُس صورت میں بھی وہی جواب ہوگا جو برنگ سیاسی دیا گیا ہے دونوں صورتوں میں کفارہ کی بندشیں ٹوٹ کر رہیں گی اور گناہ ہر حالت میں بغیر رنگ لائے اور سزا پائے نہ رہیں گے اور خدا کی قدوسیت اور عدل و انصاف بھی معرض بحث میں آجائیں گے ۔ (باقیدارد)

ایک مرنیوالی قوم

آریہ پترکا ۔ جو آریوں کا ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار ہے اور لاہور سے شائع ہوتا ہے اُس کے ۴ ۔ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء کے نمبر میں ایک ایڈیٹنگ آرٹیکل ہے جس کا عنوان ہے **ایک مرنیوالی قوم** ۔ اور اس سے اسکی مراد ہندو قوم ہے اور وہ اس وجہ سے اسکو ایک مرنیوالی قوم قرار دیتا ہے ۔ کہ گذشتہ مردم شماریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی تعداد میں بجائے اسکے کہ ترقی ہو یا کم از کم مساوی ہی رہے وہ برابر گھٹتی چلی جاتی ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ سنہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری میں دس ہزار آبادی میں سات ہزار چارسو تئیس ہندو تھے اور باقی دوسرے مذاہب کے پیرو ۔ سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں ہندوؤں کی آبادی اسقدر کم ہو گئی ہے کہ اب دس ہزار میں چھ ہزار نو سو انتیس ہندو رہ گئے ہیں مندرجہ ذیل نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے مختلف صوبجات میں ہندوؤں کی آبادی کس قدر کم ہوگئی ہے ۔

	سنہ ۱۸۸۱ء	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۱۱ء
بنگال	۴۸ فیصدی ہندو	۴۶ فیصدی	۴۴ فیصدی
بہار و اڑیسہ	۸۴ فیصدی	۸۳ فیصدی	۸۲ فیصدی
مدراس	۹۱ فیصدی	۸۹ فیصدی	۸۸ فیصدی
پنجاب	۴۱ فیصدی	۳۸ فیصدی	۳۲ فیصدی
صوبجات متحدہ	۸۶ فیصدی	۸۵½ فیصدی	۸۵ فیصدی
بمبئی	۷۴ فیصدی	۷۶ فیصدی	۷۵ فیصدی
صوبجات متوسط	۸۲ فیصدی	۸۳ فیصدی	۸۲ فیصدی
کل برٹش انڈیا میں	۷۱ فیصدی	۶۸ فیصدی	۶۶ فیصدی

اگرچہ یہ کمی تمام ہندوستان میں واقع ہوئی ہے مگر جس تیز رفتار سے ہندوؤں کی تعداد پنجاب میں گھٹتی چلی جارہی ہے اس کی نظیر دوسرے صوبجات میں نظر نہیں آتی۔ اور ایڈیٹر پرتاپ نے بڑے افسوس کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ ہندو قوم اگرچہ آہستہ رفتار سے لیکن یقینی طور سے نابود ہونے کی راہ پر جارہی ہے۔ مسٹر گیٹ مہتمم مردم شماری ہندوستان نے اس خطرناک حالت کے دو اسباب بیان کیئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہندو لوگوں کو مسلمان اور مسیحی اپنے اندر جذب کر رہے ہیں۔ چنانچہ پنجاب کے مہتمم مردم شماری نے یہ اندازہ کیا ہے کہ صرف پنجاب میں گذشتہ دس سال کے عرصہ تک چالیس ہزار آدمی ہندو مذہب سے نکلکر اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور دوسری وجہ جس سے ہندوؤں کی تعداد سال بسال کم ہوتی جاتی ہے یہ بیان کی گئی ہے کہ ہندو مذہب کے بعض احکام اور رسوم ایسے ہیں کہ ان کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہندوؤں کی تعداد میں کمی واقع ہو مثال کے طور پر دو امور پیش کیئے گئے ہیں۔ ایک چھوٹی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی اور پھر بیوہ ہوجانے کے بعد نکاح ثانی کی سخت ممانعت۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی لڑکیاں جو بچپن میں یا جوانی میں بیوہ ہوجاتی ہیں۔ وہ عمر بھر دوبارہ شادی نہیں کرتیں اس لیئے وہ اولاد پیدا کرنیکے لحاظ سے ہمیشہ کے لیئے بیکار ہوجاتی ہے۔ دوسرے چھوٹی عمر میں جو اولاد ان سے پیدا ہوتی ہے وہ کمزور ہوتی ہے اور بہت سے بچے چھوٹی عمر میں ہی اس دار فانی سے گذر جاتے ہیں۔ ہندوؤں کی تعداد کو بڑھانے کیلیئے اور مضبوط اولاد پیدا کرنے کے لیئے پنڈت دیانند نے نیوگ کا مسئلہ اپنی قوم کو سکھایا تھا مگر چونکہ وہ فطرت انسانی کے مخالف تھا اس لیئے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قوم نے اسکی تعلیم کے اس حصہ پر پورا پورا عمل نہیں کیا۔ لیکن چونکہ بیوہ کی شادی ہندو مذہب کے رو سے جائز نہ تھی اسلیئے اس نے سوائے نیچ ذاتوں کے اسکی اجازت نہیں دی۔ اسکی جگہ مذہبی پستکوں سے نیوگ کا مسئلہ نکال کر پیش کیا ہے۔ اور اسکو ہندوؤں کی تعداد بڑھانے کا اسقدر شوق تھا کہ اس نے نیوگ کی تجویز صرف بیواؤں کے لیئے ہی پیش نہیں کی بلکہ بعض صورتوں میں خاوند والیوں کو بھی اجازت دی ہے اور اسی طرح صرف ایسے مردوں کے لیئے نیوگ کا دروازہ نہیں کھولا۔ جن کی استریاں فوت ہوجاویں بلکہ بعض صورتوں میں ایسے مردوں کو بھی اجازت دیدی ہے جنکی استریاں زندہ ہوں۔ اور ہمیں ہمیشہ یہ دیکھکر تعجب

آتا ہے کہ باوجودیکہ پنڈت دیانند نے اپنی کتاب میں صریحاً بیوہ کے نکاح کو سوائے نیچ ذات کے لوگوں کے ناجائز قرار دیا ہے اور اسکی جگہ نیوگ پیش کیا ہے جسکو اُس نے بیواؤں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیئے بھی بعض حالات میں جائز ٹھہرایا ہے مگر پھر بھی بعض آریہ سماجی لوگ اپنے گرو کے صریح حکم کی خلاف ورزی کر کے بیواؤں کے نکاح کی حمایت کرتے ہیں۔ اسکی وجہ سوائے اس کے اور کوئی علاوہ نہیں ہوتی کہ اُن کی فطرت نیوگ سے نفرت کرتی ہے اور وہ باوجود اپنے گرو کی صریح ممانعت کے قرآن شریف کے حکم وانکحوا الایامی پر عمل کرنا پسند کرتے ہیں کیونکہ قرآن شریف کی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق ہے۔

آریہ پترکا کے نزدیک ہندوؤں کے گھٹنے کی صحیح وجہ یہ ہے کہ ہندو لوگ اسلام اور مسیحیت قبول کرتے ہیں اور ہندو مذہب میں کوئی بیرونی آدمی آنا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ہندو مذہب میں عقائد سے کوئی بڑا سروکار نہیں اور اگر کوئی قسمت کا مارا ہندو مذہب قبول بھی کرلے تو اسکو ہندو لوگ اپنا بھائی بنانے کے لیئے تیار نہیں ہوتے۔ اس لیئے وہ اس طرف تو مایوسی ظاہر کرتا ہے۔ ہاں وہ یہ کہتا ہے کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ مسلمان عورتوں کو ہندو بنا کر اُن سے شادی کر لیا کریں۔ جس کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہوا کہ ہندو مذہب میں خود تو کشش نہیں کہ غیر مذاہب کے پیروؤں کو سچائی کے زور سے اور اپنی خوبیوں کی طاقت سے اپنی طرف کھینچ سکے۔ اسلیئے عورتوں کو ناجائز طریقوں سے پھنسا کر اُن سے شادی کرلی جایا کرے۔ کیا یہ تجویز قابل شرم نہیں۔ اور کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ خود مذہب کے لیڈر اپنے مذہب کے پھیلانے کیلیئے ایسی گندی تجویزیں پیش کریں۔ مگر میں آریہ پترکا کے قابل ایڈیٹر کو یہ سنا دیتا ہوں کہ اس طریق میں بھی سوائے مایوسی کے اُسکے لیئے اور کچھ مقدر نہیں۔ کیونکہ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ جو ہندو مہاتما غیر مذہب کی عورتوں سے ناجائز تعلق بھی قائم کرتے ہیں تو وہ عورتیں خود ہندو مذہب میں داخل ہونیکی بجائے اُن ہندو مہاتماؤں کو اپنے مذہب میں کھینچ لاتی ہیں۔ چنانچہ خود ایڈیٹر آریہ پترکا نہایت حسرت کے ساتھ اس امر کو تسلیم فرماتے ہیں اور ایک مثال بھی نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ "فرداً فرداً لوگوں کو ہندو مذہب میں داخل کرنیکے لیئے ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ

مسلمان اور عیسائی عورتوں کو ہندو بناکر اُن سے ایسے لوگ شادی کر لیا کریں جن کو اپنے مذہب میں استری میسّر نہیں آتی۔ مگر نہایت ہی حسرت کا مقام ہے کہ اس پہلو میں بھی ہندو ہی گھاٹے میں رہا ہیں۔ اور مَیں نے شملہ کی پہاڑیوں اور دوسرے مقامات میں دیکھا ہے کہ ہندو عورتوں کو برابر اسلام اور مسیحیت میں داخل کیا جا رہا ہے۔ مردم شماری کی رپورٹ کا مندرجہ ذیل نوٹ ملاحظہ ہو"۔

آگے ایڈیٹر صاحب رپورٹ مردم شماری میں سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں مہتمم مردم شماری لکھتا ہے "جب ایک ہندو (مرد یا عورت) اور ایک مسلمان (عورت یا مرد) کے مابین محبت ہو جاتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں کھلم کھلا باہم نکاح کر لیتے ہیں اگر ہندو فریق اسلام قبول کرے۔ اور اگر اُن کے مخفی تعلقات کا لوگوں کو علم ہو جاوے تو اس کا بھی اکثر یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ ہندو فریق اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ میرے ایک برہمن آشنا نے میرے پاس بیان کیا کہ میرا ایک بہنوئی ایک مسلمان عورت سے شادی کرنیکے لئے مسلمان ہو گیا اور میری بہن اُس سے علیحدہ ہو کر میرے پاس آ گئی"۔

ایڈیٹر صاحب کی بہادری ملاحظہ ہو۔ آپ فرداً فرداً لوگوں کو ہندو مذہب میں داخل کرنیکے لئے یہ تجویز کرتے ہیں کہ عورتوں کو ہندو بنایا جائے۔ ایڈیٹر صاحب سے کوئی پوچھے کہ مَردوں کو کیوں ہندو بنایا جاوے صریحاً اس کا جواب یہی ہے کہ مرد ہندو مذہب کو قبول نہیں کرتے (دیا دھرم پال جیسے نمونے دیکھکر ایڈیٹر کا دل کھٹا ہو گیا ہے) اور عورتوں کو طرح طرح کے لالچ دیکر پھندے میں لایا جا سکتا ہے۔ ایڈیٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر عورتوں پر ہی بات آ رہی ہے تو اب ہندو مذہب کی خیر نہیں اور جیسا کہ وہ اب فنا کی راہ پر جا رہا ہے اسی طرح چلتے چلتے ایک دن نابود ہو جائیگا۔ اب اسکی خیر نہیں۔

ہندو مذہب کی تعریف

مختلف صوبجات کی مردم شماری کی رپورٹوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مردم شماری کے مہتمموں کو اس امر کے فیصلہ کرنے میں کہ ہندو مذہب کس چیز کا نام ہے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اس رسالہ میں بعض نامی ہندوؤں کی تحریروں کی بنا پر یہ دکھایا گیا تھا کہ ایک بھی ایسا عقیدہ یا عمل پیش نہیں کیا جا سکتا جس کا ماننا ہر ایک ہندو پر فرض ہو اور جسکے قبول کرنے کے بغیر کوئی شخص ہندو نہ کہلا سکتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مردم شماری کے مہتمموں کو

اپنے نقشہجات تیار کرنے میں ہندو لفظ کے معنوں کی تعیین میں بہت دقت پیش آئی ہے۔
ریورنڈ ڈبلیو جے ولکنس اپنی کتاب ماڈرن ہندوازم کے صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں:۔

"جن لوگوں نے اس مسئلہ پر غور کیا ہے وہ اس سوال کا صفائی سے جواب نہیں دے سکتے کہ ہندو مذہب کسے کہتے ہیں اور واقعہ میں اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آجکل جس طرح یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اُس سے کوئی خاص عقائد نہیں سمجھے جاتے اور نہ کوئی خاص قوم مراد ہوتی ہے بلکہ یہ ایک عام لفظ ہے جسمیں کوئی حد بندی نہیں۔ اور اسمیں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو خالص ویدانت مذہب کے پکے معتقد ہیں اور وہ نوجوان بھی شامل ہیں جو مغربی تعلیم کے اثر سے خدا کی ہستی کے بھی قائل نہیں اور وہ نیم وحشی پہاڑی لوگ بھی اسی مذہب کے پیرو تسلیم کیئے جاتے ہیں جو بغیر تمیز کے ہر ایک چیز کو جو انکو مل جائے کھا لیتے ہیں اور وہ ہندو دیوتوں اور دیویوں سے ایسے ہی بے خبر ہیں جیسے وہ پتھر بے خبر ہیں جنکی وہ بیماری اور خطرہ کے وقت پرستش کرتے ہیں"

اب یہ لفظ ایسا بے معنی ہو گیا ہے کہ سر ڈینزل ابٹسن (سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب) کو ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ میں یہ لکھنا پڑا کہ "ہر ایک دیسی آدمی جو اپنا مذہب بیان کر سکا جس نے اپنے تئیں مروجہ مذاہب میں سے کسی ایک مذہب یا کسی خاص فرقہ کا پیرو بیان نہ کیا اسکو ہندو ہی قرار دیا گیا اور نقشوں میں بھی اُس کو ہندو ہی دکھایا گیا"

یہ تحریر سر ڈینزل ابٹسن صاحب نے ۱۸۸۱ء میں لکھی لیکن اس تحریر کے بعد جو ۳۲ سال کا عرصہ گذرا ہے اس عرصہ میں لفظ ہندو اور بھی بے معنی ہو گیا ہے۔ چنانچہ جن دنوں مردم شماری کا کام جاری تھا اُن دنوں میں ایک ہندو ریاست کے پنڈتوں نے اس امر پر بحث کی کہ لفظ ہندو کی کیا تعریف ہے، اور چونکہ وہ کسی ایسے عقیدہ یا رواج کی تعیین نہ کر سکے جس کا ہر ایک ہندو میں پایا جانا لازمی ہو اور جسے ہندو مذہب کا معیار کہہ سکیں اسلیئے انہوں نے آخر اس مشکل کو اس طرح حل کرنیکی کوشش کی کہ جو شخص اپنے تئیں ہندو کہے اور جو شخص کسی اور خاص مذہب کا پیرو نہ ہو اُسکو ہندو سمجھا جاوے۔ مہتمم مردم شماری نے بعض معیار پیش کیئے جنکے ذریعہ سے قدیمی باشندوں (جو بے جان چیزوں میں بھی زندہ روح کا ہونا یقین کرتے ہیں) اور دوسرے لوگوں میں جو ہندو کہلاتے ہیں تمیز ہو سکے مگر پنڈتوں کی سبھا نے ان تمام معیاروں کو رد کر دیا۔ اِن واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک بھی ایسا عقیدہ یا ایسا عمل نہیں ہے جسکے ذریعہ ایک ہندو اور غیر ہندو میں تمیز ہو سکے۔

شرح اُجرت اشتہارات در رسالہ ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ		نصف صفحہ		چوتھائی صفحہ		ایک سطر	
	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو	انگریزی	اردو
سالانہ	للعہ	للعہ	حرعہ	وعہ	وعہ	صرعہ	ے ر	ے ر
ششماہی	صرعہ	صرعہ	وعہ	صرعہ	عہ	عہ	عہ ۱۲ر	عہ ۱۲ر
سہ ماہی	صرعہ	صرعہ	عہ	عہ	عہر	عہر	عہ ر	عہ ر
ایک دفعہ	ہے	ہے	للعہ ر	للعہ ر	ے ر	ے ر	۸ ر	۸ ر

تمام درخواستیں بنام مینیجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

نمبر۱۲ جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ
کی ہوئی ادویات ملا کر بنایا ہے۔ اس سے ہر قسم
کی جلدی بیماری جیسے خارشت۔ کھجلی۔ چھاجن
اپرس۔ وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برص کو یہ اچھا
فائدہ کرتا ہے۔ جلدی کی بیماری سے اکثر خون بھی
خراب ہو جاتا ہے
تو وہ صرف اسکے
استعمال سے نہیں جاتا
اسکے ساتھ ہمارا سا
جسکی قیمت ۲ روپیہ
ہے پینا چاہیئے اول
دوا کی قیمت ۱ر شیشی
محصولڈاک ایک سے
چار شیشی تک ۶ر

دانت درد کی دوا

یہ لگاتے ہی درد جاتا ہی
رہتا ہے کو ہنساتی ہے ایک
ایک بار ایک مضبوط تنکا یا سینک کے سر پر دوا روئی لپیٹ کر اسکو
اس دوا میں ڈبو کے ٹھیک درد کے مقام پر لگاؤ اور اگر دانت کی
جڑ میں درد ہو تو ذرا سی روئی ڈبا کے اسمیں بھر دیں فوراً
درد بند ہوگا قیمت ۴ر محصولڈاک ایک سے ۶ شیشی تک ۶ر

جلاب کی گولیاں

رات کو سوتے وقت دو گولیاں کھا کر
سو جاؤ دوسرے دن دست صاف ہو کر
آوے گا پیٹ میں گرمی مروڑ کچھ نہیں ہوگی
حسب معمول نہانے اور کھانے پینے کی کچھ
ممانعت نہیں ہے یہ گولیاں گل میں …
وزن سب کا
برابر ہے۔ ڈاکٹر
برمن صاحب برا…
اپنے مریض کو دیتے
ہیں۔ ہر شخص کو گھر
میں رکھنا چاہیئے
قیمت ۱۶ گولیوں
کی ڈبیہ ۵ر
محصول ڈاک ایک
سے ۶ ڈبیہ تک ۶ر

کان بہنے کی دوا

کان بہنا یعنی کان
کے اندر زخم ہو جانے سے پیپ کا آنا۔ جا…
ہو یا پرانا۔ یہ دوا نہایت مفید ہے اسکے استعمال
کے لیئے پہلے کان کے اندر صاف کرنا چاہیئے بعدہ دوا…
قیمت ۱ر فی شیشی پچکاری کا ۲ر محصول ہر دو جز…

بدہضمی بدہضمی کے دست کی ٹکیہ

غذا تحلیل نہونے کو بدہضمی کہتے ہیں۔ جیسے غذا کرنے کے بعد پیٹ بھاری
رہنا پیٹ میں ریاح ہونا۔ جی متلانا کھٹے ڈکار آنا۔ سینہ کا جلنا۔
منہ میں پانی اتر آنا۔ پیٹ میں میٹھا میٹھا درد ہونا۔ سفرہ پھیکنا
سستی وغیرہ کا ہونا۔ اور قوت ہاضمہ کے خراب ہو جانے
سے ہوتا ہے۔ جب غیر ہضم غذا کی جاوے تب پیٹ میں
گڑگڑاہٹ ہوتی ہے اور پیٹ پھولتا ہے اور دست
ہوتے ہیں۔ اور اس وجہ سے جسم نحیف ہو جاتا ہے اور آخر کو
مرض لاعلاج ہو جاتا ہے اس مرض کے ہونے کے اسباب
یوں ہیں۔ ضعیفی کا عالم کسی خاص بیماری کے بعد ضعف کا ہونا
کم کھانا یعنی فاقہ کشی۔ منی کا بے فائدہ ضائع ہونا نقاہت۔ زیادہ
محنت فکر و تردد یا غم اور ان خرابیوں کی حالت میں جو کچھ ہضم ہونے کی
وقت ہوتی ہے ان باتوں کا غور کرکے ڈاکٹر برمن نے یہ بدہضمی
کی ٹکیہ بنائی ہے جس سے غذا تحلیل ہوتا ہے اور بدہضمی کی
خرابی دور کرنے میں نہایت مفید ہے ۳۰ ٹکیہ کی ایک شیشی قیمت ۱ر
محصولڈاک ایک سے ۴ شیشی تک ۵ر پوری حالت فہرست

منگا کر ملاحظہ کیجیئے۔ ہر جگہ ایجنٹ سے دوا ملتی ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵۹۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ڈاکٹر۔ ایس۔ کے برمن نمبر ۵۹۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رہیں تو فضل پاؤ گے | تو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۲ھ | نمبر ۵

فہرست مضامین

... کے اہتمام سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسب رزولیوشن ۱۹۵ مجلس معتمدین منعقدہ اپریل

قرار پایا کہ قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قاعدہ ۱۸ میں

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام" کی بجائے الفاظ "حضرت خلیفہ

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی" درج کئے

لہٰذا اب قاعدہ ۱۸ حسب ذیل ہوگا۔ "ہر ایک معاملہ میں مجلس

اسکی ماتحت مجلس یا مجالس اگر کوئی ہوں اور صدر انجمن اور اس

شاخہائے کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفہ ثانی کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا"

سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ

اطلاع :- خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی پسر موعود کے بارہ میں

اور اُس کے پیدا ہونے کی بشارت

معزز ناظرین یہ پیشگوئی اُس پیارے امام کی طرف سے ہے جو ساری احمدی جماعت کا محبوب ہے آپ کا یہ فرض ہے کہ دلوں کو ہر ایک قسم کے خیالات سے پاک کر کے ضد سے مندرجہ ذیل بحث کو پڑھیں اور تنہائی میں ٹھنڈے دل کے ساتھ اس پر غور فرماویں حضرت مسیح موعودؑ کی شائع کردہ پیشگوئیوں پر غور کرتے وقت ہر ایک احمدی کا یہ فرض ہو کہ وہ ذاتی جھگڑوں کو فراموش کر دے۔ اور وقتی جوشوں کو ٹھنڈا کرے۔ تا ایسا نہ ہو کہ وہ ضد اور تعصب کی وجہ سے ایک حق کا انکار کر دے۔ اور اپنے نفسانی جوش کے باعث اَلَّذِیْنَ ... باٰیاتی ولم تحیطوا بہا علماً کا مصداق بنے نعوذ باللہ من ذالک۔ پس ہر ایک احمدی بھائی کی خدمت میں یہ مؤدبانہ التماس ہے کہ کہ اگر کسی کو حضرت مسیح موعود سے سچی محبت ہو اور اُسکے دل میں اُس خدا کے برگزیدہ کے ساتھ سچا اخلاص ہے تو وہ اُس محبت اور اخلاص کو اپنے دل میں جگہ دے کر اور اُس پیارے امام کی محبت کو اپنے دل میں ... کے اس مضمون کو پڑھے اور ... ہوں کہ خدا سے ڈر کر وہ اس مضمون کو پڑھے تا ایسا نہ ہو کہ کسی ذاتی رنجش یا وقتی ضد یا کسی غلط خیال کی وجہ سے جو اسکے دل میں گھس گیا ہے وہ ایک حق سے انکار کر بیٹھے۔ تمہیں خدا کا مسیح دنیا کے ہر ایک پیارے سے زیادہ پیارا ہے تم اس مضمون کو نفرت سے نہ پھینک دو کیونکہ اس میں وہی خدا کا کلام تمہارے ... جو ... اس پیارے پر نازل ہوا تھا۔ کیا دنیا میں کوئی اور ایسا مرد ہے ... کی نظر دنیا کے ہر ایک

تعلق کو قربان کرنیکے لیئے تیار نہیں۔ دنیا میں وہ کونسی چیز ہے جو تمہیں خدا کے مسیح سے زیادہ پیاری ہے پس میں امید کرتا ہوں کہ اس پیارے محبوب کے کلام کی طرف جو الٰہی سرچشمہ سے نکلا ہے پیاسوں کی طرح دوڑو گے اور جو حق تمہیں اس کلام پر تدبر کرنے سے ملیگا اُسکے قبول کرنیکے لیئے اگر تمہیں کسی تعلق کے توڑنے کی ضرورت پیش آئے یا کسی رشتہ دار سے جدا ہونا پڑے یا کسی عزیز کی بات کو قربان کرنا پڑے یا کسی جماعت احباب سے الگ ہونا پڑے تو خواہ وہ تعلق کیسا ہی پرانا اور گہرا کیوں نہ ہو اور خواہ وہ رشتہ دار کیسا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ اور خواہ وہ عزیز کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ تم اپنے پیارے مسیح پر ان سب چیزوں کو قربان کر دوگے۔ اور اگر تمہیں کوئی ایسا تعلق بھی توڑنا پڑے جس کا توڑنا تمہیں موت سے بھی زیادہ دشوار نظر آئے تو تم پیارے مسیح کی خاطر اس تعلق کو بھی توڑنے کے لیئے تیار ہو جاؤگے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو پھر تمہارا یہ دعویٰ کہ خدا کا مسیح ہمیں ہر ایک پیارے سے زیادہ پیارا ہے ایک جھوٹا دعویٰ ٹھہریگا۔

مَیں تمہاری خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس مضمون کے پڑھنے سے پہلے کسی بدظنی کو اپنے دل میں جگہ نہ دینے دو کیونکہ ایسی صورت میں تمہارے دل پر ایک حجاب حائل ہو جائے گا اور تم حق کے سمجھنے سے محروم ہو جاؤ گے۔

اس مضمون کو اسلیئے نہ پڑھو کہ اس پر کیا کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے اور کس طریق سے اس کی تردید ہو سکتی ہے بلکہ اس نیت سے پڑھو کہ اگر اس مضمون میں کوئی حق ہے تو وہ تم پر ظاہر ہو جائے اور پڑھنے سے پہلے دعا کر لو ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ آمین ثم آمین

(ایڈیٹر)

نشانِ رحمت

سب سے پہلے زبانی طور پر پیشگوئی

سب سے پہلے اوائل ۱۸۸۶ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مصلح موعود کی بابت بشارت دی۔ جسے حضرت اقدس نے زبانی طور پر مخالفوں اور موافقوں میں

بیان فرمایا۔ جیسا کہ حضور ممدوح اپنے ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں "یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں و بعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی"

اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء

اسکے بعد ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار لکھا جو بطور ضمیمہ اخبار ریاض ہند پریس امرتسر (مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء) شائع ہوا جس میں حضرت اقدس نے یہ پیشگوئی ان الہامی الفاظ میں شائع فرمائی۔ " میں تجھے ایک رحمۃ کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اسکو مقدس روح دیگئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنیکے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔* اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت

* نور آتا ہے نور جسکو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اسمیں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا

اس میں کتنے لڑکوں کی پیشگوئی ہے

پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امرًا مقضیًا" (۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا اشتہار) پہلے اسے ایک ہی لڑکے کی پیشگوئی سمجھا گیا تھا لیکن قریباً اڑھائی سال کے بعد الہام کے ذریعہ سے بتایا گیا کہ یہ پیشگوئی ایک لڑکے کی بابت نہیں بلکہ دو لڑکوں کی بابت ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ سبز اشتہار میں جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو شائع ہوا تحریر فرماتے ہیں۔ "۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ "مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے" پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔" (سبز اشتہار صفحہ ۷ حاشیہ)

اور اسی اشتہار کے صفحہ ۱۲ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں "اور یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے (ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے (تا) مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ نامہ نگار) وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے۔ کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے۔ کہ اسکے ساتھ فضل ہے کہ جو اسکے آنیکے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں **فضل** رکھا گیا۔"

۴ دسمبر ۱۸۸۸ء والے خط میں جو حضورؑ نے حضرت خلیفہ اول مولٰنا نورالدین رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ لکھتے ہیں کہ "۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کہ جو بظاہر ایک لڑکے کی بابت پیشگوئی سمجھی گئی تھی وہ درحقیقت دو لڑکوں کی بابت پیشگوئی تھی یعنی اشتہار مذکور کی پہلی عبارت کہ "خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے" یہ تمام عبارت اسی پسر متوفی کے حق میں ہے۔"

اور اسی خط میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں "۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی جو لڑکے کی بابت تھی وہ درحقیقت دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی جو غلطی سے ایک سمجھی گئی اور پھر بعد میں بشیر کی موت سے پہلے خود الہام نے اس غلطی کو رفع کر دیا۔" (دیکھو رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۱ صفحہ ۱۳ و ۱۴)

پس ثابت ہوا کہ جن دو لڑکوں کی بابت اس پیشگوئی میں خبر دی گئی ہے انمیں سے پہلا پسر متوفی

اور دوسرا مصلح موعود ہے۔ تو یہ امر بھی محقق ہو گیا کہ ان دونوں میں سے پہلے کے آنے کے بعد دوسرے کا بلافصل آنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق الہامی عبارت یہ ہے۔ "اس کے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنیکے ساتھ آئیگا"۔ اس عبارت میں دونوں ضمیروں کا مرجع پسر اول ہے اور فضل سے مراد پسر موعود جیسے کہ حضرت اقدسؑ نے سبز اشتہار مذکور میں فرمایا ہے "پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا"۔

اس پیشگوئی پر دو اعتراض

اس پر بعض لوگوں نے یہ دروغ بیفروغ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا ہے اور بعض نے یہ اعتراض پیش کیا کہ "لڑکا لڑکی پیدا ہونیکی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے"۔ اس کے جواب میں

اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء

حضرت اقدسؑ نے ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

جواب اعتراض اول

"ابھی تک جو ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جنکی عمر بیس بائیس برس سے

میعاد پیشگوئی

زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو جائیگا۔ اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ سراسر دروغ ہے.....

جواب اعتراض دوم

(۱) کوئی دائی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتی بلکہ ایک حاذق طبیب بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے۔ جس میں تخلف کا امکان نہیں صرف ایک اٹکل ہوتی ہے جو بسا اوقات خطا جاتی ہے (۲)، علاوہ اسکے یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں اور بعض مولویوں وحافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام جو سخت مخالف ہے اور نیز شرمپت ساکنان قادیان ہیں۔ (۳) سوائے اسکے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیشگوئی کا اگر نظر یکجائی دیکھا جائے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے۔ جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا اور شک ہو تو اسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔

اس پیشگوئی کی عظمت

اس جگہ آنکھیں کھولکر دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے۔ جسکو خدائے کریم جلشانہ نے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنیکے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور در حقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے

کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جائے ...... جسکے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے اور پھر ...... یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا ...... اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو واحدٌ من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و ببرکتہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جسکی ظاہری و باطنی برکتیں تمام دنیا میں پھیلیں گی۔" (دیکھو اشتہار واجب الاظہار ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء)

ایک نکتہ چینی | اس پر بعض لوگوں نے یہ نکتہ چینی کی کہ "نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے" جس کے جواب میں حضرت اقدس نے ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء | اول تو ایسے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اسکی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر ایک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے ماسوا اسکے اب بعد اشاعۃ اشتہار مندرجہ بالا (اشتہار ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء۔ نامہ نگار) دوبارہ اس امر کے انکشاف کیلئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی۔ تو آج ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہ کی طرف سے اس عاجز پر اسقدر کھل گیا۔ کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا (حاشیہ عربی الہام کے یہ دو فقرہ ہیں نازل من السماء و نزل من السماء جو نزول یا قرب النزول پر دلالت کرتے ہیں۔ منہ) اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا۔ کہ جو اب پیدا ہوگا (یعنی جس کی بابت وعدہ دیا گیا ہے۔ کہ بہت ہی قریب ہونے والا ہے۔ نامہ نگار) یہ وہی لڑکا ہے (یعنی پسر موعود۔ نامہ نگار) یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اور پھر بعد اسکے یہ بھی الہام ہوا کہ "انہوں نے کہا کہ آنیوالا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں" چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جلشانہ کا ہے اس لئے اسیقدر ظاہر کرتا ہے۔ جو منجانب اللہ ظاہر

کیا گیا آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا۔ وہ بھی شائع کیا جاویگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدےٰ"

خلاصہ مضمون اشتہار مذکور اس اشتہار کے دوسرے الہامی فقرہ سے پایا جاتا ہے کہ پسر موعود دو لڑکوں میں سے ایک ضرور ہے۔ یعنی یا تو مصلح موعود وہ لڑکا ہے جس کا اس اشتہار میں وعدہ دیا گیا ہے۔ ورنہ جو اسکے بعد پیدا ہونیوالا ہے۔ وہ پسر موعود ہے کیونکہ الہامی الفاظ "آنیوالا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں" اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ پسر موعود دو میں سے ایک ہے یا تو یہی ہے۔ ورنہ جو لڑکا اسکے بعد پیدا ہونے والا ہے وہ پسر موعود ہے۔

تولد دختر اس اشتہار کے بعد ابھی دو ماہ کا عرصہ نہیں گذرا تھا کہ آپکے مشکوئے معلّٰی میں ایک دختر نیک اختر پیدا ہوئی اس موقعہ پر بعض مخالفوں نے اشتہار مذکورہ بالا کو محرف ومبدل کر کے یہ شور شروع کیا کہ جو لڑکا

اس پر اعتراض پیدا ہونے کی پیشگوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی" جسکے جواب میں حضرت اقدس نے انہی دنوں میں ایک اشتہار زیر عنوان "محک اخیار و اشرار" شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

جواب از اشتہار محک اخیار و اشرار "ہم اسکے جواب میں صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کہنا کافی سمجھتے ہیں...... اشتہار ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لیئے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے اور اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء

نو برس کی میعاد منسوخ نہیں میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہو گئی ہے...... ہم نے اس اشتہار میں اشارہ بھی کر دیا تھا کہ فقرہ (ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ نامہ نگار) حمل موجودہ سے مخصوص نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۷ء کو ایک اشتہار شائع کیا جسمیں یہ الہام پسر موعود کی نسبت مندرج ہے۔

پیشگوئی از اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۷ء "ایک اولوالعزم پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری ہی نسل سے ہوگا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کانّ اللہ نزل من السماء (دیکھو ازالہ اوہام ایڈیشن اول صفحہ ۱۵۶)

تولد بشیر اول۔ از اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو آپ کو ایک

لڑکا مرحمت فرمایا۔ چنانچہ اسی روز آپ نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ "اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدائے تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائیگا۔ آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا فالحمد للہ علیٰ ذٰلک" اور اس کا نام بشیر رکھا۔ ناظرین

بشیر اول کونسی پیشگوئی کا مصداق ہے؟

اس بات کو یاد رکھیں کہ اس اشتہار میں حضرت اقدسؑ نے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کی پیشگوئی کی طرف اشارہ تک بھی نہیں فرمایا۔ اور بشیر کو ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق بیان فرمایا ہے۔ اور نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کی نسبت حضرت اقدسؑ نے اسی اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں لکھ کر بتا دیا تھا کہ یہ معلوم نہیں کہ یہ پیشگوئی بھی پسر موعود کے متعلق ہی ہے یا وہ اس کے بعد نو برس کی میعاد میں پیدا ہوگا ہاں یہ الہام اس اشتہار میں شائع کیا گیا۔ اس سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ پسر موعود دو لڑکوں میں سے ایک ہے۔ یعنی یا تو وہی لڑکا پسر موعود ہے جو اس پیشگوئی کے مطابق عنقریب پیدا ہوگا۔ یا وہ دوسرا لڑکا ہے جو نو برس کے عرصہ کے اندر پیدا ہوگا۔

الہامات متعلقہ بشیر اول

اسوقت اس بشیر کی نسبت حضرت اقدسؑ کو کئی ایک الہامات ہوئے جنمیں اسکی ذاتی خوبی اور اسکے کمالات استعدادیہ کا ذکر تھا۔ چنانچہ اسکو الہام میں بشیر، چراغ دین وغیرہ ناموں سے نامزد کیا گیا اور اسکی نسبت یہ بھی الہام ہوا جو اسکی ولادت کے روز ہی ہوا تھا۔

"إِنَّا أَرْسَلْنَاهُ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ

کیا یہی بشیر مصلح موعود ہے؟

وَّبَرْقٌ كُلُّ شَيْءٍ تَحْتَ قَدَمَيْهِ"۔ ان فضائل کی وجہ سے اجتہادی طور پر حضرت اقدسؑ کو یہ خیال ہوا کہ "کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو" لیکن اس بارہ میں کوئی الہام نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ "ایک ذرا سا الہام بھی اس بارے میں شائع نہ کیا" بلکہ اس اجتہادی گمان کی بھی عام اشاعت نہیں کی تھی۔ اس کی پیدائش کے بعد صدہا خطوط پنجاب اور ہندوستان سے اس مضمون کے پہنچے کہ آیا یہ لڑکا وہی ہے جس کے ہاتھ پر لوگ ہدایت پائیں گے تو سب کو

یہی جواب دیا گیا۔ کہ اس بارہ میں صفائی سے ابتک کوئی الہام نہیں ہوا ہاں گمان غالب ہے کہ یہی ہو کیونکہ اسکی ذاتی بزرگی الہامات میں بیان کی گئی ہے۔" لیکن اس اجتہادی غلطی کا اس الہام نے جلدی ہی ازالہ کر دیا اور پیچھے سے کھل گیا۔ کہ وہ **مصلح موعود** نہ تھا مگر مصلح موعود کا بشیر تھا دیکھو مکتوب ۱۹ دسمبر ۱۸۸۸ء

تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور اولوالعزم محمود اس کے بعد حضرت اقدس نے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا تتمہ ۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء کو شائع کیا اور اس تتمہ میں بیان فرمایا کہ "سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور انہیں سے **وہ لڑکا** بھی جو دین کا چراغ ہوگا (یہ بشیر اول کا نام ہے۔ نامہ نگار) بلکہ ایک اور لڑکا ہونیکا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام **محمود احمد** ہوگا اور وہ اپنے کاموں میں **اولوالعزم** نکلے گا۔"

وفات بشیر اوّل اسکے بعد ۴۔ نومبر ۱۸۸۸ء کو بشیر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ جس کی وفات

اعتراض پر بعض خام خیال لوگوں نے شور و غوغا شروع کر دیا اور اخبارات اور اشتہارات میں یہ دعوے کرنے لگے کہ "یہ وہی بچہ ہے جسکی نسبت اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"

سبز اشتہار تب حضور نے اس غلط فہمی کو دور کرنیکی غرض سے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں واضح کر دیا کہ پسر موعود بشیر اول نہیں بلکہ بشیر ثانی ہے جس کا نام تتمہ اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء میں **محمود** بتایا گیا ہے اس اشتہار کا خلاصہ مضمون یہ ہے۔

ذکر اعتراض "ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جسکی نسبت اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔" (صفحہ ۱)

جواب "لیکن ناظرین پر منکشف ہو کہ جن لوگوں نے یہ نکتہ چینی کی ہے انہوں نے بڑا دھوکہ کھایا ہے یا دھوکا دینا چاہا ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء تک جو پسر متوفی کی پیدائش کا مہینہ ہے۔ جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکھرام نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے۔ ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو۔ کہ

مصلح موعود اور عمر پانیوالا یہی لڑکا تھا جو فوت ہوگیا ہے بلکہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار کہ جو ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کی بنا پر اور اسکے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا۔ صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہے یا کوئی اور ہے" (صفحہ ۲) یہ لیکھرام کے اشتہار سے پہلے ایک اور اشتہار

شہادت آریان آریوں کی طرف سے ہمارے تینوں اشتہارات مذکورہ بالا کے جواب میں مطبع چشمہ نور امرتسر میں شائع ہو چکا ہے اس میں انہوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ ان تینوں اشتہارات کے دیکھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لڑکا جو پیدا ہوا یہ وہی مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہے یا وہ کوئی اور ہے" (حاشیہ صفحہ ۲)

خلاصہ کلام "اب خلاصہ کلام یہ کہ یہ دو اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مذکورہ بالا امر ذکر و ہدایت سے بالکل خاموش ہیں کہ لڑکا پیدا ہونیوالا کیسا اور کن صفات کا ہے بلکہ یہ دونوں اشتہار صاف شہادت دیتے ہیں کہ ہنوز یہ امر الہام کے رو سے غیر مفصل اور غیر مصرح ہے ہاں یہ تعریفیں بہت اور بزرگ ذاتیں جو آنیوالے لڑکے کی نسبت عام طور پر بغیر کسی تخصیص و تعیین کے اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں ضرور بیان کی گئی ہیں" (صفحہ ۳)

موجب توقف "یقینی طور پر پیشگوئی کی بنا پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا

اشاعت سراج منیر پختہ عمر تک پہنچے گا اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تاکہ جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے تب اس کا مفصل و مبسوط حال لکھا جائے" (صفحہ ۳)

دو لڑکوں کی پیشگوئی تھی الہام میں پیشگوئی تو دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہونگے دیکھو اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء

پیشگوئی بشیر ثانی سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہوگیا اور فوت بھی ہوگیا۔ اور دوسرا لڑکا جسکی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا نام دوسرا **محمود** ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے

یہ اٹل پیشگوئی ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد ۹ برس کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اسکے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں نادان اسکے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اسکی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اسکی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار

اسکی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے منہ" (حاشیہ صفحہ ۷)

کیا وفات بشیر اول ناگہانی ہوئی "اب ہم فائدہ عام کے لیئے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جل شانہٗ نے اسکی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی۔ کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے اور اب فوت ہو جائیگا۔ بلکہ جو الہامات اس پسر متوفی کی پیدائش کے دن میں ہوئے تھے ان سے بھی اجمالی طور پر اسکی وفات کی نسبت بو آتی تھی۔ اور مترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ خلق اللہ کے لیئے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ یہ الہام

الہام متعلق بشیر اوّل انا ارسلناہ شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا کصیّب من السماء فیہ ظلمات و رعد و برق کل شیء تحت قدمیہ۔ یعنی ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے۔

تفسیر اور یہ اس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو یہ سب چیزیں اسکے دونوں قدموں کے نیچے ہیں یعنی اسکے قدم اٹھانے کے بعد جو اسکی موت سے مراد ہے ظہور میں آئینگی۔ سو تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلاء کی تاریکیاں تھیں۔ جو لوگوں کو اسکی موت سے پیش آئیں۔ اور ایسے سخت ابتلاء میں پڑ گئے جو ظلمات کی طرح تھا۔ اور آیت ... اذا اظلم علیہم قاموا کے مصداق ہو گئے۔ اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظلمات کے بعد رعد اور روشنی کا ذکر ہے یعنی جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پسر متوفی کے قدم اٹھانے کے بعد پہلے ظلمت آئے گی اور پھر رعد اور برق۔ اسی ترتیب سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اسکے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے اور جس طرح ظلمت ظہور میں آگئی اسی طرح یقیناً جاننا چاہیئے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آجائیگی۔ جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دیگی۔ اور جو جو اعتراضات غافلوں اور مردہ دلوں کے منہ سے نکلے ہیں انکو نابود اور ناپدید کر دیگی۔ یہ الہام جو ابھی ہم نے لکھا ہے ابتداء سے صدہا لوگوں کو بہ تفصیل سنایا گیا تھا۔ چنانچہ منجملہ سامعین کے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی بھی ہیں اور کئی اور جلیل القدر آدمی بھی۔ اب اگر ہمارے موافقین و مخالفین اسی الہام کے مضمون پر غور کریں۔ اور دقت نظر سے

دیکھیں۔ تو یہی ظاہر کر رہا ہے کہ اس ظلمت کے آنے کا پہلے سے جناب الٰہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں

بشیر اول کا قدم اٹھانا اور بشیر ثانی کا آنا

یعنی اسکے قدم اٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضرور ہے سو اے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اسکے بعد اب روشنی آئے گی۔" (صفحہ ۱۱تا ۱۲)

انزال رحمت کے دو طریق

خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لیئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔

پہلا طریق (۱) اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنیوالوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولٰئک علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون (الجزو نمبر ۲) یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے۔ کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے ہیں اور صبر کرنیوالوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

دوسرا طریق دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا انکی اقتدا و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بناکر نجات پا جائیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔

شق اوّل پس اوّل اس نے قسم اوّل کے انزال رحمت کے لیئے بشیر کو بھیجا تا بشر الصابرین کا سامان مومنوں کیلیئے طیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اسکی موت کے غم میں محض للہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے انکا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں انکو پہنچا گیا۔ ....

شق دوم اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اسکی تکمیل کے لیئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا

جس کا نام **محمود** بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللہ مایشاء

پیشگوئی ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء | خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت
دو لڑکوں کی بابت تھی | میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک
وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے۔ کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب
ہوا … اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے منہ" (حاشیہ صفحہ ۱۵ تا ۱۷)

… اول پیشگوئی | ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی۔
۸ اپریل ۱۸۸۶ء | کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے۔ اور اشتہار مذکور میں تصریح
کر دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اسکے بعد اسکے قریب حمل میں پیدا ہو سو خدا تعالیٰ نے
مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنیکے لیے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی اور اسکے
بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی اور ٹھیک ٹھیک
وقت میں پوری ہو گئی۔ مگر مخالفین نے جیسا کہ انکا قدیمی شیوہ ہے محض شرارت کی راہ سے یہ نکتہ چینی کی

ایک نکتہ چینی | کہ پہلی دفعہ ہی کیوں لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ انکو **جواب** دیا گیا کہ اشتہار میں پہلی دفعہ کی
اور … کا جواب | کوئی شرط نہیں بلکہ دوسرے حمل تک پیدا ہونیکی شرط تھی۔ جو وقوع میں آگئی۔ اور پیشگوئی
… سے پوری ہو گئی سو ایسی پیشگوئی پر نکتہ چینی کرنا بے ایمانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے
… واقعی طور پر نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔

… | دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے۔ کہ لڑکا جسکے بارہ میں پیشگوئی ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء
… کی تھی وہ پیدا ہو کر صغر سنی میں فوت ہو گیا۔ اس کا مفصل جواب اس تقریر میں مذکور ہے
… اور خلاصہ جواب یہ ہے۔ کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانیوالا
ہوگا … یہ لکھا کہ یہی مصلح موعود ہے بلکہ ہمارے اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں بعض ہمارے لڑکوں
… پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہونگے۔ پس سوچنا چاہیے کہ اس لڑکے کی وفات سے
ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی بلکہ جسقدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کیے اکثر انکے اس لڑکے کی
وفات پر … دلالت کرتے تھے

تفصیل الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء متعلق بشیر اول | چنانچہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت

کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اس لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اسکی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہکر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے۔ اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) بکلی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ دھوکہ کھانا نہیں چاہیئے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی دو لڑکوں کے متعلق ہے جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے۔ وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں۔ اور مصلح موعود کے حق

مصلح موعود کی پیشگوئی

میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں **فضل** رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا **محمود** اور تیسرا نام اس کا **بشیر ثانی** بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام **فضل عمر** ظاہر کیا گیا ہے

[illegible] التوائے آمد مصلح موعود

اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اسکے قدموں کے نیچے رکھے تھے۔ اور

بشیر اول ارہاص بشیر ثانی

بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔" (حاشیہ صفحہ ۱۹ تا ۲۱)

سبز اشتہار سے کیا ثابت ہوا ؟

سبز اشتہار کی مذکورہ بالا عبارتوں سے مندرجہ ذیل امور واضح طور پر ثابت ہوتے ہیں:-

(۱) سراج منیر کے طبع میں توقف صرف اس بنا پر رہا کہ "تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے تو اس کا مفصل و مبسوط حال لکھا جائے۔" (سبز اشتہار صفحہ ۴)

(۲) سبز اشتہار کی تاریخ اشاعت (یکم دسمبر ۱۸۸۸ء) تک صرف دو لڑکوں کی پیشگوئی تھی جن میں سے ایک بشیر اوّل متوفی تھا اور دوسرا بشیر ثانی **محمود** جسکے لئے میعاد (۹ برس) مقرر ہے (سبز اشتہار ص ۶)

(۳) ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق بشیر ثانی **محمود** ہے جسکے لئے میعاد (۹ برس) مقرر ہے (سبز اشتہار صفحہ ۷)

(۴) بشیر ثانی **محمود** خدا کے وعدوں کے موافق اپنی میعاد (۹ برس) کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان

ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں (سبز اشتہار صفحہ ۷)

اوّل کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا گیا۔ (سبز اشتہار صفحہ ۱۵ تا ۱۶)

۔ حضرت اقدس نے ۴۔ دسمبر ۱۸۸۸ء والے خط میں تصریح کر دی ہے۔ کہ بشیر اوّل مصلح موعود کا بشیر (یعنی بشارت دینے والا) تھا چنانچہ فرمایا مگر پیچھے سے کھل گیا کہ (بشیر اوّل) مصلح موعود نہ تھا مگر مصلح موعود کا بشیر تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مصلح موعود بشیر اوّل کے بعد بلا فصل آنیوالا ہے۔

بشیر اوّل اس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں ہر طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ دونوں قدموں کے نیچے ہیں جن کا اسکے قدم اٹھانے کے بعد جو اسکی موت سے مراد ہے ظاہر ہونا ضروری ہے۔ پس جس طرح اسکی وفات کے بعد تاریکیاں یعنی آزمائش اور ابتلاء آئے اسی طرح روشنی کا بھی بلا توقف آنا ضروری ہے۔ (خلاصہ صفحہ ۱۶ و ۱۷)

... ہے کہ ظلمت یہی آئی تھی۔ کہ مصلح موعود کی پیشگوئی جھوٹی سمجھی گئی۔ پس اسکے بعد روشنی ... سوائے بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہو جائے اور یہ امر بالکل ... پیشگوئی کی صداقت اسکے پورا ہونے سے پہلے نہیں ظاہر ہو سکتی۔ پس ان فقرہ کے یہ معنی ... ابتلاء آچکنے کے بعد ضروری ہے۔ کہ اب بلا توقف و بلا فصل پسر موعود آجائے تا پیشگوئی پوری ... صداقت ظاہر کر دے۔

... کہ اس عبارت (فیہ ظلمات و رعد و برق) کی ترتیب بیانی سے ظاہر ہوتا ہے ... اسکے قدم اٹھانے کے بعد پہلے ظلمت آئے گی۔ اور پھر رعد اور برق۔ اسی ترتیب کے رو سے ... اس کا پورا ہونا شروع ہوا۔ یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی۔ اور ... اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونیوالی ہے۔ ..... جب وہ روشنی آئیگی تو ظلمت کے خیالات ... ذہنوں اور دلوں سے مٹا دیگی۔ اور جو جو اعتراضات غافلوں اور مردہ دلوں کے منہ سے ... نکلے ہیں انکو نابود و ناپدید کر دیگی۔ (سبز اشتہار صفحہ ۱۷) اس سے اوپر کے نمبر کا یہ مفہوم تھا کہ بشیر اوّل کی ... وفات کے بعد ظلمات و رعد و برق کا بلا فصل و توقف آجانا ضروری ہے اور اس نمبر کا یہ مفہوم ہے ... کہ ظلمت آچکی تو اب اسکے بعد رعد و برق کا بلا توقف آنا ضروری ہے۔ یعنی مصلح موعود کا آنا۔ ... اے دوسرے لوگو جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے

اچھا لوکہ اسکے بعد اب روشنی آئے گی۔ (سبز اشتہار صفحہ ۱۷) جس سے معلوم ہوا۔ کہ جو سب سے پہلے فرزند پیدا ہوگا ضرور ہے کہ وہی مصلح موعود ہو۔ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت اقدسؑ نے سراج منیر اور سبز اشتہار ۱۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں تحریر فرمایا کہ سبز اشتہار میں اس لڑکے کے بلاتوقف پیدا ہونیکی پیشگوئی شائع کی گئی تھی۔ اور نیز یہ لکھا کہ وہ اب پیدا ہوگا۔

(۹) دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین ونبیین وائمہ واولیاء وخلفاء ہے۔ تا انکی اقتدار وہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور انکے نمونہ پر اپنے تئیں بناکر نجات پاجائیں۔ اسکی تکمیل کے لیئے خدائے تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ بشیر ثانی جو اولوالعزم محمود ہے۔ ان منصبوں میں سے کوئی ایک یا نبی ایک منصب پائیگا۔

(۱۰) بشیر ثانی ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اور "خدا تعالیٰ نے اس عاجز (حضرت اقدسؑ) پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا۔ جس کا نام **محمود** بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں **اولوالعزم** ہوگا **یخلق الله ما یشاء**" (حاشیہ صفحہ ۱۷) اس سے ثابت ہوا کہ ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء والی پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں ہے۔ نہ کسی اور لڑکے کے بارہ میں ممکن ہے۔ کہ اسجگہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ اس اشتہار کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بشیر اول ہی مصلح موعود تھا کیونکہ اسے حضرت اقدسؑ نے دین کا چراغ کہا۔ اور جس لڑکے کی بابت اس ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں پیشگوئی کی ہے اسکو تو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ "ایک اور لڑکے کا وعدہ دیا" جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مصلح موعود نہیں ہوگا۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ دین کا چراغ مصلح موعود کا نام کسی پیشگوئی میں ہرگز نہیں بتایا گیا۔ بلکہ یہ نام بشیر اول متوفی کا ہے۔ اور چونکہ مصلح موعود وہ نہیں تھا۔ بلکہ اور تھا۔ اسلیئے فرمایا۔ کہ ایک اور لڑکا پیدا ہونیکا وعدہ دیا جسکا نام **محمود احمد** ہوگا۔ اب سبز اشتہار کا صفحہ ۲۱ دیکھو۔ کہ آیا یہ نام مصلح موعود ہی کا ہے۔ یا نہیں۔

(۱۱) الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ "۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ **مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے** پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوگا اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے (دیکھو صفحہ ۱۷ و ۲۱ حاشیہ) اس سے ثابت ہوا کہ بشیر اوّل کے بعد

مصلح موعود کا بلا توقف آنا ضروری ہے۔ کیونکہ اسکے متعلق الہامی فقرہ یہ ہے " اس کے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔

(۱۲) ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کا مصداق بشیر اوّل تھا چونکہ اس اشتہار میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر یہ لڑکا جسکی بابت اس ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں پیشگوئی شائع کی گئی ہے مصلح موعود نہیں تو اسکے بعد آنیوالا پسر موعود ہوگا اسلیئے بشیر اوّل (جو مصلح موعود نہیں تھا) اسکے بعد آنے والا مصلح موعود ہے نہ کوئی اور۔

(۱۳) مصلح موعود کا نام الہامی عبارت (اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنیکے ساتھ آئیگا) میں فضل رکھا گیا ہے اس سے ثابت ہوا۔ کہ بشیر اول کے بعد مصلح موعود کا بلا فصل و بلا توقف پیدا ہونا ضروری ہے

(۱۴) مصلح موعود کا نام **محمود** اور **بشیر ثانی** ہے اور اسی کا نام **فضل عمر** بھی ہے پس جو لڑکا ان میں سے کسی نام کا مصداق ہے۔ وہ ہی مصلح موعود ہے۔

(۱۵) مصلح موعود کا آنا ملتوی رہنے کی انتہائی حد بشیر اول کی موت ہے۔ جیسا کہ فرمایا " اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التواء میں رہتا جبتک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے۔ پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اسکے قدموں کے نیچے رکھے تھے " پس ثابت ہوا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد بلا فصل و توقف مصلح موعود کا پیدا ہو جانا ضروری ہے۔

(۱۶) بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے۔ بشیر ثانی کے لیئے بطور ارہاص تھا اسلیئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا " جس سے دو امر ثابت ہوئے۔ (۱) یہ کہ بشیر ثانی درجہ میں اور فضیلت میں بشیر اول سے بھی بہت اعلیٰ و ارفع ہے کیونکہ ضرور ہے کہ ارہاص سے صاحب ارہاص افضل و ارفع ہو۔ (یاد رہے کہ بشیر اول کے بارہ میں بہت ہی اعلیٰ درجے کے کمالات ظاہر کیے گئے الہامات ہیں جیسے کہ قبل ازیں مفصل مذکور ہو چکا ہے) (ب) بشیر اول کے بعد بشیر ثانی کا بلا توقف اور بلا فصل آجانا ضروری ہے۔ کیونکہ فصل و توقف کی صورت میں بشیر اول بشیر ثانی کے لیئے ارہاص نہیں ثابت ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں یعنی ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔ پس ۲۰۔ فروری والی پیشگوئی دو طور سے یہ امر ثابت کر رہی ہے کہ بشیر اول کے بعد بشیر ثانی بلا فصل و توقف آئیگا اول صریح طور پر " ساتھ " کا لفظ

دو بارہ ذکر کرنا۔ دوم بشیر اول کو بشیر ثانی کے ارہاص کے طور پر ذکر کرنا۔

(۱۷) یہ پیشگوئی تقدیر معلق کی قسم میں سے نہیں ہے۔ بلکہ تقدیر مبرم ہے۔ کیونکہ اسکے متعلق الہامی فقرہ "وکان امرًا مقضیًا" تصریح کر رہا ہے۔ کہ یہ تقدیر معلق نہیں بلکہ مبرم ہے۔ پس یہ کہنا کہ کسی لڑکے کے فوت ہو جانے سے اس پیشگوئی کا ٹل جانا پایا جاتا ہے۔ خیال باطل ہے۔

(۱۸) مصلح موعود عمر پانیوالا ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گے۔ پس کوئی ایسا لڑکا جو چھوٹی عمر میں فوت ہونیوالا ہو پیشگوئی میں ہو وہ مصلح موعود نہیں ہو سکتا۔

(۱۹) سبز اشتہار میں صرف ایک لڑکے کی بابت پیشگوئی ہے۔ جو مصلح موعود ہے۔ اسکے سوا کسی کی پیشگوئی اس اشتہار میں نہیں جس سے ثابت ہوا کہ اگر کسی لڑکے کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ وہ سبز اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق ہے یا یہ کہ اسکی بابت سبز اشتہار میں کوئی پیشگوئی موجود ہے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ وہ مصلح موعود ہے۔

(۲۰) مصلح موعود کے سوا کسی کے لیئے کوئی میعاد نہیں بتائی گئی تھی۔ جیسا کہ سبز اشتہار سے اور اس سے پہلے اشتہارات سے ظاہر ہے پس جہاں میعاد کا ذکر ہو وہ مصلح موعود ہی کا ذکر ہے۔

اولوالعزم محمود کے مصلح موعود ہونے کا ایک اور ثبوت۔

علاوہ اسکے اگر اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کا وہ حصہ جو پسر موعود کے متعلق ہے اور اسی طرح اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۷ء و تتمہ اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء کی الہامی عبارتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو اسی سے صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ **محمود** موعود ہی پسر موعود اور مصلح موعود ہے۔ یہ تینوں اشتہارات سبز اشتہار سے پہلے کے ہیں۔

اقتباسات از مکتوب امامؑ بنام خلیفۂ اوّل رضؓ

اسکے بعد ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء کو یعنی سبز اشتہار کی تحریر سے تین روز بعد حضرت اقدسؑ نے حضرت سیدنا **نورالدین** خلیفہ اول رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اسی مسئلہ کے متعلق ایک خط[۵۰] لکھا جسمیں حضورؑ نے تحریر فرمایا "اور یوں ہوا کہ اس لڑکے کی پیدائش کے بعد اسکی طہارت باطنی اور صفائی استعداد کی تعریفیں الہام میں بیان کی گئیں اور پاک اور نور اللہ اور ید اللہ اور مقدس اور بشیر اللہ۔ خدا با ما ست اس کا نام رکھا گیا۔ سو ان الہامات نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ غالباً یہی مصلح موعود ہوگا۔ مگر پیچھے سے کھل گیا کہ مصلح موعود نہ

[۵۰] دیکھو تشحیذ جلد ۳ نمبر ۱۰۔

تھا مگر مصلح موعود کا بشیر تھا" اور اس سے چند سطر پہلے آپ نے لکھا کہ " الہامات جو اس پسر متوفی کی نسبت اسکی پیدائش کے بعد ہوئے ان سے خود مترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ خلق اللہ کے لیئے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ یہ الہام ہوا۔ انا ارسلناہ شاھدًا وّمبشّرًا وّنذیرًا کصیّبٍ مّن السّمآء فیہ ظلماتٌ وّرعدٌ وّبرقٌ" پس معلوم ہوا

بشیر اول کس کا بشیر تھا

کہ بشیر اول کو الہام میں شاہد و مبشر اسلیئے کہا گیا کہ مصلح موعود کا مبشر تھا۔ اور اسلیئے بطور ارہاص وگواہ تھا اور ان ظلمتوں کی وجہ سے اس کا نام نذیر ہوا جو اس کے بعد آنیوالی تھیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ بشیر اول کے بعد مصلح موعود ہی آنیوالا ہے۔ نہ کوئی اور۔ اسی

مصلح موعود یوسف

خط میں ایک اور جگہ حضرت اقدس لکھتے ہیں۔ "اس (بشیر اول) کی موت کی تقریب پر بعض مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوا۔ احسب النّاس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون۔ وقالوا تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضًا او تکون من الھالکین۔ شاھت الوجوہ فتولّ عنھم حتّی حین ان الصّابرون یوفّی لھم اجرھم بغیر حساب" اس الہام میں مصلح موعود کا نام یوسف رکھا گیا۔ اور اگرچہ اس سے اس کے آنیکی کسی مدت کی

مصلح موعود کب آئیگا

تعیین نہیں ہوتی اور نہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بشیر اوّل کے بعد اس کا آنا ضروری ہے۔ تاہم اس سے یہ امر واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ مصلح موعود کا مسیح موعودؑ کی زندگی میں پیدا ہوجانا ضروری ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ وہ قرب موت کے زمانہ سے پہلے پیدا ہوچکا ہو۔ غرض اسمیں اس وہم کی پوری تردید موجود ہے کہ نو سال سے مراد جو ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں مصلح موعود کے لیئے بتلائے گئے ہیں نو سو سال ہوں یا یہ مصلح موعود کا آنا کسی آئندہ صدی کے سر کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں۔

فتنہ موجودہ کی پیشگوئی

یوسف کے لفظ سے جو اس الہام میں مصلح موعود کے لیئے آیا ہے۔ یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ بعض افراد جماعت کے اسکے مقابلہ کے لیئے اٹھیں گے۔ جسکی تائید اسی الہام کے یہ الفاظ بھی کرتے ہیں۔ جو اس الہام کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ "احسب النّاس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون"

تولد فرزند ارجمند لیکن بعد ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق مسیح موعود علیہ السلام کو فرزند ارجمند مرحمت فرمایا۔

پہلے کئی جگہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ بشیر اول کے بعد جو لڑکا پیدا ہونیوالا ہے ضرور ہے کہ وہی مصلح موعود ہو لیکن اس لڑکے کی ولادت کے روز جو اشتہار حضرت اقدس نے شائع کیا۔

حاشیہ اشتہار ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء اسکے حاشیہ میں آپ لکھتے ہیں مع خدائے عز و جل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا۔ کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا۔ جس کا نام **محمود** بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ وہ **اولوالعزم** ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر **بشیر** اور **محمود** بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہے۔ یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ اور محکم یقین سے جانتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کریگا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونیکا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائیگا تو خدائے عز و جل اس دن کو ختم نہیں کریگا۔ جبتک اپنے پاک وعدہ کو پورا نہ کرلے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا

؎ اے فخر رسل قرب تو معلوم شد ؂ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ۔

پس اگر حضرت باری جلشانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے کہ جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول **بشیرالدین محمود** رکھا گیا ہے۔ ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئیگا۔ اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں۔ اور نہ کوئی نفسانی راحت انکی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس یہ انکی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر خوشی ظاہر کی۔ اور بغلیں بجائیں۔

انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جسقدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں۔ اور وہ سب فوت ہو جائیں تو انکا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ مُمیت کی محبت میّت کی محبت سے اسقدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدست خود ذبح کرنے کو طیار ہیں۔ کیونکہ واقعی طور پر بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جلشانہ و عز اسمہ۔ فالحمد للہ علےٰ احسانہ۔ منہ"

ایک اعتراض | غرض اس جگہ یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب پہلی پیشگوئیوں اور الہامات سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مصلح موعود وہی لڑکا ہے جو بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونے والا ہے۔ تو اسوقت جبکہ بشیر اول کے بعد بلا توقف تمام شرائط کے مطابق ایک لڑکا پیدا ہو گیا تو حضرت اقدسؑ نے یہ کیوں لکھا۔ کہ ابھی تک مجھ پر نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے"

جواب | سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام الٰہی میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی پیشگوئی کے پورا ہو جانے کا علم حاصل ہونے کے دو ذریعے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس امر کی بابت پیشگوئی کی گئی ہو اس کا ظہور ایسے طور پر ہو جائے کہ اس کا مشاہدہ ہی اس بات پر گواہی دیدے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی اور پیشگوئی کا مفہوم واقعہ پر صادق آگیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے سیریکم اٰیاتہ فتعرفونھا یعنی جب خدا کے نشان ظاہر ہونگے تو تم انہیں مشاہدہ کر کے خود بخود پہچان لوگے۔ دوّم یہ کہ اللہ تعالیٰ بتا دے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی اگرچہ واقعہ کی شہادت پوری پوری روشن اور واضح نہ ہو۔ جیسے کہ فرمایا انّا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔ یعنی ہم نے فتح کر دی ہے۔ جسکے آثار ابھی بہتوں کی نظر سے مخفی تھے جسکی وجہ سے بہت سے صحابہؓ کو ابتلاء بھی پیش آیا مگر اس آیت نے ظاہر کر دیا کہ واقعہ پیش آمدہ سے فتح کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ سو اگرچہ پسر موعود والی پیشگوئی کے پورا ہو جانے پر پہلی شہادت موجود تھی لیکن چونکہ یہ پیشگوئی کوئی معمولی پیشگوئی نہ تھی بلکہ ایک عظیم الشان نشان تھا اسلیئے حضرت اقدسؑ نے اسکے لیئے صرف ایک شہادت کو کافی نہ سمجھا بلکہ دوسری شہادت کا

انتظار کیا۔ ورنہ پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنیکے لئے پہلی شہادت بھی کم نہ تھی۔ چنانچہ اسی بات کیطرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت اقدس لکھتے ہیں " خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول[1] کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائیگا۔ جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ سو آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے" کیا ان الفاظ کے یہی معنے نہیں ہیں کہ ان دونوں پیشگوئیوں کے مطابق آج لڑکا پیدا ہو گیا۔ یعنی نفس پیشگوئی اس لڑکے کے پیدا ہونے سے پوری ہو چکی ہے۔ ہاں چونکہ الہامی طور پر ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ یہی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہے اسلئے اسکے بعد آپنے فرمایا۔ " مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہے" اگر اس لڑکے کی پیدائش پیشگوئی کی تمام شرائط کے مطابق نہیں تھی تو اسے اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء و یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی کے ماتحت کیوں رکھا اور بطور تفاؤل اسے ان ناموں کے ساتھ کیوں نامزد فرمایا۔ جو پسر موعود کے نام تھے۔ اور اگر لڑکے کی پیدائش پیشگوئی کے تمام شرائط کے مطابق ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ اسکے پیدا ہونے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ پیشگوئی کا پورا ہونا ثابت ہونے کے لئے اس قسم کی شہادت کافی نہیں بلکہ الہامی شہادت ضروری ہے۔ تو اس سے نہ صرف حضرت اقدسؑ کی ہزارہا پیشگوئیوں کا انکار کرنا پڑیگا بلکہ پہلے انبیاءؑ کی پیشگوئیوں کی بھی تکذیب لازم آئے گی۔ دُور جانیکی ضرورت نہیں حضرت اقدسؑ نے جن جن پیشگوئیوں کا مصداق صاحبزادگان مرزا بشیر احمد صاحب و میرزا شریف احمد صاحب و مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم کو قرار دیا انکی بابت الہامی شہادت کہاں ہے۔ کہ وہی ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں اور یہ کہ انکے تولد سے وہ پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

دوسری شہادت کے انتظار کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔ کہ بشیر اول کی وجہ سے بعض لوگوں کو ابتلاء پیش آچکا تھا جسکی بنا اگرچہ کسی الہام پر نہ تھی بلکہ اجتہادی گمان پر تھی تاہم چونکہ لوگوں کو ابتلاء پیش آچکا تھا۔ اسلئے حضرت اقدسؑ نے اس بارہ میں مزید احتیاط کے طور پر الہام کا انتظار کیا۔ ورنہ پیشگوئی کے پورا ہو چکنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ تھا۔

علاوہ اسکے یہ بھی یاد رہے۔ کہ یہ پیشگوئی مخالفوں اور موافقوں میں پورے طور پر شہرت پا چکی

[1] اس فقرہ میں حضرت اقدسؑ نے ظاہر کر دیا ہے کہ بشیر ثانی (مصلح موعود) کے آنیکا یہی وقت ہے یعنی بشیر اول کے بعد بلا توقف جیسے کہ سراج منیر صفحہ ۳۱ کے حاشیہ میں حضرت اقدسؑ نے واضح کر دیا ہے۔

تھی۔ اور اسکی میعاد بھی متعدد اشتہارات کے ذریعہ سے لوگوں پر عیاں ہو چکی تھی پس اگر وہ اپنی میعاد مقررہ میں پوری نہیں ہو چکی تھی۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مخالفین اس پیشگوئی کی صداقت کے ثبوت کا مطالبہ مدت مقررہ کے گذر جانے پر نہ کرتے جبکہ یہ دشمنان جان ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح کوئی موقع ہاتھ آجائے جس میں ہم اس مدعی الہام کو جھوٹا ثابت کر سکیں۔ اور اگر کسی نے مطالبہ کیا ہے تو بتاؤ کہ اس کا جواب کیا نفی میں دیا گیا تھا یا اثبات میں! - اور اگر پوری ہو چکی*

سراج منیر اور مصلح موعود

اسکے بعد حضرت اقدسؑ نے ۱۸۹۷ء میں کتاب سراج منیر شائع کی جس میں حسب وعدہ سبز اشتہار والی پیشگوئی کا پورا ہونا مفصل و بسوط طور پر بیان فرمایا چنانچہ اس میں آپ لکھتے ہیں:-

"(۱) پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے **محمود** کی پیدائش کی نسبت کی تھی (۲) کہ وہ اب پیدا ہوگا (۳) اور اس کا نام **محمود** رکھا جائیگا۔ (۴) اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لیئے سبز ورق کے اشتہار شائع کیئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ (۵) چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ (۶) اور اب نویں سال میں ہے" (حاشیہ (۷) ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ (۸) سو **محمود** پیدا ہو گیا (۹) کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے (۱۰) اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو! - منہ" (دیکھو سراج منیر ص۳۴)

یہی عبارت بالفاظہا ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں شائع ہوئی جس کا عنوان یہ ہے۔ **"لیکھرام کی موت کی نسبت آریہ صاحبوں کے خیالات"**۔ اسمیں حضرت اقدس علیہ السلام نے حسب وعدہ نہایت وضاحت سے بسوط اور مفصل طور پر فرما دیا کہ جس لڑکے کا نام پیشگوئی میں **محمود** بتایا گیا تھا۔ اور جسکے لیئے میعاد مقرر کی گئی تھی اور جس کی نسبت سبز اشتہار میں لکھا گیا تھا کہ وہ اب پیدا ہوگا اور جس کی نسبت اسی اشتہار میں لکھا گیا تھا کہ وہ اب بلا توقف پیدا ہونے والا ہے۔ اور جس لڑکے کی پیشگوئی کی اشاعت کے لیئے سبز اشتہار شائع کیا گیا تھا اور اسے ہزاروں آدمیوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ وہ میرا لڑکا **محمود** ہے جس کی عمر اب نو سال ہے۔ اس سے بڑھکر کیا تفصیل ہو سکتی تھی غرض حضرت اقدسؑ نے [?] سراج منیر

* ہو چکی تھی تو بتاؤ کس لڑکے کی پیدائش سے پوری ہوئی۔ کیونکہ یہ پیشگوئی کوئی ایسی نہیں تھی کہ کسی ایک لڑکے کے پیدا ہو جانے سے پوری ہو جاتی ورنہ بشیر اول کی پیدائش سے پوری ہو جاتی

میں کامل تفصیل کردی۔ ہاں وہی سراج منیر جسکی نسبت لکھا تھا کہ اس میں توقف کا موجب صرف یہ امر ہے۔ کہ ہنوز الہام کے ذریعہ سے مصلح موعود کی تعیین نہیں ہوئی۔

اب میں ناظرین کی توجہ سبز اشتہار والی پیشگوئی کی عبارت کیطرف منعطف کرانی چاہتا ہوں جسکی طرف حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سراج منیر میں اس پیشگوئی کو منسوب فرمایا ہے۔ بجائے مصلح موعود کے آنیکی پیشگوئی بیان کی گئی ہے۔ ہاں صرف مصلح موعود ہی کی پیشگوئی جسکی آمد کا کئی سال سے سخت انتظار تھا چنانچہ الہام نے بھی اس انتظار کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ۔ دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ

شہادت تریاق القلوب (ان پیشگوئیوں کو سمجھانے کی ضرورت نہیں)

علاوہ اسکے تریاق القلوب کے صفحہ ۴۰ میں حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔ (۱) "محمود ابھی پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونیکی خبر دی گئی اور مینے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا کہ محمود (۲)، تب مینے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جسکی تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے" (صفحہ ۴۰) اور اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں (۳) "محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اسکے پیدا ہونیکے بارہ میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء (۴) اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی۔ (۵) اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونیوالے لڑکے کا نام محمود رکھا جائیگا۔ (۶) اور یہ پیشگوئی ایسا ہی دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار بھی...... (۷) تب خدا کے فضل اور رحم سے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مطابق ۹۔ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا" (صفحہ ۴۲) غرض ان عبارتوں میں بھی حضرت اقدس نے صاحبزادہ میرزا محمود احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو سبز اشتہار و ۱۰۔ جولائی کا مصداق بیان فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں اشتہار مصلح موعود ہی کی خبر دیتے ہیں۔ اور بس۔ جیسا کہ اوپر بالتفصیل مذکور ہو چکا ہے۔ پس تریاق القلوب بھی بڑے زور سے یہی شہادت دے رہی ہے کہ سیدنا محمود ہی پسر موعود ہیں۔

ایک نکتہ اس جگہ ایک اور نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ممدوح کا نام آپ کی ولادت سے پہلے مسجد کی دیوار پر لکھا ہوا دکھایا گیا۔ چونکہ علم تعبیر یا کے

... میں مسجد سے مراد جماعت ہوتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ جماعت کا امام بنائے گا۔ اس سے بھی نہ صرف پسر موعود اور مصلح موعود کی طرف ہی اشارہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہ رؤیا آپکی خلافت کی بابت بھی صاف طور پر بشارت دے رہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسیح موعود کا خلیفہ ثانی بنا کر پورا کیا۔ جیسا کہ سبز اشتہار میں بھی اس کی نسبت تین طور سے پیشگوئی کی گئی تھی۔ (ا) اس کا نزول ... صورتوں میں سے کسی صورت سے ہوگا جن میں سے ایک خلافت ہے (ب) وہ رحمت کی نشانی کی تکمیل کے لئے آئیگا۔ الوصیت میں یہ کام خلفاء کا بتایا ہے۔ (ج) وہ فضل عمر ہوگا ... میں اشارہ ہے کہ وہ عمر ثانی یعنی خلیفہ ثانی ہوگا۔

کیا صاحبزادہ مبارک احمد مصلح موعود تھا

اس جگہ بعض لوگوں نے یہ شبہ پیش کیا ہے کہ حضرت اقدس نے مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق تریاق القلوب میں صاحبزادہ مبارک احمد کو قرار دیا ہے کیونکہ فرمایا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں تین قرائن بھی بیان فرمائے ہیں جو یہ ہیں ... (۱) وہ تین کو چار کرنے والا ہے (۲) پیر کے دن اس کا عقیقہ ہوا تھا (۳) مبارک ... اس کا نام مبارک اشتہار مذکور کے تیسرے صفحہ کے کالم دوم سطر ۲ میں موجود ہے (مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے)

اس شبہ کا ازالہ

سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اقدس نے یہ تو قطعاً کسی جگہ بھی نہیں لکھا کہ مبارک احمد مصلح موعود اور پسر موعود ہے۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں اس کی بابت پیشگوئی موجود ہے لیکن اس سے صاحبزادہ مبارک احمد کا مصلح موعود ہونا ہرگز نہیں پایا جاتا کیونکہ اسی تریاق القلوب میں حضرت اقدس نے بیان فرمایا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں چار لڑکوں کی بابت پیشگوئی موجود ہے پس اگر صرف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کسی لڑکے کی بابت پیشگوئی موجود ہونے سے وہ لڑکا مصلح موعود ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس صورت میں جس طرح اس سے صاحبزادہ مبارک احمد کا مصلح موعود ہونا ثابت ہوگا اسی طرح باقی تینوں بلکہ چاروں میں سے ہر ایک کا مصلح موعود ہونا بھی ثابت ہوگا۔ جن میں سے اسوقت تین لڑکے موجود ہیں اور دو بچپن ہی میں فوت بھی ہو چکے ہیں۔ غالباً اس کا جواب یہی دیا جائیگا کہ صرف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں پیشگوئی کے ہونے سے کسی کا مصلح موعود ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ اس اشتہار میں کسی کی نسبت پیشگوئی کا ہونا اس بات کی دلیل ہو سکتا ہے کہ

وہ مصلح موعود ہے بلکہ مصلح موعود کی جو علامتیں پیشگوئیوں میں مذکور ہیں ان سے اس کی تعیین ہوتی ہے جیسے کہ پیش کردہ شبہ میں تین علامتیں ہی دلیل ٹھہرائی گئی ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعی مصلح موعود کی وہی علامتیں ہیں جو اس شبہ میں پیش کی گئی ہیں۔ اور وہ تینوں علامتیں اصل پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق صاحبزادہ مبارک احمد میں پائی جاتی تھیں تو اس صورت میں کچھ بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان علامتوں کو صاحبزادہ مبارک احمد کی ذات سے منسوب کرنے سے صاف طور پر ثابت ہو سکتا ہے کہ وہی مصلح موعود تھا اور اگر مصلح موعود کیلئے پیشگوئی میں ایسے شرائط و صفات مذکور ہیں جو صاحبزادہ مبارک احمد میں موجود نہیں تو اس صورت میں ان معترضین کا یہ دعویٰ کہ ان علامتوں سے ثابت ہوا کہ مصلح موعود وہی تھا بے دلیل ہے۔ پس اس امر کی تنقیح و تحقیق کیلئے ضروری ہے کہ مصلح موعود کے لئے پیشگوئیوں میں جس قدر شرائط و لوازم مذکور ہیں ان کو اس جگہ بیان کئے جائیں۔ چونکہ اصل سوال صاحبزادہ مبارک صاحب کے مصلح موعود ہونے کے متعلق ہے اور اسکی بنا تین علامات مذکورہ پر بیان کی جاتی ہے اسلئے پہلے انہیں تینوں کے متعلق غور کرنا ضروری ہے

(۱) تین کو چار کرنیوالا۔ اسکے متعلق صرف اتنا بتادینا کافی ہوگا کہ یہ علامت صاحبزادہ مبارک احمد کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر صفائی کے ساتھ حضرت اولوالعزم محمود میں پائی جاتی ہے کیونکہ ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضرت اقدس لکھتے ہیں کہ اب تک میرے دو لڑکے ہیں جنکی عمریں اسوقت بیس بائیس برس سے زیادہ ہیں۔ اسکے بعد ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو بشیر اول پیدا ہوا پس یہ تین ہوئے اسکے بعد ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کو تین کو چار کرنے والا محمود موعود پیدا ہوا۔ پس اگر صاحبزادہ مبارک احمد اس لحاظ سے کہ اسکی پیدائش کے وقت پیشگوئیوں کے مطابق پیدا ہونیوالے تین لڑکے زندہ موجود تھے تین کو چار کرنے والا تھا تو حضرت صاحبزادہ اولوالعزم محمود موعود بلاشرط اور بطریق اولیٰ تین کو چار کرنے والے ہیں۔ غرض یہ صفت نہ صرف صاحبزادہ مبارک احمد کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ یہ حضرت صاحبزادہ اولوالعزم محمود موعود میں بہت زیادہ صفائی سے اور نہایت اعلیٰ طور پر پائی جاتی ہے۔

(۲) دوشنبہ کو عقیقہ ہونا پیشگوئی کے رو سے کوئی علامت پسر موعود کی نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی الہام سے معلوم ہوجاتا کہ اسکے معنے یہی ہیں تو بہرحال وہی معنے معتبر ہوتے جنکی تصدیق الہام سے ہوجاتی لیکن یہ بات ہرگز ثابت نہیں کہ حضرت اقدس کو اسکے متعلق کوئی الہام ہوا تھا اس

اصل پیشگوئی کے مفہوم کے مطابق یہ علامت حضرت صاحبزادہ اکبر سیدنا محمود موعود میں پائی جاتی ہے کیونکہ سبز اشتہار میں پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں "دو شنبہ مبارک ہے دو شنبہ" اور حضرت اقدسؑ نے آپکے ختم قرآن کی تقریب پر جو الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً کا رنگ لیئے ہوئے تھی جو آمین لکھی تھی اس میں بار بار دہرائی ہے ع یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی جسکی تاریخ ۷ جون ۱۸۹۷ء روز دو شنبہ تھی (دیکھو محمود کی آمین طبع اول صفحہ آخر) جس سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ علامت علامت سادگی اور صفائی کے ساتھ حضرت ممدوح میں موجود ہے۔ پس صاحبزادہ مبارک احمد اس لیئے مصلح موعود ثابت ہو سکتا ہے۔

(۳) نام مبارک جیسے کہ پہلے مفصل طور پر مذکور ہو چکا ہے الہام کے رو سے یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ یہ نام بشیر اول کا ہے کیونکہ حضرت اقدسؑ نے سبز اشتہار میں اور اسی طرح یکم دسمبر ۱۸۸۸ء والے خط میں بار بار لکھا ہے کہ مجھے الہام سے بتایا گیا ہے کہ یہ عبارت بشیر اول متوفی کے حق میں ہے۔ غرض الہام کے رو سے اسکا اصل مصداق بشیر اول ہے نہ کوئی اور۔ اور اگر اسکا اصل مصداق صاحبزادہ مبارک احمد ہی قرار دیا جائے تو بھی صاحبزادہ موصوف مصلح موعود ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ الہام کے ذریعہ سے یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ مصلح موعود والی پیشگوئی اسکے بعد شروع ہوتی ہے اور جو عبارت مبارک کے نام پر مشتمل ہے یعنی یہ فقرہ کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہرگز نہیں بلکہ اس سے پہلے آنیوالے لڑکے کے حق میں ہے اور جو عبارت مصلح کے حق میں ہے اسکا مصداق بھی مبارک احمد کسی طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ مصلح موعود کا بشیر اول کے بعد بلا فصل اور بلا توقف آنا ضروری ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے "مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا" میں سے پہلا جملہ بشیر اول متوفی کے حق میں ہے اور اس میں اس کا نام مبارک رکھا گیا ہے اور دوسرے جملے میں جو فضل کا لفظ ہے وہ مصلح موعود کا نام ہے جیسا کہ الہام نے اسکی تصریح کی ہے اور یہ بالکل ظاہر بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ اس عبارت کے رو سے اس مبارک کے آنیکے بعد فضل کا بلا فصل اور بلا توقف آنا ضروری ہے چنانچہ اس بات پر زور دینے کے لیئے کہ اس مبارک اور فضل موعود میں فاصلہ ہرگز

نہیں ہو سکتا الہام میں تاکید کے طور پر ساتھ کے لفظ کو دوہرایا گیا اور بہت زور دیکر کہا گیا کہ
"اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا" سو چونکہ بشیر اول کے بعد بلا فصل
وبلا توقف آنیوالا سید نا محمود موعود ہے اسلئے وہی مصلح موعود ہے اسکے سواء اور کوئی نہیں ہو سکتا
خواہ مبارک احمد ہو یا کوئی اور۔ کیونکہ بشیر اول کے بعد بلا فصل و بلا توقف آنیوالا سید نا محمود موعود
ہے سواء اور کوئی نہیں۔ اسکے بعد اب مصلح موعود کے باقی نشان و علامات لکھے جاتے ہیں جو پیشگوئیوں
میں اسکے لئے پہلے آچکے ہیں تاکہ بخوبی واضح ہو جائے کہ آیا مصلح موعود مبارک احمد تھا یا کہ سیدنا محمود ہیں۔
(۴) وہ عمر پانیوالا ہوگا (۵) وہ پسر اول متوفی کے بعد بلا فصل و توقف آئیگا (۶) اسکے ذریعہ
اللہ اپنی دوسری قسم رحمت (ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء) کو پورا کرے گا
یعنی وہ ان منصبوں میں سے کوئی ایک یا کئی ایک منصب پائیگا (۷) وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم
نکلے گا (۸) حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظیر ہوگا (۹) وہ یوسف
ہوگا (۱۰) وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا (۱۱) قومیں اس سے برکت پائینگی۔
(۱۲) اپنے مسیحی نفس سے بہتوں کو بیماریوں سے شفا دیگا (۱۳) سخت ذہین و فہیم ہوگا (۱۴)
دل کا حلیم ہوگا (۱۵) علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا (۱۶) وہ فرزند دلبند گرامی ارجمند
مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء ہوگا (۱۷) اس کا نزول بہت
مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا (۱۸) وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے عطر سے ممسوح
ہوگا (ظاہر ہے کہ رضامندی الٰہی رحیمی صفت کے ماتحت حاصل ہوتی ہے اور رحیمی انعامات بچپن
سے بعد کی عمر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں) (۱۹) اللہ تعالیٰ اس میں اپنی روح ڈالے گا (۲۰) خدا
کا سایہ اسکے سر پر ہوگا (۲۱) وہ جلد جلد بڑھے گا (۲۲) وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا
(۲۳) وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا (۲۴) وہ فخر رسل ہوگا (۲۵) ۲۲۔ مارچ ۱۸۸۶ء
لغایت ۲۲۔ مارچ ۱۸۹۵ء کی نو سالہ میعاد کے اندر پیدا ہوگا۔

کیا ان نشانوں کی موجودگی میں کسی کے واہمہ میں بھی آسکتا ہے کہ صاحبزادہ مبارک احمد مصلح موعود
ہو جسکی بابت اسکی پیدائش سے بھی پیشتر الہام نے بتا دیا تھا کہ وہ کم عمری میں ہی وفات پا جائے گا
جسکے الفاظ یہ ہیں "انی اسقط من اللہ و اصیبہ" (تریاق القلوب صفحہ ۴۱) جس کے

مطابق وہ ۱۹۰۷ء میں وفات پاگیا۔ اللّٰھم اجعلہ لنا فرطا و اجعلہ لنا شافعا و مشفعا۔

بعض لوگ اس جگہ یہ وہم بھی پیش کرتے ہیں کہ اگرچہ پسر موعود والی پیشگوئی کے بعض فقروں کا صاحبزادہ مبارک احمد پر صادق آنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ پسر موعود تھا لیکن چونکہ حضرت اقدسؑ نے صاحبزادہ موصوف میں ان نشانوں کا پایا جانا بیان فرمایا ہے اس لیئے اس سے کم از کم ۔ ۔ ۔ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں حضرت اقدسؑ نے کسی اور کی بھی تعیین نہیں کی ورنہ مبارک احمد پر ان پیشگوئیوں کو چسپاں نہ فرماتے۔

سو اگرچہ اس وہم کا ازالہ قبل ازیں پورے طور پر ہو چکا ہے تاہم مزید توضیح کی غرض سے پھر لکھا جاتا ہے کہ جہاں جہاں حضرت اقدسؑ نے صاحبزادہ مبارک احمد کی نسبت لکھا ہے کہ اسکی بابت ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں پیشگوئی کی گئی تھی یا یہ کہ وہ چوتھا یا تین کو چار کرنیوالا ہے وہیں اس وہم کا بھی ازالہ فرما دیا ہے اور ان تمام مقامات میں ساتھ ہی مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق سیدنا محمود کو قرار دیدیا ہے۔ سب سے پہلے حضور نے انجام آتھم میں مبارک احمد کی بابت پیشگوئی بیان فرماتے ہوئے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کا ذکر فرمایا ہے۔ اور وہیں مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق سیدنا محمود کو بیان فرمایا ہے اور فرما دیا ہے کہ سبز اشتہار میں جس لڑکے کی بابت پیشگوئی لکھی گئی تھی وہ میرا بڑا لڑکا محمود ہے دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۵ اسکے بعد تریاق القلوب میں مبارک احمد کی پیشگوئی کا ذکر فرمایا ہے تو ساتھ ہی مصلح موعود والی پیشگوئی جو سبز اشتہار میں ہے اس کا مصداق سیدنا محمود کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ مفصل مذکور [illegible] ۔ اور اسکے بعد حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۱۸ میں اکتالیسویں نشان کے نیچے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء [illegible] کی طرف اشارہ کرکے مبارک احمد کا بھی ذکر کیا ہے تو اس سے پہلے صفحہ ۲۱۷ میں [illegible] والی پیشگوئی کا مصداق سیدنا محمود کو بیان فرما دیا ہے۔ غرض ہر جگہ ساتھ [illegible] ازالہ بھی حضرت اقدس خود ہی کرتے گئے ہیں۔

[illegible] علاوہ یہ بھی یاد رہے کہ مبارک احمد پر کسی رنگ میں اس پیشگوئی کے کسی حصہ کے صادق [illegible] پایا جانا کہ اصل پیشگوئی اسی کے حق میں ہے یا یہ کہ حضرت اقدسؑ نے اسے اس پیشگوئی کا [illegible] مصداق ٹھہرایا ہے یا یہ کہ اس پیشگوئی کا مصداق متعین نہ رہا کیونکہ بالکل یہی

مثال آتھم والی پیشگوئی میں موجود ہے کیونکہ انوار الاسلام میں حضرت اقدسؑ نے جنگ مقدس والی پیشگوئی کا کسی ایک پادریوں پر پورا ہونا بیان فرمایا ہے لیکن باوجود اسکے اصل مصداق اس پیشگوئی کا آتھم ہی تھا نہ کوئی اور۔ جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے کتاب البریہ میں بیان فرمایا ہے۔

حقیقة الوحی کی شہادت کہ سیدنا محمود مصلح موعود ہیں

حقیقة الوحی کی میں جو حضرت اقدسؑ کی سب سے آخری جامع تصنیف ہے سبز اشتہار والی پیشگوئی کا مصداق سیدنا محمود کو بیان فرماتے ہوئے حضورؑ لکھتے ہیں ”چونتیسواں نشان یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا۔ اور مخالفوں نے جیسا کہ انکی عادت ہے اس لڑکے کے مرنے پر بڑی خوشی ظاہر کی تھی۔ تب خدا نے مجھے بشارت دیکر فرمایا۔ کہ اسکے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمود ہوگا۔ اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا۔ تب میں نے ایک سبز رنگ اشتہار میں ہزار ہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی۔ ابھی ستّرہ دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گذرے تھے۔ کہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔“ (حقیقة الوحی صفحہ ۲۱۰)

پھر حقیقة الوحی صفحہ ۳۶۰ میں حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں ”ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا۔ تو نادان مولویوں اور انکے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی۔ اور بار بار انکو کہا گیا۔ کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہونگے۔ پس ضرور تھا۔ کہ کوئی لڑکا خورد سالی میں فوت ہو جاتا تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالیٰ نے۔ ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جاویگا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اسکے وعدے کا ٹلنا ممکن نہیں یہ ہے عبارت سبز اشتہار کے صفحہ ۷ کی جسکے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ اور سترھویں سال میں ہے۔“ دیکھو حقیقة الوحی صفحہ ۳۶۰ سطر ۱۵ تا

اس جگہ حضرت اقدس نے سیدنا محمود کو سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ والی پیشگوئی کا مصداق بیان فرمایا ہے۔ اور اس عبارت سے جس کا حضورؑ نے اسجگہ ذکر فرمایا ہے بظاہر یہ نہیں سمجھا جاتا کہ یہ مصلح موعود اور پسر موعود کی بابت پیشگوئی ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بشیر ثانی ہوگا اور اس کا دوسرا نام محمود ہوگا (تتمہ اشتہار ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء میں الہامی نام محمود احمد بتایا گیا ہے) اور وہ وعدہ کے موافق اپنی میعاد مقررہ میں ضرور پیدا ہوگا لیکن سبز اشتہار کی اس ساتویں صفحہ کی عبارت کے ساتھ اسی اشتہار کے صفحہ ۲۱ کی عبارت سے اور نیز تکمیل تبلیغ سے جو ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کا اشتہار ہے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ یہ مصلح موعود ہی کی بابت پیشگوئی ہے کیونکہ سبز اشتہار کے صفحہ ۲۱ کا ماحصل یہ ہے کہ بشیر ثانی اور محمود مصلح موعود ہی کے دو نام ہیں جسکی پیشگوئی ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کی گئی تھی اور تکمیل تبلیغ کی عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ بشیر ثانی اور محمود مصلح موعود اور عمر پانیوالے لڑکے کے ہی دو نام ہیں جس کا میعاد مقررہ میں پیدا ہونا ضروری ہے لیکن ابھی کامل انکشاف نہیں ہوا کہ جو لڑکا آج پیدا ہوا ہے یہی مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہے یا وہ میعاد مقررہ کے اندر کسی اَور وقت میں پیدا ہوگا۔ بالفعل یہ دونوں نام جو مصلح موعود کے نام ہیں محض بطور تفاؤل اس لڑکے کے رکھے گئے ہیں جو آج پیدا ہوا ہے۔ غرض حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۶۰ والی عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ سبز اشتہار کے صفحہ سات والی پیشگوئی کی عبارت مصلح موعود کے حق میں ہے جس سے ثابت ہوا کہ سیدنا محمود مصلح موعود ہیں۔ علاوہ اسکے یہ بھی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ سبز اشتہار میں صرف مصلح موعود کی بابت پیشگوئی ہے اور کسی لڑکے کے حق میں اس میں پیشگوئی نہیں ہے۔ اور نیز یہ کہ میعاد صرف مصلح موعود کے لیے بتائی گئی تھی۔ پس جب ثابت ہوگیا کہ سیدنا محمود ہی کی بابت سبز اشتہار میں پیشگوئی کی گئی تھی اور نیز یہ کہ آپ اُس پیشگوئی کے مصداق ہیں جس کے پورا ہونے کے لیے میعاد معین کی گئی تھی تو ثابت ہوگیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں غرض حقیقۃ الوحی کی یہ عبارت تین طور سے بتا رہی ہے کہ سیدنا محمود ہی مصلح موعود ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں نام پہلے صرف مصلح موعود کے ہیں اور سبز اشتہار میں صرف مصلح موعود کی پیشگوئی ہے اور میعاد بھی صرف مصلح موعود کے لیے معین کی گئی تھی۔

علاوہ ازیں اس مسئلہ کو حضرت اقدسؑ نے سیدنا محمود کی آمین میں بھی صاف کر دیا ہے

اور بتا دیا ہے کہ مصلح موعود اولوالعزم محمود ہی ہے نہ کوئی اور۔ سہولت فہم کے لئے مندرجہ ذیل شعروں اور پیشگوئی کی عبارتوں کو بالمقابل رکھکر پڑھو۔

آمین کے اشعار

(۱) (۲)
لختِ جگر ہے میرا۔ محمود بندہ تیرا
(۳) (۴) (۵)
دے اسکو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
(۶)
دن ہوں مرادوں والے۔ پُر نور ہو سویرا
(۷)
یہ روز کر مبارک۔ سبحان من یرانی

(یہ دعائیہ مصراع حضرت اقدسؑ نے اس آمین میں بار بار دوہرایا ہے۔ پھر اسکے بعد خبر کے طور پر فرماتے ہیں)

احباب سارے آئے تُو نے یہ دن دکھائے
تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
یہ دن چڑھا مبارک۔ مقصود جس سے پائے
یہ روز کر مبارک۔ سبحان من یرانی

(یہ دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۷۔ جون ۱۸۹۷ء تھی اس مبارک تقریب کو حضرت اقدسؑ نے اسقدر اہمیت دی تھی کہ تمام جماعت کے احباب کو اس موقع پر بلایا تھا جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے شعر (احباب سارے آئے الخ) مذکورہ بالا میں بھی اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یہ حضرت صاحبزادہ اکبر اولوالعزم بشیر الدین

پیشگوئی کے الفاظ

(۱) "وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا"
(اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۴)

(۲) "فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء" (اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ س ۱۳ تا ۱۵)

(۳) "عمر پانیوالا" (سبز اشتہار صفحہ ۲ سطر ۷ و ۱۰)

(۴) "وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔"
(اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۸)

(۵) "بشارت دی کہ اک لڑکا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا۔
کرونگا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤنگا کہ اک عالم کو پھیرا۔
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی۔
فسبحان الذی اخزی الاعادی"
(درثمین)

اس الہامی بشارت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکا پیدا ہو چکا ہوا ہے اور کہ وہ موجودہ لڑکوں میں ایک ہے۔ نہ یہ کہ کسی آئندہ صدی کے سر پر کبھی پیدا ہوگا۔

(۶) "فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے"
(اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۲ کالم ۱ س

محمود احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے ختم قرآن کریم کی مبارک تقریب تھی چنانچہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:

تو نے یہ دن دکھایا - محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا - صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

"دوشنبہ مبارک ہے دوشنبہ"
(اشتہار ۲۰ - فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۲
کالم ۲ سطر ۱۳)

پس اے لوگو! جو سچے دل سے صداقت کے طالب ہو اور جب حق کھل جائے تو اسے قبول کرلینے کی اپنے دل میں طاقت رکھتے ہو اور ہر ایک سچائی کے لئے کھینچے سچے دل سے تیار ہو آؤ اور اس آسمانی رحمت سے حصہ پاؤ جو اس وقت اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے تمہارے لئے اتاری ہے اور اس رحمت کی قدر اور عزت کرو اور جو صداقت کہ صبح کی طرح روشن ہو چکی ہے اسے قبول کرلو اور تاخیر نہ کرو کہ تقویٰ کی راہ یہی ہے ۔ جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے - اور اگر خدانخواستہ انکار پر ہی اصرار ہے اور مخالفت ہی کی ٹھان لی ہے تو پھر ان نشان چمکے ہو تو سن لو (الہامی عبارت از اشتہار ۲۰ - فروری ۱۸۸۶ء صفحہ ۴)

اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو - اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے - جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا - تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو - اگر تم سچے ہو - اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے - تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے

لیکن اے پیارو - یاد رکھو تمہاری نجات اسی میں ہے کہ

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت ٭ دکھاؤ جلد تر صدق و انابت

فان یکفر بها هؤلاء فقد وکلنا بها قوما لیسوا بها بکافرین۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة - انك انت الوهاب۔

واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمین

(خاکسار ایک نامہ نگار از قادیان)

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کو قبول کرنیکے لئے مغربی دنیا کیسی تیار ہے

غلبت الروم، بنگال کی دلجوئی، تزلزل در ایوان کسریٰ وغیرہ پیشگوئیاں رسالوں کی شکل میں انگریزی زبان میں شائع کیا گیا تھا۔ ان کے متعلق جو خطوط آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پیشگوئیوں نے نیک دل اور منصف مزاج لوگوں پر نیک اثر کیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم ایک مشہور جرنلسٹ کے خط کا اقتباس درج کرتے ہیں۔ ان کا نام جے۔ ایل۔ کینی ہے۔ آجکل یہ شہر آکلینڈ ملک نیوزی لینڈ میں رہتے ہیں۔ اور ۴۰ سال تک مختلف رسالوں اور اخباروں پر مضمون نگاری کا کام کرنے کی وجہ سے وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ یہ شہر آک لینڈ سے لکھتے ہیں:۔

رسالوں کے دو پیکٹ مجھے پہنچے ہیں۔ اور یہ قیاس کرکے کہ ان رسالوں کے بھیجنے والے آپ ہیں میں آپ کی طرف دلی شکریہ کا خط لکھتا ہوں۔ میں نے بڑی دلچسپی سے ان دونوں رسالوں کو پڑھا ہے۔ اور میں ان رسالوں میں گہرے ایمان اور تقویٰ کا اثر دیکھ کر بہت محظوظ ہوا ہوں...... بے شک سچی پیشگوئی خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نبی ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ سلطنت روم کے بارہ میں جو پیشگوئیاں انہوں نے قبل از وقت شائع کیں وہ نہایت ہی عجیب طور سے پوری ہوئیں ..... میں آپ کے رسالہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ترکوں کو آنے والے مصائب سے متنبہ کرتے ہیں۔ آپ کو پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہندوستان کے مسلمان ان مصائب میں شریک نہ ہوں۔ مسیحی ممالک کی مادہ پرستی کو میں ایسا ہی برا سمجھتا ہوں جیسا آپ برا سمجھتے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ مسیحی ممالک کو اس کا برا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ میں پھر آپ کو کہتا ہوں کہ میں آپ کے رسالوں کی قدر کرتا ہوں اگرچہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ پیشگوئیوں پر بہت ہی زیادہ زور دیتے ہیں تاہم یہ مفید بات ہے کہ آپ ان پیشگوئیوں پر پورا زور دیں اور اس زمانہ کے لوگوں اور اپنے ہم مذہب لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرا دیں کہ اس زمانہ میں بھی خداوند روئے زمین پر بنی آدم کے درمیان عجیب کام دکھا رہا ہے۔

گذشتہ سال یہاں کی پبلک لائبریری میں میں نے ریویو آف ریلیجنز کے چند پرچے دیکھے۔ اور میں نے اسکے بعض مضامین کو بہت پسند کیا لیکن مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ان میں بعض مضامین ایسے تھے

تھا جس میں مسیح کے دین کی کھلی کھلی مخالفت پائی جاتی تھی۔ یقیناً بعض مسیحیوں کی طرح آپ کا بھی یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی کلیسیا مسیح کے دین کا نمونہ ہے۔ حالانکہ کلیسیا صرف برائے نام مسیحی مذہب کا پیرو ہے۔ دجال اور شیطان نے اسکو فریب دے رکھا ہے۔"

ہم مسٹر گیلی صاحب کی خدمت میں یہ گذارش کرتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو خدا کا ایک سچا نبی یقین کرتے ہیں اور اس برگزیدہ گروہ کا ایک ممتاز رکن سمجھتے ہیں جو خدا کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے لیئے کھڑے کیئے گئے۔ لیکن ہم ساتھ ہی اسکے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو دین آجکل مسیحیت کے نام سے مشہور ہے یہ وہ دین نہیں جسکی حضرت مسیح علیہ السلام نے تعلیم دی اور اسلیئے جب ہم مسیحیت پر کوئی اعتراض کرتے ہیں تو ہمارا اعتراض دراصل حضرت مسیح علیہ السلام کے دین پر نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اعتراض ایک ایسے دین پر ہوتا ہے جو حضرت مسیح کے بعد ایجاد کیا گیا اور جسکے اصول حضرت مسیح کی تعلیم کے بالکل مخالف ہیں اور اگر حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لاویں تو وہ اس مذہب سے جو اب انکے نام پر دنیا میں پھیلایا جاتا ہے سخت بیزاری اور نفرت ظاہر کریں۔

ایک اور صاحب ووڈورڈ نام نے انگلستان سے تحریر کیا۔ "ڈیئر آپ کی چٹھی۔ ریویو آف ریلیجنز کے پرچوں اور دوسرے رسالوں کے لیئے آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں نے ان سب کو بہت دلچسپ پایا۔ مجھے اسلام سے بہت دلچسپی ہے اور امید ہے کہ میں جلدی ہی علانیہ طور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیرو ہو جاؤنگا آپ مجھے ریویو کے مستقل پڑھنے والوں میں سمجھ لیجیئے۔"

کرنیل ڈبلیو برکس۔ شہر لیڈز (انگلستان) سے لکھتے ہیں۔ "آپکے نوازشنامہ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایسا ہی کتاب ٹیچنگ آف اسلام کے لیئے آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کو میں ایک خزانہ کی طرح اپنے پاس محفوظ رکھوں گا۔ یہ تمہارے مذہب اور عقائد کے متعلق ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ میں نے اسکو پڑھا ہے اور اسکے کئی مقامات پر سرخ نشان لگائے ہیں۔ کیونکہ میں ایک کتاب تصنیف کرنا چاہتا ہوں اور اپنی تصنیف میں کتاب ٹیچنگ آف اسلام میں سے کئی اقتباس درج کرنیکا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ یقینی بات ہے کہ برطانیہ کے لوگوں کے آگے تمہارا مذہب بہت غلط پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ میں آپ کی کتاب کی بہت سی عبارتیں اپنی

تصنیف میں نقل کرونگا۔ آج میں نے یہ کتاب ایک پادری دوست کو پڑھنے کے لیئے دی ہے۔ اور وہ بھی یہ کتاب دیکھکر چونک اٹھا۔

اور یسوع مسیح کی قبر کے متعلق جیسا آپنے اپنے رسالہ ریویو انگریزی بابت اگست ۱۹۰۳ء میں پورے طور پر بحث کی ہے میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے اس بات کا یقین کامل ہو گیا ہے کہ یسوع مسیح [illegible] صلیب پر نہیں مرے اور صلیب سے نجات پاکر اپنے وطن سے نکل آئے اور اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں رہتے [illegible] نے کشمیر کی طرف سفر کیا۔ آپنے جو اس مضمون پر بحث کی ہے اس سے مجھے [illegible] فقط نہیں کہ میں اسکو بیان کرسکوں۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ یہ [illegible] قبر سوائے یسوع مسیح کے اور کسی شخص کی نہیں۔ مجھ پر ان حیرت انگیز انکشافات کا اثر ہوا ہے۔ کیونکہ آپ کی طرف ایک [illegible] رسالہ بھیجتا ہوں جس میں میں نے آپ کے مضمون کو نقل کیا ہے۔ آپ اس رسالہ کو [illegible] دوستوں کو میں نے یہ مضمون دکھایا ہے وہ اسکو پڑھکر چونک اٹھے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا جاوے تو نہایت کثرت سے لوگ اسکو خریدینگے۔ میرا ایک پادری دوست اسکو پڑھکر دنگ رہ گیا۔ اور وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اسکو ایک رسالہ کی شکل میں علیحدہ شائع کرنا چاہیئے۔ مجھے قوی امید ہے کہ صرف لیڈز شہر میں ہی پہلے ہفتہ میں ہی ۲ ہزار نسخے بک جائیں گے۔ اس جگہ کے تمام لوگ ان حیرت انگیز انکشافات کو رسالہ کی شکل میں شائع کرنے کے لیئے بہت زور سے تاکید کرتے ہیں۔"

اس مضمون کے متعلق بعض اور لوگوں کے خطوط بھی اسی قسم کے آئے ہیں۔ (ایڈیٹر)

ریویو

پیام صادق | سید صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ ان مخلص اور جوشیلے احباب میں سے ہیں۔ جن کے سینہ میں تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا جوش ہر وقت موجزن رہتا ہے۔ صاحب موصوف نے حال میں ایک مختصر سی مثنوی تصنیف کی ہے جسمیں وفات مسیح۔ نزول مسیح۔ ختم نبوت۔ سلسلہ وحی کا قیامت تک جاری رہنا اور دیگر مسائل ضروریہ کے مضمون کو باندھ کر حاشیہ میں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ اور مخالفین سلسلہ کے منہ پر مہر سکوت لگانیکے لیئے قرآن اور احادیث کا ترجمہ اور تفسیر انہی کے علماء کی قلم کی درج کی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مثنوی اشعار کی لطافت کے علاوہ

بقایا صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ یکم اپریل ۱۹۱۴ء

تعلیم	۸۰۴۰ - ۲ - ۷
مساکین	۱۱۳۴ - ۱۵ - ۱۱
زکوٰۃ	۴۲۳۳ - ۱۲ - ۲
یتامیٰ	۴۹ - ۶ - ۱
اشاعت اسلام	۱۲۹۲ - ۸ - ۷
بورڈنگ ہائی	۱۷۱۸ - ۱۳ - ۰
" احمدیہ	۲۵۵ - ۱۳ - ۶
امانت اندرونی	۷۲۴ - ۱۳ - ۰
" بیرونی	۱۴۰۳ - ۱۲ - ۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۲ - ۲ - ۶
میزان	۲۲۷۶۶ - ۴ - ۹
منہائی فاضل	۱۲۱۴۶ - ۲ - ۹
	۱۰۶۲۰ - ۰ - ۹
منہائی پیشگی	۱۰۵۴۴ - ۱۱ - ۶
باقی زر ذاتین	۷۵ - ۵ - ۳

تفصیل فاضل صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۲۱۳۸ - ۱۳ - ۰
لنگر	۳۳۰۴ - ۹ - ۴
مقبرہ	۱۶۲۸ - ۵ - ۸
تعمیر	۲۲۴۵ - ۵ - ۱
متفرقات	۲۶۲۹ - ۲ - ۶
میزان	۱۲۱۴۶ - ۲ - ۹

تفصیل پیشگی

تعلیم	۲۲۱۹ - ۱۳ - ۶
بیت المال	۲۶۸۹ - ۰ - ۰
مقبرہ	۵۱۰ - ۰ - ۰
اشاعت	۳۰۰ - ۰ - ۰
مدرسہ احمدیہ	۶۲۴ - ۱۴ - ۰
تعمیر	۳۷۰۰ - ۰ - ۰
متفرقات	۵۰۱ - ۲ - ۰
میزان	۱۰۵۴۴ - ۱۱ - ۶

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
ناظر

[illegible]

[illegible]

یکم مئی

تعلیم	[illegible]۳۰—۱۰—۱۰
مساکین	۱۵۸۰—۰—۵
زکوٰۃ	۴۳۲۳—۱۲—۱
یتامیٰ	۲۸—۱۴—۰
اشاعت اسلام	۱۴۶۷—۲—۸
برادران ہائی	۲۰۷۷۵—۱۳—۱۱
ء احمدیہ	۵۷—۱۱—۰
امانت اندرونی	۹۷۶—۸—۰
ء بیرونی	۱۰۰۳—۱۲—۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۲—۲—۶
میزان	۲۳۳۰۶—۱۰—۰
منہائی فاضل	۱۴۸۵۲—۸—۲
	۸۴۵۴—۱—۱۰
منہائی پیشگی	۸۱۳۶—۷—۰
باقی نزد امین	۳۱۷—۱۰—۱۰

تفصیل فاضل صفحات

مدرسہ احمدیہ	۱۵۸۲—۳—۹
بیت المال	۶۴۵۱—۰—۹
مقبرہ	۱۲۲۴—۱۵—۰
تعمیر	۲۶۲۱—۶—۱۰
متفرقات	۲۶۷۲—۲—۸
میزان	۱۴۸۵۲—۸—۲

تفصیل پیشگی

بیت المال	۴۳۶—۰—۰
تعلیم	[illegible]
مقبرہ	[illegible]
اشاعت	[illegible]
متفرقات	[illegible]
مساکین	[illegible]
تعمیر	[illegible]
میزان	[illegible]

اس گرمی کے موسم میں یہ چار دوائیاں آپ کے دُکھ درد کے سچے دوست ہیں!

اصلی عرق کافور

[illegible] ہیضہ کی [illegible] دوا ہے۔ کہیں ہیضہ پھیلا ہو [illegible] کھا لیا کریں پھر ہیضہ ہونے کا [illegible]۔ اگر وقت پر دوا دی جائے [illegible] سے آدمی بچتے ہیں۔ عرق [illegible] مسافروں کو ہمیشہ پاس رکھنا [illegible]۔ قیمت فی شیشی ۱۴ر محصولڈاک [illegible] سے چار شیشی تک پانچ [illegible]

عرق پودینہ

یہ عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے بنا ہے اور اسلیئے اسکا رنگ اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ہے۔ بدہضمی۔ پیٹ پھولنا۔ ڈکار آنا۔ متلی و ریاح وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ بچوں کیلیئے اس سے بڑھکر اور کوئی دوا نہیں ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ر۔ محصولڈاک ایک شیشی سے دو شیشی تک پانچ آنے (۵ر)

سردرد و ریاح کی دوا

درد پل بھر میں بھاڑ ہو جاتا ہے اور یہ اُسکو پانی کر دیتی ہے۔ چمک۔ لہر۔ [illegible] کنکنی آدھے یا سارے سر میں کیسا ہی درد ہوتا ہو اس دوا سے دُور ہو جائیگا یہ ٹکیہ ایسی ہے۔ اور کھانے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ قیمت ایک ڈبیہ بارہ ٹکیوں کی چھ آنے ۶ر محصولڈاک ایک ڈبیہ سے چھ ڈبیہ تک ۵ر

کلورو ڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑ۔ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک دو خوراک سے جاتی ہے۔ اون۔ دست اور ہیضہ کیلیئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور گو قیمتی کلوروڈائنوں سے بہتر ہے اسلیئے بازاری کلوروڈائن نہ خرید کر اس کلوروڈائن کو خریدیں۔ قیمت ۸ر [illegible] چار روپیہ درجن محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

ریویو آف ریلیجنز

دنیا کے مذاہب پر تنقیدی نظر

بابت ماہ جون ۱۹۱۴ء مطابق رجب ۱۳۳۲ھ

عام ع طلباء سے عہ

فہرست مضامین

... ۲۰ جون ۱۹۱۴ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

اعلان

صدر انجمن احمدیہ قادیان نے تیرہ چودہ ہزار روپیہ خرچ کرکے مولوی محمد علی
صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ ملازم صدر انجمن احمدیہ سے قرآن شریف
کا ایک انگریزی ترجمہ مع نوٹس تیار کرایا ہے اس کے متعلق انجمن کے سوا اور جگہ
بھی سُنا ہے کہ روپیہ جمع کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس لیئے اعلان کیا جاتا
ہے کہ جو اصحاب اس کارخیر میں چندہ دینا چاہیں وہ براہ راست مناسب صاحب
صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کے نام بھیجا جاوے۔ کیونکہ صدر انجمن احمدیہ
قادیان کے سوا اور کسی کو اس ترجمہ کے شائع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اگر کوئی
شخص اس ترجمہ کی اشاعت کے لیئے صدر انجمن کے سوا کسی اور جگہ روپیہ بھیجے
تو وہ اپنے مال کو غیر ذمہ دار ہاتھوں میں دیکر ضائع کرے گا۔ صدر انجمن احمدیہ
ایک رجسٹرڈ باڈی ہے اس کے ہاتھ روپیہ دینے سے کسی کو نقصان
کا اندیشہ نہیں۔ اسکے سوا اور کوئی شخص واحد یا انجمن
اس ترجمہ کے شائع کرنے کی مجاز نہیں اور
نہ وہ اس غرض کے لیئے روپیہ وصول
کرنیکی قانوناً مجاز ہے لہٰذا پبلک
کی اطلاع کیلئے اعلان
شائع کیا جاتا
ہے

شیر علی سکرٹری

صدر انجمن احمدیہ قادیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

انجیلی کفارہ (نمبر ۳)

(۲۰) متی باب ۱۸ - درس ۲۳ **مضمون**:- اس لیئے کہ آسمان کی بادشاہت ایک بادشاہ کی مانند ہے جس نے اپنے لوگوں سے حساب لینا چاہا جب حساب لینے لگا ایک کو اُسکے پاس لائے جس سے اُسکو دس ہزار توڑے پانے تھے پر اس واسطے کہ اُس پاس کچھ ادا کرنے کو نہ تھا اُسکے خداوند نے حکم کیا کہ وہ اور اُسکی جورو اور اُسکے بال بچے اور جو کچھ اُس کا ہو بیچا جاوے اور قرض بھر لیا جاوے تب اُس نوکر نے گر کر اُسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند صبر کر کہ میں تیرا سارا قرض ادا کروں گا اُس نوکر کے صاحب کو رحم آیا اور اُسے چھوڑ کر قرض اُسے بخش دیا اُس نوکر نے نکل کے اپنے ساتھی نوکروں میں سے ایک کو پایا جس پر اُسکے سو دینار آتے تھے اس نے اُسکو پکڑ کر اُس کا گلا گھونٹا اور کہا جو میرا آتا ہے مجھے دے تب اُس کا ساتھی نوکر اُسکے پاؤں پر گرا اور اُس کی منت کر کے کہا صبر کر کہ میں سب ادا کروں گا پر اُس نے نہ مانا بلکہ جا کے اُسے قید خانہ میں ڈالا کہ جب تک قرض ادا نہ کرے قید سہے اُسکے ساتھی یہ ماجرا دیکھ کر نہایت غمگین ہوئے اور جا کر اپنے خاوند سے تمام احوال بیان کیا تب اُسکے خاوند نے اُسے بلا کر اُس سے کہا کہ اے شریر جا کر

مَیں نے وہ سب قرض تجھے بخش دیا کیونکہ تُو نے میری منت کی تو کیا لازم نہ تھا کہ
جیسا مَیں نے تجھ پر رحم کیا تو بھی اپنے ہم دوست پر رحم کرتا سو اُسکے خاوند نے
غصہ ہو کے اُسکو داروغہ کے حوالہ کیا کہ جب تک تمام قرض ادا نہ کرے قید ہے
اسی طرح میرا آسمانی باپ بھی تم سے کریگا کہ ہر ایک تم میں سے اپنے بھائیوں کے
قصور کو دل سے معاف نہ کرے گا۔

تنقید:- یہ تمثیلات اس غرض سے پوری نقل کر دی ہیں کہ ان میں بڑی بڑی روحانی حکمتوں کا بیان کیا گیا ہے سمجھنے والے سمجھیں اور غور کرنیوالے غور کریں دیکھنے والے دیکھیں ایک اولی العزم نبی علیہ السلام کس خوبی اور کس حکمت سے روحانی فضائل کی تبلیغ کر رہا ہے اور کس عمدگی سے لوگوں کے دلوں پر مذہبی خوبیوں کا نقش کرنے کی کوشش کیجاتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمانی بادشاہت ایک بادشاہ کی مانند ہے یہ مناسبت اس واسطے بیان کی گئی تاکہ لوگوں کو مطلب تماثیل کا آسانی کے ساتھ سمجھ آجائے بادشاہ نے اپنے قرضوں کا اپنے نوکروں سے مطالبہ کیا اور جس نوکر سے دس ہزار قرضہ لیا اُسکے اعتراف اور منت پر اُسکو رحم کرکے بخش دیا جب اُس نوکر نے اپنے قرضدار کو نہ بخشا حالانکہ اُسی کی طرح اُس نے منت بھی کی تھی تو بادشاہ نے اُسے بلا کر ڈانٹا اور قید کر دیا۔ اور اُسکو یہ ہدایت کی کہ جس طرح مَینے تجھکو قرضہ بخش دیا تھا اسی طرح تُو بھی اپنے قرضدار پر رحم کرتا اخیر پر حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی طرح پر آسمانی باپ بھی تم سے کرے گا اگر تم بھی اپنے بھائیوں کے قصور معاف نہ کروگے اس سے کتنی باتیں نکلتی ہیں۔

(الف) ایک دوسرے پر رحم کرو۔
(ب) ایک دوسرے کے قصور معاف کرو۔
(ج) معافی قصور کے واسطے لازمی ہے کہ منت اور خواہش کی جائے۔
(د) قصور کا اعتراف کیا جائے۔

(ھ) خدا بھی رحیم اور کریم ہے۔
سرسری سوچ ہی کے بعد کہو کیا ان حالات میں کفارہ باقی رہتا ہے اور کیا یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ خدا ئے رحیم کو رحم اور فضل کا اختیار ہے جس طرح بعد کسی فدیہ اور قربانی کے ایک نوکر کو دس ہزار بخش دیا صرف منت سماجت پر اسی طرح خدا بھی بلا کسی کفارہ اور فدیہ کے بخش سکتا ہے کیونکہ وہ رحیم اور کریم ہے اگر کہا جائے کہ کفارہ وہی ایک طریق معافی ہے اور اس دعا میں بھی کفارہ ہی مراد تھا تو یہ خلاف منشائے کلام اور موقعہ کے ہوگا کیونکہ ان تمام تمثیلوں کی بنیاد اعتراف گناہ اور منت پر ہے منت کیا ہے خود معافی چاہنا اور توبہ کرنا۔ کفارہ میں یہ باتیں نہیں ہیں کفارہ میں تو ایک بے گناہ نبی کو پھنسایا گیا ہے دوسروں کو تو کوئی خبر بھی نہیں ہوا۔ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے انکے گناہوں کی بابت بھی کفارہ ہو جانا ایک عجب منطق ہے گناہ ایک فعل اور ایک عمل ہے جب کوئی فاعل اور عامل بھی نہ ہوگا تو ان کے افعال اور اعمال کی بابت کفارہ کیسے ہو سکتا ہے اگر کہا جائے کہ بپتسمہ پانے کے وقت بپتسمہ پانے والا اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے کفارہ کا اقرار کرتا ہے اس صورت میں گویا منت ہی ہے ایک قسم کا اعتراف ہو گیا تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ تمثیل میں قرض کا معاف کر دینا بلا کسی معاوضہ کے ہے اور کفارہ میں ایک معاوضہ دیا گیا ہے دونوں صورتیں ایک نہیں ہیں بایں وجوہ ان دونوں میں مناسبت کا دعویٰ درست نہیں ہو سکتا۔

(۲۱) باب ۱۹ - ورس ۱۳ و ۱۴ - **مضمون**:- تب لوگ چھوٹے لڑکوں کو اس پاس لائے کہ وہ انپر ہاتھ رکھے اور دعا کرے پر شاگردوں نے انہیں ڈانٹا۔ یسوع نے ان سے کہا کہ لڑکوں کو چھوڑ دو اور انہیں میرے پاس آنے سے منع نہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے۔

تنقید:- یہ تمثیل اور ذکر ایک پہلی تمثیل میں بھی آ چکا ہے اسکی بھی ویسی ہی صورت اور شکل ہے مزید تفسیر اور تنقید کی ضرورت نہیں۔

(۲۲) باب ۱۹ - ورس ۱۶ تا ۲۱ - **مضمون** :- اور دیکھو ایک نے آ کے اُسی سے کہا اے نیک اُستاد مَیں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں اُس نے اُسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا پر اگر تو زندگی میں داخل ہُوا چاہے تو حکموں پر عمل کر اُس نے اُسے کہا کون سے حکم یسوع نے اُسے کہا یہ - تُو خون نہ کر زنا نہ کر چوری نہ کر جھوٹی گواہی نہ دے اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کر اور اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو۔ اُس جوان نے اُس سے یہ کہا یہ سب کچھ مَیں لڑکپن ہی سے مانتا آیا اب مجھے کیا باقی ہے یسوع نے کہا اگر تو کامل ہُوا چاہے تو جا سب کچھ جو تیرا ہے بیچ ڈال اور محتاجوں کو دے کہ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا تب آ کے میرے پیچھے ہو لے۔

تنقید :- اس لاثانی وعظ میں امور ذیل قابل غور اور قابل بحث ہیں -

(الف) نیک کام یا نیکی -

(ب) ہمیشہ کی زندگی -

(ج) دائمی زندگی کا داخلہ -

(د) تعمیل احکام -

(ھ) تفصیل احکام -

(و) ترک دنیا یا ترک مال و اموال -

(ز) سوائے خدائے کریم کے اور کوئی نیک نہیں -

ان آیتوں کو سرسری نظروں سے نہ دیکھو اور سرسری نہ پڑھو انہیں ساری شریعت اور ساری توریت اور سارا صوفی ازم بھرا ہے اگر غور کرو گے تو پاؤ گے سوچو گے تو مطلب نکال لو گے عقیدہ اور شئے ہے اور الفاظ و احکام کا مطلب اور شئے شاگرد یہ پوچھتا ہے اے محترم مسیح علیک السلام میں کونسا کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں عقیدت کی بحث نہیں اُٹھائی گئی بلکہ افعال اور اعمال کا سوال زیر بحث لایا گیا ہے محترم مسیح علیہ السلام نے جواب میں سب سے اول یہ کہا کہ تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے

عاطِیہ بعض وقت عیسائی صاحبان کی طرف سے یہ سوال ہُوا کرتا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام نے بخشش گناہ پر لیا

خدا کے سوائے کوئی نیک نہیں اللہ اکبر ایک اولی العزم نبی علیہ السلام کی عبودیت ہو تو ایسی ہی ہو اعتراف بشریت ہو تو ایسا ہی ہو انسانیت کا اقرار ہو تو ایسا ہی ہو اپنی ذات کو خدا کے سامنے ہیچ ثابت کرنا ہی نبوت اور رسالت کا ایک خاصہ ہے رسولوں کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے نبیوں کو دل ہی ایسے دیئے جاتے ہیں نبی اور رسول دنیا میں اس واسطے نہیں آتے کہ خدا میں اور انسانیت میں کوئی مابہ الامتیاز نہ رکھیں الوہیت اور عبودیت کے ڈونڈے ملا دیں بلکہ اسواسطے کہ الوہیت کو قائم رکھکر انسانیت ہی کے دائرہ میں رکھکر لوگوں یا متلاشیوں کو معارج ترقی پر پہنچا دیں کس وضاحت سے حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ اقرار کیا ہے کہ خدا کے سوائے اور کوئی نیک نہیں ہے انکا یہ ایک رجسٹری شدہ اقرار اور وثیقہ ہے۔ اب اگر ہم اس سے انکار کریں تو ہماری ادنیٰ غلطی ہے نعوذ باللہ اس آیت اور اس جواب کے مطلب یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام معصوم نہ تھے لفظ کوئی ہر ایک کی نفی کرتا ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات بھی شامل ہے ان کی تاویل اگر کچھ ہے

بقیہ حاشیہ۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی بروے اس آیت انجیل متی کے اسی قول اور اسی اپنے آپ کو نیک نہیں کہا اور سچ ہے کبھی یوں کہ ذات صمدیت کے مقابلہ کون انسان خود کو نیک کہہ سکتا ہے اگرچہ نبی اور مرسل کامل ہوتے ہیں اور معصوم مگر ان کا کمال اور ان کی معصومیت حد بشریت تک ہوتی ہے نہ کہ حد الوہیت میں جس طرح انسان کبھی بعض اشیاء کا خالق ہے۔ اور ایک حد تک سمیع و بصیر بھی۔ مگر اسکی خالقیت۔ قدرت سماعت اور بصارت خدائی خالقیت خدائی قدرت خدائی سماعت اور خدائی بصارت سے کیسے مل سکتی ہے توبہ توبہ جو انسان جو بشر ۹ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہے ہوں جو علقہ اور مضغہ بن کر جنین سے نکلے ہوں وہ خدا سے کب تک کھل سکتے ہیں خواہ آدمؑ ہو خواہ ابراہیمؑ۔ خواہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور خواہ محمد صلعم ہو۔

تو وہ خلاف اس قول کے ہو گی تصنیف را مصنف نیکو کند بیان جب حضرت مسیح علیہ السلام خود ہی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسروں کے واسطے چون وچرا کی کیا ضرورت اور موقعہ ہے۔ لیکن یہ نہیں حضرت مسیح علیہ السلام ایک معصوم نبی تھے۔

تا چند ہم چو شمع زباں آوری کنی
پروانۂ مراد رسید اے محب خموش

جب اپنے ہی قول سے حضرت مسیح علیہ السلام نیک نہیں تھے تو پھر کفارہ باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ جب وہ نیک نہیں تھے تو پھر کس طرح دوسروں کے گناہ اٹھا سکتے ہیں اور کس طرح انہیں منجی کا منصب مل سکتا ہے اور اگر واقعی (نعوذ باللہ) مسیح علیہ السلام ایسے ہی تھے تو پھر کفارہ کی صورت میں ضروری تھا کہ سب سے اول حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی کفارہ کی ضرورت پڑتی کیونکہ منجی صادق وہی ہو سکتا ہے جو خود صاف اور پاک ہو۔

دائمی زندگی کیا ہے دوسرے الفاظ میں نجات اور مکتی۔ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیا ہے نجات پانا ایسی دائمی زندگی کے واسطے سائل نے سوال کیا کہ وہ کیونکر مل سکتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تعمیل احکام اور اعمال سے کو نسے افعال اور احکام خون نہ کرنا۔ زنا نہ کرنا۔ چوری نہ کرنا۔ جھوٹی گواہی نہ دینا ماں باپ کی عزت کرنا پڑوسی سے ہمدردی اور مروت۔ سائل نے عرض کی میں تو پہلے سے ہی ان افعال اور ارتکابات سے محترز ہوں حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا صدقہ اور خیرات کرو کل مال محتاجوں کو دیدو اور میرے ساتھ ہو لو جو باتیں سائل کو کہی گئی ہیں جو تعلیم دی گئی ہے وہ سب عملی ہے جس سے ثابت ہے کہ نجات کے واسطے کفارہ کی ضرورت نہیں بلکہ اعمال کی۔ فدیہ کی حاجت نہیں بلکہ افعال نیک کی حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے واسطے نجات پانے کے لیئے نیک اعمال ہی کی ضرورت ہے نیک افعال ہی سے رضائے مولا حاصل ہوتی ہے صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ اگر تو کامل ہوا چاہتا ہے

تو اہی اعمال سے ہو سکتا ہے اگر ان الفاظ کی کوئی اور تاویل موید کفارہ کیجاتی ہے
تو وہ بلا خاص وجوہ کے قابل تسلیم نہیں ہے۔

(۲۳) باب ۱۹- ورس ۲۳ تا ۲۶- **مضمون**:- تب یسوع نے شاگردوں سے کہا
میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے
بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکا سے گذر جانا اس سے آسان ہے
کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو جب اُسکے شاگردوں نے یہ سنا تو
حیران ہو کے بولے پھر کون نجات پا سکتا ہے یسوع نے اُنپر نظر کر کے انہیں کہا
یہ انسان سے نہیں ہو سکتا پر خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔

تنقید:- حضرت مسیح علیہ السلام نے دولتمندوں کے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کو
ایسا ہی مشکل ٹھہرایا ہے جیسے کہ سوئی کے ناکا سے اونٹ گذر جائے انجیلی رنگ میں یہ محض
ناممکن ہے پھر نہیں معلوم کہ کفارہ پر یقین کر کے دولتمند کس طرح نجات پا سکتے ہیں یہ کہا جائیگا کہ
جب ان کا ایمان کفارہ پر ہوگا تو پھر کیوں نجات نہ پائیں گے یہ درست ہے مگر حضرت مسیح علیہ السلام
نے جو شرط لگائی ہے وہ بہت کچھ پیچیدہ اور اٹل ہے چنانچہ خود شاگرد بھی اس سے حیران
رہ گئے اور سوال کیا کہ ان حالات میں کیا ہو سکتا ہے جواب میں فرمایا گیا ہے یہ انسان سے
نہیں ہو سکتا پر خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے یعنی انسان تو دولتمندوں کو نجات نہیں دلا سکتا
یا خود بخود دولتمند نجات نہیں پا سکتے لیکن خداوند کریم سب کچھ کر سکتا ہے سو چوان کلمات
عظیمہ سے کیا نکلتا ہے غور کرو ان احکام صادقہ سے کیا بات پیدا ہوتی ہے یہ کہ خداوند کریم
جسکو چاہے بخش سکتا ہے اپنے رحم فضل اور کرم سے اسکے سوائے اور کوئی صورت ہی
نہیں اور کوئی سبیل نکل ہی نہیں سکتی نہ کفارہ بچا سکتا ہے اور نہ کسی قسم کی قربانی اور فدیہ
اگر یہ کہا جائے کہ خداوند کریم صرف کفارہ ہی کے ذریعہ بچا سکتا ہے تو انصاف سے کہو یہ
کہاں سے نکلتا ہے اور ایسا استدلال کیونکر کیا جا سکتا ہے توڑ مروڑ کر کفارہ کی جو ل
سیدھی کرنی درست نہیں صاف صاف یہ کہا گیا ہے کہ جس طرح خدا چاہے کر سکتا ہے چنانچہ
اسی انجیل کی اور آیات سے بھی اسکی مزید تائید اور تصدیق ہوتی ہے جو کچھ پہلے آچکی

ہیں اور کچھ آگے آتی ہیں۔

فقرہ سب کچھ ایک بڑا وسیع فقرہ ہے۔ اگر اس میں کفارہ کی شکل آسکتی ہے تو کیوں فضل و کرم اور رحم نہیں آسکتا کفارہ کی خصوصیت کیونکر ہو سکتی ہے اور دوسری خصوصیتیں کیوں نہیں ہو سکتیں مہربانی کر کے ان فقرہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرو یہ فقرہ قائم مقام فقرہ قادر مطلق کے ہے قادر مطلق جو کچھ چاہے کر سکتا ہے چون وچرا کی جگہ نہیں۔ ہم باادب پوچھتے ہیں خداوند کریم بغیر کفارہ کے محض اپنے فضل و کرم سے کسی گنہگار کو بخش سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں بخش سکتا تو وہ سب کچھ نہیں کر سکتا جو اسکی شان کے لائق بھی ہے۔

(۲۴) باب ۲۰ - ورس ۱ تا ۱۶ - **مضمون** ۱- کیونکہ آسمان کی بادشاہت اُس صاحب خانہ کی مانند ہے جو تڑکے باہر نکلا تاکہ اپنے انگورستان میں مزدور لگائے اور اُس نے مزدوروں کا ایک ایک دینار روزینہ مقرر کر کے انہیں اپنے انگورستان میں بھیجا اور اُس نے پہر دن چڑھے باہر جا کے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا اور اُن سے کہا تم بھی انگورستان میں جاؤ اور جو کچھ واجبی ہے تمھیں دونگا سو وے گئے پھر اُس نے دوپہر اور تیسرے پہر کو باہر جا کے ویسا ہی کیا ایک گھنٹہ دن رہتے پھر باہر جا کے اوروں کو بیکار کھڑے پایا اور اُن سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہتے ہو انہوں نے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں رکھا اُس نے انہیں کہا تم بھی انگورستان میں جاؤ اور جو کچھ واجبی ہے سو پاؤ گے جب شام ہوئی انگورستان کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا مزدوروں کو بلاؤ اور پچھلوں سے لیکے پہلوں تک اُن کی مزدوری دے جب وے جنہوں نے گھنٹہ بھر کام کیا تھا آئے تو ایک ایک دینار پایا جب اگلے آئے انہیں یہ گمان تھا کہ ہم زیادہ پاوینگے پر انہوں نے بھی ایک ایک دینار پایا جب انہوں نے یہ پایا تو گھر کے مالک پر کُڑکُڑا کے اور کہا پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا اور تُو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا جنہوں نے تمام دن کی محنت اور دھوپ سہی اُس نے اُن میں سے ایک کو جواب میں کہا اے میاں میں تیری بے انصافی نہیں کرتا کیا تُو نے ایک دینار پر مجھ سے اقرار نہیں کیا تو اپنا لے اور چلا جا پر میں جتنا تجھے دیتا ہوں پچھلے کو بھی دونگا کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال سے جو چاہوں سو

گردن کیا تو اس لیئے بُری نظر سے دیکھتا ہے کہ میں نیک ہوں؟ اسطرح پچھلے پہلے ہونگے کیونکہ بہت سے بلائے گئے پر برگزیدہ تھوڑے ہیں۔

تنقید:۔ یہ تمام تمثیل اُسی سلسلہ سوالات نجات سے وابستگی اور تعلق رکھتی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اس تمثیل میں مزید وضاحت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ کریم کو کیونکر سب کچھ کرنے کا اختیار ہے اور کیونکر وہ نیکوں کے علاوہ بدوں اور گنہگاروں کو محض اپنی مرضی اور فضل و کرم سے بخش سکتا ہے وہ کوئی پابندی نہیں رکھتا اور نہ اُسکی رحمت اور فضل و کرم کو کوئی شئے روک سکتی ہے جو چاہے کر سکتا ہے کوئی اسپر معترض نہیں ہو سکتا وہ پچھلوں کو پہلا اور پہلوں کو پچھلا بنا سکتا ہے اُس کے ارادوں کے سامنے کسی کو یارائے دم زدن نہیں ہے۔

کون ہے وہ انسان خاکی بنیان اور کون ہے وہ بشر جو خدا کی قدرتوں اور خدا کی مرضی اور ارادوں میں دخل دے سکتا ہے کون ہے جو اپنی من گھڑت فلسفی یا وہمی تقیید سے خدا کے فضل و کرم کی راہیں بند کر سکتا ہے بقول حضرت مسیح علیہ السلام وہ سب کچھ کر سکتا ہے اگر وہ ایک بے گناہ کو دوسروں کے بدلے صلیب دلاتا ہے اور اُس کو انصاف و عدالت اُسے روکتے نہیں تو کیا وہ صرف اپنے ہی ارادہ اور جوش رحمت سے کسی گنہگار انسان کو بخشنے کی سکت نہیں رکھتا۔

یعنی بیا کہ آتش موسٰے نمود گل
تا از درخت نکتۂ تحقیق بشنوی

دیکھو اس تمثیل میں کس وضاحت اور کس خوبی سے حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ایک انسان اپنے مال اور اپنی دولت میں سے اپنی مرضی اور اپنی بخشش سے ہر ایک کو مزدوری ایک ہی پیمانے سے دے سکتا ہے حالانکہ ان مزدوروں میں سے کسی نے سارا دن کام کیا تھا اور کسی نے نصف دن اور کسی نے صرف ایک ہی گھنٹہ۔ تو

کیا جو خدا سے قادر مطلق ہے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کر سکتا کیا ایک انسان اپنی مرضی پر قادر ... خدا اپنی مرضی کے مطابق ایسا کرنے سے قاصر ہے حضرت مسیح علیہ السلام ... خداوند کریم کو یہ روا نہیں کہ اپنی رحمت اور فضل و کرم کے خزانوں میں ... کو بشارت نجات دیکر فارغ البال کر دے اور اسکی بہبودی پر کچھ بھی خیال نہ ہو۔ جن مزدوروں نے صرف ایک ہی گھنٹہ کرنے پر بھی سارے دن کی مزدوری پائی اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے بہت کم نیکیاں کی ہیں یا جنہوں نے کچھ بھی نہیں کیا ہے انہیں بھی خدا بخش سکتا ہے وہ بھی اسکے ظل رحمت میں بآرامی آسائش پا سکتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کوئی نیک شخص بوجہ اپنی نیکیوں کے بروں اور گنہگاروں کو بری نظر سے نہیں دیکھ سکتا اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ انکی برائی اُن کی نجات کی مانع اور مزاحم ہے خدا اسکا فضل و کرم سب کو محیط ہے اور وہ جسے چاہے بلا حساب اور بلا گرفت بخش دے تو کون ہے جو اعتراض کرے اور اُسکی رحمت کو روکے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

حضرت ممدوح علیہ السلام نے اس سلسلہ وعظ و تمثیل میں تاکید سے یہ فرمایا ہے کہ اسی طرح پچھلے پہلے ہوں گے اور پہلے پچھلے۔ کیونکہ بہت سے بلائے گئے پر برگزیدہ تھوڑے نکلے مطلب اس کا یہ ہے کہ بہت لوگ اس الٰہی سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں مگر سب اپنے اخلاص اور صدق و وفا میں برابر نہیں ہوتے اس لئے تھوڑے ایسے نکلتے ہیں جو اپنے کامل ایمان اور اعلیٰ درجہ کے صدق اور اخلاص اور استقامت کی وجہ سے برگزیدوں میں داخل ہوتے ہیں اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جو لوگ کفارہ پر بھی یقین رکھتے ہیں اُن میں سے بھی اگر بالفرض کفارہ ہی موجب نجات ہے بہت ہی کم برگزیدہ ہوں گے اس صورت میں گویا کفارہ پر کچھ موقوف نہیں ہے۔ راہ نجات اور ہی طرح رکھتی ہے اور وہ خدا کا فضل و کرم اور رحمت ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی ان تمثیلوں سے بھی کوئی اصلی راہ نہ دیکھ سکے

... خدا کے فضل و کرم سے فائدہ نہ اٹھائے تو اُسکے واسطے وہی جز و تمثیل صادق آئیگا ... بہت سے بلائے گئے پر برگزیدہ تھوڑے نکلے۔

پڑھنے والو انصاف سے اس تمثیل اور ... تمثیل پر غور کرو سوچو ... مسیح علیہ السلام کس آسمان پر ... کیا ... میں اور خدا کی قدوسیت ... کی ... کے محترم اور پاک دل و دماغ میں کیسی عظمت حاصل ہے اور ... دماغ اور پختہ ہے۔

(۲۵) باب ۲۰۔ ورس ۲۲ و ۲۳۔ **مضمون**:۔ یسوع نے جواب میں کہا تم نہیں جانتے کیا مانگتے ہو کیا وہ پیالہ جو مَیں پینے پر ہوں پی سکتے ہو اور وہ بپتسمہ جو مَیں پاتا ہوں لے سکتے ہو۔ اُس سے بولے ہم سکتے ہیں اُس نے اُن سے کہا تم البتہ میرا پیالہ پیو گے اور وہ بپتسمہ جو مَیں پاتا ہوں پاؤ گے لیکن میری دہنی اور میری بائیں طرف بیٹھنا میرے اختیار میں نہیں کہ کسی کو دوں مگر اُن کو جن کے لئے میرے باپ نے مقرر کیا۔

تنقید:۔ کیسی صاف گوئی اور کیسا اعتراف عبودیت ہے کیسی فروتنی اور کیسا عجز و نیاز ہے کیسی روشن دماغی اور کیسی حکم برداری ہے یہ تو فرما دیا کہ جس طرح میں نے اصطباغ پایا ہے اُسطرح تم بھی پا سکتے اور عقیدت رکھ سکتے ہو جس طرح میں ستایا جاتا ہوں اُسی طرح تم بھی ستائے جا سکتے ہو اور اُسی طرح تم بھی استقلال سے اُسکی برداشت کر سکتے ہو لیکن میرے ہم جلیس ہونا یعنی نجات کا پانا اور نجات کے درجوں کو امتیازی رنگ میں طے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے یہ صرف اُسی خدا کے حدود اختیار میں ہے جو قادر اور خالق ہے جو سب کچھ اپنی ہی مرضی سے کرتا ہے جسکے ہاتھ سے کوئی دوسرا ہاتھ بالا نہیں ہے جسکی مرضی پر کوئی دوسری مرضی حکومت نہیں کر سکتی جسکے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا جن کی قسمت میں میرے ہم جلیس ہونا لکھا ہے یعنی مقدر ہے اُن ہی کو یہ منصب ملیگا اور وہی سرفراز ہوں گے دیکھو کس خیال سے

خلقت کفارہ کو نکال دیا گیا ہے ... کی شرط سے نجات مشروط ہے تو پھر خدا کی مرضی اور خدا کے انتہائی حق کی ... ہو جاتی ہیں اور وہ ایک معاہدہ کی صورت بھی نہیں کر سکتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی انجیل کے باب ۱۱۔ ورس ۲۶ میں فرمایا ہے کہ "میرے باپ سے ... مجھے سونپا گیا" اسکے معنے بھی ان آیات زیر تنقید سے صاف ہو جاتے ہیں اسی قدر سونپا گیا جسقدر سونپنا لوازم نبوت اور فرائض رسالت کے واسطے ضروری تھا اور سب اختیارات خدا ہی کے حیطہ اقتدار میں ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام ... [illegible] ... کے تبلیغ کرتے ہیں نہ کہ بطور حصہ دار خدا کے اگر کفارہ کی کشش ... [illegible] ... جائے تو کہا جائیگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو کر اپنے سب اختیارات سلب کر چکے ہیں ان کی ڈیوٹی بقول عیسائی ملت کے صرف اسی قدر تھی اب خدا کا یہ کام ہے کہ کسی کو کوئی درجہ دے اور کسی کو کوئی اور ان خدائی اختیارات کے نفاذ سے کفارہ کی کری کرائی محنت رائیگاں جاتی ہے کیونکہ جب خدائے کریم سب کچھ کرنے پر قادر ہے اور یونہی بخش سکتا ہے تو پھر کفارہ کی ضرورت ہی کیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ لوگ کفارہ پر یقین لا کر نجات کے امیدوار رہیں۔ اور خدائی فضل و کرم سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

(۲۶) باب ۲۰۔ ورس ۲۸۔ **مضمون**:۔ چنانچہ ابن آدم بھی اس لیئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے لیئے فدیہ میں دے۔

تنقید:۔ یہ وہ دوسری آیت ہے جو انجیل متی میں سے تائید کفارہ پر پیش کیجاتی یا پیش کی جا سکتی ہے اس آیت میں دو لفظ (خدمت اور فدیہ) قابل بحث ہیں ان دونوں لفظوں سے کفارہ پر استدلال کیا جاتا ہے قبل اسکے کہ ان دونوں لفظوں کا ریویو کیا جائے سلسلہ گذشتہ پیوستہ عبارت کو بھی دیکھنا ہے کہ یہ بات چلی کیونکر اور یہ کہاں سے بات پڑ گئی۔ اسکی ادپر کی آیات ۲۴ تا آیت ۲۷ میں یہ قصہ بیان ہوا ہے کہ دو بھائیوں پر بعض لوگ غصہ ہوئے تو حضرت مسیح علیہ السلام نے اتحاد قائم رکھنے کے واسطے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے اختیارات دکھلانے کی دوسروں کی طرح ضرورت نہیں بلکہ یہ کہ جو تم لوگوں میں سے بڑا ہے وہ خادم ہو اور جو سردار ہو وہ بندہ۔ چنانچہ

خود میں بھی اسی اصول کا پابند ہوں ۔ ع

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

خدمت کرنے سے یہ مراد نہیں کہ کفارہ کی بنیاد ڈالکر خود کو جو معصومیت کا جامہ پہنے ہوئے تھے دریائے عصیاں میں لت پت کر دیا جائے بلکہ یہ کہ لوگوں کو صحیح اصولوں صحیح ضوابط پر تبلیغ کی جائے اُن میں اصلاح کی بنیاد ڈالی جائے شرک و بدعت اُن میں سے بطریق الجمیل دور کیا جائے اس سلسلہ میں اُن کی خاطر خود کو مختلف تکلیفوں اور مختلف مشکلات میں ڈالا جائے اور اس کا اجر یا معاوضہ صرف خدا ہی سے پایا جائے ان اجری الا علی اللہ کون یہ ثابت کر سکتا ہے کہ لفظ خدمت سے کفارہ مراد ہے کون کہہ سکتا ہے کہ لفظ خدمت یہ مفہوم رکھتا ہے رہا لفظ فدیہ یہ بھی کفارہ کا مفہوم نہیں رکھتا اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ غیروں کے واسطے محض بخاطر اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ کے خود کو مصیبت اور تکلیف میں ڈالا اور مشکلات کا مقابلہ کیا جان دینے سے کفارہ مراد نہیں بلکہ خدمت دین کیونکہ خدمت دینی بھی ایک طرح کا فدیہ ہی ہے دیکھو پہلی آیتوں میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو بھی اسی قسم کے فدیہ کی تعلیم دی ہے جہاں یہ کہا ہے کہ ہر خدمت کنندہ اور ہر سردار خود کو نادم اور بندہ سمجھے یہ کیا ہے یہ بھی ایک قسم کا فدیہ ہی ہے یہی فدیہ اور یہی خدمت گذاری مسیح علیہ السلام کی تھی قربانی اور فدیہ ہے نہ کہ وہ فدیہ جو عیسائی مراد لیتے ہیں کیونکہ واقعی فدیہ سے کفارہ ہی مراد ہے تو پھر ان آیات اور اس کلام کا کیا جواب ہوگا جو ایسے فدیہ کے منافی ہے جس کی تشریح اور تنقید پہلے نمبر (۱) میں کی جا چکی ہے لفظ فدیہ سے کہیں فدا یا قربان ہونے کے ہیں و عرف عام میں فدا ہونے اور قربان ہونے سے [illegible] ہمدردی مراد ہے ۔ جیسے کہ عموماً لوگ کہا کرتے ہیں ۔

"میں تو آپ پر فدا ہوں" "آپ پر تو قربان ہوں" "میری جان بھی آپکے قربان ہو جائے" "میں تم پر نثار اور قربان"

اس قسم کی قربانی یا فدائیت سے مراد صرف محبت ہمدردی خلوص اور ایک قسم کی

خدمت گذاری ہی ہوتی ہے نہ کہ فی الحقیقت جان ہی کا دیدینا یا جان پر کھیل جانا یا اپنی
جان پر کسی کی مشکلات اور بیماریوں کا اصلی رنگ میں اُٹھا لینا۔ دوسری قسم کی وہ
قربانی اور فدیہ ہے جو صدقہ و خیرات کے رنگ میں ہے بعض مذاہب میں اسی رنگ
میں . . . . فدیہ اور قربانی دیجاتی ہے لیکن ایسے فدیوں
اور ایسی قربانیوں سے یہ خیال کرنا کہ وہ کفارہ کا حکم رکھتی ہیں یا اُن سے کفارہ کا
ثبوت ملتا ہے غلط ہی نہیں ہے بلکہ خود کو ایک فریب دِہ قیاس میں ڈالنا ہے
مسلمانوں میں بڑی عید پر جو قربانی دیجاتی ہے وہ صرف بطور ایک ابراہیمی یادگار
کے ہوتی ہے نہ کہ گناہوں کا فدیہ یا کفارہ ایسی قربانی کا شروع حضرت ابراہیم علیہ السلام
ہی سے ہوا ہے اور یہ ثابت و ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو قربانی دی تھی
وہ گناہوں کے کفارہ کے واسطے نہ تھی اور اس سے پہلی قربانیاں بھی محض ایک نذرانہ تھیں
ہارون نے بھی جو کبھی خطا کی قربانی دی تھی وہ بھی کفارہ کے رنگ میں نہیں تھی۔
محض خدائے تعالیٰ کے حکم کے بموجب حضرت ابراہام علیہ السلام ایک امتحان میں
ڈالے گئے تھے۔ گناہوں کی بخشش کا کوئی سوال نہ تھا دیکھو کتاب پیدائش کے
باب ۲۲ میں اس امتحان یا اس آزمائش ابراہیمی کی نسبت حسب ذیل آیات آئی ہیں:۔
"ان باتوں کے بعد یوں ہُوا کہ خدا نے ابراہام کو آزمایا اور اُسے کہا کہ اے ابراہام
وہ بولا کہ دیکھ میں حاضر ہوں تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے ہاں اکلوتے جسے تو پیار
کرتا ہے اضحاق کو لے اور زمین موریا میں جا اور اُسے وہاں پہاڑوں میں سے ایک
پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤنگا سوختنی قربانی کے لیئے چڑھا تب ابراہام تڑکے اُٹھا اور
اپنے گدھے پر چارجامہ کسا اور اپنے ساتھ دو جوان اور اپنے بیٹے اضحاق کو لیا اور سوختنی
قربانی کی لکڑیاں چیریں اور اٹھکر اُس جگہ جو خدا نے اُسے فرمایا تھا چلا تیسرے دن
جب ابراہام نے اپنی آنکھ اٹھا کے اُس جگہ کو دور سے دیکھا تب ابراہام نے اپنے جوانوں
سے کہا تم یہاں گدھے پاس رہو میں اس لڑکے کے ساتھ وہاں تک جاؤنگا اور سجدہ کرکے
پھر تمہارے پاس آؤنگا اور ابراہام نے سوختنی قربانی کی لکڑیاں لیکے اپنے بیٹے اضحاق پر

لکڑیاں اور آگ اور چھری اپنے ہاتھ میں لی اور دونوں ساتھ ساتھ چلے تب اضحاق نے
اپنے باپ ابراہام سے کہا کہ اے میرے باپ اُس نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے مَیں حاضر
ہوں اُس نے کہا کہ دیکھ آگ اور لکڑیاں تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لیئے بّرہ کہاں
ابراہام نے کہا کہ اے میرے بیٹے خدا آپ ہی آپ اپنے واسطے سوختنی قربانی کیلیئے
بّرہ تدبیر کریگا سو وے ساتھ ساتھ چلے اور وے اُس مقام پر جس کی بابت خدا نے اُس سے
کہا تھا پہنچے تب ابراہام نے وہاں ایک قربان گاہ بنائی اور لکڑیاں چنیں اور اپنے بیٹے
اضحاق کو باندھا اور اُسے قربان گاہ میں لکڑی کے اوپر دھر دیا اور ابراہام نے اپنا ہاتھ
بڑھا کے چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے تب ہی خداوند کے فرشتے نے اُسے آسمان سے
پکارا کہ اے ابراہام اے ابراہام وہ بولا میں حاضر ہوں پھر اُس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے
پر مت بڑھا اور اُسے کچھ مت کر کہ اب مَیں نے جانا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے اس لیئے
کہ تو نے اپنے بیٹے ہاں اپنے اکلوتے کو مجھ سے دریغ نہ کیا تب ابراہام نے اپنی آنکھیں
اٹھائیں اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہیں
تب ابراہام نے جا کر اُس مینڈھے کو لیا اور اُسکو اپنے بیٹے کے بدلے میں سوختنی
قربانی کے لیئے چڑھایا اور ابراہام نے اُس مقام کا نام یہواہ یری رکھا چنانچہ یہ
آجتک کہا جاتا ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر دیکھا جائے گا۔

یہ کل کیفیت ہے ابراہیمی قربانی کی جو ان درسوں میں بیان ہوئی ہے ان درسوں
سے کتنی باتیں نکلتی ہیں۔

(الف) قربانی اضحاق کی* محض استحانی تھی نہ گناہوں کے کفارہ کے واسطے۔

(ب) قدرت کی جانب سے خود بخود اضحاق کے بدلہ میں ایک مینڈھا بھی موجود
کر دیا گیا۔ جو ایک یادگاری طریقہ تھا۔

(ج) قربانی سوختنی تھی نہ کہ صلیبی۔

(د) جب ابراہام علیہ السلام امتحان خدائی میں پورے اُترے اور معلوم ہو گیا کہ وہ
خدا سے ڈرتے ہیں تو انہیں قربانی فرزند سے روک دیا گیا گویا قربانی بند

* ہمیں اس جگہ اس امر سے بحث نہیں کہ قربانی کے لیئے کس کو پیش کیا گیا تھا۔ اسحٰق کو یا اسمٰعیل کو علیہما الصلوٰۃ والسلام؛
[illegible]

کردی گئی اور انسانی قربانی کی بجائے محض یادگار کے طور پر مینڈھا یا برہ پیش کیا گیا
(۵) ابراہام علیہ السلام نے یادگار کے طور پر اس مقام کا نام بھی رکھدیا۔ جہاں یہ صورت پیش
آئی تھی۔
اگر ابراہیمی قربانی ہی سے مسیحی انسانی قربانی کا استدلال کیا جاتا ہے تو کوئی مہربانی کرکے بتا
کہ ایسا ثبوت کیونکر اور کہاں سے ملتا ہے اول دونوں قربانیوں میں تو نوعی مماثلت ہونی چاہئے
تھی٭ جو اضحاق کو پیش آئی تھی جبکہ وہاں مینڈھا پیش کر دیا گیا تھا یہاں بھی کسی برہ کی خدائی
یوڑ میں کمی نہ تھی اضحاق کی قربانی محض امتحانی تھی اور حضرت مسیح علیہ السلام کو دوسروں کے
گناہوں کی خاطر سولی دیا گیا بھلا اس میں اور اسمیں مناسبت کہاں ہے اضحاق نے
اُف نہ کی اور امتحان میں پورا اترا اور حضرت مسیح علیہ السلام باوجود اسقدر دعاوی کے بھی
پورے نہ اترے بلکہ اخیر پر قدموں سے نکل گئے اور ایلی ایلی لما سبقتنی کہنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
شروع کردیا اگر مسلمانوں کی قربانیاں دعوے کے اثبات میں پیش کیجاتی ہیں تو وہ محض یادگاری
میں نہ کہ گناہوں کے کفارہ میں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ دنیا کے اور مذاہب میں کفارۂ
گناہ ہی کے واسطے ایسی قربانیاں اور ایسے فدیے دیئے جاتے ہیں تو پھر یہ ماننا پڑیگا
کہ ایک بے گناہ برہ کی قربانی اور فدیہ بھی کچھ نہ کچھ گناہوں سے بریت دلاتا ہے اور اس صورت
میں کیوں نہ برہ کی قربانی پر ایمان لاکر چھٹکارا ہوسکے جو لوگ ایسی قربانیاں دیتے ہیں انہیں
مسیح علیہ السلام کی قربانی کی کیا ضرورت ہے گھر گھر میں کفارہ ماننے والے موجود ہوجائیں گے
اور کوئی بھی نجات پانے سے باقی نہیں رہیگا بعض عیسائی صاحبان نظیراً بابر بادشاہ کی
قربانی یا فدیہ کا بھی ذکر کرکے تعجب ہے کہ کفارہ ایسے سنگین مسئلہ پر اُس سے استدلال کرتے
ہیں یوں تو بہتیرے دوسروں کی محبت اور الفت میں بلائیں لیتے ہیں اُن سے بھی کفارہ
کا استدلال ہوسکتا ہے بابر نے یہ کہا اگر ہمایوں مرض سے نجات پائے تو وہ بیماری مجھے
لگ جائے اچھا اس کہنے سے وہ بیمار ہوگیا اور ہمایوں بچ رہا اس سے کفارہ کہاں
ثابت ہوگیا اول تو یہ ایک اتفاقی بات ہوسکتی ہے کیونکہ ایسے واقعات گذرتے ہیں کہ چنگے بھلے
مرجاتے ہیں اور مدتوں و سالوں کے مریض تندرست ہوجاتے ہیں اور دوسرے

٭ ضرور تھا کہ دوسری صورت ہوتی یعنی

یہ کیطرح کہا جاسکتا ہے کہ بابر کی دعا ہی کا یہ اثر تھا اور اگر اسکو کفارہ ہی کے معنوں میں یا کفارہ کے مؤید سمجھا جائے تو اس سے پہلے سے بھی بڑھکر مشکلات پیدا ہوں گی کیونکہ یہ سمجھا جائیگا کہ ہر شخص دوسرے کا کفارہ ہوسکتا ہے جیسے بابر ہمایوں کا ہوگیا پھر مسیح علیہ السلام کی خصوصیت کیا رہی اور یہ بھی کہ مسیح علیہ السلام کا کفارہ گناہوں کی بابت تھا اور بابر کی کفارہ بیماری کی نسبت۔ گناہ اور بیماری میں فرق ہے اگر بابر کی کفارہ بایں حالات بھی درست اور صحیح ہے تو پھر معصومیت کی کوئی شرط باقی نہیں رہنی چاہیئے ایک گنہگار بھی دوسرے گنہگار کا کفارہ ہوسکتا ہے۔

بعض وقت یہ بھی کہا جاتا ہے۔ صدقہ ردّ بلا اس سے بھی کفارہ کی راہ صاف نہیں ہوتی صدقہ اور خیرات اس واسطے کیجاتی ہے کہ اگر کوئی بلا اور آفت آنیوالی ہے تو وہ اس سے دُور ہوجائے گناہ اور بلا و آفت میں بہت کچھ فرق ہے مصیبت ٹل سکتی ہے گناہ بغیر معاف کیئے کے معاف نہیں ہوسکتے یا تو بندے ایک دوسرے کے معاف کریں اور یا خدا اگر زید چوری کرتا ہے صدقہ سے یہ الزام اُس سے دُور نہیں ہوسکتا البتہ مجسٹریٹ کو رشوت دیکر رہائی پاسکتا ہے سو کفارہ رشوت نہیں ہے بلکہ ایک فدیہ ہے جس طرح صدقہ چور پر سے الزام دُور نہیں کرسکتا اسی طرح کفارہ مسیح بھی گناہ بخشانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

مگر ایک گنہگار شخص یہ کہے کہ کوئی میرے گناہ اُٹھالے اور میں بچ جاؤں اور اُسے لبیک کہکر دوسرا شخص اسپر آمادہ ہوجائے تو کیا ایک منصف اور رحیم دل جج اس دوسرے شخص کو سزا دیدیگا اور کیا دوسرا شخص یہ احساس کریگا کہ واقعی دوسرے گنہگار کے گناہ اُس نے اُٹھا لیئے ہیں اور وہ سزا کا مستحق ہے۔

مسیحی کفارہ سوائے اسکے سمجھا نہیں جاسکتا کہ یہ کہا جائے کہ خدا اور مسیح علیہ السلام کے درمیان ایک معاہدہ اس قسم کا ہوچکا تھا کہ انہیں دوسرے گنہگاروں کے عوض صلیب پر چڑھایا جائے ورنہ ایک کا دوسرے کے گناہ اُٹھانا کوئی صورت نہیں رکھتا [illegible] اور بت مقدس جو جان گناہ کرتی ہے وہی ذمہ وار بھی ہے نہ کہ دوسرا کفارہ مان کر دوبارہ [illegible]

صورتیں بنتی ہیں۔
(الف) واقعی حضرت مسیح علیہ السلام نے دوسروں کے گناہ اُٹھا لئے اور سولی مل گئے۔
(ب) صرف ایک معاہدہ کے ماتحت صلیب پر چڑھائے گئے۔
پہلی صورت شریعت اور عقل و فراست دونوں کے خلاف ہے بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کے اقوال بھی سراسر اسکے خلاف ہیں۔ دوسری صورت میں بھی کفارہ باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ مسیح علیہ السلام بالکل بے لوث تھے ایک بے لوث زندگی کا سولی دیدینا وہ بھی دوسروں کے عوض میں انصاف الٰہی اور رحم خدائی سے کوسوں بعید ہے اور اُس عام سلسلہ کے منافی جو شروع ہی سے انسانی اور الٰہی راہوں میں نمایاں ہے۔
صرف فدیہ کے لفظ سے اُسقدر دُور دراز چلے جانا اور دُور از قیاس عقاید کی بنیاد ڈالنا انصاف ہی کے خلاف نہیں بلکہ کانشنس اور فطرت کے بھی خلاف ہے وہ کونسی فطرت ہے جو یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے وہ کونسا دل ہے جو یہ مانتا ہے ایک وحشی کو بغیر اسکے کہ اُسپر کسی مذہب کی تبلیغ کیجائے اگر پوچھا جائے کہ ایک گناہ کے بدلے میں دوسرے کو سزا دینا کیسا ہے تو وہ بغیر کسی مزید تامل کے فطرتی تعلیم سے بول اُٹھیگا کہ جو جان گناہ کرتی ہے وہی سزا کے قابل ہے دوسرا آدمی ناحق کیوں پکڑا جائے ان حالات میں کفارہ موثر اور کفارہ کانی کی ساری بحثیں کرکری ہوجاتی ہیں اور اگر صرف عقیدت ہی شرط ہے تو بہت سے لوگ درختوں اور پتھروں کو بھی اپنے خیال میں منجی اور شفیع سمجھتے ہیں اُن کا ایسا عقیدہ بھی ایسا ہی پختہ ہوتا ہے جیسے کہ ایک کفارہ پرست کا۔ اگر وہ کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے تو ایک کفارہ پرست کے پاس بھی کوئی دلیل مسکت نہیں ہے۔
ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے یہ کہکر قربانی سے معاف کیا کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے گویا محض یہ بات معلوم کرنے کے واسطے قربانی کا حکم دیا گیا تھا اُسی ڈر کی یادگار میں مسلمان بھی قربانی کرتے ہیں نہ کہ کفارہ کے عقیدہ سے۔ فتدبر۔

(۲۶) باب ۲۵ - ورس ۳۱ تا ۴۶ - **مضمون**:- جب ابن آدم اپنے جلال سے آویگا اور سب پاک فرشتے اُسکے ساتھ تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قوم اُسکے آگے حاضر کی جاسے گی اور جس طرح گڈریہ بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے وہ ایک کو دوسرے سے جدا کریگا اور بھیڑوں کو دہنے ہاتھ اور بکریوں کو بائیں کھڑا کریگا تب بادشاہ اُنہیں جو اُسکے دہنے ہیں کہے گا اے میرے باپ کے مبارک لوگو اس بادشاہت کو جو دنیا کی بنیاد ڈالنے سے تمہارے لیئے تیار کی گئی میراث میں لو کیونکہ میں بھوکھا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اُتارا ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا بیمار تھا تم نے مجھے عیادت کی قید میں تھا تم میرے پاس آئے اُس وقت راستباز اُسے جواب میں کہیں گے اے خداوند کب ہم نے تجھے بھوکا دیکھا اور کھانا کھلایا یا پیاسا اور پانی پلایا کب ہم نے تجھے پردیسی دیکھا اور اپنے گھر میں اُتارا یا ننگا اور کپڑا پہنایا ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھکر تجھ پاس آئے تب بادشاہ اُن سے جواب میں کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ کیا تو میرے ساتھ کیا تب وہ بائیں طرف والوں سے بھی کہیگا اے ملعونو میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ میں جاؤ جو شیطان اور اسکے فرشتوں کے لیئے تیار کی گئی ہے کیونکہ میں بھوکا تھا پر تم نے مجھے کھانے کو نہ دیا پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں نہ اُتارا ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا بیمار اور قید میں تھا تم نے میری خبر نہ لی تب وے بھی جواب میں اُسے کہیں گے اے خداوند کب ہم نے تجھے بھوکا پیاسا یا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قیدی دیکھا اور تیری خدمت نہ کی۔ تب وہ اُنہیں جواب میں کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے ایک کے ساتھ نہ کیا تو میرے ساتھ بھی نہ کیا اور وے ہمیشہ کے عذاب میں جاوینگے۔ پر راستباز ہمیشہ کی زندگی میں۔

تنقید:- آنکھیں ہیں تو دیکھو۔ کان ہیں تو سنو۔ سمجھ ہے تو سمجھو۔ عقل ہے تو پاؤ۔ فراست ہے تو معلوم کرو۔ کس ذات اقدس کے ذمہ کفارہ تھوپا جاتا ہے وہ کس کس طرز اور کس کس

حکمت سے کفارہ کی تردید کرتا ہے ان آیات میں جو تمثیلیں دی گئی ہیں جس طرح پر سمجھایا گیا ہے اُن میں ایک موقعہ پر بھی کفارہ کی صورت اور کفارہ کا عقیدہ نہیں پایا جاتا ہے اعمال اور افعال ہی کو مقدم رکھا گیا ہے اور صاف الفاظ میں جتایا گیا ہے جو نیک نہیں ہوں گے وہ ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے اور راستباز نجات یا ہمیشہ کی زندگی پائیں گے راستباز کون ہیں جو نیک اعمال رکھتے ہیں اس سے زیادہ تر وضاحت سے کفارہ کی تردید اور کیا ہو سکتی ہے اگر ان آیات کے ہوتے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی شان اکرم پر کوئی اور گمان کیا جائے تو وہ خود لوگوں کی غلطی ہے دکھ اُنکی۔ لوگوں کو یہ کہا گیا ہے کہ جو تم میں سے نیکی نہیں کرے گا پچھلے نتیجوں کا وارث نہیں ہوگا وہ خود اپنے واسطے جہنم کی راہ پیدا کرے گا اور جو شخص ایسا نہیں ہوگا وہ جنت کی راہوں پر چلے گا بار بار ان آیات کو دوہراؤ اور پڑھو انہی سے کفارہ پاش پاش ہو جائے گا اور راستی آفتاب کی طرح روشن ہو کر جلوہ نما ہوگی ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کچھ ضرورت نہیں کہ ہم دیگر وسائل سے اسے کفارہ کی تکذیب پر زور دیں خود انجیل متی بھی مختلف طریق پر یہ طلسم توڑ رہی ہے انجیل متی ہی نہیں خود حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس طلسم کے توڑنے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں بے شک نبی اور مرسل کی صداقت اور عظمت کا کفیل اور محافظ خود خدا ہوتا ہے دیکھو کس طرح اور کس خوبصورتی سے حضرت مسیح علیہ السلام کی ان درسوں سے پوزیشن صاف ہو رہی ہے

(باقی دارد)

احمد کی پیشگوئیاں

دنیا کے فتح کرنے کا طریق

ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان اسلامی ریاستوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلتے ہوئے دیکھکر بہت غمگین معلوم ہوتے ہیں۔ بے شک مسلمانوں نے اپنی پہلی بڑائی کو کھو دیا ہے۔ اور زمین کی سلطنتیں انکے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ جا رہی ہیں۔ تاہم انکے پاس ایک ہتھیار ہے۔ جسکے ساتھ وہ تمام دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اسکو استعمال کریں۔ اور وہ ہتھیار اسلام کی صداقت ہے۔ اگر وہ اُس کوشش کا ہزارواں حصہ بھی عمل میں لاویں۔ جس کوشش کو عیسائی عمل میں لا رہے ہیں تو تمام دنیا انکی ہے۔ مسلمانوں کو دنیاوی طاقت کے نقصان پر افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ جبکہ اُنکے ہاتھوں میں قرآن شریف جیسا ہتھیار ہے۔ اُنہیں چاہیئے۔ کہ اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لیئے یورپ۔ امریکہ۔ آسٹریلیا۔ افریقہ۔ جاپان اور چین میں اپنے مبلغ بھیجیں۔ اور اُن غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیئے جو کہ عیسائی مشنریوں نے اسلام کے متعلق پھیلا رکھی ہیں کوشش کریں۔ ہندوؤں اور نیچ ذات کے ہندوستانیوں میں بھی مسلمان مبلغوں کو کام کرنا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسلام کی صداقت کو بذریعہ رسالجات اور اخبارات اور ٹریکٹوں کے زمین کے صفحہ پر پھیلا دیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں؟ کہ کوئی ایسا مذہب ہے۔ جو اسلام کی آسان۔ پاک اور اعلیٰ تعلیم کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ کیا عیسائیت تثلیث کفارہ اور ایک عورت کے لڑکے کو خدا بنانے کے اصول کے ساتھ اسلام کا مقابلہ کر سکتی ہے ہرگز نہیں۔ مادی رنگ میں تم عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خواہ خشکی پر ہو یا تری پر۔ مگر تم اُنکے مذہب کو فتح کر سکتے ہو۔ وہ اب صرف زمین اور سمندر کے ہی مالک نہیں ہیں۔ بلکہ ہوا کے بھی مالک ہیں۔ اُس پیشگوئی کے مطابق جسکو کہ ہم پاک کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہیں

اب تمہارے لیئے صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے۔ اور وہ یہ کہ تم اسلام کے پھیلانے میں اپنے آپ کو لگا دو۔ دنیا کے تمام حصوں میں اپنے مبلغ بھیجو۔ اور لوگوں کو بتلادو کہ اسلام ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ اسکو عیسائی مشنری ظاہر کرتے ہیں۔ تمام مذاہب اب مردہ اور خراب ہو گئے ہیں۔ اور اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ جو کہ دنیا کے تمام مذاہب کو فتح کر سکتا ہے۔

اسلام کے صرف اصول ہی اُن لغویات اور گند سے پاک نہیں۔ جو کہ دنیا کے اور مذہبی سلسلوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ بلکہ اسلام اپنے سچے پیرؤں پر بھی روحانی برکات کے دروازے کھول سکتا ہے۔ یہ خدا کا منشا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام توپ کے ذریعے عیسائی قوموں کو فتح کرنے سے نہ پھیلایا جائے۔ بلکہ آسمانی نشانات کے ذریعے انکے دل فتح کرنے سے۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلا تھا۔ اور خدائے تعالیٰ اُنکے دعوے کو یہ دکھا کر جھوٹا کرنا چاہتا ہے۔ کہ اسلام ایسے وقت میں۔ جبکہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اُس زمانہ کی نسبت زیادہ فتوحات حاصل کر سکتا ہے۔ جبکہ ظاہری طور پر اُسکی قوت اور طاقت بہت ترقی پر تھی۔ خدا کا منشا اِس بات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اُس نے ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں نے اپنی تمام ظاہری طاقت کھودی ہے۔ بجائے اِسکے کہ وہ مسلمانوں کی پہلی طاقت قائم کرنے کے لیئے ایک جنگجو آدمی اُن میں کھڑا کرتا۔ اُس نے صرف احمدؑ قادیانی کو اِس مطلب کے لیئے اپنا رسول چنا۔ جو کہ ایک بڑا نرم مزاج اور رحم دل انسان تھا جسکو پیشین گوئی میں اسرائیلی مسیح سے تشبیہ دی گئی تھی۔ اگرچہ وہ مسیح کی طرح موزون طور پر جمالی رنگ میں ظاہر ہوا ہے۔ تاہم وہ ہتھیار جو اُسکو خدا نے عطا کیئے۔ بڑے مضبوط ہیں۔

احمدؑ کی پیشگوئیاں اپنی وفات کے بارہ میں

اُس نے بہت سی عجیب پیشگوئیاں کیں۔ جن میں سے بہت سی اب تک پوری ہو چکی ہیں اور بہت سی انشاءاللہ پوری ہونگی۔ کوئی سال ایسا نہیں گذرتا جبکہ اُسکی کوئی نہ کوئی پیشگوئی پوری نہ ہوتی ہو اُسکی تمام پیشگوئیوں کا جو کہ پوری ہو چکی ہیں۔ یہاں ذکر کرنا ناممکن ہے۔ تاہم ناظرین کی

واقفیت کے لیئے چند ایک پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ کس طرح کی گئیں۔ اور کس طرح پوری ہوئیں۔ اور مَیں اختصار کے طور پر صرف بعض اُن پیشگوئیوں کا ذکر کرونگا جو کہ آپ کی وفات کے موقعہ پر پوری ہوئیں۔ آپ کا وصال ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ یہ افسوسناک حادثہ قادیان میں واقع نہیں ہوا۔ بلکہ آپ اُسوقت اپنے اصلی شہر سے باہر تھے۔ اور لاہور میں جو کہ پنجاب کا دارالخلافہ ہے بطور مسافر کے تشریف رکھتے تھے۔ ۲۷۔ مئی کو آپ کی نعش مبارک کفن میں لپیٹی ہوئی قادیان میں لائی گئی۔ وہ دن واقعی بڑا افسوسناک تھا۔ اور اُس دن آپ کے تمام خدام پر اداسی چھا گئی۔ تاہم وہ دن خدا کے جلال کا دن بھی تھا۔ کیونکہ اُس دن ہم نے خدا کے رسول کی بہت سی پیشگوئیوں کی صداقت کا مشاہدہ کیا جو اُس نے اپنی زندگی میں ہمارے درمیان شائع کی تھیں۔ اگرچہ آپ کی وفات نے ہمیں غمناک بنا دیا۔ مگر یہی وفات آپ کی صداقت کا ایک تازہ اور روشن ثبوت بھی تھی۔ جب ہم آپ کی نعش مبارک کو دیکھتے تھے تو ہماری آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔ مگر ہمارے دل اُن پیشین گوئیوں کی طرف کھنچے جاتے تھے جن کو کہ اُس رسول نے اپنی زندگی میں مشتہر کر دیا تھا۔ اور جو اُس کی وفات کے وقت پوری ہوئیں۔ اور یہ وفات پہلے بتلائے ہوئے حالات کے مطابق تھی۔ آپکی زندگی میں آپکے کلمات طیبات ہمارے ایمان کو تازہ کرتے تھے۔ مگر تعجب ہے کہ آپ کی نعش مبارک باوجود خاموش ہونیکے ہمیں ایک ایسا وعظ سُنا رہی تھی۔ جس سے کہ ہمارا ایمان پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ علاوہ اور بہت سی باتوں کے آپکی پیشگوئیوں نے جن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔ ہمیں پورا یقین دلا دیا۔ کہ وہ خدا کا نبی تھا۔ اور یہ کہ خدا اُس سے کلام کرتا تھا۔ جیسا کہ وہ پہلے نبیوں سے کرتا آیا ہے۔ اور وہ اس لیئے بھیجا گیا۔ کہ وہ دنیا کو خدائی ہستی اور اُسکے صفات کا ایک زندہ ثبوت دے۔ جسکو کہ لوگ بھول گئے تھے۔ وہ یقین اُس دن دوبالا ہو گیا۔ جبکہ ہم ۲۷۔ مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان میں آپ کی نعش مبارک کو اپنے سامنے پڑی ہوئی دیکھ رہے تھے۔ آپ کی وفات نے ہمیں پہلے سے بھی زیادہ یقین دلا دیا۔ کہ وہ شخص جس کی نعش مبارک کفن میں لپیٹی ہوئی پڑی ہے۔ وہ واقعی خدا کا

سچا نبی تھا۔ یقیناً وہ نبی ایک بڑا عظیم الشان تھا۔ جسکی وفات اور نعش نے اُسکی صداقت پر مُہر لگادی۔ ناظرین باتمکین کی تسلّی کے لیئے کہ احمدؑ کی وفات اُسکی سچائی کا کس طرح ثبوت ہو سکتی ہے۔ میں اُن کی توجہ کو چند ایک پیشگوئیوں کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں۔ جو کہ خدا نے اُسپر ظاہر کیں۔ اور جن کو کہ اُس نے حسب معمول اپنے دوستوں اور دشمنوں میں بذریعہ مقامی اخبارات یعنی ریویو آف ریلیجنز۔ بدر۔ الحکم اور بذریعہ رسائل و اشتہارات کے شائع کردیا تھا۔ پہلی پیشگوئیاں جو آپ کی وفات کی وجہ سے ہماری نظروں کے سامنے آگئیں۔ وہ تھیں جن کو کہ آپنے الوصیت میں اپنی وفات سے اڑھائی برس پہلے شائع کردیا تھا۔ الوصیت کو آپنے دسمبر ۱۹۰۵ء میں ایک رسالہ کی شکل میں شائع کیا تھا یہ وصیت لوکل اخبارات یعنی بدر۔ الحکم۔ اور ریویو آف ریلیجنز۔ انگریزی و اُردو میں چھپ گئی تھی۔ آپنے الوصیت کو اپنی موت کے قرب کی خبر دیتے ہوئے یوں شروع کیا " چونکہ خدائے عزّ وجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اُس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلادیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کردیا اس لیئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور اُن تمام لوگوں کے لیئے جو میرے کلام سے فائدہ اُٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔ سو پہلے مَیں اُس مقدّس وحی سے اطلاع دیتا ہوں جس نے مجھے میری موت کی خبر دیکر میرے لیئے یہ تحریک پیدا کی اور وہ یہ ہے۔ جو عربی زبان میں ہوئی اور بعد میں اُردو کی وحی بھی لکھی جائے گی۔ قرب اجلك المقدر ولا نبقی لك من المخزيات ذکرا۔ قَلَّ میعاد ربّك ولا نُبقی لك من المخزیات شیئًا وَ اما نرینك بعض الذی نعدهم او نتوفینك۔ تموت وانا راض منك جاء وقتك ونبقی لك الاٰیات باهرات جاء وقتك ونبقی لك الاٰیات بینات قرب ما توعدون۔ واما بنعمت ربك فحدث۔ انّه من یتّق اللّٰه ویصبر فان اللّٰه لا یضیع اجر المحسنین ٭ ترجمہ۔ تیری اجل قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑینگے جن کا ذکر تیری

رسوائی کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دُور اور دفع کر دینگے اور کچھ بھی انہیں سے باقی نہیں رکھیں گے جن کے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہماری پیشگوئیاں ہیں ان میں سے تجھے کچھ دکھا دیں یا تجھے وفات دیدیں تو اُس حالت میں فوت ہو گا جو میں تجھ سے راضی ہونگا۔ اور ہم کُھلے کُھلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔ اپنے ربّ کی نعمت کا جو تیرے پر ہوئی لوگوں کے پاس بیان کر۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

مسیح موعودؑ کے رسالہ الوصیت کی متذکرہ بالا عبارت سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں کہ ان الہامات میں جو وفات سے اڑھائی برس پہلے ہوئے۔ قرب وفات کی صریح الفاظ میں خبر دی گئی تھی پس جبکہ ہماری آنکھیں ہمارے آقا کی نعش مبارک پر پڑتی تھیں تو ہمارا دل بے اختیار الوصیت اور اُن الہامات کی طرف جو اُس میں درج ہیں کھینچا جاتا تھا۔ ہمیں بار بار آپکے الہامات کے الفاظ یاد آتے تھے۔ اور وہ الفاظ یہ تھے کہ تیری اجل قریب آگئی ہے۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے۔ تیرا وقت آگیا ہے۔ جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔ مسیح موعودؑ کے وہ الفاظ جن سے آپ نے الوصیت کو شروع کیا یعنی "خدائے عزّ و جل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔" ہمارے کانوں میں ہر وقت گونجتے تھے۔ جبکہ ہماری آنکھیں آپ کی نعش مبارک پر جو کہ ہمارے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ پڑتی تھیں۔ آپکے الفاظ کیسے درست اور آپکے الہامات کیسے سچے ثابت ہوئے۔ جو کہ آپنے الوصیت میں شائع کیئے تھے۔ پھر اُن الہامات سے جو الوصیت میں درج تھے۔ ہمارے دل آپکے دوسرے الہامات اور کشوف کی طرف متوجہ ہوئے جو الوصیت کے الہامات کی طرح آپکے قرب وفات کی خبر دیتے تھے اور یہ کشوف اور الہامات

صرف اس افسوسناک واقعہ ہی کی خبر نہیں دیتے تھے۔ بلکہ وفات کے متعلق ایسے حالات اور واقعات کی بھی خبر دیتے تھے جن کا ہمیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو بابت دسمبر ۱۹۰۶ء میں احمد کا ایک خواب اس طرح پر درج ہے "چند روز ہوئے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو رؤیا میں دیکھا۔ پہلے کچھ باتیں ہوئیں۔ پھر خیال آیا کہ یہ فوت شدہ ہیں۔ آؤ ان سے دعا کرائیں۔ تب میں نے انکو کہا کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ میری اتنی عمر ہو کہ سلسلہ کی تکمیل کے واسطے کافی وقت مل جائے .... تب انہوں نے دعا کے واسطے سینے تک ہاتھ اُٹھائے مگر اوپر نہ کیئے اور کہا اکیس۔ میں نے کہا کھول کر بیان کرو مگر انہوں نے کچھ کھول کر بیان نہ کیا اور بار بار اکیس اکیس کہتے رہے اور پھر چلے گئے۔" اور آپ نے ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں لوگوں سے بیعت لینے کا اشتہار جاری کیا۔ (اگرچہ آپ نے اپنا کام کچھ پہلے سے شروع کر دیا ہوا تھا) اور آپ کی وفات ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں واقع ہوئی۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ "اکیس" کے لفظ سے یہ مراد تھی۔ کہ آپ کا زمانہ سلسلہ بیعت ۲۱ سال ہوگا۔

احمد کا ایک اور کشف اس واقعہ پر عمدہ روشنی ڈالتا ہے۔ اور وہ ریویو آف ریلیجنز اُردو بابت نومبر اور دسمبر ۱۹۰۵ء میں مفصلہ ذیل الفاظ میں درج ہے "ایک کوری ٹنڈ میں کچھ پانی مجھے دیا گیا ہے۔ پانی صرف دو تین گھونٹ باقی اس میں رہ گیا ہے لیکن بہت مصفّٰی اور مقطر پانی ہے۔ اسکے ساتھ الہام تھا آب زندگی۔ اسکے بعد الہام ہوا قل میعاد ربك۔ پھر الہام ہوا خدا کی طرف سے سب پر اداسی چھا گئی"۔ یہ کشف اور اسکے ساتھ کے الہامات بالکل صاف ہیں۔ وہ برتن جسمیں کہ زندگی کا پانی تھا۔ قریباً خالی ہو چکا تھا۔ صرف دو یا تین گھونٹ باقی رہ گئے تھے۔ اور اسکے ساتھ کے الہامات صاف ظاہر کرتے تھے۔ کہ زندگی کے بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اور وہ افسوسناک واقعہ جو تمام کو اداس کر دیگا۔ دور نہیں ہے۔ اب دیکھو۔ کہ وہ کشف کیسا سچا نکلا۔ یہ کشف ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہوا۔ جیسا کہ

ریویو آف ریلیجنز اُردو بابت نومبر ۱۹۰۸ء سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کشف میں آپ نے ایک برتن دیکھا جس کے اندر صرف دو یا تین گھونٹ رہ گئے تھے۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی وفات کا افسوسناک واقعہ ہؤا۔ اور وفات کشف سے دو برس سات مہینے اور آٹھ دن بعد ہوئی۔ اور دو یا تین گھونٹ پانی کے جو کہ اُس کوری ہنڈیا میں دیکھے گئے تھے۔ اسی میعاد کو ظاہر کرتے تھے۔ پس ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ احمد کی زندگی اس کشف کے عین مطابق ختم ہوئی۔ اور آپ کو بتلایا گیا۔ کہ صاف پانی سے بھری ہوئی ہنڈیا اب ختم ہو چکی تھی۔ سوائے دو تین گھونٹ کے جو کہ نیچے رہ گئے تھے۔ جو کشف میں دکھلایا گیا۔ بالکل سچا نکلا۔ کیونکہ کشف دیکھنے کے بعد وہ صرف دو سال سات مہینے اور آٹھ دن زندہ رہے ہے ۔

ایک اور الہام جو اُس اُداسی کے دن ہمیں یاد آیا۔ یہ تھا۔ داغ ہجرت ہجرت کے معنے ہیں۔ گھر کا چھوڑنا۔ خدا کے تمام بڑے بڑے نبیوں کو گھر چھوڑنا پڑا۔ آدم کو مع اپنی بیوی حوا کے باغ عدن چھوڑنا پڑا۔ خدا نے ابراہیمؑ کو کہا۔ اپنے ملک سے اور اپنے رشتہ داروں سے اور اپنے باپ کے گھر سے اُس زمین میں جاؤ۔ جو میں تم کو بتلاتا ہوں۔ اسی طرح موسیٰؑ کو فرعون سے بھاگنا پڑا۔ اور مدین کو چلے گئے۔ عیسیٰؑ نے جب پھانسی کی موت سے نجات پائی۔ اور یہ معلوم کیا۔ کہ آپ کے لئے اپنے ملک میں اب امن نہیں ہے۔ تو آپ نے اپنے وطن کو خیرباد کہدی۔ اور مشرق کی طرف روانہ ہوئے جہاں کہ بنی اسرائیل کی گم شدہ قومیں آباد تھیں۔ اور آخر کار ایک بڑی عمر پا کر کشمیر میں فوت ہوئے۔ اور مقبرہ جو کہ شہر سری نگر کے محلہ خانیار میں ہے۔ اُس جگہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جہاں کہ آپکی نعش مبارک مدفون ہے۔ عرب کے مقدس نبی (صلعم) کو بھی اپنا پیدائشی شہر چھوڑنا پڑا۔ اور مع اپنے ساتھیوں کے عرب کے ایک دور شہر میں پناہ لینی پڑی۔ احمدؑ اُس سنت اللہ سے جو عظیم الشان نبیوں کے متعلق ہے۔ مستثنیٰ نہیں تھے۔ اُس الہام سے جو آپ کو ۱۸۔ ستمبر ۱۸۹۷ء کو ہؤا اور جسکے الفاظ یہ ہیں۔ "داغ ہجرت" صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ آپ کو بھی کسی رنگ میں اپنا گھر چھوڑنا پڑے گا

لیکن یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ الہام کس طرح پورا ہوگا۔ اگر احمد کسی مسلمان حاکم کے ماتحت ہوتے۔ تو اس پیشگوئی کا سمجھنا مشکل نہ ہوتا۔ اس سلوک سے جو احمدا کے پیروؤں کے ساتھ مسلمان ریاستوں میں ہوا ہے۔ بالکل ظاہر ہے۔ کہ اگر احمد مسلمان سلطنت میں پیدا ہوتے۔ تو آپکے لیئے آرام کے ساتھ اپنا کام کرنا مشکل ہو جاتا۔ اور آپ کو مجبوراً اپنے عربی آقا کی طرح کسی اور جگہ پناہ لینی پڑتی۔ لیکن چونکہ آپ برٹش انڈیا میں رہتے تھے اور سلطنت انگلشیہ کی مذہبی آزادی کی وجہ سے اپنا پیغام پہنچانے کے لیئے پوری آزادی حاصل تھی نہ صرف آپ کو بلکہ آپکے پیروؤں کو بھی پوری آزادی حاصل تھی۔ اور آپکے مخالف خواہ وہ مسلمان ہوں۔ ہندو ہوں۔ سکھ ہوں یا عیسائی ہوں۔ آپکے پیروؤں کو کچھ تکلیف نہیں دیتے تھے۔ اسلیئے ہمیں یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ یہ الہام کس طرح پورا ہوگا۔ اور اس بات کی صرف اُسوقت سمجھ آئی۔ جبکہ ہمیں لاہور سے آپ کی وفات کی خبر پہنچی۔ کیونکہ آپ لاہور میں ہجرت کی نیت سے نہیں گئے تھے بلکہ یہ آپ کا ایک ایسا ہی سفر تھا جیسے آپنے کئی ایک سفر اور شہروں کی طرف بھی کیئے اور وہاں بڑی بڑی مدت تک قیام فرمایا۔ مثلاً گورداسپور میں آپ مع اصحاب و اہل بیت ایک لمبا عرصہ مقیم رہے بلکہ لاہور کے قیام کے دنوں میں تو قادیان میں لنگر بند نہیں ہوا تھا مگر گورداسپور کے قیام کے زمانہ میں تو آپنے لنگر قطعی طور پر اُٹھا دیا تھا۔ لیکن لاہور کو ایک افسوسناک امتیاز حاصل ہوا ہے۔ جسے دوسرے شہروں کو خدائے تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور وہ قابل افسوس امتیاز یہ ہے کہ دوسرے شہروں نے تو خدا کے مسیحؑ کو صحیح وسلامت واپس کر دیا۔ مگر لاہور نے بجائے حضرت مسیح موعودؑ کو صحیح وسلامت واپس کرنیکے ایک جنازہ واپس کیا۔ اور اگر اس شہر میں خدا کے مسیحؑ کا مبارک جسم مدفون ہوتا تب بھی یہ بہت اُس داغ کی کچھ تلافی کر دیتی مگر لاہور پر افسوس کہ خدا نے اُسکو اس عزت اور برکت سے محروم رکھا۔ اے پنجاب کے شہرو! جن میں خدا کے مسیحؑ نے کچھ دن قیام فرمایا۔ تم خوشی کرو کہ تم اپنی مقدس امانت صحیح وسلامت خوشی خوشی واپس کر دی اور تم اُس داغ سے محفوظ رہے جو لاہور کے حصہ میں آیا۔ لاہور میں زندہ مسیحؑ داخل ہوا مگر اس نے ایک جنازہ واپس

کیا۔ اور خدا کے مسیح کا مبارک مدفن ہونے کے فخر سے محروم رہا۔ اے لاہور کیا یہ تیرے لئے کم افسوس کی بات ہے کہ خدا کا مسیح تیرے اندر جان دے مگر خدا یہ پسند نہ کرے کہ اُسکی مبارک نعش تیری سرزمین میں دفن ہو۔ اے لاہور۔ مَیں سُنتا ہوں کہ آج چھ سال کے بعد تُو اس بات پر فخر کرتا ہے کہ خدا کا مسیح تیرے اندر اپنی جماعت کو یتیم چھوڑ کر اِس جہان سے رخصت ہُوا۔ مجھے اس تیرے فخر پر تعجب آتا ہے۔ یہ تو ایک افسوسناک واقعہ تھا جو تیرے حصہ میں آیا۔ پس افسوس کر تو اس افسوسناک واقعہ کو فخر یہ طور پر پیش کرتا ہے اگر تو واقعی خدا کی نظر میں مقبول تھا اور تیری سرزمین خدا کے نزدیک کچھ عزت رکھتی تھی تو پھر خدا نے کیوں یہ پسند نہ کیا کہ خدا کا برگزیدہ رسول تیری سرزمین میں مدفون ہو۔ خدائے تعالیٰ نے تو اتنا بھی گوارا نہ فرمایا کہ صرف چندروز کے لیئے بطور امانت اُسکے پیارے مسیح کا مقدس وجود تیری سرزمین میں مدفون ہو۔ اے لاہور۔ مجھے تیرے اس فخر پر بار بار تعجب آتا ہے۔ تیرے لیئے تو یہ ماتم کا مقام تھا کہ تُو خدا کے مسیح کا مدفن ہونے سے محروم کیا گیا۔ مگر تُو ہے کہ اُسپر فخر کرتا ہے۔ اگر تیرے اندر کچھ احساس ہوتا تو تُو اِس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالتا کہ تو خدا کی نظر میں مقبول نہیں۔ ورنہ خدا تجھے اس برکت سے محروم نہ کرتا۔ تجھے تو چاہیئے تھا کہ جسوقت خدا کے رسول کا جنازہ تیری زمین پر سے اُٹھایا گیا تھا تو تُو اسوقت اپنی بدقسمتی پر ماتم کرتا اور دیکھتا کہ تُو خدا کی نظر میں مقبول نہیں بلکہ خدا تیری سرزمین پر ناراض ہے اسلیئے اُس نے پسند نہیں کیا کہ خدا کا نبی تیری سرزمین میں مدفون ہو۔ بلکہ خدائے تعالیٰ نے تجھے اس فخر سے محروم کرکے ایک اور شہر کو اس عزت کے لیئے منتخب کیا۔ ایک عزت کا موقعہ تیرے سامنے آیا تھا مگر وہ عزت تجھے نہ دی گئی بلکہ ایک اور مقام کو دی گئی جس سے معلوم ہُوا کہ تُو خدا کی نظر میں اس عزت کے لائق نہ تھا بلکہ اس عزت کے لائق وہی سرزمین تھی جس کے اندر وہ مبارک وجود مدفون ہُوا۔ ایک انعام کے دینے کا وقت آیا تھا۔ اور تُو اس انعام کے بالکل پاس موجود تھا مگر خدا نے تجھ سے وہ انعام چھین کر ایک اور مقام کو دیدیا پس معلوم ہُوا کہ تُو اس انعام کے لائق نہ تھا ورنہ تیرے ہاتھوں میں سے وہ انعام چھین کر دوسرے مقام کو نہ دیا جاتا۔ مگر تعجب ہے کہ اب تُو اُسی مقام

کے مقابل میں کھڑا ہو گیا ہے اور اپنی محرومی اور اُس مقام کی عزت افزائی کی طرف نہیں دیکھتا۔ جو امر تیرے لیئے شرم کا مقام تھا تو اُسی پر فخر کرتا ہے۔ اگر کوئی مقام دنیا میں ایسا ہے جس سے تُو مشابہت کا دعویٰ کرسکتا ہے تو وہ کھوپری کا مقام ہے جہاں ایک قوم نے اپنے زعم میں مسیح علیہ السلام کو جان سے مار دیا تھا۔ مگر تیری طرح اُس کو یہ فخر حاصل نہ ہوا کہ اُس مسیح کی قبر اس مکان پر بنائی جائے بلکہ حضرت مسیحؑ کے دوست آپ کے مبارک جسم کو وہاں سے اٹھا کرلے گئے اور ایک باغ میں آپ کے لیئے ایک قبر تجویز کی گئی جس میں آپ کا مبارک وجود داخل کیا گیا پس اگر وہ کھوپری کا مقام اُس باغ پر فخر کرسکتا ہے تو تجھے بھی بے شک یہ حق حاصل ہے کہ تُو قادیان کی ارض مقدس کے مقابل میں کوئی فخر کرسکے۔

اے لاہور۔ جیسا تُو خدا کے نبی کا مدفن بننے سے باوجود موقعہ ملنے کے محروم رکھا گیا جو تیرے لیئے ایک ماتم کا مقام ہے ایسا ہی اُسوقت ایک اور موقعہ بھی عزت حاصل کرنیکا تجھے ملا تھا مگر خدا نے تجھے اُس دوسری عزت سے بھی محروم رکھا اور وہ عزت خلافت قائم ہونے کی عزت تھی۔ جسکے ذریعہ مسیحؑ کا وجود دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں ظاہر ہوا اور تُو نے خود تسلیم کیا کہ خلیفہ اوّل کی خلافت کا زمانہ حضرت مسیحؑ کی ہی زندگی کا ایک زمانہ تھا۔ مگر یہ فخر تجھے نہ دیا گیا کہ مسیحؑ کے دوبارہ زندہ ہونیکا نشان بھی تیری زمین پر ظاہر ہو بلکہ اس فخر کے لیئے بھی خدا نے قادیان کی ارض محترم کو ہی پسند کیا اور باوجود موقعہ کے تجھے اس عزت سے محروم رکھا۔ تیری سرزمین پر خلیفہ اوّل کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ وہ خلافت کے منصب پر کھڑے ہوں مگر خدا کے منشاء کے ماتحت اُس نے تیرے شہر کو اس عزت کے شایاں نہ سمجھا اور اس نشان کے ظہور کے لیئے اُس نے قادیان کی سرزمین کو پسند کیا۔ پس تیرے حصہ میں تو سوائے اس داغ کے اور کچھ نہ آیا کہ ایک افسوسناک واقعہ تیری سرزمین پر واقعہ ہوا۔ اور تُو سارے انعامات سے محروم کیا گیا۔ پس تُو اپنی محرومی پر جسقدر افسوس کرے تھوڑا ہے۔ کیونکہ تیرے حصہ میں سوائے ماتم کے اور کچھ نہ آیا۔

پھر تو اس الہام پر بھی غور کر۔ وہ الہام ہے "داغ ہجرت"۔ اسکو داغ ہجرت اس سبب سے کہا گیا کہ یہ وفات کا واقعہ مسافری کے ایام میں واقعہ ہوا۔ پس خدا نے ان دنوں کو جو لاہور میں مسیحؑ کے ٹھہرنے کے دن تھے ایک مسافر کے دنوں سے مشابہت دی ہے۔ اور آپ کی وفات کو ایک ایسے شخص کی وفات سے مشابہت دی ہے جو سفر کے دنوں میں اپنے گھر سے باہر کسی جگہ ایک مسافر کی حالت میں فوت ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خدا نے لاہور کو مسیحؑ کا شہر یا مسیحؑ کا گھر قرار نہیں دیا بلکہ جب مسیحؑ تیرے اندر ٹھہرا ہوا تھا تو وہ خدا کے نزدیک ایک مسافر کی حیثیت میں تھا اسلیئے اُن جدائی کے ایام میں آپ کا وفات پانا لفظ ہجرت کے ساتھ داغ کے لفظ کے بڑھایا جانیکا موجب ہوا۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکّہ میں وفات نہیں پائی تھی بلکہ ایک دوسرے شہر میں۔ لیکن آپ کی ہجرت کے ساتھ داغ کا لفظ نہ بڑھایا گیا کیونکہ اس دوسرے شہر کو اُس نبیؐ نے اپنا گھر ٹھہرا لیا تھا۔ اور وہ واقعہ میں مدینۃ النبیؐ تھا اور آپ وہاں مسافر کی حیثیت میں نہیں رہتے تھے۔ مگر تیرے اندر خدا کا نبیؑ ایک مسافر کے رنگ میں ٹھہرا اور تیری موجودگی میں اُس نے ایک صاحب کے سامنے بیان کیا جو آجکل لاہور میں تشریف رکھتے ہیں کہ اب میرا ارادہ یہاں سے کسی اور شہر میں جانے کا ہے۔ مگر چونکہ یہ داغ لاہور کے لیئے مقدر تھا اسلیئے آپ نے لاہور میں ہی ایک مسافر کی حالت میں وفات پا کر داغ ہجرت کے الہام کو پورا کیا۔ پس اے لاہور۔ تجھ پر یہ وفات ایک داغ ہے۔ مگر تو اسی پر فخر کرتا ہے۔ اگر خدا کا نبیؑ واقعہ میں تجھے اپنا شہر تصور کرتا تو داغ کا لفظ الہام میں نہ بڑھایا جاتا۔ پس یہ لفظ تیرے سبب سے بڑھا۔ پس یہ واقعہ تو تیرے لیئے ایک داغ ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ تو مدینۃ المسیحؑ ہونیکے دعوے میں جھوٹا ہے۔ اگر تو واقعہ میں خدا کے نزدیک مدینۃ المسیحؑ ہوتا تو پھر داغ کا لفظ الہام میں نہ ہوتا کیونکہ جو نبیؐ مدینہ میں فوت ہوا تھا اُسکے متعلق کوئی ایسا الہام نہ تھا جیسا کہ "داغ ہجرت"۔ پس یہ داغ تجھ پر ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نبیؑ نے تجھے اپنا شہر قرار نہیں دیا تھا۔ الغرض احمدؑ مع اپنے اہل بیت اور دیگر مہاجرین کے لاہور کو گئے تھے۔ وہ وہاں ایک مہینہ رہے۔ اور پھر اُسجگہ آپ نے

وفات پائی سو اس سے ظاہر ہے۔ کہ آپ کی وفات ایک اجنبی شہر میں ہوئی۔ اور عین الہام "داغ ہجرت" کے مطابق واقع ہوئی۔ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور سے حضرت اقدس کی وفات کی تار پہنچی۔ اس افسوسناک تار سے احمدؑ کا ایک اور الہام پورا ہوا۔ جو کہ ۲۰۔ فروری ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ اور وہ الہام یہ ہے **افسوس ناک خبر آئی ہے**۔ دیکھو ریویو آف ریلیجنز اردو بابت مارچ ۱۹۰۸ء اور جہاں یہ الہام درج ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس الہام کے بعد آپکے ذہن کا انتقال ہوکے بعض احباب کیطرف ہوا جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ افسوسناک خبر لاہور سے آنیوالی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۷۔ مئی ۱۹۰۸ء کو احمدؑ کی نعش مبارک قادیان میں لائی گئی۔ اور آپکے الہامات میں اسکے متعلق بھی بالکل صاف خبر موجود ہے۔ ہم ریویو آف ریلیجنز اردو بابت جنوری ۱۹۰۸ء میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں۔ کہ احمدؑ کو ۲۔ دسمبر ۱۹۰۷ء کو مفصلہ ذیل الہامات ہوئے۔ ۲۷۔ کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللہ خیر و ابقےٰ۔ خوشیاں منائیں گے وقت رسید۔ وہ لفظ جو کہ خطوط کے اندر ہیں۔ . . . . یہ الفاظ صاف اُس واقعہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو کہ ۲۷۔ تاریخ کو واقعہ ہوا۔ اور الفاظ اللہ خیر و ابقےٰ کو اُن الفاظ کے بعد لانا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ واقعہ احمدؑ کی وفات کے متعلق تھا۔ یہ الفاظ ۲۷۔ مئی کو ہم میں سے ہر ایک کی زبان پر جاری تھے۔ جبکہ آپ کی نعش مبارک قادیان میں لائی گئی کیونکہ ہمیں اُن لفظوں سے تسلی ملتی تھی۔ اور الہام کے آخری لفظ یعنی "وقت رسید" صاف ظاہر کرتے ہیں کہ موت قریب تھی۔ چنانچہ وفات اس الہام سے پانچ مہینے بعد ہوئی اور الفاظ "خوشیاں منائیں گے"۔ اس طرح پورے ہوئے۔ کہ دشمنوں نے آپکی موت پر جو کہ لاہور میں واقع ہوئی خوشیاں منائیں۔ اور آپکے مخالفوں کو آپکی وفات پر اسقدر خوشی ہوئی۔ کہ اُنہوں نے تمام لاہور جیسے شہر میں ڈھنڈھورا پھرایا کہ مرزا فوت ہوگیا ہے آپکے نادان مخالف خیال کرتے تھے۔ کہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی آپکے سلسلہ کا خاتمہ ہو جاویگا۔ اور اسی لیئے اُنہوں نے خوشیاں منائیں۔ لیکن اُنہیں کیا معلوم۔ کہ احمدؑ کی وفات کے گیارہ دن پہلے ۱۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا تھا۔ ڈرو مت مومنو

جس کا مطلب یہ تھا کہ احمد کی موت سے یہ نہ سمجھنا کہ اُس کے سلسلے کو کوئی نقصان پہنچیگا پس احمد کے مخالفوں کی امیدیں بر نہ آئیں۔ آپ کی وفات کے دن اُس مکان کے باہر جس میں آپ کا وصال ہوا۔ مخالفوں کا ایک بڑا جمگھٹا ہو گیا کیونکہ معلوم تھا کہ قادیان لیجانے کے لیئے آپ کی نعش مبارک کو ریلوے سٹیشن پر لے جاویں گے۔ اس لیئے وہ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ کہ نعش مبارک کو جبراً چھین لیا جاوے۔ اور اُس کی ہتک کی جاوے۔ اور نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ اِس شرمناک کام میں صرف مسلمان ہی شریک تھے۔ اور اُن مسلمانوں پر یہ ایک ایسا دھبہ ہے جو کبھی نہیں مٹیگا۔ لیکن ہم سلطنت کے بڑے ہی مشکور ہیں۔ کہ اُس نے اِس نازک وقت میں ہماری مدد کی شہر کی پولیس فوراً آگئی۔ اور اُس مجمع کو جو کہ احمد کی نعش مبارک کی ہتک کے درپے تھے تتر بتر کر دیا۔ یہاں سے ایک اور الہام پورا ہوا۔ اور وہ الہام یہ ہے۔ **پس پا شد ہجوم** یعنی مجمع ہٹا دیا جائے گا۔ اور یہ الہام اُس الہام کے ساتھ ہی ہوا تھا۔ جس میں لاہور سے ایک افسوسناک خبر آنیکی پیشگوئی تھی۔ سو اس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ مجمع کا تتر بتر ہونا اور لاہور سے ایک افسوسناک خبر آنا ایک ہی واقعہ کے متعلق تھے۔ یعنی احمد کی وفات کے متعلق۔

احمد کے اُن الہامات میں جن میں آپ کی وفات کی خبر دی گئی تھی ایک الہام وہ تھا جو ۷۔ مارچ ۱۹۰۶ء کو ہوا۔ (دیکھو اُردو ریویو بابت مارچ ۱۹۰۶ء) اعجبتم ان تموتوا انکی لاش کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ یہ الہام اُسوقت لفظ بلفظ پورا ہوا۔ جبکہ احمد کی لاش کو لاہور سے کفن میں لپیٹ کر لائے۔ اور الفاظ اعجبتم ان تموتوا (کیا تمھیں اپنے مرنے سے تعجب آتا ہے) اس بات کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ اُن کی لاش سے مراد احمد ہی کا جسم مبارک ہے اور جمع کے الفاظ ادب کے لیئے استعمال کرنا اسی نتیجہ کی تائید کرتا تھا۔

اور اِس الہام سے پانچ دن پہلے ۲۔ مارچ ۱۹۰۶ء کو مفصلہ ذیل الہام ہوئے تھے۔ **سخت ہے تو بھاری مگر خدائی امتحان کو قبول کر۔ یاایھا الناس**

اعبدوا ربکم الذی خلقکم انت الذی طار الی روحہ۔ انہوں نے خود تشریح فرمائی کہ پہلے اردو الہام میں مخاطب حضرت ام المومنین ہیں۔ اور ساتھ کے الہام کی نسبت بھی آپ نے بیان فرمایا۔ کہ خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ کہ الہام کے مخاطب گھر کے آدمی ہیں۔ خصوصاً حضرت اُم المومنین۔ اور اُنہیں اس الہام میں یہ تعلیم دی گئی تھی۔ کہ وہ خدا کو ہی اپنا ناصر و محافظ سمجھیں۔ دیکھو۔ ریویو آف ریلیجز اُردو بابت مارچ ۱۹۰۸ء۔ اور الہام انت الذی طار الی روحہ۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ تو وہ ہے جس کی روح نے میری طرف پرواز کی۔ اس الہام سے ظاہر ہے۔ کہ احمدؔ کی وفات کا وقت بالکل قریب تھا۔ اور یہ تینوں الہامات مسیح موعودؑ کے قربِ وفات کی خبر دیتے تھے۔ اور حضرت اُم المومنین کو یہی سمجھایا گیا۔ کہ اُنہیں خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور کسی پر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اُن کا خاوند اب اُن سے جدا ہونے والا ہے۔ اور اُس کی روح اپنے پیدا کنندہ کی طرف جانے والی ہے۔ چنانچہ اس الہام کے بعد چودہ مہینے کے اندر ہی حضرت ام المومنین بیوہ ہوگئیں۔

الہامات جن میں احمدؔ کی وفات کی خبر تھی۔ پے در پے ہوتے گئے۔ اور جوں جوں موت کا وقت قریب آتا گیا۔ توں توں انکا سلسلہ بڑھتا گیا۔ ۷۔ مارچ ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا۔ ماتم کدہ۔ اسکے ساتھ آپ نے دیکھا۔ کہ ایک لاش آپ کے سامنے لائی گئی ہے۔ دیکھو ریویو آف ریلیجز اُردو بابت مارچ ۱۹۰۸ء۔ اسکے پچاس دن بعد احمدؔ کا گھر واقعی ماتم کا گھر ہوگیا۔ لیکن اُس شخص کی لاش جس کی وفات نے گھر کو ماتم کا گھر بنادیا۔ اُس گھر میں نہ تھی۔ بلکہ الہام کے مطابق لاش باہر سے لائی گئی۔

جبکہ احمدؔ نے اپنے گھر کو لاہور جانے کے لیئے چھوڑا۔ تو آپ کو ایک الہام ہوا جو آپکی آخری گھڑی کے قرب کی خبر دیتا تھا۔ اور وہ الہام یہ ہے۔ مکن تکیہ برعمر ناپائیدار مباش ایمن از بازیٔ روزگار۔ ناپائیدار عمر پر بھروسہ نہ کرو۔ زمانے کی کھیل سے بے خوف مت ہو۔ اس شعر کا دوسرا مصرعہ اُسوقت الہام ہوا۔ جبکہ آپ گھر سے لاہور کی طرف روانہ ہونیوالے تھے۔ اور جب لاہور میں داخل ہوئے۔ تو پہلا مصرعہ الہام ہوا۔ اِن الہامات نے آپ کو جتلادیا

کہ یہ سفر ہے۔ کہ جس سے آپ زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ مشرقی شاعروں میں یہ رواج ہے کہ وہ کسی کی وفات کا سن شعر کے مصرعہ سے نکال لیتے ہیں۔ ابجد کے ہر ایک حرف کے لیئے ایک ہندسے کی تعداد مقرر ہے۔ سو اس لحاظ سے اگر ہم مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار کے اعداد نکالیں تو اس سے احمد کی وفات کا ہجری سنہ نکل آتا ہے۔ احمد نے ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوا۔ اور ابجد کے حساب سے مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار کے اعداد ۱۳۲۶ ہیں جن سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ مصرعہ صرف آپ کی وفات کی ہی خبر نہیں دیتا بلکہ ساتھ ہی آپ کی وفات کا سن بھی بتلایا گیا۔ اور دوسرا مصرعہ۔ مباش ایمن از بازی روزگار۔ ۲۰ اپریل ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا تھا۔ اور دوسرے مہینے اسی تاریخ کو احمد کی وفات ہوگئی۔ مذکورہ بالا الہام احمد کی وفات کے متعلق آخری الہام نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بعد ۹ مئی کو یہ الہام ہوا۔ الرحیل ثم الرحیل یعنی کوچ کرنے کا وقت آگیا۔ اس کے بعد یہ الہام ہوا۔ موت قریب ان اللہ یحمل کل حمل۔ موت قریب ہے اور خدا خود تمام بوجھ اپنے ذمہ لیگا۔ اور اس کے بعد یہ الہام تھا۔ ڈرو مت مومنو۔ مگر باوجود ان تمام پیشگوئیوں کے احمد کی وفات ہمارے لیئے ناگہانی وفات تھی۔ وہ ایک تیر ایک پورا ٹھیک ٹھہرے۔ اور باوجود وفات کے الہامات کے کسی آدمی کو یہ خیال نہ تھا کہ وہ وقت جسکے متعلق اطلاع دی گئی ہے۔ آگیا ہے۔ اگر آپ احمد کی ڈائری کو بدر کے پرچوں سے ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جاویگا۔ کہ آپ کی موت ناگہانی ہوئی۔ ۱۴

آپ اخیر دن تک اپنی معمولی صحت کی حالت میں رہے۔ اُس شام سے پہلے جب آپ بیمار ہوئے۔ آپ سارا دن ایک رسالہ کے لکھنے میں مشغول رہے جس کا نام پیغام صلح ہے۔ اور تاریخ مقرر کی گئی۔ کہ اس پیغام کو ٹاؤن ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے پڑھا جاوے۔ اور اُس دن کی شام کو حسب معمول سیر کے لیئے باہر تشریف لے گئے۔ اور کسی آدمی کو خبر نہ تھی۔ کہ یہ آپ کا آخری سیر تھا۔ رات کو وہ ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ اور صبح دس بجے کے قریب آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کی وفات کی خبر احمدی جماعت کے لیئے بالکل ناگہانی تھی۔ چنانچہ جس جگہ یہ خبر پہنچی۔ لوگوں کو اسکی صداقت

پر اعتبار نہ آیا۔

مذکورہ بالا بیان سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ احمد کی وفات بھی آپ کی سچائی کا بڑا بھاری نشان تھا۔ کیونکہ آپ کی وفات سے آپ کی بہت سی پیشگوئیاں اور کشوف پورے ہو گئے۔ اور یہ پیشگوئیاں صرف آپ کی موت کی ہی خبر نہ دیتی تھیں۔ بلکہ ان میں مفصل طور پر آپ کی موت کے متعلقہ واقعات کا بھی ذکر تھا۔ جو شخص ان پیشگوئیوں کو بنظر غور دیکھے گا۔ اسے معلوم ہو جاویگا۔ کہ ان پیشگوئیوں کا شائع کرنیوالا واقع میں خدائے تعالیٰ کا فرستادہ اور ایک سچا نبی تھا۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

ایک ضروری اپیل

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر خاص نظر عنایت کرتا ہے تو اس قوم میں اپنے فضل سے کسی رسول کو مبعوث فرماتا ہے تا وہ قوم جو خدا سے تعلق کو توڑ کر مدتوں سے مر چکی ہے۔ اس رسول کے ذریعہ خدا پر از سر نو زندہ ایمان لا کر اسکے فضلوں کی وارث بنے۔ اور خدا کے فیضان کی وارث ہو۔ اور اسمیں پھر دوبارہ زندگی کی روح قائم ہو۔

یہ یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ ایسے وقت میں قوم کی بہتری اور فلاح کے لئے تزکیہ کے طور امتحان بھی مقرر کیا جاتا ہے تا وہ قوم اس امتحان میں کامیاب ہو کر اپنے تئیں ثابت کر دے کہ جس مقصد اور کام کے لیئے خدا اس قوم کو کھڑا کیا چاہتا ہے وہ اسکی اہل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسکی اولاد کو جب نبوت کے لیئے مخصوص کرنا چاہا۔ تو حضرت ابراہیمؑ سے بیٹے کی قربانی طلب کی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے اس فرمان کو پورا کیا تو اسکے انعام میں انہیں لوگوں کا پیشوا بنا دیا جیسا کہ فرمایا واذا ابتلٰی ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما۔ اور نبوت کے سلسلہ کو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں جاری کر دیا۔ اور اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کو زندہ کرنا چاہا اور چاہا کہ فرعون کے ہاتھ سے وہ نجات پائے تو اس قوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجدیا تا وہ قوم

حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ خدا پر اور اسکی صفات پر ایمان لائے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ اس عظیم الشان کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ہی ایسے نشانات رکھدیئے کہ جنکے مشاہدہ سے اس قوم کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکی عظیم الشان طاقتوں پر زندہ ایمان حاصل ہوگیا۔ اور فرعون جیسے متکبر بادشاہ کے مقابلہ کیلئے طاقت پیدا ہوگئی جب ہم اس قوم کی اس قربانی کو دیکھتے ہیں جو انہوں نے اس نازک وقت میں دکھائی جبکہ آگے دریا اور پیچھے فرعون بمع لشکر۔ تو رشک آجاتا ہے۔ اس حالت میں انہوں نے خدا کی رضا اور اسکے حکم کے ماتحت اپنے آپکو بیجان چیز کی طرح دریا میں ڈالدیا۔ سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ خدا کا وصال اور اسکی رضا اپنے پر سب موتوں کے وارد کر لینے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ جبتک انسان خدا کے حکم کے ماتحت ذبح نہ ہوجائے نجات نہیں پاتا۔ اسکے بعد صحابہ کرامؓ کی قربانیوں اور انکے حصول انعام کے نقشہ کو میں آپ لوگوں کے سامنے رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ آپ خود بخوبی واقف ہیں۔ کوئی مشکل سے مشکل اور کڑے سے کڑا امتحان نہ ہوگا جس میں ان لوگوں نے سو فیصدی نمبر نہ حاصل کیئے ہوں۔ انہوں نے اپنی جان مال اولاد کو خدا کی رضا میں اس طرح پیش کردیا کہ اپنا کچھ بھی نہ رکھا صرف اسی کے ہوگئے اور خدا انکا ہوگیا۔ صحابہؓ کے اسی ایثار اور قربانی کو دیکھکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاینما تولوا فثم وجه الله اور رضی الله عنهم و رضوا عنه۔ سو اے پیارو! جبکہ کامیابی کی یہی ایک کلید ہے کہ انسان خدا کی رضا میں اپنی جملہ خواہشات اور محبوبات کو قربان کردے۔ جیسا کہ فرمایا لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ یعنی کسی طرح بھی نیکی کو حاصل نہیں کرسکتے جب تک کہ خدا کی رضا میں اپنی پیاری سے پیاری چیز وں کو قربان نہ کرو۔ سو اے دوستو! اب جبکہ تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بیکسی کو دیکھکر آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم میں نازل فرمایا اور خدا کے اس برگزیدہ نے ارشاد الٰہی کے ماتحت ہم سے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا اقرار لیا۔ جس اقرار میں کہ ہماری کامیابی اور فلاح کی کلید ہے تو پس اگر ہم نے اس اقرار کو عملاً پورا نہ کیا۔ تو کبھی بھی فلاح نہیں پاسکتے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا تو ایک انتہائی اقرار ہے جس پر کہ ہم نے قدم مارنا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس اقرار کے ابتدائی منزل میں جو اس انتہائی اقرار کے پورا کرنیکے لیئے پہلا زینہ ہے ہم نے کس مضبوطی سے قدم مارا ہے۔ وہ ابتدائی منزل کا اقرار کیا ہے یہی کہ ومما رزقنهم ینفقون کے ماتحت چندوں کا ادا کرنا۔ سو اے دوستو! اگر ہم اس پہلی ہی منزل میں فیل ہوگئے تو پھر فلاح کی کیا امید۔ ابھی تک تو ہماری نازک حالت کا وہی نقشہ ہے

جو حافظ شیرازی نے اپنے اس شعر میں کھینچا ہے ؎ شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل + کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا
یعنی جن لوگوں نے ابھی دریا میں قدم نہیں رکھا اور یا جو دریا سے پار گذر گئے ہیں وہ ہماری ان تکالیف کو کیا علم رکھتے ہیں جو کہ منجدھار میں ہمکو
اسوقت ہماری کشتی بھی منجدھار میں ہے۔ اور چاروں طرف سے تاریکی چھا رہی ہے۔ بڑی بڑی لہریں کشتی پر حملہ آور ہیں۔ اور دیگر مذاہب کی
موجوں کے تھپیڑے کشتی کو زور زور سے روند رہے ہیں اندر خود کشتی کے اندر بھی باہم ہل چل ہو رہی ہے۔ دشمن دیکھ رہا ہے کہ کشتی کب ڈوبتی
ہے۔ ایسی نازک حالت میں ہمارا اپنے فرائض سے غافل ہو جانا۔ اپنے ہاتھ سے کشتی کو ڈبونا ہے۔ اے صاحبان اس خطرناک حالت کو محسوس
کرکے ہوشیار ہو جاؤ۔ تا خدا ان بلاؤں سے نجات بخشے۔ یہ جو باہمی تفرقہ ہے اگرچہ یہ ایک خطرناک زلزلہ ہے۔ مگر اس سے گھبرانا
نہیں چاہیئے۔ بلکہ خدا کے حضور گر جانا چاہیئے۔ ہمارے خلیفہ عمر ثانی کا نام حضرت اقدس نے یوسف بھی فرمایا ہے۔ اس لیئے بھائیوں
کی مخالفت کا ہونا ضروری ہے تا اس خلیفہ کی صداقت اتم طور پر پوری ہو اب جبکہ پہلی بات پوری ہو چکی ہے تو دوسری بھی انشاء اللہ تعالےٰ
جلد پوری ہوگی یعنی یوسف کے بھائی اپنی غلطی سے پشیمان ہونگے۔ اور معافی طلب کرینگے اور یوسف ثانی بھی ان سے چشم پوشی اور
درگذر سے کام لیگا تا خلیفہ اول کی وصیت کے الفاظ کا مطلب بھی پورا ہو کہ میرا جانشین چشم پوشی اور درگذر سے کام لے۔ اسکے سوا اس خلیفہ
کے ساتھ حسب فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مخالفت کا ہونا اس وجہ سے بھی ضروری تھا کہ آپنے فرمایا تھا کہ قبل از وقت
ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان
بننے والا ابھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے" اسلیئے اسوقت جو اعتراضات بعض لوگوں کی طرف سے ہو رہے ہیں یہ اس
خلیفہ کی صداقت پر مہر ہیں۔ تا اس مخالفت میں خلیفہ کی اولوالعزمی ثابت ہو اور ان نشانات کے ذریعہ لوگ سچائی قبول کریں اور حق ترقی کرے
قرآن کریم کے رو سے بھی خلیفہ کی مخالفت کا ہونا ضروری امر ہے جیسا کہ آیت ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم
من بعد خوفھم امنا سے ظاہر ہے۔ مگر ایسی مخالفت جسکے اندر بے انتہا بشارتوں کا دریا بہ رہا ہو ہماری کسی مایوسی کا باعث نہیں ہونی
چاہیئے ہمیں تو اس سڑک کو مدنظر رکھنا چاہیئے جس سڑک کے پیچھے آب حیات ہو ساری کا سارا زور لگا دینا چاہیئے سو صاحبان یہ وقت ہماری ہمت دکھانے
کا ہے۔ نہ کہ سست ہونیکا۔ جو لوگ اسوقت چندہ میں سستی کرینگے وہ جلد تر حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائینگے۔ اگر مال کی قربانی میں بخل
کروگے تو خدا کسی اور قوم کو اس کام کیلیئے کھڑا کر دیگا کیونکہ خدا کے ارادے تو رک نہیں سکتے اسنے تو اس سلسلے کو دنیا میں ضرور پھیلانا ہی ہے کیا وہ
قادر نہیں کہ ایک بادشاہ کو احمدی بنا دے جو تمام اخراجات کا متحمل ہو جائے۔ مگر پھر وہ ثواب جو اب چند پیسوں سے ملتا ہے کہاں نصیب ہو سکتا ہے
اسوقت خدا نے ہمیں ایک یوسف دیا ہے۔ اگر اسکی رضا میں ہم سب کچھ بھی نثار کر دیں جیسا کہ مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم نے کیا تو یہ بات ادائے گی
فرض سے باہر نہیں۔ اگر ہم چندہ میں بھی سستی کرینگے تو اس عورت سے بھی پیچھے رہ جائینگے جس نے کہ حضرت یوسف کے صرف ظاہری حسن و جمال
پر اپنا مال اور آرام قربان کر دیا تھا۔ حضرت اسمٰعیل کی طرف ہی دیکھو کہ آٹھ سال عمر میں اپنی جان خدا کے آگے رکھدی۔ غرض اگر

پہلے آپنے خدا کی خوشنودی کیلیئے چندہ کو بار گرانی زندہ آشفتہ رکھا ہے۔ تو اب اس مبارک کام کیلیئے جو کہ جگہ نہ دو انگریزی ترجمہ قرآن شریف صدر انجمن کے

چٹھا صیغہ جات یکم جون [illegible]

تعلیم	۳	۱	۲۳۳۴
اشاعت	۱۱	۳	۱۹۴۹
مساکین	۵	۱	۱۷۱۷
زکوٰۃ	۱	۱۳	۳۴۰۶
بورڈنگ ہاؤس	۵	۱۵	۳۵۸۱
" احمدیہ	۹	۵	۳۵
امانت اندرونی	۶	۱	۹۸۸
" بیرونی	۹	۱۲	۹۸۱
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۶۱۲
میزان	۸	۴	۲۳۰۵۹
منہائی فاضل	۱۰	۲	۱۴۸۵۲
	۱۰	۱	۸۲۰۷
منہائی پیشگی	۳	۵	۸۰۱۰
باقی نزد امین	۷	۱۲	۱۹۶

تفصیل فاضل صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۹	۵	۱۸۷۹
بیت المال	۳	۵	۴۳۰۷
مقبرہ	۲	۱	۱۴۳۸
تعمیر	۷	۳	۲۴۳۱
یتامیٰ	۸	۵	۱۴۰
متفرقات	۵	۱۳	۲۶۰۵
میزان فاضل	۱۰	۲	۱۴۸۵۲

تفصیل پیشگی صیغہ جات

بیت المال	۰	۰	۴۳۶
تعلیم	۰	۱۴	۱۶۳۰
مقبرہ	۳	۵	۵۵۳
اشاعت	۰	۰	۳۰۰
متفرقات	۰	۲	۸۰۱
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۰۰
تعمیر	۰	۰	۳۷۰۱
	۳	۵	۸۰۱۰

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
ناظر

[illegible]

ریویو

ل رحمت :- اس نام کا رسالہ مولوی محمد اسمعیل صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل نے حضرت
ود علیہ السلام کی پیشگوئی پسر موعود کے متعلق لکھا ہے۔ اور براہین قاطع سے ثابت کر دیا ہے کہ مصلح موعود
حزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے اس موضوع کو بہت
ت میں تحریر فرمایا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور اشتہاروں کے حوالوں سے اپنے مضمون کو مزین
رسالہ ہر ایک احمدی کے پڑھنے کے قابل ہے۔ قیمت ۲ دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے مل سکتا ہے۔

ینی :- ہمارے مشہور اخبار نویس ماسٹر احمد حسن صاحب فریدآبادی نے اس نام کا ایک چھوٹا سا
ھا ہے۔ جسمیں کتب بینی کے اصول اور قواعد کو اسلامی نقطۂ خیال سے تحریر کیا ہے۔ اور مطالعہ کرنیوالوں
ا تندرستی کو قائم رکھنے اور مطالعہ کے بغیر پڑھنے کی ہدایات بھی لکھی ہیں۔ یہ رسالہ اپنے مضمون کے لحاظ سے
دلچسپ ہے۔ جس کا پڑھنا ہمارے خیال میں ہر ایک با علم صاحب کے لئے مفید اور کارآمد ہے ۲۴ صفحہ کا رسالہ
ر منیجر رفیق المصنفین کریم بخش دہلی سے مل سکتا ہے۔

ق :- اس نام کا ایک ماہواری رسالہ شائع ہوتا ہے۔ جسکی غرض اردو لٹریچر کی دلچسپیوں کو بڑھانا ہے۔
ک ہماری نظر سے اسکے دو نمبر گذر چکے ہیں۔ چونکہ ابھی اسکی ابتدا ہے۔ اسلئے ہمیں امید رکھنی چاہئیے۔ کہ ایسے
جو ایک ادبی رسالہ میں نہ ہونے چاہئیں۔ ایڈیٹر صاحب دور کر دینگے۔ اور پرانی نظموں سے اپنے نئے رسالہ کو
زینت بخشنے کی بجائے نئی نظمیں درج فرمادینگے۔ ناظرین کو ہم بطور سفارش اس رسالہ کی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہیں
قیمت ۲ ہے جو کہ ایک ۴۸ صفحہ ماہواری رسالہ کے لئے واجبی ہے ناظرین مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

منیجر رسالہ شوق۔ بازار حکیماں۔ لاہور

ن اسلام :- عربی۔ ترکی اور اردو تین زبانوں میں ایک ہفتہ وار اخبار مولوی ابو سعید المعروف عربی نے قسطنطنیہ
ری کیا ہے۔ جسکی غرض یہ ہے۔ کہ اسلامی ممالک کے اخبار آسانی سے ہندوستان وغیرہ ممالک میں پہنچ جاسکیں۔
کا اخبار ہر سہ زبانوں میں منقسم شدہ شائع ہوتا ہے۔ جسکی قیمت عہ روپیہ سالانہ پیشگی وصول کیجاتی ہے
مندرجہ ذیل پتہ سے جاری کرواسکتے ہیں۔ دفتر اخبار جبریل طاش اندرون باغچہ۔ مطبع عثمانیہ
فی پوسٹ ۱۶۲ استنبول۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۳ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق شعبان - سنہ ۱۳۳۲ء | نمبر ۷

چندہ سالانہ | عام ۳ طلباء ۲

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

منصب خلافت

یعنی وہ تقریر جو حضرت صاحبزادہ الوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سیدنا مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوسرے خلیفے مصلح موعود مظہر قدرت ثانی نے ۱۲- اپریل ۱۹۱۴ء مطابق ۱۵- جمادی الاول ۱۳۳۲ھ کو جماعت احمدیہ کے قائم مقاموں کی موجودگی میں فرمائی۔ چھپ کر رسالہ کی شکل میں تیار ہے۔ ۶۰ صفحہ کا رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۱ر۔ احباب دفتر انجمن ترقی اسلام قادیان سے طلب کریں۔ بلکہ ذی وسعت احباب خرید کر مفت تقسیم کریں÷

شرح اُجرت اشتہارات در رسالہ ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ انگریزی	پورا صفحہ اُردو	نصف انگریزی	نصف اُردو	چوتھائی صفحہ انگریزی	چوتھائی صفحہ اُردو	ایک سطر انگریزی	ایک سطر اُردو
سالانہ	للعہ	للعہ	ﻣﻌﮧ	ﻣﻌﮧ	ﻣﻌﮧ	ﻣﻌﮧ	سے ار	سے ار
ششماہی	ﻣﻌﮧ	ﻣﻌﮧ	ﻣﻌﮧ	ﻣﻌﮧ	عہ	عہ	عہ ۱۲ر	عہ ۱۲ر
سہ ماہی	ﻣﻌﮧ	ﻣﻌﮧ	عہ	عہ	مہ ر	مہ ر	عہ ر	عہ ر
ایک دفعہ	سے ۸ر	سے ۸ر	للعہ ر	للعہ ر	سے ار	سے ار	۸ ر	۸ ر

تمام درخواستیں بنام مینجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے۔ قیمت ۱۲ر باٹلی والا کی مقوی گولیاں۔ ضعفِ دماغ۔ ضعفِ اعصاب۔ دق کے ابتدائی عوارض اور بدہضمی کیلئے بہت مفید ہیں قیمت ۱۲ر باٹلی والا کا دانتوں کا منجن۔ نہایت مفید قیمت ۴ر باٹلی والا کی مرہم۔ داد پھوڑی پھنسیوں کو ایک دن میں آرام ہو جاتا ہے قیمت ۴ر یہ تمام بڑے بڑے دوائی فروشوں سے یا براہ راست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

انجیلی کفّارہ

نمبر ۴

---

(۲۷) باب ۲۶ - ورس ۲۲ تا ۲۴ - **مضمون**:- تب وے نہایت دلگیر ہوئے اور ہر ایک اُن میں سے اُنکو کہنے لگا اے خداوند کیا میں ہوں اُس نے جواب میں کہا جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے وہی مجھے پکڑوا دیگا ابن آدم جس طرح اُسکے حق میں لکھا ہے جاتا ہے لیکن اُس شخص پر افسوس جس سے ابن آدم گرفتار کروایا جاتا اگر وہ شخص پیدا نہ ہوتا اُسکے لیئے بہتر تھا۔

تنقید:- ان آیات سے مختلف باتیں نکلتی ہیں۔

(۱) "یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس مصیبت کو اپنے حق میں ایک مصیبت اور ایک امر مقدر سمجھتے تھے اور اس مقدر پر صابر و شاکر تھے لیکن خوش نہ تھے"۔

(۲) "اور اُس شخص (یہودا اسکریوطی) کے واسطے افسوس کرتے تھے کہ جس نے شامت اعمال سے اُنہیں خواہ مخواہ پکڑوا دیا اُن کا خیال تھا کہ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُسکے واسطے اچھا تھا"

ان دونوں خیالات سے غور کرنیوالے بعد از غور نتیجہ نکالیں کہ ان کا اصلی مفہوم کیا ہے یہ کہ یہودیوں نے اُنپر جو کچھ ظلم و ستم کیا ہے وہ ناقابل برداشت تھا اور اُنکا یہ فعل اچھا نہ تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام اسکے واسطے خوش اور رضامند نہ تھے اور جس نے اُنہیں پکڑوا دیا تھا وہ بہت ہی بدقسمت تھا ... یہودیوں کا کام کفارہ کے واسطے ضروری تھا اور یہودا اسکریوطی کا فعل بھی اُسی طرح

لابدی تو پھر ان دونوں پر اعتراض ہی کیا کیونکہ یہی مقدر تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام اس غرض سے تشریف لائے تھے۔ فرض کرو اگر یہودا اسکریوطی انہیں نہ پکڑواتا اور یہودی صلیب پر نہ چڑھاتے تو کیا حضرت مسیح علیہ السلام تکمیل کفارہ کے واسطے کبھی خود بھی اپنے تئیں پیش کر سکتے کبھی نہیں کیونکہ وہ شروع ہی سے فرماتے رہے کہ میرا دوسروں کے پاس ذکر نہ کرنا دعائیں فرماتے رہے کہ یہ پیالہ ٹل جانے یہ بڑا اہم سوال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سوائے اسکے کہ خدا کا حکم انہیں اور گردن تسلیم زیر کریں وہ خود بھی مصلوب ہونا چاہتے تھے یا نہیں واقعات اور کلام کہہ رہا ہے کہ وہ اس درجہ تک خوش اور راضی نہ تھے صابر اور شاکر ہونا اور بات ہے کون شخص طوعاً و کرہاً رضائے مولا پر راضی نہیں ہوتا اور سر نہیں دیتا دیکھنا یہ ہے کہ استقلال اور تسلیم کس نے کہاں تک اختیار کی دنیا کے اور بڑے بڑے واقعات کے ساتھ اس واقعہ کا بھی مقابلہ کرکے دیکھو کہ حوصلہ اور استقلال میں اوروں کا کیا حال اور کیا کچھ کیفیت رہی کیا حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت منصور علیہ الرحمۃ اور حکیم سقراط کا استقلال اور بردباری حضرت مسیح علیہ السلام سے کچھ کم تھی مقابلہ کرنے سے دیکھو گے کہ ان دونوں میں بہت کم نسبت پائی جاتی ہے انجیلی محاورات کے مطابق یہ کمزوری ہے اسلامی مسلمات کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کے حوصلہ اور ہمت استقلال اور بردباری میں سر مو بھی فرق نہیں آیا تھا انہوں نے بحیثیت ایک نبی ہونے کے یہود کے ہاتھ سے کڑی سے کڑی مشکلات اٹھائیں اور اخیر تک قائم اور باحوصلہ رہے اور انکی مردانگی اور ہمت میں رضا۔ اور صبر میں کچھ بھی فرق نہ آیا۔

اگر مصلوبیت کی اصلی غرض کفارہ ہی ہوتی تو حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنے پکڑانے والے یہودا اسکریوطی پر اسقدر افسوس اور شکایت نہ ہوتی کیونکہ اس نے وہی عمل کیا جو وہ خود دل سے کرنے کے حامی تھے اور ان کی زندگی اور بعثت کا موجب ہی یہ تھا بلکہ جب کھانا کھاتے اس سے ذکر کیا تھا کہ تو مجھے پکڑوا دیگا اس سے کہدیتے کہ تم کیوں اس فکر میں ہو میں خود تیار ہوں دیکھو جو شخص بدقسمتی سے خودکشی کرتا ہے وہ کبھی تلوار یا چھری بنانیوالے پر افسوس نہیں کرتا اور نہ لوہار اور کاریگر کو کوستا ہے کیونکہ اگر چھری اور تلوار نہ ہوتی تو وہ خودکشی کس طرح کر سکتا۔ حضرت مسیحؑ کی باتوں اور گڑگڑانے سے تو یہ کفارہ جبری ثابت ہوتا ہے وہ راضی نہ تھے۔

(۲۸) باب ۲۶ - درس ۳۷ تا ۴۶ - **مضمون** ۱ - تب اُس نے پطرس اور زبدی کے دونو بیٹے ساتھ لیے اور غمگین اور نہایت دلگیر ہونے لگا تب اُس نے اُن سے کہا کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو اور کچھ آگے بڑھکے مُنہ کے بل گرا اور دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو تب شاگردوں کے پاس آیا اور اُنہیں سوتے پاکر پطرس سے کہا کیا تم میرے ساتھ ایک گھنٹہ نہیں جاگ سکے جاگو اور دعا مانگو تاکہ امتحان میں نہ پڑو روح تو مستعد ہے پر جسم سُست ہے پھر اُس نے دوبارہ جاکر دعا مانگی اور کہا کہ اے میرے باپ اگر پینے کے بغیر یہ پیالہ مجھ سے نہیں گذر سکتا تو تیری مرضی ہو - اُس نے آ کے پھر اُنہیں سوتے پایا کیونکہ اُنکی آنکھیں نیند سے بھاری تھیں - اور اُنہیں چھوڑ کر پھر گیا اور وہی بات کہکر تیسری بار دعا مانگی تب اپنے شاگردوں کے پاس آکر اُن سے کہا اب سوتے رہو اور آرام کرو دیکھو وہ گھڑی آپہنچی کہ ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ حوالہ کیا جاتا ہے۔

تنقید ۱ - واویلا ہو یہودیوں پر نفرین ہو یہودیوں پر جنہوں نے محض جہالت سے مسیح علیہ السلام ایسے غریب مزاج نبی کو صلیب پر لٹکانے میں حصہ لیا اُسکی فقیرانہ صوفیانہ اور سیاسی باتوں سے اُسے شریعت اور سیاست کے برخلاف خیال کرکے اُسکی تخریب میں لگ گئے مسیح علیہ السلام صادق نبی اولی العزم مرسل تھا وہ ایک ایسا صادق بندۂ خدا تھا جسکی نظیر انسانی جماعتوں میں بہت ہی کم ملتی ہے وہ صاف گو اور روشن دماغ تھا اگر اُسے ابن اللہ کوئی کہہ بھی دیتا تھا تو وہ ایک تعظیمی اطلاق تھا دیکھو وہ اپنے تئیں ہمیشہ ابن آدم سے تعبیر کرتا ہے اور اُسے ہی اپنا فخر بھی سمجھتا رہا۔

انسانیت اور بشریت ہر حالت میں غالب آتی ہے آخر خدا خدا ہے اور بندہ بندہ - خدا قادر ہے اور بندہ غریب و بیچارہ مصیبت اور تکلیف کے وقت دل و دماغ پر کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے جسمانی تاثیرات اور جسمانی جذبات کی جھلک پڑ ہی جاتی ہے روح اگرچہ صابر اور مضبوط ہوتی ہے پر جسم سُست اور کاہل پڑ جاتا ہے دونوں پر اثر ضرور پڑتا ہے - نبیوں کے مُنہ سے جب ایسے یاس آمیز کلمات نکلتے ہیں اُن کی کمزوری اگرچہ کچھ نہ کچھ اُن سے مترشح ہوتی ہے

مگر نسبتہً اُن کی روح مضبوط اور صابر ہوتی ہے ہم بحیثیت ایک مسلمان ہونیکے یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُسی طرح پر جان دی جس طرح دوسرے اولی العزم نبیوں اور رسولوں نے وہ خدا کی رضا پر بالکل صابر اور شاکر تھے انہیں نفس کی جدائی بدنی سے کوئی حیرت اور کوئی افسوس نہ تھا وہ ایک وجیہ نبی تھے انجیل میں اُن کی اضطرابی حالت کا جو کچھ نقشہ کھینچا گیا ہے اُس سے ہمیں بدظن نہیں ہونا چاہیئے وہ ایک جداگانہ طرز بیان ہے پھر بھی اُس طرز بیان سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ نہ تو کفارہ عصیاں کے واسطے دنیا میں مبعوث ہوئے تھے اور نہ اُنکی بعثت کی یہ غرض تھی اور نہ خدا نے اُنہیں اس واسطے دنیا میں بھیجا تھا اور نہ اُن کی بابت اس موت کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔

دو حال سے خالی نہیں یا تو حضرت مسیح علیہ السلام کو اس واقعہ اور اپنی موت کی غرض سے واقفیت تھی اور یا لاعلمی۔ اگر واقفیت تھی تو اُن کا غمگین اور دلگیر ہونا اور تین بار جھک جھک کر عجز و نیاز سے دعائیں مانگنا اور یہ کہنا کہ اگر یہ پیالہ ٹل سکتا ہے تو ٹل جائے اور ناگہانی بلا سے رہائی ہو تو بہتر ورنہ تیری مرضی۔ کوئی معنی نہیں رکھتا اسقدر حوصلہ چھوڑ دینا اور اسقدر غم میں پڑ جانا صرف اسی واسطے تھا کہ اُن کی تکلیف اور گرفت صرف یہودیوں کی شرارت کا اثر تھی نہ کہ کفارہ کی غرض سے۔ تعجب ہے ایک شخص کی بعثت ہی اس غرض سے ہو کہ وہ کفارہ میں جان دے گا اور جب وقت آتا ہے تو وہ آہ وزاری سے اُس سے رہائی چاہتا ہے اور صلیب پانے سے اول ہی اُسکی حالت موت سی ہو جاتی ہے خود ہی نہیں بلکہ شاگردوں کو بھی ایک ہراس اور خوف میں ڈالتا ہے اُنکے ہوش و حواس بھی کھوئے جاتے ہیں کیا یہ لچھن استقلال کے ہیں اور اس میں بُردباری کی روح موجود ہے۔ کیا یہ اُس مقدّس برّہ کا فعل ہو سکتا ہے جو اپنی مرضی اور حکم خدا سے صلیب پانے کو آیا تھا کیا اس سے کفارہ کی کوئی سی صورت بھی نکلتی ہے کیا ہم ان آیات اور ان اضطرابوں سے کفارہ پر کچھ بھی استدلال کر سکتے ہیں؟ حضرت مسیح علیہ السلام کا شاگردوں کو یہ فرمانا کہ دعا کرو تاکہ اس امتحان میں نہ پڑو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم بھی میرے ساتھ شامل ہو کر اس مصیبت سے نکلنے کی دعائیں کرو جب حضرت مسیح علیہ السلام خود ہی اس مصیبت سے نکلنے کی کوشش کرتے تھے تو پھر یہ کیسے جانا کہ وہ آئے ہی کفارہ کے واسطے تھے کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اخیر پر حضرت مسیح علیہ السلام نے شاگردوں سے آکر کہا کہ اب سوتے رہو اور آرام کرو یہ دو معانی رکھتا ہے یا تو یہ کہ تم ایک گھنٹہ تک بھی نہیں جاگ سکتے اب چین سے سوتے رہو وقت آگیا اور یا یہ کہ بار بار دعائیں بھی مانگیں خدا کی مرضی اور خدا کی تقدیر اٹل ہے اب کچھ فایدہ نہیں صبر و شکر کرو جو ہونے والا ہے ہو گا تقدیر سے کوئی چارہ نہیں دونوں صورتوں میں کفارہ کی اہمیت معرض زوال میں پڑ جاتی ہے اسی قسم کی مایوسی تھی کہ کل شاگرد بھی مارے یاس اور خوف کے اخیر پر بھاگ نکلے اور کسی میں حوصلہ میت نہ رہا دیکھو۔ انجیل متی باب ۲۶ ۔ درس ۵۶

اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے حقیقت کفارہ کا شروع ہی سے یقین کرایا ہوتا تو شاگردوں میں اسقدر کھلبلی کیوں رہتی اور ان کے حوصلے اس طرح کیوں چھوٹ جاتے شاگردوں نے بھی استاد حضرت مسیح علیہ السلام کی بے اطمینانی اور غم و رنج سے سمجھ لیا کہ یہودیوں کا وار خالی نہیں جاتا اب پاس رہنا نہ رہنا برابر ہے۔

گفتم اے مسند تو بام جہاں بینت کو
گفت افسوس کہ آں دولت بیدار بخفت

اگرچہ بظاہر شاگردوں کی ایسی پست ہمتی نکتہ چینی کے قابل ہے کیونکہ ہر حالت میں حضرت رسول محمد صلعم کے اصحاب کبار کی طرح انہیں اخیر تک شامل رہنا ضروری تھا لیکن شاید حالات ہی ایسے ہوں مگر ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ شاگردوں سے ایسی کم ہمتی ظہور میں نہیں آئی ہوگی اللہ کو بہتر معلوم ہے۔ اس باب کے درس ۵۳ میں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں :۔ "کیا تو نہیں جانتا میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں اور وہ بارہ تمن سے زیادہ میرے لیئے حاضر کردیگا پر نوشتوں کی بات کہ یوں ہی ہونا ضروری ہے کیونکر پوری ہوگی"۔ اس درس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب تین بار دعائیں مانگنے پر بھی خدا کی مرضی نہ ٹل سکی تو تلوار مارنیوالے شاگرد کو فرمایا گیا کہ اب اس جنگ و جدل اور جد و جہد سے کیا نتیجہ ہے خدا کی مرضی یوں ہی ہے۔ ہرچہ مرضی مولا از ہمہ اولے۔

(۲۹) باب ۲۷۔ درس ۳ و ۴ ۔ **مضمون** :۔ تب یہودا جس نے اُسے پکڑوایا تھا دیکھکر کہ اُسکے قتل کا حکم ہوا پچھتایا اور وہ تیس روپیہ سردار کاہنوں اور بزرگوں کے پاس پھیر لایا اور کہا

کہ میں نے گناہ کیا کہ بے گناہ کو قتل کے لئے پکڑوا دیا ہے۔
تنقید:۔ اپنے نفسانی طمع تیرا ستیاناس ہوئے زرطلبی تیرا منہ کالا ایک اولی العزم نبی اور مرسل کا پرانا شاگرد صرف ۳۰ روپیہ کے لالچ میں اپنے استاد کو پکڑواتا ہے بے شک صحبت بہتوں پر اچھا اثر کرنے سے عاری ہوتی ہے اس سے نہ صرف یہی ثابت ہے بلکہ یہ بھی کہ اخیر تک حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگردوں کو یہ علم نہ تھا کہ ہمارے استاد محترم اس غرض سے صلیب پر چڑھائے جائیں گے کیونکہ پطرس کا یہ کہنا کہ میں نے ایک بے گناہ کو خواہ مخواہ پکڑوا دیا ہے شاگردوں کی لاعلمی کا اظہار ہے غور کرنیوالے غور کر سکتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ساری زندگی میں شاگردوں کو اس اہم قربانی سے آگاہ تک نہیں کیا تھا اور اخیر تک سب شاگرد اس سے غافل رہے۔ مسیح علیہ السلام کی تمام وعظوں سے اُنپر اخیر تک یہ نکتہ نہ کھلا اگرچہ انکو بادشاہت کا یقین دلایا جاتا رہا مگر اس کا یقین اخیر تک نہ دلایا گیا اگر شاگرد اس معما سے واقف ہو جاتے تو اخیر پر مسیح علیہ السلام کے پاس سے نہ بھاگ جاتے اور نہ خود مسیح بھی اس کلفت سے بچنے کی کوشش میں رہتے۔

(۳۰) باب ۲۷ - ورس ۲۹ - **مضمون:۔** کانٹوں کا تاج بنا کر اُسکے سر پر رکھا اور کہا اے یہودیوں کے بادشاہ سلام۔
تنقید:۔ انجیل متی اور نیز دیگر اناجیل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس واسطے مسیح علیہ السلام کے خلاف یہودی نہیں تھے کہ وہ اپنے تئیں ابن اللہ کہتا تھا یا بعض لوگ اُسکو اس نام سے پکارتے تھے کیونکہ بہ نسبت ابن اللہ کہنے کے اُس نے اور نیز دیگر لوگوں نے ابن آدم زیادہ کہلایا ہے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے منہ سے لوگوں کو خدا کے فرزند بننے کا وعدہ دیا تھا زیادہ تر بات یہ تھی کہ یہودیوں کو یہ شبہ ڈالا گیا تھا کہ وہ اُن کا بادشاہ بھی خود کو کہتا ہے در اصل یہ ایک پولیٹکل خطرہ بھی تھا نہ صرف مذہبی لوگ ہی اس شبہ میں تھے بلکہ بادشاہ اور حکمران بھی اسی شک اور خدشہ میں تھے دیکھو۔ سب سے پہلے مجوسیوں نے یروشلم میں آ کر یہ منادی کی کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا سو کہاں ہے کہ ہم نے پورب میں اس کا ستارہ دیکھا اور اُسے سجدہ کرنے کو آئے ہیں جب اُس وقت کی گورنمنٹ اور ہیروڈیس حاکم

نے یہ سنا تو وہ اور اسکے ساتھ تمام یروشلم گھبرا یا اور اسی شبہ میں صدہا لڑکے بے گناہ قتل کروا دیئے جب اخیر پر یسوع علیہ السلام حاکم کے سامنے لائے گئے تو اُس وقت بھی اُن سے حاکم نے سوال کیا تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے اخیر تک صرف مذہبی رنگ میں حضرت ممدوح کی گرفت نہیں ہوئی بلکہ ملکی رنگ میں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے جب کوئی مذہبی سوال ہُوا انہوں نے بوجہ صبر اور بُردباری کے کبھی صاف جواب نہیں دیا ہمیشہ ٹالتے رہے اور یا اُن ہی کے جواب سے اُنکو استدلال کراتے رہے جب کبھی کسی نے کہا تو ایسا اور ایسا ہے تو جواب دیا ہاں تو جو کہتا ہے اور اسکے ساتھ ہی ہمیشہ یہ فرماتے رہے میری بابت یا میرے کمالات کا میری کرامات کا کسی سے ذکر نہ کرنا اور نہ میری بابت کسی کو خبر دینا۔

جس طرح شاگردوں میں کفارہ کا کوئی مذکور نہ تھا اسی طرح پبلک میں بھی اسکی بابت کوئی شہرت نہ تھی اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ پولٹیکل شبہ پیدا ہوتا تو اُنہیں اس قدر ستایا بھی نہ جاتا اور نہ یہ نوبت آتی ان سب حالات سے ثابت ہے کہ حضرت ممدوح کی مصلوبیت کفارہ کے رنگ میں نہ تھی بلکہ محض ایک ضد اور شبہ کا اثر یہی شبہ تھا کہ صلیب دینے کے بعد شریروں نے سر کے اوپر یہ ٹانک دیا تھا یسوع یہودیوں کا بادشاہ ہے اگر کوئی مذہبی نفرت یا عناد ہوتا تو اُس کا اظہار اس سے آسان تر تھا مثلاً یہ کہنا کہ یہ خود کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتا ہے۔ فافہم

(۳۱) باب ۲۷۔ درس ۳۹ تا ۴۳۔ **مضمون**:۔ اور جو اِدھر اُدھر سے جاتے سر ہلا کر اُسے ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے واہ تُو جو ہیکل کا ڈھانے والا اور تین دن میں بنانے والا ہے اپنے تئیں بچا اگر تُو خدا کا بیٹا ہے صلیب پر سے اُتر آ اُس نے اوروں کو بچایا آپ کو نہیں بچا سکتا اگر اسرائیل کا بادشاہ ہے تو اب صلیب پر سے اُتر آوے ہم اُسپر ایمان لاویں گے وہ کہتا تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔

تنقید:۔ ان آیات میں شریر طعن زن دونوں باتیں کہتے تھے خدا کا بیٹا اور اسرائیل کا بادشاہ اس سے یہ قیاس کرنا کہ معاملہ محض مذہبی تھا درست نہیں بہت کچھ مواد پولیٹیکل رنگ کا بھی تھا خدا کا بیٹا جو کبھی کہا گیا ہے تو وہ محض بطور ایک ٹھٹھہ اور مسخری کے تھا ساتھ ہی اسکے

ہیکل کے ڈھا دینے کا الزام بھی دیا جاتا تھا یہ بھی ایک پولیٹکل خیال ہی تھا اور اسی کے ضمن میں دوسرے الزامات بھی تھے اگر صرف ابن خدا ہی کو الزام قرار دیا جائے تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ جب یہ مقابلہ ابن خدا کہنے کے بیسیوں دفعہ ابن آدم بھی کہا گیا ہے تو کیوں دوسرا رُخ بھی نہ لیا جائے بات اصل میں یہی تھی کہ لوگوں اور حاکموں کو بادشاہت کے دعویٰ کی بابت خفگی اور رنج تھا ورنہ یہ حالت نہ ہوتی۔

(۳۲۲) باب ۲۷۔ درس ۴۶۔ **مضمون**:۔ نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے زور سے چلّا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔

تنقید:۔ یہ وہ کلمات ہیں جو اخیر دم پر حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ان کلمات سے ایک بڑے درجہ کی یاس اور نا امیدی کا سماں ظاہر ہوتا ہے ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اولی العزم نبی کے منہ سے اسقدر یاس آمیز کلمات کا اطلاق ہوا ہو کیونکہ ہمارے قرآن شریف میں اسکی شان میں وجیہ کا لفظ لایا گیا ہے صرف انجیل کے کلمات سے ایسی یاس اور ایسی نومیدی و حسرت کا اظہار ہو رہا ہے جو شان مرسل کے خلاف ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت منصور علیہ الرحمۃ اور سقراط حکیم کے آخری کلمات ان کلمات سے بہت ہی زور آور ہیں اور ان سے خدا پر انکا بھروسہ اخیر تک ظاہر ہوتا ہے ان کے کلمات آسمانی تھے اور یہ زمینی ہیں باعتبار بحث کفارہ کے ہم کہتے ہیں اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنی زندگی کی غایت کفارہ ہی معلوم تھا تو انکے منہ سے ایسے کلمات کیوں نکلے یہ کہنا کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا ایک یاس آمیز بے صبری ہے اور ایک حیرت انگیز الزام اور شکایت۔ کیا خدا نبیوں کو چھوڑ سکتا ہے خدا نے کفارہ کی صورت میں انہیں چھوڑا تو نہ تھا بلکہ سارے جہان کا منجی بنایا تھا اگر واقعی یہ کلمات ان کے منہ سے نکلے ہیں تو کفارہ کا پیشہ اپنے مرکز سے بالکل نکل گیا ہے جو شخص کفارہ ہوتا ہے جب خود وہی اسکی بابت شک میں ہے اور یاس اسپر غالب ہے تو اور لوگ کس طرح یقین کر سکتے ہیں اگر یہ کہا جاتا کہ اے خدا تو نے مجھے قبول کیا تو کچھ بات بھی تھی کیونکہ خدا ہی نے

مسیح علیہ السلام کو کفارہ جیسے ایک بڑے گراں بہا معاوضہ میں قبول کیا تھا عقیدت کے اعتبار سے چاہے کوئی کچھ سکے ان الفاظ یا اس خیز نے کفارہ کے طلسم توڑنے میں کوئی سر باقی نہیں رکھی سارا بھید کھول دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ کے لئے [illegible] نہیں ہوئے بلکہ محض پولیٹکل وجوہات یا کسی مذہبی [illegible] جب کوئی شخص بدقسمت اپنی زندگی کا خاتمہ بھی کر دیتا ہے تو خدا کی شکایت نہیں کرتا بلکہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے صاف تو یہ ہے کہ انجیلی بیان کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام اخیر میں ناشکر گذار ہو گئے اور حوصلہ سے کام نہ لیا اس وقت بقول حضرت حافظ علیہ الرحمۃ ان کی زبان سے یہ شعر نکلنا چاہیئے تھا۔

از دست غیبت تو شکایت نمی کنم
نیست غیبتے نبود لذت حضور

اور اس میں شک نہیں کہ انجیلی بیانات کے تحت حضرت مسیح علیہ السلام کے واسطے یہ مصیبت اور یہ امتحان بہت ہی تکلیف دہ اور دردناک تھا۔ متی انجیل کے باب ۲۷ درس ۵۰ میں لکھا ہے کہ یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی اگرچہ جان کندنی میں ہر شخص کو تکلیف ہوتی ہے چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ قدرتی گرفت بہت کم رعایت کرتی ہے لیکن دوسرے انسانوں اور دوسرے نبیوں اور مرسلوں کا معاملہ انسانیت اور بشریت کا ہے اور انہیں خدا کے حضور میں کوئی دعویٰ ہمسری یا ہم حصری نہیں ہے لیکن یہاں خدائی کا دعویٰ اور ابن اللہ ہونے کا ادعا ہے ضرور تھا کہ استقلال اور حوصلہ میں کوئی فرق اور امتیاز ہوتا تاکہ یہ بھی ایک دلیل ہوتی کہ ابن اللہ نے بایں تاب و تواں جان دی اور اخیر باپ سے مایوسی نہ ہوتی ہم تو کہتے ہیں مسیح علیہ السلام نے نبیوں کی تاب و تواں اور مرسلوں کے استقلال ہی سے جان دی لیکن متی کا تذکرہ ایسا کہتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب دراب میں جان دی تو باوجود اسکے کہ وہ عمر میں ۱۲۰ سال کا تھا پھر بھی مرنے کے وقت اُس کی تازگی بدستور رہی اور نہ اُسکی آنکھیں ہی دھندلائیں۔ اور نہ اُس نے کوئی گھبراہٹ ظاہر کی رسول عربی صلعم نے مرنے کے وقت پورے حوصلہ اور پوری

استقامت اور صبر و شکر اور وفا سے کام لیا۔

"مرتے وقت آپ نے فرمایا اے خدائے پاک مجھے اپنے پاس عالم بالا میں بلا لے امت کو معاف کر جنت عطا فرمایا اور استغفر اللہ کہکر جان دیدی"

کیا ان کلمات کے مقابلہ میں ابن اللہ کے کلمات بھی ہیں کیا ابن اللہ کو بھی ایسا بھروسہ تھا اور [illegible] استقامت [illegible] کیونکہ مرنے کے وقت توکل اور ہمت سے رہا اور کسی کے محتاج [illegible] کے [illegible] گئے۔

(۳۳) باب ۲۸ - ۹ - ۱۰ [illegible] ۱۹۱۴ - **مضمون** :- یسوع انہیں ملا اور کہا سلام انہوں نے پاس آکر اسکے قدم پکڑے اور اسے سجدہ کیا - [illegible] میں رہے اور یسوع نے پاس آکر انہیں کہا کہ آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا۔

تنقید:- حضرت مسیح کی زندگی ثانی سے یہ استدلال کرنا کہ وہ مخلوق کے گناہوں کے واسطے ہی [illegible] کیونکہ اس زندگی ثانی میں بھی حضرت ممدوح کی زبان سے [illegible] اس وقت صاف طور پر یہ عقیدہ سنانا چاہیے تھا [illegible] کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کفارہ کی منادی کرو [illegible] کے نام اصطباغ دو کفارہ کا مثبت نہیں ہو سکتا [illegible] کفارہ اور چیز دونوں میں فرق ہے یہ کہنا کہ ان سب باتوں پر عمل کرو [illegible] حکم دیا گیا ہے بجائے خود مبطل کفارہ ہے کفارہ ہی تو رکن اعظم اور عنصر اول [illegible] حذف رہا اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح نہ تو کفارہ ہوئے اور نہ ان کی زندگی کا یہ منشا تھا وہ یہود کی ضدیت اور شرارت سے صلیب پاگئے اور معاملہ کی صورت بگڑ کر اور کی اور ہو گئی انصاف تو کرو اس قدر اہم مسئلہ اور ساری انجیل متی میں ایک حرف بھی اسکی بابت نہ کہا جاوے جو کچھ کہا گیا ہے ہم نے اس کا اس بحث میں [illegible] پر ذکر کر دیا ہے غور سے دیکھو کیا ان آیات سے کفارہ کا کچھ بھی ثبوت ملتا ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو کفارہ کے واسطے تھی اور تعجب یہ کہ [illegible] انجیل متی میں اسکی بابت ایک حرف تک بھی صراحتاً یا کنایتاً بھی نہیں کہا گیا اور جو کہا گیا ہے وہ بجائے خود مخدوش

ہے ان حالات میں دوسرے کس طرح اس مسئلہ کی تائید اور تصدیق کر سکتے ہیں۔ دوسری بات
ہے کہ توڑ مروڑ کر اس کی تائید کی جائے ایک اور بڑا سوال یہ ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام
خود معصوم تھے تو انہوں نے یوحنا سے بپتسمہ کیوں پایا۔ بپتسمہ میں تو ہمیشہ اعتراف عصیاں
ہو کر توبہ کی جاتی ہے کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے ایسا کیا تھا اگر کیا تھا تو وہ گنہگار تھے اور
اُن کا کفارہ درست نہ تھا کیونکہ قربانی بے داغ چاہیئے اور اگر یہ اعتراف نہیں کیا تھا تو بپتسمہ
پانا فضول تھا کیونکہ ایک نیک اور سعید روح کس طرح بپتسمہ پا سکتی ہے آخر حضرت مسیح علیہ السلام
کو کس ضرورت نے اس پر مجبور کیا اگر اس واسطے کہ لوگوں کو ترغیب ہو تو [illegible] کیا وہ درست تھی نبی اور
مرسل تو کسی کے دست بیعت نہیں ہوتے [illegible] کیوں دوسروں سے بپتسمہ پاتا ہے وہ تو خدا
ہی سے وابستگی رکھتا ہے اور خدا ہی نے اسے پاک کیا ہوتا ہے [illegible] سب کچھ سونپ گیا
تھا ہم نے حتی الامکان ہر ایک مخالف و موافق آیت انجیل متی سے لکھ کر مختصر اسکی تنقید
کر دی ہے ہمیں تو اس انجیل میں سے کوئی ایک آدھ آیت بھی [illegible] کی تائید میں نہیں ملی ہے
[illegible] سے حضرت مسیح علیہ السلام کے [illegible]
حضرت مسیح علیہ السلام کے احترام اور اعزاز سے [illegible]
اولی العزم مرسل جانتے ہیں اور ان کی عزت ایک [illegible] سے بھی زیادہ غیرت
سے کرتے ہیں لیکن انہیں خود ان ہی کے اقوال کے مطابق ایک نیک انسان سمجھتے ہیں کیونکہ
خدا کے مقابلہ میں کوئی انسان ابنیت یا خدائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے ہمارا اسلام وہی
ہے جو مسیح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا تھا صرف کفارہ پرستی کا فرق ہے۔ وہ خود انجیل
سے ثابت نہیں ہے جیسے کفارہ ثابت نہیں ویسے ہی ابن اللہ ہونا بھی ثابت نہیں ہم اسی طرح اور
[illegible] مسئلہ میں ابن اللہ کی بابت [illegible] انجیل متی سے آیت [illegible] درج کر کے تنقید کر کے دکھا دیں گے
عیسائیوں کی سخت غلطی ہے کہ وہ ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت اور احترام کا دشمن سمجھتے
ہیں ہم انکی عزت کرتے ہیں اور وہ ہمارے محترم مرسل ہیں لیکن انہیں ابن اللہ کہنا خود انکی
عزت میں فرق لانا ہے ان کی اصلی عزت عبودیت ہی میں ہے

ماہیم و آستانہ عشق و سر نیاز ۔ تا خواب خوش کرا برد اندر کنار دوست

خدا کی ہمسری کون کر سکتا ہے اور خدا کے ہم سر بنانا کس کی طاقت ہے کہ اس بارگاہ صمدی میں دم بھی مارے کس کا یارا ہے کہ کوئی چوں بھی کرے کس کی ہمت ہے کہ منہ سے ایک لفظ بھی نکالے آدم سے لیکر حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد صلعم تک سب کے سب اُسکے فضل کے امیدوار اور اُسکی رحمت کے خواہاں ہیں۔ مسیحؑ میں یہ طاقت ہے کہ خود کو خدا یا اُس کا بیٹا ثابت کر سکے۔ ورنہ کسی اور کو مسیح علیہ السلام کے استعاروں اور صوفیانہ ارشادات اور باتوں سے اُسے خدا کا بیٹا کہنا اور اُسکے دوش نبوت پر ساری دنیا کے گناہوں کا لاد دینا سخت غلطی اور بزدلانہ حرکت ہے خود انجیل پڑھ سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا معقول بحث اور دلائل تو جدا ہیں ہم انشاء اللہ انجیل وار اس مسئلہ کی بابت نقلی رنگ میں بحث کریں گے اور دکھاویں گے کہ شیرازہ کفارہ کس قدر بوسیدہ اور شکستہ ہے نہ موسیٰ اور ابراہام اسکی تصدیق کرتے ہیں اور نہ کوئی اور۔ اگر محض ابن اللہ کے کہنے ہی سے یہ شیرازہ بندھ سکتا ہے تو یہ رشتہ ضرور ٹوٹے گا کیونکہ بائیبل میں کس کس کو فرزند خدا نہیں کہا گیا اور کون کون اس خطاب سے مخاطب نہیں ہوا ان راز و نیاز کی باتوں سے خدائی گھر میں چھاپہ مارنا درست نہیں عبودیت ہی ہر انسان کا زیور اور مایہ ناز ہے کوئی نبی اور کوئی مرسل اس حد سے آگے نہیں گذر سکتا کسی کی مجال نہیں کہ خود کو خدا یا ابن خدا کہے اگر مسیح علیہ السلام نے خود کو ابن خدا کہا بھی ہے تو اُسکے مقابلہ میں سو دفعہ ابن آدم بھی کہا ہے۔ [illegible] فیصلہ کرو کہ ان دونوں سے فوقیت کس کو ہے اس تعارض کی صورت میں وہی راہ اختیار کرنی اولیٰ ہے جو فطرت کے مطابق ہے سچ کہو ہماری فطرت بھی اس کی شہادت دیتی ہے اور فطرت کی بھی اس سے تسکین ہو سکتی ہے۔ اسلام مسیح کے دین کو مٹانے کے واسطے نہیں آیا کیونکہ مسیح کا مذہب بھی اسلام ہی تھا۔ لیکن مسیح کی ربوبیت اور کفارہ کا طلسم توڑنے کے واسطے آیا ہے کیونکہ اس میں خود حضرت مسیح علیہ السلام کی شان پر حملہ ہوتا ہے جو اسلام کہتا ہے وہی حضرت مسیح بھی فرماتے ہیں جو مسیح کے منہ سے نکلا ہے وہی حضرت محمد صلعم بھی کہتے ہیں دونوں ایک ہی مشن لیکر آئے تھے دونوں کی غرض ایک ہی ہے کاش لوگ انصاف کریں اور انصاف سے کہیں کہ ساری دنیا میں سے محمد صلعم ہی نے مسیح علیہ السلام کی پوزیشن صاف کی ہے یا کسی اور نے۔ کاش لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو

کاش عقل و فراست سے کام لیں ہم مسیح علیہ السلام کی یہ عزت اور یہ احترام کریں اور ہمیں یہ صلہ ملے کہ ایک ادنٰی سے ادنٰی عیسائی بھی ہمارے حضور علیہ السلام کی نسبت زبان کھولنے دریغ نہ کرے۔ ہمارے مُنہ میں بھی زبان ہے اور زبان میں طاقت اور طاقت میں زور اور زور میں اثر اور اثر میں جذبہ۔ ہم کیوں نہیں کھولتے کیا ہمیں الفاظ نہیں ملتے نہیں نہیں ہمیں اسی رسول مقبولؐ نے روکا اور ٹوکا ہے جسکی شان میں پرائے لوگ کچھ کا کچھ لکھنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اگر ہمارے سامنے کوئی حضرت مسیح علیہ السلام کی تحقیر اور توہین کرے تو ہم ایسے ہی جل بھن جائیں گے جیسے اپنے نبی کی بابت اور شان میں کچھ سُننے سے ہمارے حوصلہ اور ہماری بُردباری کی تعریف کرنے کی بجائے ہمیں گالیاں دے دے کر ستایا جاتا ہے یاد رکھو جس مقدس نام سید الانبیاءؐ کی تم عزت اور احترام کرنا پسند نہیں کرتے خدا اُس کی سب سے زیادہ عزت کرتا ہے اور خود حضرت مسیحؑ بھی اسکی عزت کرتے ہیں اور وہ دونوں ایک ہی خدائے کریم کے صادق پرستار ہیں اور ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت مسیحؑ نے فخر کے ساتھ محمد صلعم کی خبر دی ہے اور خود اُنکی نظروں ہی میں محمد صلعم کی وجاہت سب سلسلہ نبوت سے زیادہ اور افضل ہے یہ ایک راز ہے اسکی عزت کرو اور اسے سمجھو۔ جو اسکے خلاف جاتا ہے خود مسیحؑ اُسکی مخالفت میں ہے اور مسیح ہی اُس کا جواب دیگا۔ ہم سچے دل سے مسیحؑ کی عزت اور احترام کرتے ہیں اور وہ ہمارا ایمان ہے تم نہ کرو تمہاری مخدوشا سعادت اسی میں ہے لیکن مسیحؑ کی غیرت اسکی ذمہ دار ہے

فردا کہ پیش گاہ حقیقت شود پدید
شرمندہ رہروے کہ نظر برمجاز کرد

راقم
ایک مسلمان

اسلامی عقیدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق

اللہ تعالیٰ سے متعلق صحیح عقیدہ تمام مذاہب کا اصل الاصول ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تمام علوم کا سرچشمہ اور نور اور ہدایت کا منبع ہے۔ اس لیئے ہر ایک انسان کو یہ سب سے پہلا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت صحیح اور درست عقیدہ رکھے۔ دنیا کے قریباً تمام الہامی ادیان ڈنکے کی چوٹ سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے لیکن جب انکے عقاید کو گہری نظر سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض مذاہب کی تعلیم میں خطرناک غلطیاں داخل ہوگئی ہیں۔ اور کہ اسوقت بعض نہایت ہی مشہور مذاہب کو بھی توحید کا ماننے والے مذاہب کہنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ ایک خدا پر ہمارا ایمان ناقص رہتا ہے جب تک کہ تفصیلی امور میں ہمارے عقائد صحیح نہ ہوں۔ ناقص ایمان۔ ہمارے اخلاق کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ اس لیئے یہ سخت ضروری ہے کہ خدائے تعالیٰ کے متعلق ہمارا ایمان ناقص نہ ہو۔

خدائے تعالیٰ کی ہستی کے عقیدہ میں یہ امر پایا جاتا ہے کہ اس میں ہی تمام کامل صفات جمع ہونے چاہیئے نہیں کوئی دوسرا وجود اسکے ساتھ شریک نہ ہو۔ خدائے تعالیٰ کی ہستی یقیناً نقص سے منافی ہے۔

کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیئے جس سے کسی طرح خدائے تعالیٰ کی قدرت کی حد بندی ہو مثلاً یہ کہنا کہ کائنات کا قادر مطلق خدا فلاں فلاں کام بغیر مادہ کے نہیں کر سکتا تھا در اصل خدائے تعالیٰ کی طرف کمزوری منسوب کرنا ہے۔ اور اسکو دوسرے انسانوں سے بدتر ٹھہرانا ہے۔ خدائے تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ یہ امر لازم و ملزوم ہے کہ اسکی قدرت کو کامل اور اسکی طاقتوں کو غیر محدود مانا جائے ورنہ اسکی ہستی ایک خیالی ہستی ٹھہرتی ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ فی الواقع موجود ہے جیسا کہ تمام الہامی کتابیں شہادت دیتی ہیں تو وہ کامل صفات کے ساتھ موجود ہونا چاہیئے اور اسکی قدرت کی حد بندی کرنا حماقت ہے۔

اسلام نے اس اصل کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ اور اس کو ایسا واضح کر دیا ہے

کہ اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں رکھی۔

خدائے تعالیٰ کی ہستی کے متعلق سب سے پہلا امر خدائے تعالیٰ کی وحدانیت ہے اور دنیا کے قریباً تمام مذاہب اس عقیدہ کو بظاہر تسلیم کرتے ہیں لیکن گہری نظر کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں یہ عقیدہ کامل اور صحیح طور پر نہیں پایا جاتا۔ اور یہ ایک ایسی قابل افسوس کمی ہے کہ حق کی خاطر اس کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ سب سے پہلے یہ امر بطور لازم ملزوم کے ہے کہ اس کی صفات میں قطعی طور پر کسی قسم کی کمی یا نقص نہیں ہونا چاہیئے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اس کی ذات کا سچا اور واحد منبع تمام کاملہ صفات جو خیال میں آسکتی ہیں یا جو زبان پر آسکتی ہیں ان سے متصف ہونا چاہیئے اور تمام اقسام کے نقصوں اور کمیوں سے جو گمان میں آسکتی ہیں یا ہو سکتی ہیں منزہ یا پاک ہونا چاہیئے۔ مثلاً اگر ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ خدائے تعالیٰ بھی ہماری طرح کسی چیز کو نیستی سے ہستی میں نہیں لا سکتا۔ اور نیست سے ہست کرنا خدائے تعالیٰ کے لیئے بھی ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ انسانوں کے لیئے تو ہم ما قدروا اللہ حق قدرہ کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ ایک بڑھئی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور اس کی طاقت ایک انجینئر کی طاقت کے برابر ٹھہرتی ہے۔

میں نے اکثر اچھے پڑھے لکھے آدمیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ کچھ نیستی سے ہستی ہو جائے۔ ان کا یہ قول ہے کہ کوئی انسان اس وقت تک اس قابل نہیں ہوا کہ نیست سے ہست کر سکے اسلیئے یہ عقیدہ کہ خدائے تعالیٰ بغیر مادہ کے چیزوں کو پیدا کر سکتا ہے سائنس اور عقل کے خلاف ہے لیکن یہ امر آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کا یہ قول ایک غلط خیال پر مبنی ہے۔ سائنس صرف انسانی دماغ کا نتیجہ ہے۔ یہ انسانی تجربوں اور مشاہدوں کا ایک مجموعہ ہے نسلاً بعد نسلٍ انسان نے جو جو تجربے حاصل کیئے ہیں انہی کا نام سائنس ہے۔ بے شک اسمیں بہت ہی مفید باتیں اور قیمتی صداقتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ علم و فضل کے دائرہ میں سائنس ایک اعلیٰ درجہ اور بڑی قدر رکھتی ہے ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس میں بہت سی ایسی باتیں بھی شامل ہیں جو شک و شبہ سے خالی نہیں اسلیئے

سائنس غلطی سے پاک اور بری نہیں کہلا سکتی۔ سائنس کے قواعد کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے یہ امر ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ سائنس صرف انسانی دائرہ کے اندر محدود ہے۔ اور جب کہ یہ انسانی تجربہ کی تنگ نالی سے باہر نہیں نکل سکتی تو یہ صاف ظاہر ہے کہ سائنس کا فتویٰ بھی انسانی امور تک ہی محدود رہنا چاہیئے۔ انسانی امور کی حدود سے باہر لیجانا اور اسکو ایسے امور پر حاوی سمجھنا جو انسانی دائرہ سے باہر ہیں ایک سخت غلطی اور خطرناک دھوکہ ہے۔

خدائے تعالیٰ ہمارے ظاہری حواس سے بالاتر ہے مگر وہ دروازہ جس کے ذریعہ سائنس کے علوم حاصل ہوتے ہیں یہی ظاہری حواس کا دروازہ ہے اسلیئے یہ امر ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کا مسئلہ سائنس کی تحقیقات اور تجربوں سے بالاتر ہے۔ یہ ایک نہایت ہی بیّن اور کھلی کھلی بات ہے جسکے سمجھنے میں کچھ بھی دقت نہیں ہوسکتی۔

اب ہم اس اعتراض کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کوئی چیز نیست سے ہست نہیں کرسکتا۔ یہ ایک ایسا اعتراض ہے جو اپنی تردید کے لیئے خود ہی کافی ہے سائنس کے پہلو سے یہ دعویٰ صرف ایک محدود معنوں میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ یعنی اس دعویٰ کو اس رنگ میں پیش کیا جاسکتا ہے کہ سائنس کے دائرہ میں جو کہ انسانی تجربوں کا محدود دائرہ ہے یہ بات اسوقت تک عملاً ثابت نہیں ہوئی اور نہ آئندہ اس کا امکان نظر آتا ہے کہ کوئی چیز نیستی میں سے پیدا کی جاسکے۔ یہاں تک تو یہ دعویٰ بالکل درست ہے اور کوئی آدمی اس سے انکار نہیں کریگا لیکن اگر اس قاعدہ کو ان امور پر بھی چسپاں کیا جاوے جو انسانی حدود سے بالاتر ہیں۔ تو یہ ایک پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ ہر ایک شخص جو ذرا بھی غور کریگا وہ اس بات کے قبول کرنے کیلیئے تو تیار ہوگا کہ جہاں تک انسان کا تعلق ہے اس نے اسوقت کوئی ایسے ذرائع دریافت نہیں کیئے اور نہ وہ اس قابل ہوا ہے کہ نیستی سے کوئی چیز پیدا کرسکے یہ بات تو بے شک معقول ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ خدائے تعالیٰ بھی نیستی سے ہستی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اگر انسان ایک امر سے عاجز ہے تو اس سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ خدائے تعالیٰ بھی اس امر سے عاجز ہے۔ ایک کمزور۔ ناقص انسان پر خدائے تعالیٰ کا قیاس کرنا سخت نادانی ہے۔ اس لیئے یہ مشکل دراصل کوئی مشکل نہیں۔

صرف ہم نے خود اس امر کو مشکل بنا دیا ہے۔ الٰہی قدرت انسانی کمزوری سے لاانتہا درجے بالاتر ہے۔ اور انسانی قیاس کے تنگ دائرہ کے اندر صرف اسی صورت میں لائی جاسکتی ہے جبکہ الٰہی جامہ بالکل اسکے اوپر سے اتار دیا جاوے۔

ہم جو دنیا میں مختلف قسم کے دیوتے دیکھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کی نسبت مختلف رنگ کے خیالات پاتے ہیں اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ لوگوں نے اپنی اپنی عقلوں کے مطابق خدا تجویز کیئے ہیں۔ چونکہ مختلف قوموں میں سائینس نے یکساں طور پر ترقی نہیں کی تھی اسلیئے اُنکے خدا بھی جو اُنہوں نے اپنے علم اور اپنی سائینس کے مطابق تجویز کیئے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اگر بعض کے نزدیک خدا ایک لوہار ترکھان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جو بغیر مصالحہ کے کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا تو بعض کے نزدیک وہ ایک ایسا خدا ہے جسکے وجود کے اندر ایک سے زیادہ خدا شامل ہیں اگر بعض ملکوں میں بہت سے خدا ماننے گئے تو بعض نے ہمہ اوست کہکر ہر ایک چیز کو خدا بنا دیا۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب بعض لوگ خدائے تعالیٰ کو جو تمام کائنات کا خالق اور رب العٰلمین ہے محض جاہلوں کے توہمات کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

یہ نقص اسلیئے پیدا نہیں ہوا کہ سائینس روحانی ترقی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ سائینس کو اُسکے حدود کے اندر محدود نہیں رکھا گیا۔

اسلیئے خدائے تعالیٰ کی نسبت صحیح عقیدہ رکھنے کے لیئے اس امر کو ہمیشہ اور پوری صفائی کے ساتھ مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ جو چیز ظاہری انسانی حواس سے بالاتر ہے وہ سائینس کے دائرہ سے بھی بالاتر ہے اسلیئے سائینس ایسے امور میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رکھتی۔ سائینس کو اگر اسکے حدود کے اندر رکھا جاوے تو یہ انسانی ترقی کے لیئے بے شک ایک بیش بہا ذریعہ ہے لیکن اگر اسکو اسکے دائرہ سے باہر نکالا جاوے تو پھر اس کا نتیجہ سوائے گڑبڑ کے اور کچھ نہیں۔ سائینس ایک ایسا جال نہیں کہ تمام چیزیں اس کے اندر آجاویں۔

خدائے تعالیٰ کی ہستی اور صفات کی ماہیت انسانی عقل سے بالاتر ہے۔ اسلیئے اس سوال کے حل کرنیکے لیئے خارق عادت امداد کی ضرورت ہے اپنی کوششوں سے خدائے تعالیٰ کی ذات اور صفات کے سوالات کو حل کرنا محض تضیع اوقات ہے کیونکہ وہ ایک فوق الفہم ہستی ہے اور ہماری محدود عقل

کی وہاں تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ جب تک خدائے تعالیٰ خود اس کام میں ہماری امداد نہ فرماوے ہم محض اپنی عقل کی مدد سے خدائے تعالیٰ کی نسبت صحیح عقیدہ قائم نہیں کرسکتے یہ وہ مرحلہ ہے جہاں الہام الٰہی کی ضرورت نہایت سختی سے محسوس ہوتی ہے۔ اگر اس امر میں ہمیں صرف اپنی لیاقت پر چھوڑ دیا جاوے تو ہمارے لیئے سوائے یاس کے اور کچھ نہیں جہاں کہیں لوگوں نے الہام الٰہی کی امداد کے بغیر محض اپنی عقل کی روشنی سے اس عقدہ کو حل کرنا چاہا ہے تو انہوں نے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ کرۂ ہوا۔ خدائے تعالیٰ کی نسبت غلط خیالات سے بھرا ہوا ہے۔ جس طرف ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں عجیب و غریب دیوتوں کی تصویریں ہماری آنکھوں کے سامنے آتی ہیں۔ اور وہ اکیلی ذات پاک جسکے آگے انسان کو عبودیت کا سرخم کرنا چاہیئے اسپر ہنسی اڑائی جاتی ہے اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ بعض امروں میں قادرِ مطلق خدا کو بعض چیزوں کا محتاج سمجھا جاتا ہے۔ تعلیم یافتہ اور مہذب یورپ کے نزدیک خدائے تعالیٰ کا وجود ایک مرکب ہستی ہے جو تین جزوں میں تقسیم ہوسکتی ہے یہاں تک کہ اس کا ایک اکلوتا بیٹا بھی ہے کاش کہ بیٹے کا لفظ حقیقی معنوں میں نہ لیا جاتا۔ بلکہ یہ لفظ حضرت مسیح کے حق میں بھی انہی معنوں میں لیا جاتا جن معنوں میں خدائے تعالیٰ کے دوسرے نبی جو آسمانی حکمت اور روحانی علوم بغیر کسی زمینی واسطہ کے خدائے تعالیٰ کی طرف سے حاصل کرتے اور جو اپنی ہستی کو خدا کی ذات میں کھو دیتے اور اسلیئے الٰہی چادر میں لپیٹے جاتے ہیں استعارہ کے رنگ میں خدا کے بیٹے کہلا سکتے ہیں۔ اگر مسیحی صاحبان بیٹے کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد لیتے ہیں تو ہمیں اس لفظ پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اگر وہ اس لفظ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں کسی حقیقی معنوں میں استعمال کرتے ہیں تو ہم اس عقیدہ سے سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بھی نعوذ باللہ مختلف اجزاء میں منقسم ہوسکتا ہے کیونکہ بیٹا درحقیقت باپ کا ہی ایک جزو ہوتا ہے۔

یہ دکھانے کے بعد کہ محض سائینس اور عقل بدوں امداد الہام الٰہی کے خدائے تعالیٰ کی نسبت صحیح اور پورا علم دینے سے عاجز ہیں۔ اب ہم ناظرین کے سامنے وہ عقیدہ پیش کرتے ہیں جو خدائے تعالیٰ کی نسبت قرآن شریف سکھاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوًا احد۔ کہو۔ خدائے تعالیٰ

ایک ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس جیسا ہے۔

دیکھو کیسی خوبصورتی سے اور کیسے کامل طور سے خدائے تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ کو چند لفظوں میں ادا کیا گیا ہے۔ یہ قرآن شریف کا ایک خاصہ ہے کہ وہ غیر ضروری الفاظ کو بڑھا کر عبارت کو لمبا نہیں کرتا۔ اور اصل مدعا کو ایسے صاف مختصر اور موزون الفاظ میں ادا کرتا ہے کہ نہایت صفائی سے مطلب واضح ہوجاتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات کریمہ میں سب سے پہلے لفظ اللہ قابل غور ہے۔ اللہ ایسی ذات کا نام ہے جو تمام صفات کاملہ کی جامع اور تمام عیوب اور نقصوں سے پاک ہو۔ اور اسلام کا خدا ایسا ہی خدا ہے۔ اسکے بعد قرآن شریف فرماتا ہے کہ وہ ذات اپنی صفات میں یگانہ ہے اور وہ اپنی صفات اور افعال میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اسکی صفات میں کوئی اور شخص یا کوئی اور چیز شریک نہیں اور وہ اپنے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے کسی اور چیز کی احتیاج نہیں رکھتا اور اسکو خالقیت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مادہ اور روح اسکے ساتھ ہمیشہ سے موجود رہیں تاکہ انکے ذریعہ وہ اشیاء پیدا کرسکے اور انکے بغیر وہ کسی چیز کے پیدا کرنے سے عاجز ہو۔ جہاں کہیں کوئی چیز ہے وہی اکیلا اس کا خالق ہے۔

یہاں اگر ایک دو اعتراضوں کا جواب دیا جاوے تو بے محل نہ ہوگا۔ بعض اوقات یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ خیال میں نہیں آسکتا کہ خدائے تعالیٰ نے روح اور مادہ کو کس طرح محض نیستی سے پیدا کردیا۔ دوم۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب انسان میں بعض صفات ایسی ہیں جو خدائے تعالیٰ کے صفات کے ساتھ مشابہ ہیں مثلاً رحم اور غضب تو پھر یہ کیوں نہ کہا جاوے کہ جس طرح انسان صرف اسی صورت میں کوئی چیز بنا سکتا ہے جب اسکے پاس مصالح موجود ہو اسی طرح خدا تعالیٰ بھی صرف اسی صورت میں کسی چیز کو پیدا کرسکتا ہے جب مادہ موجود ہو اور ذی روح چیزوں کیلئے علاوہ مادہ کے روح بھی موجود ہو اگر ایک صورت میں مشابہت جائز ہے تو دوسری صورت میں بھی مشابہت جائز ہوسکتی ہے اگر ایک صورت میں مشابہت ہونے کی وجہ سے خدائے تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے امر میں مشابہت خدائی شان میں خلل انداز ہو۔ پہلے اعتراض میں تو وہی بات دہرائی گئی ہے کہ نیستی سے ہستی کرنا سائنس کے رو سے ناممکن ہے۔

انسان صرف اُسی امر کو خیال میں لا سکتا ہے جو اُسکے حواس کے احاطہ کے اندر ہو کیونکہ یہ حواس ہی اُسکو لئے علم کا ذریعہ ہیں۔ اور جو چیز اُسکے حواس کے احاطہ سے باہر ہو اُسکو وہ کسی طرح اپنے خیال میں نہیں لا سکتا۔ خدائے تعالیٰ کے تمام صفات ایسے ہیں کہ انسان اُنکی کنہ دریافت کرنے سے قاصر ہے۔ کیا انسان کے خیال کا ازلیت اور ابدیت اور عدم ابتداء و عدم انتہاء پر احاطہ ہو سکتا ہے۔ ایک محدود ہستی جو سب طرف سے حد بندیوں میں گھری ہوئی ہے ایسی ہستی کو پورے طور پر کامل صفائی اور وضاحت کے ساتھ اپنے خیال میں نہیں لا سکتی جس کا نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ کوئی انتہاء ہے۔ کیا انسان نہایت صفائی کے ساتھ اس امر کو اپنے خیال میں لا سکتا ہے کہ بغیر آنکھ کے دیکھنا ممکن ہے مگر باوجود اسکے وہ صدق دل سے اس بات پر ایمان لاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بغیر آنکھوں کی امداد کے دیکھتا ہے۔ پھر کیا وہ اس امر کو اپنے خیال میں لا سکتا ہے کہ بغیر دل اور دماغ کے علم کا ہونا ممکن ہے لیکن باوجود اسکے اسکو اس امر میں ذرا بھی شک نہیں کہ خدائے تعالیٰ کو زمین و آسمان میں ہر ایک چیز کا علم ہے مگر انسان کا دل و دماغ وہ نہیں رکھتا۔ اس طرح کئی مثالوں سے یہ امر واضح کیا جا سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے تمام افعال انسان کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ انسانی دل صرف اُنہی چیزوں کو خیال میں لا سکتا ہے جن کا علم حواس کے ذریعہ اُسکے پہنچتا ہے اور جو اُسکے حواس کے احاطہ سے بالاتر ہیں وہ اس کے ادراک سے بھی بالاتر ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بعض صفات خدائے تعالیٰ میں ایسی ہیں کہ انسان میں بھی اُنکے مشابہ صفات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً رحم اور غضب کی صفات خدائے تعالیٰ میں بھی پائی جاتی ہیں اور انسان میں بھی۔ اسلئے اگر صرف مادہ کے ذریعہ پیدا کرنے کی صفت جیسی انسان میں پائی جاتی ہے ایسی ہی اگر خدا میں بھی تسلیم کی جاوے تو اس سے خدائے تعالیٰ کی شان پر کچھ حرف نہیں آسکتا -یہ اعتراض ہے جو بعض لوگ پیش کرتے ہیں۔

یہ سچ بات ہے کہ رحم کی صفت خدائے تعالیٰ میں بھی ہے اور انسان میں بھی رحم کی صفت موجود ہے مگر فرق یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ رحیم ہے مگر وہ انسانی قلب کے بغیر رحم کرتا ہے۔ اسی طرح اُسمیں غضب کی صفت ہے۔ مگر اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ جس طرح انسان کے اندر غضب کا مرکز ایک دل ہے جیسا کہ انسان کا دل ہے۔ خدائے تعالیٰ رحم بھی کرتا ہے اور غضب کی صفت بھی

ہ اسی طرح خدا تعالیٰ میں بھی ایک ایسا ہی دل ہے

ظاہر کرتا ہے مگر وہ ان صفات کے ظہور کے لیئے انسانی دل کا محتاج نہیں۔ لیکن انسان صرف اس صورت میں اپنے اپنے موقعہ پر رحم اور غضب کی صفات کا اظہار کر سکتا ہے جبکہ اس کا دل اپنا کام کر رہا ہو۔ یہ فرق ہے جو انسان کے رحم و غضب کی صفات وجود ہیں۔ لیکن ایک صورت میں انسانی دل کے بغیر اُن کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ یعنی ان کے ظہور سے پہلے ضروری ہے کہ انسانی دل کا وجود ہو۔ لیکن دوسری صورت میں وہ کسی ایسی چیز کی محتاج نہیں بلکہ دل کی امداد کے بغیر ہی وہ ظہور میں آتی ہیں الٰہی صفات اپنے ظہور کے لیئے دوسری چیزوں کی محتاج نہیں ہیں۔ اور جو فرق انسانی رحم و غضب اور الٰہی رحم و غضب میں ہم دیکھتے ہیں وہی فرق خدائے تعالیٰ کے بنانے اور انسان کے بنانے میں ہے۔ انسان اس طرح نہیں بنا سکتا جس طرح کہ خدائے تعالیٰ بناتا ہے۔ انسان ایک چیز کے بنانے کے لیئے مادہ کا محتاج ہے لیکن خدائے تعالیٰ مادہ کا محتاج نہیں بلکہ وہ مادہ کے بغیر بھی پیدا کر سکتا ہے۔ انسان کسی چیز کو نہیں بنا سکتا جب تک پہلے اُس چیز کا ضروری مصالح موجود نہ ہو لیکن خدائے تعالیٰ کی خلق کے لیئے پہلے مادہ اور روح کا وجود ضروری نہیں۔

اسکے بعد خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ لم یلد و لم یولد۔ کمال کے لیئے یگانگت کا ہونا لازمی ہے۔ دوئی یا کثرت کے ساتھ کمال موجود نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امر بالکل ناممکن ہے کہ دو مختلف چیزیں موجود ہوں اور اُن میں باہم کوئی تمیز نہ ہو۔ اگر کوئی فرق نہ ہو تو وہ دونوں وجود ایک کے حکم میں آجائیں گے۔ کامل تطبیق وحدت کا دوسرا نام ہے۔ اگر ایک خدا سے دوسرا خدا نکل سکتا ہے تو جب تک وہ دونوں علیحدہ علیحدہ وجودوں کے طور پر ہمارے خیال میں آسکتے ہیں تو وہ دونوں کامل نہیں کہلا سکتے۔ اگر ایک ناقص ہے تو پھر وہ کامل وجود کیا سے نہیں کہلا۔ غرض بیٹا رکھنے کی صفت کمال کی صفت کے ساتھ موجود نہیں ہو سکتی۔

مندرجہ بالا سورہ شریفہ کی آخری آیۂ کریمہ یہ ہے ولم یکن لہ کفوا احد یعنی خدائے تعالیٰ کے برابر اور اُس جیسا اور کوئی نہیں۔ دو یا دو سے زیادہ کامل وجودوں کا ہونا بالکل ناممکن ہے۔ دو یا دو سے زیادہ مختلف وجود صرف اُسی صورت میں موجود ہو سکتے ہیں جب کہ اُن میں سے ہر ایک میں بعض ایسی باتیں موجود ہوں جو دوسروں میں نہ ہوں۔ پس جب

اور اللہ تعالیٰ کے رحم و غضب میں ہے۔ دونوں صورتوں میں رحم اور غضب

ہیں سے ہر ایک میں بعض چیزیں نہ ہوں گی تو وہ ناقص ہو گا۔ پس دو یا دو سے زیادہ مختلف وجود پورے اور اتم طور پر کامل نہیں کہلا سکتے۔ پورے کمال کے لیئے جو خدائے تعالیٰ کی ایک صفت ہے یگانگت اور وحدت کا ہونا ضروری ہے اور علاوہ وحدت اور یگانگت کے ایسے وجود کے لیئے ضروری ہے کہ وہ کسی دوسری چیز کا محتاج نہ ہو۔

الغرض پس خدائے تعالیٰ کو اسلام پیش کرتا ہے کہ وہ ایک تمام صفات کاملہ کا جامع ہے اور تمام قسم کے نقصوں سے پاک ہے وہ اپنے صفات کے اظہار کے لیئے کسی چیز کا محتاج نہیں اور جب کہ کمال کا تقاضہ ہوتا ہے اسکی تمام صفات میں کوئی دوسرا وجود اسکی نظیر نہیں ہے ؎ (عبد الحق)

حضرت احمد علیہ السلام قادیانی

یہ ایک سچی بات ہے کہ کامیابی راستبازی کی صداقت کا ایک زبردست معیار ہے۔ پودوں کی طرف دیکھو جن پودوں کی کوئی حفاظت اور غور و پرداخت نہیں کیجاتی یا تو وہ بسا اوقات گل سڑ جاتے ہیں یا اُن کو کیڑے اور دوسرے جانور کھا جاتے ہیں مگر جن پودوں کی پوری نگہداشت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ وہ یقیناً بڑھتے پھولتے اور پھلتے ہیں۔ پس اس سے یقیناً سمجھ لو۔ کہ **جس پودے کو خدا لگاتا ہے کوئی نہیں ہے جو اسکو نقصان پہنچا سکے**۔ جب اللہ کریم کسی کو اپنی **قدرت** سے پرورش کرتا ہے تو اپنی قدرت عجیب عجیب پیرایوں میں ظاہر کرتا ہے کیا آپ کو یاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا؟ وہ عظیم الشان انسان خدا کی طرف سے فرعون کے لیئے مبعوث ہوا تھا۔ مگر جب وہ فرعون کے پاس گیا تو اس نے نہایت ذلت اور حقارت کی نگاہ سے حضرت موسیٰ کو دیکھا۔ اور کہا کہ میں تو اس سے بہتر ہوں۔ یہ تو ایک ذلیل آدمی ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ مگر دیکھو کہ وہ انسان کمزور اور ناتوان انسان فرعون جسکو اپنے ہاتھیوں۔ اپنے لشکر۔ اپنی فوج۔ قوم اور طاقت پر اتنا ناز تھا۔ **آخر وہ کہاں گیا؟** کیا اللہ کریم تبارک تعالیٰ نے آن کی آن میں صفحہ ہستی سے اُس کا نام و نشان مٹا دیا تھا؟۔ اور اُسکے دیکھتے دیکھتے حضرت موسیٰ

کو مظفر و منصور نہیں کر دیا تھا؟ **پس یہ خوب یاد رکھو۔ کہ جب کوئی انسان اللہ کریم کی طرف سے آتا ہے یقیناً کامیابی کو اپنے ساتھ لیکر آتا ہے** یہ ایک بڑی زبردست اصل ہے اور ایک راستباز کی صداقت کا ایک اٹل اور ناقابل تردید معیار ہے۔ اسی طرح ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہیگا پیارے ناظرین آئیے۔ ہم آپ کو اس کا ایک نظارہ دکھائیں۔

موجودہ زمانے کے حالات پر غور فرمائیے۔ اور دیکھو کہ کیا زمانہ بلحاظ اپنی عجائبات کے اپنی نظیر آپ نہیں ہے؟ لیکن ہم آپ کی توجہ کو سب سے بڑھکر حیرت انگیز واقعہ کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ وہ کونسا واقعہ ہے **وہ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا واقعہ ہے** کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ حضور کون تھے؟ آئیے۔ اس جلیل القدر انسان کے متعلق ہم آپ کو کچھ بتائیں۔ ہم سب خدا کے بندے ہیں۔ یہ ایک بدیہی بات ہے۔ اور حضرت احمد بھی بلحاظ ایک بندہ خدا ہونے ہماری طرح کے ایک بندے تھے۔ مگر ہمارے درمیان اور آپکے درمیان مابہ الامتیاز کیا بات تھی؟ سنیئے وہ خدا سے باتیں کیا کرتے۔ **اور ہمیں ایسا کوئی دعویٰ نہیں** خدا کا کلام ان پر نازل ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے سوالات کا خدا تعالےٰ سے اس طرح جواب پاتے گویا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے۔ **وہ خدا سے باتیں کیا کرتے اور خدا ان سے باتیں کیا کرتا۔** ٹھیک اسی طرح جس طرح دو شخص ایک دوسرے سے باتیں کیا کرتے ہیں۔ **کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں؟**

ہاں۔ انسان انسان سے تو باتیں کیا ہی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا ہم جنس۔ ہم نشین اور ہم زبان ہوتا ہے۔ مگر کیا ایک انسان کا خدا سے ہمکلام ہونا عجوبہ نہیں؟۔ یہ تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ کروڑہا **انسانوں میں سے جو اسوقت دنیا میں آباد ہیں صرف وہی ایک انسان تھا جسکو خدا سے ہمکلامی کا خاص شرف حاصل تھا اور جسکی طرف خدائے تعالےٰ کی ہدایت کی اعلیٰ تجلیات تمام پردوں سے مبرا اور نمایاں ہوکر رخ کیا کرتیں اور جن پر طرح طرح کے برکات نازل ہوا کرتے تھے۔** اور ان کے سوا اور کوئی انسان اس عزت کا اہل ثابت نہ ہوا۔

آج سے ۱۳۰۰ سال پیچھے تک نظر ڈالو۔ **آپ کو اس تیرہ سو سال میں ایک شخص بھی دکھائی نہ دیگا** جس پر اس **کثرت۔ تواتر** اور **صفائی** سے کلام الٰہی نازل ہوتا رہا ہو جیسا کہ

ہمارے حضرت احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی مسعود پر نازل ہوتا رہا ہے۔ باوجود اسکے کہ واقعات شاہد ہیں کہ پچھلے ۱۳۰۰ سال میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں اور کوئی انسان نہیں ہوا جس پر اسقدر کثرت تواتر اور صفائی سے اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا رہا ہو۔ تاہم ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ مانا کہ پچھلے ۱۳۰۰ سو سال میں تو کوئی انسان ایسا پیدا نہیں ہوا جسکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسقدر مکالمہ اور مخاطبہ کی عزت حاصل ہوئی ہو۔ پر اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ حضرت احمد کو بھی یہ شرف حاصل تھا؟ اس کا ناطق اور ناقابل تردید ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ جو ہم انشاء اللہ پیش کرینگے۔

حضرت احمد قادیانی کے والد ماجد ایک رئیس تھے۔ اور اس وجہ سے اُن کو ہر طرح سے دنیاوی نکتۂ خیال سے ایک عمدہ زندگی بسر کرنے کے اسباب مہیا تھے۔ اور وہ ایک امیرانہ ٹھاٹھ سے بسر اوقات کرسکتے تھے۔ مگر انہیں دنیا کے آراموں کی کوئی قدر نہ تھی۔ وہ ہمیشہ تنہائی کی زندگی پسند کرتے رہے۔ اور باوجود ایک رئیس پسر رئیس ہونیکے سالہا سال تک ایک گم نام گوشے میں الگ تھلگ پڑے رہے۔ لیکن کیا یہ دنیاوی عیش وعشرت سے کنارہ کشی۔ یہ تجرید اور گمنامی بے معنی تھی۔ نہیں۔ اسی گمنامی کی بدولت گوشۂ تنہائی میں **خدا نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بے نقاب کیا اور کہا کہ آؤ جی بھر کر باتیں کرلو۔** بس پھر کیا تھا۔ تمام تکلیفیں دُور ہوگئیں۔ سب ماندگیاں دُور ہوکر دل کی کلی کھل گئی اور جی باغ باغ ہوگیا۔ خدا کی یہ پہلی آواز۔ اسی تنہائی کی کٹھیا میں سُنائی دی تھی جس میں وہ شب وروز رہا کرتے۔

مگر کیا یہ آواز مہمل تھی اور کچھ مطلب نہ رکھتی تھی۔ کیا یہ خالی الفاظ تھے۔ نہیں بلکہ یہ وہ آواز تھی **جو حرف بحرف پوری ہوئی۔** پھر کیا آپ جانتے ہیں کہ اس آواز میں وہ کیا بات مرکوز تھی جس کی وجہ سے خدا نے پسند کیا کہ وہ خود ایک انسان سے ہمکلام ہو۔ سنئیے۔ انہیں یہ راز بتانا کہ خداوند کریم نے چاہا۔ کہ وہ اپنی کبریائی اور جلال کا اظہار دنیا پر کرے۔ اور نیز **بتائے کہ وہ جسکو چاہے افضل الانام بناکر ہر ایک دل میں اسکی قبولیت رکھدے۔** اسی لیئے اس آواز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایسے واقعات کا اظہار پسند کیا۔ جو ایک عام انسانی نظر اور وہم وگمان سے قطعاً محجوب اور نہایت ہی دُور دراز زمانہ میں پیش آنیوالے تھے۔ اور پھر یہ واقعات کچھ اس قسم کے حیرت انگیز اور تعجب خیز امور پر مشتمل تھے کہ **خود حضرت احمدؑ کو**

پہلے پہل اُن کا اِمکان محال معلوم ہوتا۔

صرف یہی بات نہ تھی۔ کہ اللہ کریم نے حضرت احمد پر آئندہ آنیوالے مخفی در مخفی واقعات کا وقت وقوع سے سالہا سال پہلے انکشاف کر دیا۔ بلکہ اس تنہائی بے کسی اور گمنامی کے زمانے میں اُن کو کہا۔ کہ دیکھ میں تمھیں حیرت انگیز مدد دونگا۔ اور اس گمنامی کی حالت سے نکال کر تمھارے نام کو آفتاب عالم کی طرح دنیا میں روشن کر دوں گا۔ اور دلوں کے اندر تیرے لیئے عام قبولیت پیدا کر دونگا۔

چنانچہ ملاحظہ ہوں یہ چند باتیں جن کے ذریعے سے خدا تعالیٰ نے ابتدا از حضرت احمد سے کلام شروع کیا اور یاد رکھیئے کہ یہ ہزارہا ایسی باتوں میں سے چند ہیں:-

یاتون من کل فج عمیق	اگرچہ اسوقت تو گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا ہے۔ اور کوئی تجھے نہیں جانتا۔ مگر ایک وقت آتا ہے۔ کہ دُور دراز مقامات سے لوگ تیرے پاس آوینگے۔ اور اس کثرت سے آئیں گے کہ تیرے گاؤں کی سڑکوں میں گڑھے پڑ جاوینگے۔
فحان ان تعان و تعرف بین الناس	وہ وقت نزدیک آگیا ہے۔ جب تجھے مدد دی جائیگی اور جہان میں تیرا نام روشن ہو جاوے گا۔
الیس اللہ بکاف عبدہٗ	کیا اللہ اپنے بندے کے لیئے کافی نہیں ہے؟ دیکھو مخاطب کرنے کا یہ کیسا پیارا طرز ہے۔ اللہ کریم نے یہ نہ کہا۔ کہ اللہ تیرے لیئے کافی ہے بلکہ کہا تو یہ کہا کہ کیا وہ اپنے بندے کے لیئے کافی نہیں ہے؟ اپنا بندہ کہکر کسقدر پیار۔ تعلق اور عزت افزائی کے خیال کا اظہار فرمایا۔

چونکہ دُور دراز ملکوں سے کثرت کے ساتھ آدمیوں کے آنے کے یہ معنے تھے۔ کہ اُن کی رہائش۔ چارپائیوں۔ بستروں۔ کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا بصورتِ احسن انتظام ہو اور یہ ایک بہت بڑا بوجھ تھا۔ اسلیئے ایسی حالت میں جبکہ حضرت احمد بالکل تن تنہا تھے۔ اور کوئی انکا یار مددگار نہ تھا

اور آپ کی ذات سے بھی کچھ سروکار نہ رکھا تھا۔ اسلیئے طبعًا آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ مولیٰ تیرے یہ کلمات تو سچے ہیں اور ضرور پورے ہو کر رہینگے مگر ایسے موقعہ پر جو اخراجات اور سامان درکار ہیں اُن کا پھر تو ہی متکفل ہو۔ میں خود تو نادار اور بے یار و مددگار ہوں۔
یہ باتیں تھیں اور اسی قسم کے خیالات و افکار تھے۔ جنکی تسکین کے لیئے اللہ کریم نے پسند فرمایا کہ پہلے ہی سے اُن کو بتا رکھے۔ کہ تمھارے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم خود تمھاری تمام ضروریات کے پورا کرنیکا انتظام فرما دینگے۔

ولاتیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب الا ان نصر اللہ قریب یاتیك من کل فج عمیق یاتون من کل فج عمیق ینصرك اللہ من عندہٖ ینصرك رجال نوحی الیھم من السمآء انك باعیننا یرفع اللہ ذکرك ویتم نعمتہٗ علیك فی الدنیا والاخرۃ۔

دیکھ خدا کے رحم سے مایوس نہ ہونا۔ کیونکہ اسکا رحم قریب ہی ہے۔ اور سنو خدا کی نصرت بھی قریب ہی ہے۔ وہ سڑکیں جن سے اللہ تعالیٰ مختلف رنگوں میں اپنی نصرت بھیجے گا اُن میں کثرت استعمال کی وجہ سے گڑھے پڑ جاوینگے۔ لوگ دُور دراز ملکوں سے تیرے پاس آئینگے۔ خدا خود تیرا ناصر و مددگار ہوگا۔ ہم خود آسمان سے لوگوں کے دلوں میں الہام کرینگے کہ وہ تیری مدد کریں تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور تیری نصرت کرنا ہر وقت ہمارا نصب العین ہے۔ ہم تیرے نام کو دنیا میں روشن کر دینگے اور تیرا ذکر بلند کر دینگے۔ وہ خدا دنیا میں بھی تجھے بہت کچھ دیگا۔ اور اپنی نعمتوں کی تکمیل تجھ پر کر دیگا۔ اور آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

ولاتصعر لخلق اللہ ولاتسئم من الناس

دیکھ۔ جب تیرے پاس تیری ملاقات کے لیئے دُور دراز ممالک سے بے تعداد اور بے اندازہ لوگ آنے لگیں اور ضرور ایسا ہو کر رہیگا تو اسوقت فطرت انسانی کے مطابق کبیدہ خاطر نہ ہونا۔ اور اُن سے مُنہ نہ پھیر لینا۔ اور بلکہ ہمیشہ خوش اخلاق اور خندہ پیشانی رہنا۔ اور اُن کی دلجوئی کے لیئے ہر وقت تیار رہنا۔

اصحاب الصفة وما ادراك ما اصحاب الصفة ترى اعينهم تفيض من الدمع يصلون عليك ربنا اننا سمعنا مناديا ينادي للايمان	دیکھو۔ کئی لوگ اپنے گھر بار کو چھوڑ دینگے۔ اور اس لیئے کہ الہام کی روشنی سے مستفید ہوں جو اوپر سے آتی ہے ہجرت کرکے قادیان میں آرہیں گے۔ یہ لوگ اصحاب صفہ کہلائیں گے۔ کیا تم جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن کی کیا شان ہے۔ اور کس پایہ کا اُن کا ایمان ہے۔ تو دیکھے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اہمیت اور اسکی رضا جوئی کے حصول کے خیال سے اُن کی آنکھیں ہمیشہ پُر از اشک رہیں گی۔ اور وہ پکار اٹھیں گے کہ مولا کریم۔ ہاں اے ہادی کریم ہم نے تیرے ایک مامور کی آواز کو سن لیا۔ ہاں ہم نے اس کی آواز کو سن لیا۔ وہ لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا رہتا ہے۔
اذا جاء نصر الله والفتح وانتهى امر الزمان الينا اليس هذا بالحق	دیکھو جی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتح ضرور تمہارے شامل حال ہو کر رہیگی اور جوق جوق لوگ ہماری طرف رجوع کرینگے۔ یہ باتیں ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔ اور جب سب کچھ یوں ہی ہو جاویگا۔ تو پھر کہا جاویگا۔ کیا ہم نے سچ نہ فرمایا تھا؟

اِن الہامات اور اس قسم کے اور الہامات کے ساتھ ارشاد خداوندی صادر ہُوا تھا۔ کہ "املوا" یعنی اِن کو لکھ رکھو۔ سو حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن تمام الہامات کو لکھتے رہے۔ جنکی متعلق اُنکو حکم ہُوا تھا کہ لکھتے رہو۔

اب سوچو اور غور کرو۔ کہ یہ تمام الہامات کس زمانے میں نازل ہوئے تھے۔ کیا یہ ایسے زمانے میں نازل نہیں ہوئے تھے۔ جبکہ حضرت احمد علیہ السلام ایک گمنام زندگی بسر کر رہے تھے۔ کیا قادیان اُسوقت ایک بالکل گمنام گاؤں نہ تھا؟ یہ گاؤں تو اب بھی ریلوے سٹیشن سے بہت فاصلہ پر اور راستے سے ہٹ کر ایک طرف واقعہ ہے اور ایسے ضلع کے اندر ہے جو سرحد پر اور ریلوے لائن سے دور پڑا ہے۔ پھر اُن واقعات پر نظر کرو۔ جو الہامات مندرجہ بالا کے ذریعے سے حضرت احمد پر منکشف

ہوئے۔ کیا اسوقت اُن واقعات کا ظہور پذیر ہونا بالکل غیر ممکن نہ معلوم ہوتا تھا۔ کیا ایسا شخص جس نے حضرت احمدؑ کو دیکھا ہو اور ان کی گمنامی اور بے سروسامانی کی حالت کا موازنہ کیا ہو کبھی خیال کر سکتا تھا۔ کہ یہ امور ٹھیک اسی طرح وقوع پذیر ہوجاویں گے جس طرح بتایا گیا ہے۔ کیا یہ قادیانی رسولؑ کی طاقت کے اندر تھا۔ کہ وہ خود اُن کو پورا کر سکے ؟

حضرت مسیح الموعود علیہ السلام نے آسمان پر اُٹھایا جانے اور دوبارہ اُترنے کے متعلق حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہی خیالات تھے جو پرانے خیالات کے مسلمانوں کے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ میں یہ بات بیان کی تھی کہ مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ موجود ہے اور وہ بذات خاص دنیا کی اصلاح کے لئے دوبارہ دنیا میں آئے گا مسلمانوں کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ رسول کریم صلعم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر ہاں مسیح ابن مریم قیامت کے نزدیک ضرور آویں گے۔ کیونکہ وہ اپنے جسم کے ساتھ آسمان کو چلے گئے ہوئے ہیں اور وہاں زندہ موجود ہیں۔ مولوی لوگ عموماً سنایا کرتے تھے کہ اب نبوت کسی کو عطا نہیں ہوسکتی اور اب ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی شخص نبی بنکر دنیا میں آسکے۔ اور انکا یہ اعتقاد تھا کہ جس طرح سے خدا انبیائے سابقین کے ساتھ کلام کرنے پر قادر تھا۔ وہ اب اس طرح کلام نہیں کر سکتا۔ حضرت احمدؑ نے بھی انہی خیالات کے لوگوں کے درمیان پرورش پائی تھی۔ اور بچپن ہی سے اس قسم کی باتیں چونکہ عموماً آپکے سننے میں آتی رہیں اسلئے یہ خیالات گویا آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکے تھے۔ اسلئے جب آپنے اپنی تنہائی کی کٹھیا میں خدا کی آواز سُنی تو آپ کو بھی اس عجیب و غریب مگر دلفریب آواز سے ایسی ہی حیرت ہوئی جیسا کہ وہ دوسروں کے اچنبھے کا باعث ہوسکتی تھی۔ یہ بات کبھی آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ خدا آپ سے اس طرح کلام کر سکتا ہے جیسا کہ وہ کبھی انبیائے سابقہ سے کیا کرتا تھا۔ اور یہ تو قطعاً ہو ہی نہ سکتا تھا۔ کہ آپکے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ آپ کو نبی بھی بنایا جاویگا۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے آپکے ساتھ کلام کی۔ اور پھر کلام کی۔ اور بار بار کی اور ایسی کثرت۔ تواتر اور صفائی سے آپکے ساتھ کلام کرتا رہا۔ کہ آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ تو خدا ہی کا کلام ہے۔ علاوہ ازیں۔ جبکہ آپ کو روزمرہ کی

ایسی باتوں کا علم دیا جاتا تھا - جو پردۂ غیب میں ہوتی تھیں - اور پھر ہو بہو اُسی طرح اُنکا ظہور بھی ہو جاتا تھا - تو آپکے دل میں کوئی شک باقی نہ رہا - کہ یہ الہامی آواز ہے - جو بار بار آپ کو سنائی دیتی ہے -

جن پیشگوئیوں نے کسی آیندہ دُور دراز زمانے میں پورا ہونا تھا - اُن کے متعلق ارشاد ہوا تھا کہ ان کو لکھتے رہو - اس حکم خداوندی کی غرض یہ تھی - کہ ان پیشگوئیوں کا اپنے اپنے وقتوں پر پورا ہونا **دنیا کے لیئے نشان ہو** - اور لوگوں کو خدا کی ہستی پر ایمان پیدا ہو - اور نیز اُن کو اس بات پر ایمان پیدا ہو - کہ وہ اب بھی اسی طرح کلام کرنے پر قادر ہے جیسا کہ وہ کبھی کسی زمانۂ گذشتہ میں تھا - اب بھی وہ کسی آیندہ دُور دراز زمانے میں پیش آنیوالے واقعات کا ایسا ہی علم رکھتا اور دوسروں کو اس کا علم عطا کر سکتا ہے - اور اب بھی وہ دنیا کے معاملات پر ایسا ہی اختیار رکھتا اور اپنے تحت حکومت پر بے عیب قائم ہے - اور ہر ایک معاملہ میں جس طرح چاہے کرتا ہے اور کرتا رہیگا جیسے کہ اس سے پہلے بھی کر سکتا تھا - اور نیز **اس بات پر ایمان ہو - کہ حضرت احمد علیہ السلام خدا کے نبی اور رسول ہیں** - اور اس مادی دنیا میں اس لیئے آپ کی **بعثت ہوئی** تاکہ آپ ہر قسم کے شرک کا استیصال کر کے اللہ تعالیٰ کی محبت سے لوگوں کے دلوں کو معمور کریں -

پس منشائے الٰہی کے مطابق حضرت احمد علیہ السلام نے ایک کتاب لکھی اور اس کا نام براہین احمدیہ رکھا اس کتاب میں وہ الہامات اور مکالمات الٰہیہ درج ہیں جن سے اپنے زمانے میں آپ کی عزت افزائی کی گئی تھی جبکہ آپ ایک حجرہ میں مجردانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے - یہ **کتاب آج سے ۳۴ سال پہلے ۱۸۸۰ء میں تصنیف ہوئی** - اُس زمانے میں آپ بالکل گمنام زندگی بسر کرتے تھے - اور کوئی شخص آپ کو نہ جانتا تھا - اور آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا کسی کو وہم بھی نہ ہو سکتا تھا براہین احمدیہ میں سینکڑوں الہامات اور پیشگوئیاں چھپی ہوئی ہیں - ہم نے تو انہیں سے صرف چند ایک کا ذکر کیا ہے مذکورہ بالا پیشگوئیوں میں سات اغراض کو مد نظر رکھا ہے اور یہ ساتوں کے ساتوں اغراض ایسے اہم اور مہتم بالشان ہیں کہ حضرت احمدؑ جیسے گمنام شخص کی احاطۂ قدرت میں نہ تھا کہ اُن کو پورا کر سکے -

مفصلہ ذیل سطور پر غور کرو۔ کہا گیا تھا۔ کہ (۱) تیری مخالفت ہوگی۔ اور ہر طرف سے کوشش ہوگی کہ تیری ترقیات کے راستوں میں روڑے اٹکائے جائیں لیکن دشمن کی کوششیں بارآور نہ ہونگی۔ اسکو ذلت پر ذلت دیکر زک پہنچائی جاویگی۔ اور پھر لوگوں کے دلوں کو تیری خاطر خالی کر دیا جاویگا اور کثرت سے ان کا رجوع تیری طرف ہوگا۔ جیسا کہ وانتھی امر الزمان الینا۔ ایسی ندا بالحق سے ظاہر ہے یعنی دنیا کے لوگوں کا رجوع ہماری طرف ہوگا۔ اور پھر یہ پوچھا جاویگا۔ کہ کیا یہ سب خدا کی طرف سے نہ تھا (۲) دور دراز جگہوں سے مدد پہنچے گی۔ اور تیرے کام کی تکمیل کے لیئے جو کچھ بھی تجھے ضرورت ہوگی وہ سب کچھ تجھے دیا جاویگا اور قادیان کی سڑکوں پر اسقدر کثرت سے آمد و رفت ہوگی کہ وہ جا بجا شکستہ ہو جاوینگی اور انہیں گڑھے پڑ جاوینگے۔ (۳) کثیر التعداد لوگ دور دراز ملکوں سے آ آکر تیرے گرد جمع ہو جاویں گے۔ (۴) تیرے استیصال اور بربادی کے لیئے لوگ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرینگے۔ مگر خدا تیرا محافظ ہوگا اور تجھکو ہر بلا سے بچالیگا۔ (۵) تیرا نام آفتاب عالم کی طرح دنیا میں روشن ہو جاویگا۔ (۶) لوگ اس کثرت سے تیرے پاس آئیں گے کہ تو تھک جاویگا۔ اور پھر خارق عادت طور پر ہر ایک وہم و گمان سے بالاتر تجھکو صبر و استقلال اور بردباری سے کام لینا پڑا کرے گا۔ (۷) کثرت سے لوگ ہجرت کر کے قادیان آرہیں گے اور اصحاب الصفہ کہلائیں گے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ پیشگوئیاں سب کی سب حرف بحرف پوری ہو چکی ہیں یا نہیں حالانکہ یہ تمام پیشگوئیاں ایسے زمانے میں کی گئی تھیں جبکہ قطعاً ان کے پورا ہونے کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

کون نہیں جانتا۔ کہ مولویوں۔ مشائخوں۔ سجادہ نشینوں نے کیا کچھ نہیں کیا کہ وہ کسی طرح لوگوں کو روک دیویں کہ وہ اسکی طرف رجوع نہ کریں۔ کون نہیں جانتا کہ نہ صرف حضرت احمد کو کافر کہا گیا بلکہ ہر ایک شخص کو جس نے اُسے قبول کیا مرتد اور تارک اسلام کے نام سے یاد کیا گیا۔ لیکن کیا ان باتوں نے فی الواقع روک پیدا کر دی اور کسی نے حضرت احمد کو مہدی اور مسیح تسلیم نہیں کیا؟ نہیں بلکہ واقعات نے بتا دیا۔ کہ ان کی تمام مخالفتوں کے مقابلہ پر خدا کی مشیت کام کر رہی تھی۔ جس نے برق کا سا مقناطیسی کام کیا اور لاکھوں لوگوں کے دلوں کے اندر حضرت احمدؑ کی قبولیت کو مضمر کر دیا۔

ہاں۔کون کہہ سکتا ہے۔کہ حضرت احمدؐ کی ہلاکت اور بربادی کے سامان پیدا کرنے کیلئے ہر ایک ممکن سے ممکن طریق سے کام نہیں لیا گیا۔اور بعض مولویوں اور مشائخ نے حضرت عیسٰیؑ کے زمانے کے علماء کی طرح جھوٹ موٹھ باتوں سے گورنمنٹ کو اسکے برخلاف اکسانے میں کوئی کسر اٹھا رکھی اور دوسرے مولویوں نے یہ بتا بتا کر کہ یہ شخص تمھارے ایمان کو بگاڑتا اور تمھارے اعتقادات کو خراب کرنا چاہتا ہے جاہل مسلمانوں کو بھڑکانے کی کوشش نہیں کی۔لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا۔کیا اُن کی کوششیں بارآور ہوگئیں کیا وہ کامیاب ہوگئے۔نہیں بلکہ الہام الٰہی کے ماتحت تمام کے تمام مخالف ذلت اور رسوائی کے شکار ہوکر ناکام رہے۔اگرچہ انہوں نے ناخنوں تک زور لگا دیا۔اپنا لہو پانی ایک کر دیا اور روپے کو پانی کی طرح بہا دیا کہ اس بدر قدرت سے سینچے ہوئے پودے کو ابتدا ہی میں جڑھ سے اکھاڑ دیویں اور پھوٹنے سے پہلے ہی جھگڑا چکا دیویں مگر خدا کے زبردست ارادوں کے سامنے اُن کی کیا پیش جا سکتی تھی۔

غرض اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بموجب وہ بیج جو حضرت احمدؐ نے بویا تھا۔آخرش ایک درخت بنگیا اور خدا کے فضل سے اس عظیم الشان درخت نے بے شمار شاخیں نکالیں۔اور باوصف اسکے کہ متعصب ملاؤں نے جنکی آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا اور جو اپنے رنگ میں دیوانہ وار جوش رکھتے معلوم ہوتے تھے بیحد کوششیں کیں مگر کچھ نہ بنا اور حضرت احمدؐ کے مریدوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ کئی لاکھ تک نوبت پہنچ گئی۔

نمبر۲۔میں بتایا گیا تھا۔کہ دور دراز جگہوں سے مدد پہنچے گی۔کون نہیں جانتا۔کہ یہ پیشگوئی بھی کیسی صفائی سے پوری ہوگئی۔زیادہ تحقیقات کی ضرورت نہیں۔ڈاکخانے کے کاغذات ہی سے نہایت آسانی سے پتہ لگ سکتا ہے۔کہ حضرت احمدؐ کی حین حیات ہی میں کسقدر روپیہ اسکے غلام بھیجتے رہے ہیں۔لکھوکھا روپے آگئے۔اور سینکڑوں کی تعداد میں روزمرہ آرہے ہیں۔کیا لوگوں کے دلوں کو قبضہ میں لیکر اُن کو لکھوکھا روپے باقاعدہ طور سے بھیجنے پر مجبور کر دینا یہ بھی کسی انسان کے اختیار میں ہو سکتا ہے؟

تیسری پیشگوئی بھی کیسی عمدگی سے پوری ہوگئی۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تمام اطراف

واکناف سے قادیان میں لوگ آتے ہیں اور بعض بعض ایام میں تو کئی کئی ہزار تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ایسے مجمع ہائے کثیر کو دیکھکر کیا شانِ خدا یاد نہیں آتی۔ قادیان اور اسکی پڑوس کے لوگ حیران ہیں۔ کہ خدایا یہ کیا معاملہ ہے۔ وہ کیسا عظیم الشان اور بابرکت انسان تھا۔ جس نے مختلف القوم۔ مختلف اللسان اور مختلف الملک لوگوں کو دور دراز مقامات سے کھینچکر ایک جگہ جمع کر دیا۔ وہ نظارہ کیسا دلچسپ اور دلفریب ہو گا۔ جبکہ ایک ناظر حضرت احمدؑ کے حضور ایک جاٹ اور ایک بنگالی بابو کو پہلو بہ پہلو بیٹھے دیکھتا ہوگا۔ اور جو ایک پٹھان اور ایک کشمیری کو ایک مدراسی اور ایک بمبئی کے باشندے کے پاس کھڑے پاتا ہوگا۔ اگر ایک شخص قادیان کے بازاروں میں اُردو بولتا سنائی دیتا ہے تو دوسرا پشتو ہی بول رہا ہے۔ تیسرا عربی چوتھا فارسی ہی میں اپنا مطلب ادا کر رہا ہے۔ حضورؑ کے دیدار کے لیئے قادیان میں آنیوالوں میں سے اگر ایک افغانستان کا باشندہ ہے۔ تو دوسرا بلوچستان کا۔ تیسرا ایران کا۔ چوتھا روم کا۔ پانچواں مصر کا۔ چھٹا طرابلس کا۔ ساتواں انگلستان کا۔ آٹھواں امریکہ کا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ پھر کیا یہ لوگ محض حضورؑ کی دیدار کے لیئے آتے۔ اور ایک دو روز ٹھہر کر چلے جاتے۔ نہیں بلکہ یہاں یہ لوگ دنوں۔ ہفتوں۔ مہینوں اور سالوں تک حضورؑ کی بابرکت صحبت سے مستفیض ہونے کے لیئے ٹھہرے رہتے اور اس طرح سے مہمان خانہ بھی اور لنگر خانہ بھی ہمیشہ اپنے کثیر التعداد مہمانوں سے لبریز رہتا۔ اس امر کے لیئے بھی زیادہ تحقیقات کی ضرورت نہیں۔ اگر گاؤں کے لوگوں کا اعتبار نہ ہو۔ تو پولیس کی ڈائریوں سے اس امر کا نہایت آسانی سے ثبوت مل سکتا ہے۔

نمبر۳۔ میں دشمنوں کے حملوں سے حفاظت کا وعدہ تھا۔ یہ وعدہ کس طرح پورا ہُوا اس کا حال اگر دریافت کرنا چاہو۔ تو نہایت آسانی سے عدالتوں کی کارروائی۔ اور نقول کاغذات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ حضرت احمدؑ پر کئی حملے ہوئے۔ مگر خدا ہی ہر دفعہ اس کا حامی و ناصر بنا۔ اور اسکے دشمنوں کے حملوں کو پاش پاش کرتا رہا۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ دشمن کسی ایک فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ نہیں۔ بلکہ ہر ایک فرقہ اور ہر ایک مذہب کے لوگ اسکے ساتھ عداوت رکھتے تھے۔ کیوں؟ اس کا بڑا کام صرف یہی تھا۔ کہ تمام مذاہب باطلہ کا استیصال کرکے اور شرک

اور اوہام پرستی سے دنیا کو خالص کرکے لوگوں کو ایک ملت حنیفہ پر جمع کرے۔ اسلیئے جہاں کہیں اور جس مذہب میں وہ کوئی غلطی اور نقص دیکھتا اسکی اصلاح کی خاطر فوراً حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھا دیتا۔

پھر چونکہ ان مذاہب کے وکلاء دلائل سے عاری ہونیکے باعث ان حملوں کا جواب دینے سے عاجز ہوتے اس لیئے اس سے پیچھا چھڑانے کی خاطر رذیل سے ارذل حرکات کا ارتکاب کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔ ہم بہت سے واقعات کو چھوڑ کر یہاں ایک ہی مثال پر کفایت کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ پنجاب کے بعض عیسائی مشنریوں نے حضرت احمدؑ پر **اقدام قتل** کا اس نظر سے جھوٹا مقدمہ بنایا کہ حضرت ممدوح کو پھانسی کی سزا ہو کر مشنریوں کو ہمیشہ کے لیئے غرقاب خیالات میں ڈوبنے سے نجات مل جاوے۔ **مگر چونکہ محکمہ عالیہ رب العالمین سے یہ بات پہلے ہی فیصل ہو چکی تھی**۔ کہ حضرت احمدؑ ہر ایک دشمن کے حملوں سے قطعی طور پر محفوظ رہیں گے۔ اس لیئے اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لیئے حاکم بھی وہ مقرر ہوئے جو **اپنی انصاف پروری میں بے مثل تھے** اور شریف اور نیکدل انگریز تھے۔ اس نیک مزاج انسان نے تمام تحقیقات کے بعد یہ قرار دیا کہ حضرت احمدؑ قطعاً بے گناہ ہیں اور ان پر یہ مقدمہ محض افترا کے طور پر بنایا گیا ہے۔ لہذا حضرت احمد علیہ السلام کو بریت کا حکم سنا کر **سلطنت برطانیہ کی معدلت گستری کا ایک دائمی نشان قائم کر دیا** غیر مذاہب کے لوگ مثلاً عیسائی۔ ہندو وغیرہ تو چاہتے ہی تھے کہ کسی طرح حضرت احمدؑ کسی شکنجہ میں پھنس جاویں۔ خود مسلمان کہلانیوالوں نے فرق نہیں کیا۔ غرض دشمن تو ہر وقت موقعہ کی تاڑ میں رہتا ہی ہے اور موقعہ پاکر جو کچھ بھی کرگذرے تھوڑا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک دشمن جو سمجھ چکا تھا کہ یہ **انہونی بات** ہے کہ حضرت احمدؑ کے دم سے انکو نقصان نہ پہنچے **پہنچے گا** اور ضرور پہنچیگا۔ زمانہ بھر میں اسکی تعلیم پھیل رہی ہے اور وہ ترقی کر رہا ہے۔ ایسے دشمن سے بے پروا رہنا مشرق کے زبردست اصول دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد کی صریح تحقیر کرنا ہے۔ مگر اللہ کریم۔ ہر ایک شرارت کا ہمیشہ کافی انسداد کرتا رہا اور اپنے پیارے حضرت احمدؑ کو سخت سے سخت مصائب میں سے اپنے ہاتھ سے کھینچکر نجات دیتا رہا۔ تاکہ وہ لوگ جو چشم بصیرت رکھتے اور اس سے کام لینے کے عادی ہیں دیکھ لیں۔ کہ **اسلام کا خدا کیسا زبردست خدا ہے** اور کس طرح

وہ اپنے دوستوں کو مشکل سے مشکل اوقات میں مدد دیتا ہے۔

جس طرح سے کہ حضرت احمدؑ کے عدو اسکے ہاتھوں سے تنگ تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اُن سے چھوٹ جائیں ٹھیک اُسی طرح یسوع کے دشمنوں نے بھی چاہا۔ کہ ایک دفعہ اسکی زندگی کا فیصلہ کردیویں تاکہ آئے دن اُسکے نصیحت آمیز کلمات سننے سے نجات ملجاوے مگر جس طرح کہ حضرت احمدؑ کے دشمن اپنے حملوں میں سرسبز نہ ہوسکے اسی طرح یسوع کے دشمن بھی حقیقت میں کامیاب نہ ہوئے مگر فرق صرف یہ تھا۔ کہ حضرت احمدؑ کی بریت نہایت عزت سے ہوئی اور بریت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُسکو توفیق دی کہ وہ اُس مشن کی نہایت عمدگی سے تکمیل کرے جس مشن کے پورا کرنے کے لیئے وہ دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ برعکس اسکے یسوع دشمنوں کے منصوبے سے مرا تو نہیں مگر اسمیں بھی شک نہیں کہ دشمنوں کا اسپر پورا زور رہا اور نہایت ہی سخت سلوک اُس سے کیا گیا۔ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور میخیں اسکے ہاتھوں کے بیچ میں سے گذاری گئیں۔ اسقدر تکلیف اُٹھانی پڑی کہ آخر غشی کی نوبت پہنچ گئی حتیٰ کہ مشابہ بالمیت ہوکر قبر میں لٹایا گیا۔ اگرچہ وہ دشمنوں کے منصوبوں سے موت کا شکار ہونے سے تو محفوظ رہا۔ پر اسمیں بھی شک نہیں کہ اسکے دشمن یہاں تک ضرور کامیاب ہوگئے تھے کہ انہوں نے اسکو لحد کے کنارے تک پہنچا دیا اسکے دشمن اپنی کامیابی پر نازاں تھے۔ اور بڑی بڑی ڈینگیں مارتے تھے۔ مگر اسجگہ یہ بات نہ تھی۔ خدائے تعالیٰ کی غیرت نے اس بات کو قبول ہی نہ کیا کہ حضرت احمدؑ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے ذلت اُٹھائیں۔ اسلیئے اس نے اپنے وعدوں کے موافق حضرت احمدؑ کے دشمنوں کو موقع ہی نہ دیا کہ وہ خوشی سے بغلیں بجاسکیں۔ اور اُن کو بہت شرمندہ ہونا پڑا۔

اب بتاؤ۔ اور خدارا خوب سوچکر بتاؤ۔ کہ کیا اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ خدائے تعالیٰ کو یسوع ناصری کی نسبت حضرت احمدؑ کی زیادہ خاطر منظور تھی؟

یسوع کو ماننے والے اپنی مبالغہ آمیز تعریف و توصیف سے چاہے اسے خدا بنادیں اور چاہے خدا سے بھی بڑھکر اسکو عزت دیدیویں۔ یہ اُنکا اختیار ہے۔ مگر وہ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ واقعات کیا بتاتے ہیں۔

مسلمانوں۔ عیسائیوں اور ہندوؤں نے ملکر بھی کوششیں کیں اور علیحدہ علیحدہ بھی انہوں نے

ہاتھ پاؤں مارے کہ اگر حضرت احمدؑ کو کسی طرح پھانسی کی سزا نہ ہو سکے تو کم از کم جیلخانہ کی ہوا تو ایک دفعہ لے آئیں۔ مگر وہ خدا جو رب الافواج ہے وہ اخیر دم تک اپنے برگزیدہ اور محبوب احمدؑ کا ساتھ دیتا رہا۔ اور اسکے دشمنوں کو زور آور حملوں سے ہمیشہ پس پا کر کے اُنہیں قعرِ ذلت میں گراتا رہا۔

پانچویں۔ چھٹے۔ اور ساتویں نمبر میں بتایا گیا تھا کہ تیرا نام آفتاب عالم کی طرح دنیا میں روشن کیا جاویگا۔ لوگ اس کثرت سے تیرے پاس آویں گے کہ تجھے تھکا دیا کرینگے۔ اور کثرت سے لوگ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر ہجرت کر کے تیرے پاس آ رہینگے۔ یہ تینوں پیشگوئیاں ایسی صفائی سے پوری ہو چکی ہیں کہ کسی ثبوت کی قطعاً محتاج نہیں۔ آج سے ۲۶-۲۷ سال پہلے قادیان ایک گمنام گاؤں تھا۔ مگر آج دنیا بھر کے لوگ اُسکو جانتے ہیں۔ اور وہ اسقدر مشہور ہو گیا ہے۔ کہ صرف قادیان ہند لکھکر دنیا کے کسی حصے میں چٹھی پوسٹ کر دو۔ وہ چٹھی یقیناً نہایت آسانی سے قادیان پہنچ جاویگی باقی رہیں زائرین اور مہاجرین کے متعلق پیشگوئیاں۔ اُسکے متعلق صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے۔ کہ اگر شک ہو تو قادیان پہنچکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ یہ پیشگوئیاں کیسی عمدگی سے پوری ہو چکی ہیں۔ اور کس طرح بیسیوں کی تعداد میں دُور دراز ممالک سے کھنچکر روزمرہ لوگ قادیان کی زیارت کے لیئے آتے ہیں۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ پیشگوئیاں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے صدہا پیشگوئیوں میں سے چند ہیں۔ جو حضرت احمد علیہ السلام نے اپنے خدا سے الہام پا کر قبل از وقت شائع فرمائی تھیں۔ اور یہ ایسے وقت کی پیشگوئیاں ہیں جبکہ وہ اپنی چھوٹی سی اور تنگ و تاریک کٹھیا میں نہایت تنہائی کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

ہاں۔ سوچو۔ کہ حضرت احمدؑ کی وہ گمنامی کی حالت دیکھکر جبکہ وہ اپنی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ایک الگ تھلگ زندگی بسر کیا کرتے تھے کون کہہ سکتا تھا۔ کہ لوگ ایک ایسے گاؤں میں جو ایک گمنام۔ ریلوے سٹیشن سے بہت دُور۔ اور راستے سے ہٹ کر بالکل ایک طرف واقعہ ہے دُور دراز ممالک سے آتے رہینگے۔ اور ایک نہیں دو نہیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں آوینگے اور آتے رہیں گے۔ کون خیال کر سکتا تھا۔ کہ مختلف العقائد۔ مختلف اللسان مختلف الممالک

مختلف الآرائے۔ اور مختلف الاقوام لوگ **قادیان میں آکر ایک ہوجاویں گے** اور بھائی بھائی بنکر قادیان کو مستقل رہائش کی جگہ بنالیں گے۔ ہاں یہ کس کو گمان تھا۔ کہ ایک انسان جو اپنے گھر کی ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں رہا کرتا ہے اور **اپنے گاؤں کے لوگوں سے بھی واقفیت رکھنے کا دم نہیں بھر سکتا**۔ آفتاب عالم کی طرح دنیا میں مشہور ہوجائیگا۔ ہاں کس کے وہم میں یہ بات آسکتی تھی کہ قادیان سے ایک چشمۂ شیریں پھوٹ نکلیگا۔ جسپر ہزارہا لوگ اپنی پیاس بجھانیکے لیئے دور دراز مقامات سے دوڑ دوڑ کر آئیں گے۔ کیا حضرت میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امکان میں تھا کہ وہ ان تمام باتوں کو پورا کر دیتے۔

ہماری حیرت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اسکے کہ وہ محبوب حضرت احمد علیہ السلام آنجہانی چھ سال سے ہم سے جدا ہوکر واصل الی اللہ ہوچکے ہیں۔ مگر ان پیشگوئیوں کی تکمیل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لوگ اسی طرح قادیان میں آتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اسی طرح اس سلسلے کے لیئے کام کررہی ہے جس طرح حضرت علیہ السلام کی زیست میں کیا کرتی تھی۔ دن بدن زائرین کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے ہر ایک پہلو سے ترقی ہو رہی ہے مختلف حصص دنیا میں ابھی تک حضرت احمد کی بعض پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہو رہی ہیں۔ سو اگر کوئی چاہے تو آج بھی حضرت احمد کی پیشگوئیوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ سکتا ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ **آیندہ آنیوالی نسلیں بھی ہمیشہ دیکھتی رہیں گی** کہ وہ تمام الہامات اور کلمات جو براہین احمدیہ میں لکھے جاچکے ہیں۔ جسکو تصنیف ہوئے بھی ۳۴ سال ہوچکے ہیں۔ اپنے اپنے اوقات پر کیسی صفائی سے پورے ہوتے رہتے ہیں

پیارے ناظرین۔ اب آپ سوچیں۔ کہ کیا یہ تمام باتیں اس مقدس انسان حضرت احمد قادیانی کے اختیار میں تھیں کہ اپنی پیشگوئیوں کے مطابق واقعات کو پورا کرکے دکھادیتا؟ اگر یہ نہیں تھا۔ اور یقیناً ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ تو پھر بتاؤ۔ کہ ایک ایسا انسان جو سالہا سال پہلے خدا سے خبر پاکر صدہا امور کی بابت پیشگوئی کرتا ہے۔ اور پھر وہ تمام امور اپنے اپنے وقت پر آکر اسی طرح ہو بھی جاتے ہیں۔ اسے کیوں نہ نبی کہا جائے **جبکہ خود خدا نے اُسے نبی کہا**۔ اور ارشاد فرمایا۔ **کہ میرے بندوں کو کہدو کہ وہ بھی تمھیں نبی کہکر پکارا کریں۔ یہ ارشاد خداوندی ہے۔ ہم کون ہیں۔ جو اُسکی حکم**

سلسلۂ سنوسیہ

سلسلۂ سنوسی کی نسبت بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اسلیئے مناسب ہے کہ اس سلسلہ کی ابتداء اور اغراض سے ناظرین کو مطلع کیا جاوے۔ اس سلسلہ کے ایک رکن احمد عبداللہ نے رسالہ فورم میں بانی سلسلہ کے حالات اور عقائد شائع کیئے ہیں جن کو ناظرین کی اطلاع کے لیئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:۔

سلسلہ سنوسیہ کی بناء محمد بن سنوسی الخطابی۔ الحسنی۔ الادریسی المدجیری نے ۱۲۵۱ ہجری مطابق ۱۸۳۵ء میں ڈالی۔ جو بعد میں شیخ سنوسی کے نام سے مشہور ہوا۔ شیخ سنوسی ۱۲۰۶ء ۱۷۹۱ء میں ملک مراکش میں پیدا ہوئے آپ اولاد سیدی عبداللہ بن الخطابی المدجیری کے قبیلہ میں سے تھے جو عربوں کا ایک قبیلہ ہے۔ اور عرصہ دراز سے علیل قوم کے علاقہ میں آباد ہے۔ آپ ذات کے سید تھے۔ اور ابتدائی عمر میں ہی آپ کی ذہانت و قابلیت کے آثار نظر آتے تھے۔ آپ جلدی ہی اپنے علاقہ میں صرف و نحو تفسیر اور فقہ کے علم کی وجہ سے مشہور ہو گئے تیس سال کی عمر میں آپ شہر مراکش میں تشریف لیگئے۔ اور ۱۸۲۹ء میں آپ حج کے لیئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے آپ شمالی افریقہ میں سے گذرتے ہوئے راستہ میں وعظ و نصیحت کرتے آئے۔ لیکن مکہ معظمہ کے باشندے علماء اور اہل سیاست آپکے مخالف ہو گئے اور آپ مکہ سے نکلنے کے لیئے مجبور کیئے گئے۔

افریقہ میں واپس آکر آپنے وہ کام شروع کیا جو آپ کی زندگی کا حقیقی اور اصل کام کہا جا سکتا ہے البیداء میں آپنے درس گاہ قائم کی۔ اور اسی جگہ سے آپکی شہرت کا نشو و نما شروع ہوا۔ تمام افریقہ اور ایشیاء سے آپ کے پاس شاگرد جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور اسی جگہ آپنے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جو تمام مسلمانوں میں عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ رفتہ رفتہ آپ کا یہ کام زیادہ وسیع اور مضبوط ہوتا گیا۔ اور تمام اطراف میں پھیلنا شروع ہو گیا۔ چنانچہ آپنے طرابلس۔ جنوبی ٹیونس۔ مراکش مصر۔ عرب اور سوڈان میں کئی درس گاہیں قائم کیں۔ اور جن جن علاقوں میں آپنے درس گاہیں قائم کیں۔ وہاں آپکا بڑا رسوخ قائم ہو گیا۔ آپنے اپنے شاگرد واعظ بنا کر افریقہ کے دور دراز علاقوں میں بھیجے جہاں افریقہ کے حبشیوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

شیخ سنوسی نے ۱۸۵۹ء میں وفات پائی۔ آپکے عقائد بعینہٖ وہی تھے۔ جو قدیم صوفیاء کے عقائد ہیں۔ آپنے اسلام میں کوئی نئی بات (بدعت) داخل نہیں کی اور نہ آپنے کوئی تجدید یا اصلاح کی (یہ شیخ سنوسی کے مرید احمد عبد اللہ کے اپنے الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے ایڈیٹر) آپ کے شاگرد وہابیوں کی طرح تنگ دل مُلا نہیں ہیں۔ اُنکی تعلیم وہی ہے جو قرآن شریف اور سُنت کی تعلیم ہے۔ یہ لوگ بعد کی تمام بدعتوں اور الحادوں کے مخالف ہیں۔ اُنکی تعلیم کے تین بڑے حصہ ہیں اول قرآن شریف پر عمل کرنا۔ دوم قدیم صوفیاء کے عقائد۔ سوم امامت یعنی تمام مسلمان کا ایک امام ہونا چاہیئے۔ جو انکا مطاع ہو۔ (ہمارے احمدی احباب (غیر مبایعین) شیخ سنوسی کی اس تعلیم پر غور فرمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا۔ شیخ سنوسی تمام مسلمانوں کے لیئے ایک امام کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں مگر بعض ہمارے بھائی ہیں جو احمدی جماعت کے لیئے بھی امام کی ضرورت نہیں دیکھتے۔ افسوس اُنکی آنکھوں پر کیسے پردے پڑ گئے ہیں اور سمجھ میں کیسا فرق آگیا۔ ایک بیّن اور کُھلی کُھلی بات سے بھی انکار ہے۔ ایڈیٹر)

سپین کے مُسلمانوں سے مسیحیوں نے کیسا سلوک کیا

مسیحی صاحبان کو اپنی کارروائیاں بھول جاتی ہیں اور مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ اُنہوں نے جبر سے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا۔ ان بزرگوں کو اگر اپنی کارروائیوں کا کچھ خیال ہو تو اسلام پر کبھی جبر کا اعتراض نہ کریں بلکہ مارے شرم کے کبھی اپنا سر بھی اونچا نہ کریں۔ سپین کے اخبار اسپانا ماڈرنا کے پڑھنے سے (جس کا اقتباس ریویو آف ریلیجنز بابت مئی ۱۹۱۲ء میں صفحہ ۲۸۴ پر دیا گیا ہے) معلوم ہوگا کہ مسیحی صاحبان نے مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ شاہ سپین اور ملکہ سپین نے حلف کے ساتھ یہ عہد کیا تھا کہ مسلمانوں پر کوئی جبر نہیں کیا جائیگا اور یہ اُمید کی گئی تھی کہ آہستہ آہستہ یہ لوگ مسیحی مذہب میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن اُس ملک کے مسیحی ایسے سرگرم مسیحی تھے کہ وہ اتنی دیر تک صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اسلیئے اُنہوں نے بادشاہ اور ملکہ کی قسم کو اس طرح پورا کیا کہ مسلمانوں سے نہایت سختی سے سلوک کرنا شروع کر دیا اور جبر سے

انکو بپتسمہ دیا اور بے شمار کتابیں نہایت بیرحمی سے جلادیں۔ یہ کتابیں اگر اسوقت موجود ہوتیں تو علم تاریخ کا ایک بیش بہا خزانہ تصور کی جاتیں۔

اس سلوک کے ساتھ جو مسیحیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا اُس حُسن سلوک اور مذہبی آزادی کا مقابلہ کرو جو سپین کے مسیحیوں کو مسلمان فاتحین کی طرف سے حاصل تھی۔ مسیحی خود اس بات کے مقر ہیں کہ مسلمان فاتحوں نے اپنی مسیحی رعایا سے نہایت ہی کریمانہ اور فیاضانہ سلوک کیا اور انکو پوری مذہبی آزادی دی لیکن مسیحی لوگ ایسے محسن کش ثابت ہوئے کہ مسلمانوں جیسی محسن قوم کے ساتھ نہایت قابل شرم سلوک کیا۔ اور انکو جبراً بپتسمہ دیا۔ اس سے بڑھکر قابل افسوس بات یہ ہے کہ اب بھی باوجود ایسی کارروائیوں کے مسیحی صاحبان کو مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ مسلمانوں نے جبر سے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا۔ یورپ خود مسلمانوں کی بردباری مذہبی آزادی اور کریمانہ فیاضی کا گواہ ہے مگر تعجب ہے کہ باوجود اس علم کے یورپ کے لوگ ہی سب سے بڑھکر اسلام پر جبر کا اعتراض کرتے ہیں۔ اگر مسلمان جبر سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرتے تھے تو سپین میں ایسا کیوں نہ کیا۔ مسیحی صاحبان! کچھ تو انصاف کرنا چاہیئے۔ کچھ تو اپنے گریبان میں مُنہ ڈالکر اپنے حال کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کیا مسیحیوں نے مذہب کے لیئے جو جو خونریزیاں کی ہیں اور جو تعصب اور مذہبی جنون دکھایا ہے اور جس کا اسوقت تک بعض مسیحی صاحبان ثبوت دیتے رہے ہیں اسکی نظیر کسی اور مذہب میں دیکھی جاتی ہے۔ اسوقت بھی جو اسلام پر بیجا اعتراض کیئے جاتے ہیں انکا سرچشمہ بھی دراصل وہی ضد اور تعصب ہے جو اسوقت قلم کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور بلقان۔ طرابلس اور ایران میں تلوار کے ذریعہ بھی ظاہر ہو چکا ہے۔ مسیحیوں میں مذہبی تعصب اور عداوت اسقدر بڑھے ہوئے ہیں کہ نہ صرف غیر مذاہب کے ساتھ سلوک کرتے وقت یہ صفات وحشیانہ رنگ میں ظاہر ہوتے رہے ہیں بلکہ باہم بھی مسیحی فرقوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نہایت ہی خطرناک بیرحمی اور خونریزی کا سلوک کیا ہے اور یورپ اور امریکہ کی تاریخ اسکی گواہ ہے جسکے صفحات ان حالات سے سُرخ نظر آتے ہیں۔ لیکن سخت حیرت آتی ہے کہ باوجود انکے گھر میں یہ حالت ہے اور باوجود اسکے کہ وہ یورپ میں مسلمان فاتحین کا نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں پھر بھی اسلام پر ہی جبر اور مذہبی خونریزی کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔ جو لوگ خود شیشوں کے

سلسلۂ تبلیغ

تبلیغ کا کام خدا کے فضل و کرم سے بڑے اعلیٰ پیمانہ پر انجام پا رہا ہے۔ واعظین اور مبلغین کے خطوط امید افزا اور دل خوش کن آ رہے ہیں۔ اسوقت ہندوستان اور پنجاب کے مختلف مقامات میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ہدایات کے ماتحت بہت سے مبلغ کام کر رہے ہیں۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب کی معرفت چند دن ہوئے دو عیسائیوں نے اسلام قبول کیا ہے اب جناب مفتی صاحب کٹک سے اپنے تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہاں ایک مسلمان عبد الرحمٰن نام سے اتفاقاً واقفیت ہو گئی تھی۔ کل اس نے بیعت کی۔ اور احمدی ہوا۔ جو سعید آدمی ہے۔ اور دو سروں کو بھی احمدیت کی تحریک کرتا ہے۔ کل ایک اور بنگالی نوجوان بنام کالی کرشنا ساکن سنتوش پور کلکتہ سے ایک لمبی گفتگو کے بعد **پیغام صلح** اتحاد میں شامل ہوا اور حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت احمد جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ کی نبوت کا تحریری اقرار میری نوٹ بک پر کیا فالحمد للہ۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل موضع رجوعہ ضلع گجرات سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وعظ ہوا اور بائیس ایسے آدمیوں نے بیعت کی جو کہ پہلے احمدی نہیں تھے۔ مولوی عبد الصمد صاحب علاقہ وسط ہند میں۔ چودھری بدر بخش صاحب راجپوت راجپوتانہ میں۔ مولوی محمد سعید الحسن صاحب صوبہ بہار میں۔ مولانا مولوی عبد الواحد صاحب بنگال میں۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مدرسہ احمدیہ کے پاس شدہ طالب علم ضلع گورداسپور میں۔ شیخ غلام احمد صاحب و فلاسفر صاحب کانگڑہ کے مضافات میں۔ شیخ عبد الرب صاحب نو مسلم ضلع لائل پور میں کام کر رہے ہیں۔ جو کہ بہت مفید ثابت ہو رہا ہے۔ مبلغین کی رپورٹیں باقاعدہ آ رہی ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ ممالک غیر میں بھی خدا کے فضل سے تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب بیروت (شام) سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "مجھے شیخ ہاشم بار بار کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب منگواؤ۔ میں ترجمہ کرنے میں مدد دونگا۔ حضورؑ کو مجدد کے لفظ سے پکارتا ہے۔ کوئی دن نہیں جاتا۔ کہ میں حضورؑ کا ذکر اسکے سامنے نئے رنگ میں پیش نہیں کرتا۔ کل ہی ایک بڑی دعوت میں اس نے مجھے ان الفاظ سے

انٹروڈیوس کرایا کہ یہ حضرت غلام احمد رضیہ اللہ عنہ کے فیض یافتہ لوگوں سے ہیں۔ میرے لیئے اس آفندی کا وجود ان کے صدق دعویٰ پر کافی ثبوت ہے۔ بخدا اگر میری ماں بیوی بچے نہ ہوں۔ تو آج ہی قادیان چلا جاؤں پھر خود ہی اس نے حضورؑ کے الہامات کا ذکر سنایا۔ یہاں بیروت میں سب سے بڑھ کر عالم اور عمدہ اخلاق کا انسان اور فصیح اللسان ہے۔

چودھری فتح محمد صاحب نے لنڈن میں خالص احمدیت کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا ہے۔ اور ایک انگریز خاتون سلسلہ احمدیہ میں داخل بھی ہو چکی ہے اور چودھری صاحب نے وہاں انجمن احمدیہ کی بنیاد بھی ڈال دی ہے۔ جو کہ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہوگی۔ دیہاتوں میں سکول کھولے جا رہے ہیں۔ اور آٹھ سکول کھل چکے ہیں مبلغین کی دونوں جماعتیں باقاعدہ طور پر تیاری میں مصروف ہیں۔ ہفتہ میں دو دفعہ ان کو لیکچروں کی مشق کرائی جاتی ہے۔

ریویو

نورِ خلافت مولوی نعمت اللہ صاحب گوہر سیکنڈ ماسٹر مزنگ۔ لاہور نے اس نام کا ایک رسالہ ۱۶ صفحہ کا شائع کیا ہے۔ جس میں سورہ نور کی آیت استخلاف کی تفسیر بڑے عمدہ پیرائے میں کر کے خلافت احمدیہ کو ثابت کیا ہے۔ اور مخالفین خلافت کے ان استدلال کا جو وہ اس آیت سے پیش کرتے ہیں۔ بہت احسن طور پر رد کیا ہے۔ اور بہت سے لطیف نکات بھی بیان فرمائے ہیں۔ احباب اسکو خرید کر مستفیض ہوں۔ قیمت فی جلد ۱؍ اور بیس جلد کی ایک روپیہ۔

البلاغ یہ ایک ماہواری رسالہ ہے۔ جو دار الریاست مالیر کوٹلہ سے اسلامی معاشرت اور علوم اور طبقہ نسواں کے ہر قسم کے حقوق کی حمائت کرنے کی

غرض سے شائع کیا گیا ہے۔ مضامین کی بندش اور عبارت کی آراستگی کو دیکھکر اُمید کیجاتی ہے۔کہ یہ رسالہ بہت جلدی ملک کے معزز رسالوں کی صف میں جگہ پالے گا۔ وہ شوقین جو مذہبی اور معاشرتی رسالوں میں زبان کی برجستگی اور چستی کے دلدادہ ہیں۔ اس رسالہ سے حظ اُٹھائیں۔

رپورٹ ماہوار بابت ماہ جون ۱۹۱۴ء صدر انجمن احمدیہ قادیان

صیغہ اشاعت اسلام:۔ تعداد خریداران ریویو انگریزی میں گذشتہ ماہ سے ۳۰ کی زیادتی اور ریویو اُردو میں دس کی کمی ہوئی۔

ریویو حضرت مسیح موعودؑ نے جاری کرائے اور خود اپنے قلم مبارک سے اس رسالہ کی ترقی اور بہبودی کے لیئے تحریک کی اور اشاعت اسلام کا اس زمانہ میں ایک عمدہ ذریعہ قرار دیا۔ اور اپنی اغراض میں سے اسے ایک غرض فرمایا۔ اور اپنی خواہش ظاہر فرمائی کہ اس کا دس ہزار خریدار پیدا ہو جائے گو یہ بات آپ کی زندگی میں نہیں ہوئی مگر اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ کسی وقت اپنے پیارے اور برگزیدہ کے دہن مبارک سے نکلی ہوئی بات کو پورا کر دکھائے وہ بڑا قادر ہے۔ دلوں کا وہی مالک ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "خدا تعالیٰ کی اصل غرض مجھے بھیجنے کی اسلام کے متعلق عیسائی مذہب نے جو غلطیاں پھیلائی ہیں ان کو دور کرنا ہے۔ جس کا نام کسر صلیب ہے۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لیئے رسالہ ریویو جاری کیا گیا ہے۔ **اگر خدانخواستہ**

یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہو گیا۔ تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لیئے ایک ماتم ہو گا۔" پھر آپ اس کی امداد میں یوں رقمطراز ہیں

کہ "جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا۔ میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اسکے مال میں کچھ کمی آجائے گی۔ بلکہ اسکے مال میں برکت ہوگی۔ پس خدا پر توکل وبھروسہ کرکے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گذاری کا ہے۔ اور اگر تم اسقدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے"۔

اس ارشاد کی تعمیل میں بعض جان نثاروں نے خود بھی اپنے نام جو ریویو جاری کرا لیئے۔ اور دیگر احباب کے نام جاری کرائے۔ اور بڑا ثواب حاصل کیا۔ لیکن ہمیں اب یہ معلوم ہونے پر سخت افسوس ہوا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے ریویو بند کرانے کو لکھا ہے۔ جس کی وجہ اختلاف خلافت یا اگر کسی شخص نے پیغام صلح بند کر دیا ہے تو اس کا بدلہ معلوم ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی آگاہی کے لیئے لکھا جاتا ہے کہ ریویو بند کرانے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کی صریح مخالفت ہے۔ جو شخص حضرت صاحب کے حکم کی قدر کرتا ہے اس کا دل کبھی نہیں گوارا کرتا ہے۔ کہ کسی اختلاف کی وجہ سے پرچہ بند کرائے۔ اور نہ ہی پیغام صلح کے بند ہونے کے مقابلہ میں ریویو بند ہونے سے معاوضہ ہو سکتا ہے۔ اس لیئے بند کرانے سے اول غور کرنا چاہیئے کہ اس کام کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

اس ماہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پچاس انگریزی رسالہ ولائیت میں پانچ قاہرہ میں اور پانچ بیروت میں قیمتاً بغرض اشاعت اسلام جاری کرائے۔ جزاہ اللہ خیراً

صیغہ تعلیم۔ ۱۹ مدرسین ہیں۔ جو مدرسہ میں کام کرتے ہیں جنمیں سے دو بی۔ ٹی ہیں اور دو بی۔ اے کا امتحان دیکر آئے ہیں۔ خدا کرے کامیاب ہو جائیں۔ مذکورہ عملہ میں سے سات مدرسین بی۔ اے ہیں۔ اور نو ٹرینڈ ہیں۔ اور تین سرٹیفکیٹڈ لوئر پرائمری ہیں۔

تعداد طلباء ۳۰۴ ہیں۔ جنمیں سے ۸ طلباء ایسے ہیں۔ جنکو سرکاری وظیفہ ملتا ہے۔

تعداد بورڈران ۱۳۳ ہے۔

اس دفعہ ۱۱ امیدواران سے ۷ طلباء سالانہ امتحان انٹرنس میں کامیاب ہوئے۔

مسیح موعودؑ کا ذکر ولایت کے اخبارات میں

(چودھری فتح محمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی بلقان کی پیشگوئی کے پورا ہونیکا اعلان کیا ہے۔ ہم ذیل میں اُسکا ترجمہ کر دیتے ہیں)

خواجہ کمال الدین صاحب نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک پیشگوئی کے متعلق ایک اخبار مورخہ ۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۲ء میں ایک مضمون شائع کیا تھا

یہ پیشگوئی ایک حیرت انگیز طریق سے پوری ہوگئی ہے۔ ابتداء میں اس پیشگوئی کا اعلان عربی میں جس زبان میں یہ الہاماً نازل ہوئی تھی سنہ ۱۹۰۴ء میں شائع کیا گیا تھا۔ اور اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ "ترک ایک قریب کی زمین میں شکست کھائیں گے۔ لیکن شکست کھانے کے بعد جلد تر غالب ہو جائیں گے" یہ پیشگوئی جو سنہ ۱۹۰۴ء میں کی گئی تھی۔ اپنے پورا ہونے سے آٹھ سال پہلے ان چار باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یعنی جنگ کا ہونا اسکا مقام ترکوں کی شکست اور آخر کار پھر انکی فتح۔ یہ بات کہدینی آسان تھی۔ خواہ سنہ ۱۹۰۴ء میں ہی کیوں نہ کہی جاتی۔ کہ ترکوں کو کوئی جنگ پیش آئیگی۔ لیکن یہ بات قبل از وقت بتا دینی بالکل ناممکن تھی۔ کہ جنگ کا میدان کونسا ہوگا۔ اور پھر فریقین کے بدلنے والے حالات کا قبل از وقت بتا دینا اور بھی مشکل تھا۔ اس وقت بھی جبکہ جنگ شروع ہوئی ہے۔ کوئی شخص قیاس نہیں کر سکتا تھا۔ کہ ترک چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستوں کے ہاتھوں ایسی خطرناک شکست کھائیں گے اور پھر اپنے دار الخلافہ کے قرب میں ترکوں کی نہ دبنے والی فوج تھریس میں اس طرح پراگندہ کر دی گئی۔ کہ سلطان کو یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ وہ اپنا پایۂ تخت قسطنطنیہ سے بروسہ کو بدل دے۔ لیکن اسپر جنگ کا خاتمہ نہیں ہُوا۔ ترکوں نے شتلجہ کے مورچوں کے پیچھے مضبوط قدم جما لیا اور آگے بڑھنے والے بلغاریوں کو ایسے سخت نقصان پہنچائے۔ کہ بلغاریوں کے دماغ سے یہ خیال بالکل نکل گیا۔ کہ وہ ترکوں کی فوج کو شکست دے کر شتلجہ کے مورچوں پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے قسطنطنیہ کی طرف دھکیل دیں۔ اس حال میں بھی کہا جا سکتا تھا۔ کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ لیکن ترکوں کے ایڈریانوپل پر دوبارہ قبضہ کر لینے کی وجہ سے یہ اور بھی مکمل طور سے پوری ہوئی۔ ابتداء جنگ سے ریاست ہائے بلقان کی متحدہ فوجیں ایڈریانوپل فتح کرنیکے لیئے پورا زور خرچ کر رہی تھیں۔ کیونکہ یہ شہر قسطنطنیہ کی کنجی ہے۔ اور جبکہ ایک لمبی اور مستقل جدوجہد کے بعد ترکوں نے اسے دشمن کے سپرد کر دیا تو کسی شخص کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ یہ شہر پھر بھی کبھی ترکوں کی سلطنت کا حصہ بنے گا۔ لیکن جنگ کے ترازو نے ایک اور حرکت کی اور متحدہ ریاستوں میں جھگڑا ہو گیا۔ اور اس سے ترکوں کو ایڈریانوپل اور بعض دوسرے ضروری مقامات کے دوبارہ فتح کرنیکا موقعہ مل گیا۔ جن مقامات سے انہیں بلغاریوں نے چندروز پہلے مار کر ہٹا دیا تھا۔ ترک انجام کار فاتح ہوئے۔ اور اس طرح وہ الہام جو احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہُوا تھا۔ پورا ہُوا۔ (فتح محمد سیال۔ ایم۔ اے۔ قادیان نمائندہ)

مطبع میگزین قادیان میں مینجر میگزین کے اہتمام سے صدر انجمن احمدیہ کیلئے چھاپا گیا

[illegible] گے | [illegible] کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۲ھ

عام [illegible] طلبہ کے [illegible] | [illegible]

فہرست مضامین

[illegible] کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شایع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدی بھائیوں سے خطاب

برادران۔ میں اسوقت نہایت سنجیدگی سے آپ صاحبان کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور میری آپ صاحبان سے استدعا ہے کہ آپ اس مضمون کو اس نیت سے پڑھیں کہ اگر اسمیں کچھ حق ہے تو ہم اسکو بلا خوف لومۃ لائم قبول کرلیں گے۔ تم میری طرف نہ دیکھو بلکہ میں جو کچھ عرض کرتا ہوں اسکی طرف دیکھو۔ یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کہنے والا کیا کہتا ہے اور میں خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو حق کو ظاہر کردے اور اسکے اتباع کی ہمیں توفیق عطا فرما اور باطل کا پردہ فاش کردے اور اس سے اجتناب کرنے کی طاقت ہمیں بخش۔ پس اس تحریر سے پہلے آپ کی خدمت میں دوبارہ یہ التماس کرتا ہوں کہ اپنے سینوں کو کم از کم تھوڑی دیر کے لیئے صاف کرکے میرے اس مضمون کو پڑھو۔ اگر تمہارا پہلے سے ہی یہ ارادہ ہے کہ جو کچھ یہ کہتا ہے ہم اسے قبول نہیں کرینگے اور اگر اس مضمون کے پڑھنے سے پہلے ہی آپنے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ جو کچھ اس نے بیان کیا ہے یہ غلط ہے تو پھر تمہارے اس رسالہ کے پڑھنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ایسا فیصلہ پہلے سے ہی نہ کریں بلکہ اپنے دل کو اس بات کے لیئے تیار کریں کہ اگر اس مضمون میں راستی ہوگی تو ہم اسے قبول کرلیں گے۔ آپ میں سے بعض صاحبان نے یہ کہا ہے کہ ہم استی

کے تابع ہیں۔ راستی ہی کی خاطر ہم نے مسیح موعودؑ کو قبول کیا تھا اور اب بھی ہم کسی کی تقلید نہیں کریں گے بلکہ راستی کو لیں گے۔ اور اگر اس راستی کے لئے ہمیں اپنا گذشتہ عمل بھی قربان کرنا پڑے تو راستی ہمیں ایسی پیاری ہے کہ ہم اُسکی خاطر گذشتہ عمل بھی قربان کر دیں گے۔ بے شک راستی ایسی ہی پیاری ہونی چاہیئے۔ راستی کے مقابل میں ہمیں ہر ایک قربانی کے لئے تیار ہونا چاہیئے۔ میں بھی کہتا ہوں کہ تم اس مضمون کے پڑھتے وقت اسی راستی کو مدنظر رکھو اور جب تم نے ایک امر کو حق سمجھ کر اپنے چھ سال کے عمل کو قربان کر دیا تو میں اُمید کرتا ہوں کہ چند روز کی غلطی کو چھوڑنا تو تمہارے لئے بہت آسان ہوگا۔ کیونکہ جس شخص میں اس قدر قوت ہے کہ وہ حق کی خاطر کئی سال کی غلطی کو فوراً ترک کر سکتا ہے تو چند روز کی غلطی کا چھوڑنا تو اسکے آگے کچھ مشکل نہیں ہونا چاہیئے۔ پس اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے میں آپ سے ایک عہد طلب کرتا ہوں اور وہ عہد یہ ہے کہ آپ حق کو قبول کرنیکے لئے تیار ہو کر میرے اس مضمون کو پڑھیں گے اور راستی کو لبیک کہنے کے لئے کوئی امر آپکے لئے سدّ راہ نہ ہوگا۔ پس میں آپ سے ایک کشادہ سینہ مانگتا ہوں۔ میرے آگے ایک ایسا دل پیش کرو جو حق کے قبول کرنیکے لئے بالکل تیار ہو اور جو ناجائز تعصب اور ہٹ کی میل سے کلی طور پر پاک ہو۔ حق کے پیاسے ہو کر آؤ۔ ہار جیت کے خیال کو چھوڑ کر آؤ۔ اور اس بات کے لئے بھی اپنے آپ کو تیار کر لو کہ اگر حق کی خاطر ہمیں کسی عزیز کو بھی چھوڑنا پڑا تو جیسا ہم نے مسیح موعودؑ کے زمانہ میں صرف خدا کے لئے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو چھوڑ دیا اور ایسا کرنے میں ایک لذّت حاصل کی۔ ایسا ہی اب بھی ہم حق کی خاطر دوستوں کی دوستی اور رشتہ داروں کی قرابت اور یاروں کی محبت کو قربان کر دینگے۔

پس میرے بھائیو! اور میرے دوستو!! اور میرے عزیزو!!! اور میرے بزرگو۔ میری آپ سب سے یہی درخواست ہے کہ میرے اس مضمون کے پڑھنے سے پہلے اپنے پیارے مسیحؑ کی محبت کو ایک بار پھر اپنے دلوں میں تازہ کر لو اور ہر ایک ایسا شخص جو تم میں سے آخری زمانہ کے موعودؑ کو دیکھنے والا ہے وہ اسکے پیارے چہرے کو پھر ایک دفعہ اپنی آنکھوں کے سامنے لانے کی کوشش کرے اور یاد رکھے کہ اگر اسوقت وہ چہرہ آنکھوں سے پوشیدہ ہے

تو پھر ایک وقت آئے گا جب وہ اس عالم سے رخصت ہو کر دوسرے عالم کی طرف رحلت کریگا اور اس دوسرے عالم میں اس کی اُس پیارے مسیح سے ملاقات ہوگی جس کے آگے وہ اس عالم میں اظہار اخلاص کیا کرتا تھا۔ پس کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ اسقدر جدائی کے بعد جب تم پھر اُس پیارے۔ اس محبوب مسیح سے ملو تو اسوقت تمھیں اس کی بارگاہ میں شرمساری اٹھانی پڑے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ جس طرح اس عالم میں تم اسکی گود میں بچوں کی طرح رہتے تھے ایسا ہی اس عالم میں تم اُسکے کنار عاطفت میں جگہ حاصل کرو تو اسوقت اپنے سینوں کو ہر ایک قسم کے بیرونی خیالات اور وقتی جذبات سے پاک کر کے خدا سے ڈر کر اور پیارے مسیح کی محبت کو یاد کر کے اپنی طبیعتوں کو حق کے قبول کرنیکے لیئے تیار کرو اور اس ناچیز کی تحریر پر غور کرو۔ ممکن ہے کہ اس عاجز کی تحریر حق کی طرف رہنمائی کرنے کا باعث ہو جائے جو تم میں سے دوسروں کے لیڈر ہیں وہ بھی خدا کے لیئے تھوڑے وقت کے لیئے تمام خیالات کو بھلا کر اس عاجز کی تحریر کو خالص اس نیت سے دیکھیں کہ اگر انہیں اس میں کچھ حق نظر آئے تو وہ اسے فوراً قبول کریں گے۔ انکی ذمہ واری دوسروں سے بڑھکر ہے اس لیئے اُنھیں زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ اور جن صاحبان نے کسی عزیز یا بزرگ کی پیروی کر کے ایک راہ کو اختیار کیا ہے وہ بھی ڈر جائیں کیونکہ ایک دن ایسا آنیوالا ہے جبکہ کوئی قرابت یا کسی کی بزرگی انکے لیئے مفید نہ ہوگی۔ پس بھائیو! میری اس درخواست کو قبول کرو کہ تم اس ناچیز کی مندرجہ ذیل تحریر کو تمام قسم کے تعلقات کو بھلا کر خدا سے ڈر کر۔ حق کے قبول کرنیکے لیئے تیار ہو کر۔ اور راستی کے لیئے اپنے عزیزوں۔ اپنے لیڈروں اور اپنے جتھوں۔ غرض ہر ایک چیز کو قربان کر دینے کے لیئے مستعد ہو کر پڑھو۔ کیا تم میں کوئی ایسا دلیر اور صاحب حوصلہ انسان ہے جو ایسا کرنے کے لیئے تیار ہو؟ اے خدا میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو میری قلم کو حق کے لکھنے کے لیئے رواں کر اور اس حق پر مجھے بھی استقامت کے ساتھ عمل کرنیکی توفیق عطا فرما اور میرے بھائیوں کو بھی۔ آمین ثم آمین۔

میرے بھائیو! جو اسوقت تک خلافت کو خلاف الوصیت سمجھکر اسکی مخالفت پر اڑے ہوئے ہو۔ ممکن ہے کہ تمھارے خیال میں بعض ایسے دلائل ہوں جو تمھاری نظروں میں لاجواب

ہوں اور اس لیئے اُن دلائل کی قوت کے بھروسہ پر تم خلافت کی مخالفت کرنے میں اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہو اور اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دیتے ہو کہ ہمارے لیئے کوئی خطرہ کی بات نہیں کیونکہ فلاں فلاں کھلی کھلی بات ہمارے ہاتھ میں ہے۔ پیشتر اسکے کہ میں اُن کھلی کھلی باتوں کیطرف رجوع کروں اور دیکھوں کہ وہ کہاں تک مضبوط ہیں میں ایک امر کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں دیکھو ہم سے پہلے بھی ایسی قومیں گذری ہیں۔ گذری کیا۔ اسوقت تک موجود ہیں جنہوں نے تمہاری طرح یہی خیال کیا کہ فلاں فلاں کھلی کھلی باتیں ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ اسلیئے ہمارے لیئے کوئی خطرہ نہیں۔ مگر کیا اُن کا یہ خیال۔ اُن کا یہ وثوق خدا کے نزدیک قابلِ مؤاخذہ ہونے سے انکو بچا سکے گا؟ میں جانتا ہوں تم میری اس بات کو سمجھ گئے ہو گے۔ کیونکہ تم تعلیم یافتہ قوم ہو اور تم نے ابھی ایک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ تم نے اپنے کورس میں بنی اسرائیل کا حال پڑھا ہے۔ تم جانتے ہو کہ شام کی سرزمین میں آج سے ۱۹ سو سال پہلے خدا کا ایک برگزیدہ بنی اسرائیل کی قوم میں پیدا ہوا اُس کا وہی نام تھا جس نام پر تمہارا امام اس آخری زمانہ میں ظاہر ہوا۔ بنی اسرائیل نے اس برگزیدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اگر اس انکار کی بھاری وجہ تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو اناجیل موجودہ کے پہلے بابوں کو پڑھو۔ انکی کتابوں میں لکھا تھا کہ مسیح سے سوال کیا گیا کہ اگر تو مسیح ہے تو ایلیا کہاں ہے جس کا آنا تیرے آنے سے پہلے ضروری تھا۔ حضرت مسیح نے جواب دیا کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہے چاہو تو قبول کرو۔ چاہو تو قبول نہ کرو۔ پھر وہ لوگ یوحنا کے پاس گئے اور اُن سے سوال کیا کہ کیا آپ ایلیا ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اب میں اُن بزرگوں سے سوال کرتا ہوں جو خلافت کو خلاف الوصیت سمجھتے ہیں کہ کیا آپ کو اپنی "کھلی کھلی باتوں پر" اُن بنی اسرائیل کی نسبت زیادہ وثوق ہے جنہوں نے مسیح کو اسلیئے نہ مانا کہ ملاکی نبی کی پیشگوئی کے مطابق ایلیا مسیح سے پہلے نازل نہ ہوا۔ آپ بتائیں کیا مسیح ناصری کے زمانہ کے اہل کتاب کو اپنی اس دلیل پر کچھ کم وثوق تھا۔ کیا وہ اپنی اس بات کو ایسی ہی کھلی بات نہیں یقین کرتے تھے جیسی کہ آپ اپنی بعض باتوں کو کھلی کھلی باتیں کہکر پکارتے ہو۔ انکو اپنی اس دلیل پر ایسا کامل وثوق اور ایسا غیر متزلزل بھروسہ تھا کہ اسوقت سے اسوقت تک ۱۹ صدیاں

گذر گئی ہیں مگر اب تک اُن کے دل میں اپنی اس دلیل کے متعلق ذرا بھی شک پیدا نہیں ہوا۔ کیا آپ لوگوں نے پیارے مسیح کو اُنکے ایک مصنف کا یہ قول بار بار نقل کرتے ہوئے نہیں سُنا کہ اگر قیامت کے دن خدا ہم سے سوال کریگا کہ تم نے مسیح کو کیوں قبول نہ کیا تو ہم اُس کے آگے ملاکی نبی کی کتاب کھولکر رکھدیں گے کہ تو نے اس کتاب میں ہم سے وعدہ کیا تھا کہ مسیح نہیں آئیگا جب تک ایلیا دوبارہ دنیا میں نہ آوے پس چونکہ تیرے وعدہ کے مطابق ایلیا دنیا میں نہ آیا اس لیئے ہم نے مدعی مسیحیت کا انکار کر دیا۔ پس یہ ایک کھلی کھلی بات انکے ہاتھ میں ہے اور میں امید نہیں کرتا کہ تمھیں اپنی کسی دلیل پر اس سے زیادہ وثوق ہو جتنا کہ مسیح کے وقت کے زمانہ کے بنی اسرائیل کو اپنی دلیل پر تھا۔ اور اُن کا وثوق اور بھی بڑھ گیا جب کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُنکے اعتراض کے مقابل میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہا کہ یوحنا ہی ایلیا ہے چاہو تو اسکو قبول کرو اور چاہو تو اسکو قبول نہ کرو۔ ان الفاظ کے اُن کے نزدیک اس سے زیادہ کچھ معنے نہ تھے کہ صرف مدعی مسیحیت کے کہنے پر ہم ایک شخص کو ایلیا مان لیں ورنہ اس امر کی کوئی دلیل اس مدعی کے پاس نہیں کہ یہی ایلیا ہے اور جب یوحنا نے ایلیا ہونے سے انکار کر دیا تو اُن کا اعتراض اُنکے نزدیک اور بھی پختہ اور محکم ہو گیا اور انہوں نے مسیح کا انکار کرنے میں اپنے تئیں حق پر سمجھ لیا اور اب تک وہ اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک کھلی کھلی بات ہمارے ہاتھ میں ہے۔ مگر یہ کھلی کھلی بات اُنکو خدا کی لعنت کا شکار ہونے سے بچا نہ سکی اُنکو اس دلیل کی مضبوطی کا پختہ یقین تھا اور صرف یہی ایک دلیل انکے ہاتھ میں نہ تھی بلکہ ایسی ہی اور باتیں بھی تھیں جن کو وہ تمھاری طرح کھلی کھلی باتیں سمجھتے تھے۔ اور انکے بھروسہ پر مسیح علیہ السلام کا انکار کرنے میں وہ اپنے تئیں حق پر سمجھتے تھے۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو یہ دعوی کر سکے کہ جسقدر ہمیں اپنے دلائل پر وثوق ہے اسقدر بنی اسرائیل کو اپنے دلائل پر وثوق نہ تھا۔ تم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جسکو یہود سے بڑھکر اپنی کسی دلیل پر اعتماد ہو۔ سچ بتاؤ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اگر خدا بھی ہم سے سوال کریگا کہ تم نے مسیح کو کیوں قبول نہ کیا تو ہم اُسکے آگے ایلیا نبی کی کتاب کھولکر رکھ دینگے کیا تم میں سے کسی کو اس شخص سے زیادہ اپنی کسی دلیل کی مضبوطی پر یقین ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر تم نے یہ بھی سوچا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ

کھلی کھلی باتیں جنکی مضبوطی پر اُنکو اسقدر مضبوط یقین تھا اُنکو خدا کے غضب کا نشانہ بننے سے بچا نہ سکیں۔ انکا وہ کونسا قصور تھا جسکی وجہ سے وہ خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ ٹھہرے کیا وہ سچے دل سے اس بات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ کہ ایلیا والی شرط پوری نہیں ہوئی۔ اُنکی کتاب میں صاف لفظوں میں جن کی کوئی اور تعبیر نہیں ہو سکتی تھی لکھا تھا کہ ایلیا زندہ اسی عنصری جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا ہے اور پھر اُنکی کتاب میں کھلے الفاظ میں یہ بھی لکھا تھا کہ مسیح نہیں آئیگا جب تک کہ ایلیا دوبارہ دنیا میں نہ آسکے اور وہ ایلیا نہ آیا اور جب اُنہوں نے مدعی مسیحیت سے پوچھا کہ آنیوالا ایلیا کہاں ہے تو اُس نے ایک ایسے شخص کا نام لیا جس نے خود ایلیا ہونے سے انکار کر دیا اور اُس مدعی مسیحیت نے بھی یہی کہا کہ یہی ایلیا ہے چاہو مانو یا نہ مانو۔ اُسکے یہ الفاظ صاف طور پر یہ ظاہر کرتے تھے۔ کہ اُن کا یہ بیان ایک دعویٰ ہے جسکی تائید کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ مگر وہ اُن کی کتابوں سے کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتا تھا جس سے ثابت ہو کہ ایلیا سے مراد ایک دوسرے شخص کا آنا ہے اور وہ شخص یوحنا ہے۔ اسلئے اُنکو ناچار یہ کہنا پڑا کہ ایلیا ہے تو یہی۔ چاہو تم مانو یا نہ مانو۔ اور کوئی دلیل پیش نہ کی پس کیا وجہ ہے کہ یہود خدا کے غضب کے نیچے آ گئے اور ایلیا کے نہ آنے کا عذر جسے وہ نہایت سچے دل سے مسیح کے نہ ماننے کے لئے ایک مضبوط عذر یقین کرتے تھے اُنکو خدا کے عذاب سے بچا نہ سکا۔ دوستو! میں تمہیں بتلاؤں وہ کونسی غلطی تھی جسکی وجہ سے وہ خدا کے نزدیک قابل مؤاخذہ ٹھہرے اور اُنکا وہ عذر جسے وہ نہایت ہی محکم وثوق کے ساتھ ایک صحیح عذر یقین کرتے تھے۔ خدا کے نزدیک قابل سماعت نہ ٹھہرا۔ بھائیو! انکا قصور یہ تھا کہ وہ چند ایک باتوں پر جن کو وہ اپنے نزدیک نہایت ہی محکم یقین کے ساتھ لاجواب سمجھتے تھے اٹک گئے اور ایسے اڑے کہ اُنکے مقابل میں کسی اور بات پر غور نہ کیا۔ اور دوسرے تمام دلائل کو جن سے مسیح کی صداقت ثابت ہوتی تھی پس پُشت ڈال دیا۔ چند ایک باتوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور دوسری اُن کھلی کھلی باتوں کی ذرا بھر پرواہ نہ کی جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ مدعی مسیحیت ایک راستباز انسان ہے۔ پس اُنکی اس لاپروائی نے اُن کو ہلاک کر دیا۔ بیشک اُنکے ہاتھ میں چند ایک ایسی باتیں تھیں جن کو وہ نہایت پختہ یقین کے ساتھ لاجواب سمجھتے

تھے مگر اُن باتوں کے مقابل میں بہت سے ایسے دلائل بھی تو تھے جن سے مسیح کی صداقت ظاہر ہوتی تھی مگر انہوں نے ان سب باتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ یہ قصور تھا جسکی وجہ سے وہ پکڑے گئے اور اُن کی چند کھلی کھلی باتیں اُن کو خدا کے مؤاخذہ سے بچا نہ سکیں۔ پس دوستو! اس واقعہ میں ہمارے لیئے ایک سبق ہے لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب دیکھو ایک خطرناک نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ ایک ہولناک مثال ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اس سے عبرت حاصل کریں اور جو سبق بنی اسرائیل کی قوم ہمیں سکھا گئی ہمیں وہ سبق کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ دیکھو ایک قوم چند کھلی کھلی باتوں کے گھمنڈ میں آکر جہنم میں جا پڑی۔ پس کیا ہمیں اس سے عبرت حاصل نہیں کرنی چاہیئے۔ ہم پر تو سب قوموں سے زیادہ حجت پوری ہو چکی۔ ہمیں ایسے علوم سے بھرپور کیا گیا جو کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوئے۔ آسمانی علوم کے خزانے ہم پر کھولے گئے اور خدا کے مسیح نے حکمت اور معرفت کے دریا چلا دیئے۔ وہ اس زمانہ میں الٰہی علوم کے دروازے کھولنے کے لیئے آیا تھا اور اُس نے اس آسمانی متاع کو اس کثرت سے تقسیم کیا کہ لینے والے اس مال کو لیتے لیتے تھک گئے اور ہم نے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ سلم) کے اس قول کی سچائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مہدی اس کثرت سے خزانے تقسیم کرے گا کہ لینے والے تھک جائیں گے مگر مہدی کا خزانہ ختم نہ ہوگا۔ اُس کی زبان سے جو حقیقی معنوں میں دُرّ افشان تھی جہاں ہم نے بے شمار بیش بہا موتی حاصل کیئے اور قیمتی جواہر سے اپنے دامنوں کو پُر کیا۔ اُن دُرِّ ثمینہ میں ایک قیمتی موتی یہ بھی تھا کہ اُس نے ہمیں اُس غلطی سے آگاہ کیا جو بنی اسرائیل نے اسرائیلی مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں کھائی۔ اُس نے ہمیں بتلایا کہ بنی اسرائیل کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے چند باتوں پر جن کو وہ اپنے خیال میں کھلی کھلی سمجھتے تھے اڑ گئے اور سمجھ لیا کہ ہمارے پاس اس مدعی مسیحیت کے نہ ماننے کے لیئے کافی عذر ہے اور ہم خدا کے نزدیک ملزم نہیں ٹھہر سکتے مگر انہوں نے تمام دوسری باتوں کو نظر انداز کر دیا جن سے مسیح کی صداقت ظاہر ہوتی تھی پس اُن کا یہ فعل یعنی چند باتوں پر اڑ جانا اور دوسرے دلائل کو بالکل نظر انداز کر دینا اور لاپروائی سے انکی طرف سے مُنہ پھیر لینا اور طرح طرح کی

باتیں بنا کر انکو ٹال دینا خدا کے نزدیک انکے ملزم ٹھہرنے کا باعث ہوا ۔ پس بھائیو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس واقعہ سے عبرت پکڑیں ۔ اور اُس راہ سے پرہیز کریں جس راہ پر پہلی قومیں چلکر خدا تعالیٰ کے نزدیک قابلِ عتاب ٹھہر گئیں ۔ بنی اسرائیل کی مثال سے جہاں ہمیں اور بہت سے سبق حاصل ہوتے ہیں ایک سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ ہمیں اپنے بعض دلائل پر جسے ہم اپنے خیال میں لاجواب سمجھیں ایسا فریفتہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم کسی دوسری بات پر غور ہی نہ کریں اور ان دلائل کے مقابل میں جسقدر دلائل ہوں ان سے اعراض کریں ۔ یہی غلطی تھی جس نے بنی اسرائیل کو ہلاک کیا ۔ پس ہمیں انکی مثال سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ۔ اور اگر ہمیں اپنی دلیل پر بنی اسرائیل سے بھی زیادہ وثوق ہو پھر بھی ہمیں چاہیئے کہ ہم دوسرے دلائل پر پورا غور کریں اور پھر خدا سے ڈر کر اس راہ پر چلیں جس کی طرف تقویٰ اور احتیاط ہمیں رہنمائی کرے ۔ دیکھو اپنی بعض باتوں کے سبب جنکو تم اپنے زعم میں کھلی کھلی باتیں سمجھتے ہو ایسے نشہ میں نہ آجاؤ کہ فریق ثانی کے دلائل کو حقارت کی نظر سے دیکھکر انہیں رد کر دو ۔ اور تمھارے موہومہ دلائل تمھیں ایسی نیند نہ سلادیں کہ پھر ایک وقت سخت حسرت کے ساتھ تمھیں یہ کہنا پڑے کہ ہائے میں سویا رہا اور مجھے خبر نہ ہوئی ۔ وقت گذرنے سے پہلے جاگو ۔ اس گھڑی سے پہلے جاگو جو اس عالم سے گذرنے کی گھڑی ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ اس عالم میں تو تم سوئے رہو اور دوسرے عالم میں جاکر تمھاری آنکھ کھلے ۔

سب سے بڑی بات جو تم پیش کرتے ہو یہ ہے کہ الوصیت میں کسی ایسے خلیفہ کا ذکر نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین ہو اور جو انتظام حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں کیا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کے خیال میں بھی یہ امر نہیں تھا کہ آپکے بعد آپکے جانشین اور خلفاء ہونگے بلکہ آپنے الوصیت میں ایک انجمن کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اور ایک تحریر میں اس انجمن کو قوم کا مطاع ٹھہرایا ہے ۔ ہاں غیر لوگوں کو احمدی جماعت میں داخل کرنے کے لیئے یہ تجویز کی ہے کہ جس شخص کو چالیس آدمی اس کام کے لیئے منتخب کریں وہ غیر احمدیوں سے بیعت لیکر انکو احمدی بنائے اور ایسے بیعت لینے والے ۔ ایک

وقت میں کئی ہوسکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک گاؤں میں ایک ایسا خلیفہ ہوسکتا ہے۔ مگر ایسے لوگ قوم کے مطاع نہ ہونگے قوم کی مطاع صرف انجمن ہوگی ایسے لوگوں کا کام صرف یہ ہوگا کہ غیر لوگوں کو بذریعہ بیعت سلسلہ احمدیہ میں داخل کریں اور بس۔ اس سے زیادہ ان کا کوئی اختیار نہ ہوگا اور وہ بھی انجمن کے ایسے ہی ماتحت ہونگے جیسے دوسرے احمدی۔ اور چونکہ یہ انتظام خود حضرت مسیح موعودؑ اپنی الوصیت میں کر گئے ہیں اسلیئے اسکے مقابل میں ہم کسی دلیل کو سن نہیں سکتے اور نہ کوئی امر قبول کرسکتے ہیں۔

یہ وہ خیالات ہیں جنکے بھروسہ پر بعض لوگوں نے کسی شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین اور احمدی قوم کا مطاع و امام تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور وہ اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دیتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا عمل الوصیت کے مطابق ہے۔ اسلیئے اگر ہم نے ایک شخص کو اپنا امام تسلیم نہیں کیا اور اس کی اطاعت کے لیئے اپنی گردنوں کو نہیں جھکایا تو ہمارے لیئے کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ ہمارے پاس الوصیت کا عذر ایک کافی عذر ہے اور ممکن ہے کہ بعض نے کسی وقت بنی اسرائیل کی قوم کی طرح اس طرح بھی اپنے دل کو تسلی دی ہو کہ اگر خدا ہم سے سوال کریگا کہ تم نے کیوں ایک شخص کو اپنا امام اور مطاع بنانے سے انکار کیا تو ہم اس کے آگے الوصیت کھولکر رکھدیں گے کہ اس میں کہاں لکھا تھا کہ میرے بعد تمہارا ایک امام ہو جو تمام قوم کا مطاع ہو بلکہ اسمیں تو ایک انجمن کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کا جانشین بیان کیا گیا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ نے ایک تحریر میں اس انجمن کو تمام قوم کا مطاع قرار دیا تھا۔ اور بیعت لینے کے لیئے الگ انتظام کیا گیا تھا۔ مگر بھائیو یاد رکھو۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ یہ تمہارے تمام خیالات ہرگز ہرگز کھلی کھلی باتیں کہلانے کے مستحق نہیں بلکہ یہ تمہارے خیالات دھوکہ دینے والے خیالات ہیں۔ اور یہ خیالات ہرگز تمہاری بریت کے لیئے کافی نہیں۔ اور اگر تم اپنے ان خیالات کا بنی اسرائیل کے ان دلائل کے ساتھ موازنہ کرو جن کے بھروسہ پر انہوں نے مسیح قبول کرنے سے انکار کیا۔ تو بنی اسرائیل کے عذرات تمہارے عذرات سے نسبتاً بہت قوی ہیں۔

مگر پیشتر اسکے کہ میں ان استدلالوں کی جانچ پڑتال کروں جو الوصیت یا حضرت اقدس کی قلمی تحریر سے کیئے جاتے ہیں اور جن کی بنا پر خلافت کا انکار کیا جاتا ہے میں بعض امور آپ

صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تا آپ اُن پر غور کریں۔

سب سے پہلے مَیں آپ کو خدا کے فعل کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ تا اسپر غور کرکے آپ یہ دیکھ سکیں کہ خدا کے نزدیک ہمارے لئے کونسی سیدھی راہ ہے۔

جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا دن قریب آگیا تو خدا نے ۹۔مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی رحلت کی خبر ان الفاظ میں دی الرحیل ثم الرحیل۔ موت قریب۔ مگر اس خبر کے ساتھ ایک بشارت بھی تھی اِن اللّٰہ یحمل کل حمل۔ یعنی اگرچہ تیری موت کا وقت قریب آگیا ہے مگر تیرے جانے کے بعد مَیں تیرے کام کو بگڑنے سے بچا لوں گا۔ اور تیرے ہر ایک کام کا بوجھ خود اٹھاؤں گا۔ خدا نے اس الہام میں اپنے مسیحؑ کو بشارت دی کہ تیرے جانے کے بعد مَیں خود اس سلسلہ کا متکفل ہونگا۔ مَیں خود اسکی حفاظت کروں گا اور اسکو سلامتی کی راہ پر چلاؤں گا پس تُو اپنی وفات کی خبر سُنکر اپنے سلسلہ کے لئے متفکر نہ ہو اور اس غم کو اپنے دل میں جگہ نہ دے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جانے کے بعد اس سلسلہ کا شیرازہ ٹوٹ جائے۔ یہ تیرا ریوڑ منتشر نہ ہو گا۔ مَیں خود اس کی چوپانی کا انتظام کروں گا۔ اور اس جماعت کو ایک ایسی سڑک پر چلاؤں گا جو سلامتی کی سڑک ہوگی۔ پس تُو اپنی وفات کی خبر سُنکر فکرمند نہ ہو اور جماعت کا غم نہ کھا۔ اس کا مَیں ذمہ دار ہوں۔ پھر جس طرح خدائے تعالیٰ نے اپنے مسیحؑ کو اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اِن اللّٰہ یحمل کل حمل کہکر تسلی دی۔ اسی طرح احمدی جماعت کو بھی یہ کہکر تشفی دی کہ غم مت مؤنو (الہام ۱۵۔مئی) یعنی اپنے امام کی وفات کی خبر سُنکر مت گھبراؤ اور یہ خیال نہ کرو کہ جب ہمارے موجودہ پاسبان کا سایہ ہمارے سروں پر سے ہٹ جائے گا تو پھر ہم کس سایہ کے نیچے جگہ لیں گے اور جب ہمارا موجودہ محافظ چلا جائے گا تو اسکے چلے جانیکے بعد کون ہماری پاسبانی کریگا۔ اور اس ریوڑ کا گڈریا پھر کون ہو گا۔ اور جب اس روحانی باپ کی وفات کے بعد ہم یتیم رہ جائیں گے تو پھر ہمارا مربی کون ہو گا۔ خدائے تعالیٰ نے احمدی جماعت کو تسلی دی کہ اپنے امام کی وفات کا خیال کر کے مت گھبراؤ کیونکہ اسکے چلا جانے کے بعد مَیں تمھاری حفاظت کا سامان کرونگا۔ اور جس طرح تم اسوقت ایک امام کے سایہ کے نیچے ایک جماعت بنے ہوئے ہو مَیں تمھاری اس جماعت کو ٹوٹنے سے بچاؤنگا۔

اور جس طرح اس وقت تم میں ایک وحدت ہے۔ مسیح کی وفات کے بعد میں تمھارے لیئے ایسا سامان کروں گا کہ یہی وحدت تمھارے اندر قائم رہے۔ پس دوستو بتاؤ۔ خدا نے اپنے اس وعدہ کو کس طرح پورا کیا اور جماعت کی حفاظت کا کیا سامان کیا۔ تم کہتے ہو کہ مسیح موعودؑ نے الوصیت میں اپنے بعد کے لیئے یہ انتظام کیا تھا کہ مجلس معتمدین اسکی جانشین ہو اور احمدیوں سے دوبارہ بیعت نہ لیجاوے۔ ہاں جو غیر احمدی احمدی جماعت میں داخل ہونا چاہے ایسے لوگوں کے لیئے بیعت لینے والے تجویز کئے جاویں الوصیت کے رو سے ایسے بیعت گیرندگان ہر ایک شہر اور ہر ایک گاؤں میں ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ انتظام ہے جو تم میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بعد کے لیئے تجویز کیا تھا۔ یہ وہ انتظام تھا جو الوصیت کے رو سے حضرت مسیح موعودؑ کے وفات کے ساتھ ہی عمل میں لایا جانا چاہیئے تھا۔ مگر دوستو بتاؤ کہ خدائے تعالیٰ کا فعل اس انتظام کے مطابق واقع ہوا یا اسکے بالکل خلاف مسیح کی وفات کے ساتھ وہ وقت آگیا تھا کہ اگر خدا کے برگزیدہ خلیفہ نے اپنے بعد کے لیئے ایسا ہی انتظام کیا تھا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور اسکے سوا کوئی اور انتظام کرنا الوصیت کی تعلیم کے خلاف تھا تو اسکے مطابق عمل کیا جاتا اور الوصیت کے منشاء کے مطابق مجلس معتمدین کسی امیر کو خلافت کے تخت پر بٹھایا جاتا اور تمام جماعت احمدیہ میں یہ اعلان کیا جاتا کہ آج سے یہ انجمن تمام جماعت کے لیئے ایسی ہی مطاع ہوگی جیسے کہ حضرت مسیح موعود اپنی زندگی میں جماعت کے مطاع تھے اور ان ۱۴ ممبروں کو حق پہنچتا تھا کہ وہ الوصیت کے منشاء کے مطابق جماعت احمدیہ کے افراد سے اس عہد پر بیعت بھی لے لیتے کہ ہم مجلس معتمدین کو اپنا ایسا ہی مطاع سمجھیں گے جیسا کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا مطاع سمجھتے تھے اور غیر احمدیوں کو احمدی جماعت میں داخل کرنے کے لیئے مختلف شہروں اور دیہات میں بیعت گیرندے قائم کیئے جاتے اور ان بیعت گیرندوں سے سب سے پہلے اس امر کا عہد لیا جاتا کہ غیر احمدیوں کو احمدی جماعت میں داخل کرنے کے واسطے اُن سے بیعت لینے کے سوا ہمارا اور کوئی کام نہ ہوگا۔ بلکہ انکو بیعت لینے کا اختیار نہ دیا جاتا جب تک وہ یہ تحریری اقرار نامہ لکھکر نہ دیتے یا سکرٹری صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت نہ کرتے کہ ہمارا یہ حق نہ ہوگا کہ ہم کسی بیعت کنندہ سے کسی قسم کی نذر قبول کریں

بلکہ ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہوگا کہ ہم اپنے بیعت [illegible] اب
صدر انجمن احمدیہ کے نام بھیجا کرینگے۔ اور ہر امر میں مجلس معتمدین کو ہی اپنا مطاع سمجھیں گے۔
الغرض اگر فی الواقعہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کا یہی منشاء تھا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اور
اسکے خلاف کسی قسم کا انتظام کرنا الوصیت کی صریح اور بدیہی اور یقینی خلاف ورزی ہے جیسا کہ
اسوقت کہا جاتا ہے تو اس الوصیت پر عمل کرنیکا وہی وقت تھا جب کہ حضرت مسیح موعودؑ اس
دنیا سے رخصت ہوئے۔ دوستو! مَیں یہ ہنسی کی بات نہیں کرتا بلکہ مَیں نہایت سنجیدگی سے
کہتا ہوں کہ اگر واقعہ میں یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات کے بعد یہی انتظام کیا
تھا کہ انجمن ہی حقیقی معنوں میں آپ کی جانشین ہو اور انجمن ہی آپ کی جگہ تمام قوم کی مطاع ہو
یہانتک کہ بیعت لینے والے بھی اسی کی ہدایت کے تابع ہوں تو ضرور اور لازمی تھا کہ حضرت
مسیح موعودؑ کی وفات کے ساتھ ہی اس الوصیت پر عمل کیا جاتا اور کوئی چیز بھی حضرت مسیح موعودؑ
کی وصیت پر عمل کرنے سے مانع نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ اور مجلس معتمدین کے ممبروں کا یہ فرض
تھا کہ اپنے پیارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان پر سب سے پہلے عمل کرتے۔ انہیں ممبروں
میں بعض وہ ممبر ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس میں زبانی حضرت مسیح موعودؑ سے الوصیت
کی نہایت صفائی سے تشریح کرائی تھی۔ اور آپ کا یہی منشاء تھا کہ میرے بعد میری اصل جانشین
مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ ہے اور یہ کہ جن بیعت لینے والوں کا ذکر الوصیت میں کیا گیا ہے
وہ حضرت مسیح موعودؑ کے جانشین نہیں بلکہ اُن کا کام صرف اتنا ہے کہ غیر احمدیوں کو احمدی
سلسلہ میں داخل کرنے کے لیئے اُن سے بیعت لیں۔ اس سے بڑھکر اُن کو رائی بھر بھی
اختیار نہیں اور وہ انجمن کے ماتحت اور اُسکی ہدایات پر عمل کرنیوالے ہونے چاہئیں۔ اب جبکہ
حضرت مسیح موعودؑ نے کھلے الفاظ میں اپنی الوصیت کی ان ممبروں کے سامنے تشریح بھی کردی
تھی اور انہوں نے اس کا مطلب خوب سمجھ لیا تھا۔ تو ان کا فرض تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی
وفات کے بعد سب سے پہلے یہ صاحبان اس امر کا اعلان کرتے کہ آج سے حضرت مسیح موعودؑ کے
جانشین ہم ہیں اور احمدی قوم کا الوصیت کے رُو سے یہ فرض ہے کہ وہ ہمیں اپنا ایسا ہی
مطاع قرار دیں جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ اُن کا مطاع تھا۔ آج سے وہ فیصلے جنکو ہم کثرت رائے

ہے پاس ایسی قوم کے لیئے قطعی اور واجب التسلیم ہونگے۔ ہاں غیر احمدیوں کو احمدی جماعت میں داخل کرنیکے لیئے الوصیت کے مطابق بعض بیعت لینے والے منتخب کر لیئے جاویں اور ایسے لوگ جسقدر زیادہ ہوں اتنے ہی بہتر ہیں تا غیر احمدیوں کو احمدی بنانے کا کام سرعت اور آسانی سے ترقی کرے۔ اور اس کام میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ بلکہ ہر ایک احمدی واعظ کو بیعت لینے کا اختیار دیا جاوے اور اُس کا نام وپتہ دفتر سکرٹری میں بھیجدیا جاوے تاکہ اس سے چندہ کا باقاعدہ مطالبہ ہوتا رہے۔ اور چونکہ یہ ظاہر ہے کہ واعظوں کی تعداد جسقدر زیادہ ہو اتنا ہی بہتر ہے۔ اسلیئے ایسے بیعت لینے والے بقدر زیادہ منتخب کیئے جاویں اتنی ہی سرعت اور تیزی سے احمدی سلسلہ ترقی کریگا۔ پس ان بھائیوں کا (جو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح کی وصیت کو اس لیئے رد کر رہے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی الوصیت کے منشاء کے خلاف ہے اور جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت کی وہی تشریح ہمارے سامنے کی تھی جو اس وقت ہم پیش کرتے ہیں) یہ فرض تھا کہ اس الوصیت پر حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جو اسپر عمل کرنے کا وقت تھا عمل کرتے۔ میں ان صاحبان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کا وقت وہ وقت نہیں تھا جب کہ الوصیت پر عمل کیا جاتا۔ تم کہتے ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت کی وہی تشریح فرمائی تھی جو ہم پیش کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ جب اس وصیت پر عمل کرنے کا وقت آیا اور تم لوگ زندہ موجود تھے تو تم نے اس تشریح کے مطابق الوصیت پر عمل نہ کیا۔ وہ کونسی روک تھی جس نے تمکو الوصیت پر عمل کرنے اور کرانے سے باز رکھا۔ کیا وہ وقت الوصیت پر عمل کرنے کا نہ تھا۔ کیا تمھیں اُسوقت اس تشریح کا علم نہ تھا جو تم اب پیش کرتے ہو۔ کیا اُسوقت تم تمام جماعت کے لیئے ایک خلیفہ کا ہونا الوصیت کے منشاء کے خلاف نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ تم اسوقت سمجھتے ہو۔ دیکھو خلیفۃ المسیحؓ ایک خلیفہ کے لیئے وصیت کر گیا مگر تم اسکو اس بناء پر رد کر تے ہو کہ وہ الوصیت کے خلاف ہے تم کھولکر کہتے ہو کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے مقابل پر خلیفۃ المسیحؓ کی تحریر کو قبول نہیں کر سکتے پس اُسوقت جبکہ حضرت مسیح موعود تمھارے درمیان میں سے اُٹھایا گیا اور نور الدین ابھی خلیفۃ المسیحؓ بھی نہیں ہوا تھا۔ اور اُس نے تمھیں کسی خلیفہ کے مقرر کرنے کے لیئے کہا (؟)

صرف اجنبی جگہ کوئی شخص احمدی سلسلہ میں داخل ہونا چاہے فوراً اس کی بیعت لیجاوے

نہ تھا۔ تو پھر اُسوقت تم نے کیوں الوصیت کو بھلا دیا اور اُس تشریح کو بھی بالائے طاق رکھدیا۔ جو تم اسوقت پیش کرتے ہو اگر واقعہ میں ایک خلیفہ کا انتخاب الوصیت کے برخلاف تھا بلکہ الوصیت کے رُو سے انجمن تمام قوم کی مطاع اور حضرت مسیح موعودؑ کی حقیقی معنوں میں جانشین اور خلیفہ تھی۔ تو پھر تم نے کیوں الوصیت کا خلاف کیا اور کیوں ایک دوسرے شخص کو خلیفۃ المسیحؑ اور مطاع قرار دیا۔ الوصیت کے مقابل میں تو تمھیں کسی کی بھی پروا نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ نور الدینؓ کیا۔ اگر آسمان سے کوئی فرشتہ بھی نازل ہوتا تب بھی تمھیں حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے خلاف اُسکو خلیفۃ المسیح انتخاب نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ نور الدینؓ کے ایک ارشاد کی جو اُس نے خلیفۃ المسیحؑ کی حیثیت سے کیا تم اس لیئے پروا نہیں کرتے کہ وہ الوصیت کے منشاء اور اُس تشریح کے خلاف ہے جو حضرت مسیح موعودؑ سے تم نے بگوشِ خود سُنی۔ پھر اُسوقت جبکہ نور الدینؓ ابھی خلیفۃ المسیحؑ نہیں بنا تھا تم نے الوصیت کے برخلاف اور حضرت مسیح موعودؑ کی تشریح کے برخلاف کیوں ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین بنایا۔ حضرت مسیح موعودؑ تو انجمن کو حقیقی اور یقینی معنوں میں اپنا جانشین قرار دیں اور تم ایک اور شخص کو خلیفۃ المسیحؑ ٹھہراؤ۔ یہ تم نے کیا غضب کیا۔ ایک ایسی ہستی کو جسے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی وصیت میں اپنا جانشین قرار دیا جب اُسکی جانشینی کا وقت آیا تو تم نے حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے برخلاف ایک دوسرے وجود کو اُس مسند پر بٹھادیا خدا کا رسول ایک وصیت کرتا ہے۔ خدا کا نبی ایک انجمن کو اپنا جانشین قرار دیتا ہے اور تمھارے سامنے اپنی وصیت کی پوری تشریح اور توضیح بھی کرجاتا ہے پھر تم ہی اُس وصیت کو توڑتے اور اُسکی خلاف ورزی کرکے وہ خلعت جو انجمن کے لیئے تجویز کی گئی تھی ایک دوسرے شخص کو پہناتے اور اُسکو خلیفۃ المسیحؑ کا خطاب دیتے اور اُسکو اپنا اور تمام قوم کا مطاع اور امام قرار دیتے۔ کبھی دنیا میں ایسا بھی غضب ہُوا ہے۔ کبھی کسی نبی کے حکم کی ایسی بھی ہتک کی گئی ہے۔ اُسکی لکھی ہوئی وصیت تمھارے پاس موجود۔ اُسکی تشریح کے تم خود گواہ۔ جب اُسپر عمل کرنے کا وقت آیا تو اس وصیت کو ایک ردی کاغذ کی طرح پھینک دیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی کھلی تشریح کی ذرا بھر بھی پرواہ نہ کی اور جسکو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ اپنا جانشین قرار دے گیا تھا۔ تم نے اُسکو جانشین نہ بننے دیا بلکہ ایک اور

شخص کو وہ منصب دے دیا۔ میں اُس وجہ کے دریافت کرنیکا خواہش مند ہوں کہ تم نے الوصیت کی یہ خلاف ورزی کیوں کی۔ اور کس بات نے تمھیں مجبور کیا کہ تم نے خدا کے مسیحؑ کے ایسے ضروری فرمان کو توڑ دیا۔ آج چھ سال کے بعد تمھیں یہ ساری باتیں یاد آئیں اور مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت جبکہ ان باتوں پر عمل کرنے کا وقت آیا تھا اور جب کہ وہ باتیں ابھی تمہارے دماغوں میں بالکل تازہ تھیں اُسوقت تم نے ان سب باتوں کے خلاف عمل کیا۔

پھر اسی پر بس نہیں۔ تم نے اس سے بڑھکر یہ غضب ڈھایا کہ جو درخواست آپ صاحبان نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کیخدمت میں مسیحؑ کا جانشین بننے کے لیئے پیش کی۔ جس میں آپ نے اپنے تمام موجودہ دعاوی کی اپنے قلم سے تردید کردی۔ اُس درخواست کو تم نے نہایت ہی خطرناک الفاظ سے شروع کیا۔ اس عریضہ کے الفاظ جو آپ صاحبان نے باغ میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں ایسے وقت میں پیش کیا جبکہ صاحبِ الوصیت کا جنازہ ابھی تمہارے سامنے پڑا ہوا تھا۔ یہ تھے "مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ۔ ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ ... کے ہاتھ پر احمدؐ کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آیندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحبؓ کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا" اب دیکھو یہ درخواست کیسی خطرناک ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ تو بقول آپ کے الوصیت میں یہ فرمان درج فرماویں کہ میرے بعد انجمن میری جانشین ہو اور وہی تمام احمدی جماعت کے پرانے اور نئے ممبروں کی مطاع ہو اور آپ صاحبان حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کریں کہ مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ ہم لوگ آپ کو خلیفۃ المسیحؑ تسلیم کرنے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں صدق دل سے متفق ہیں۔ سچ بتاؤ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی اتنی جلدی کیوں خلاف ورزی کی۔

کیا تم اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو۔ الوصیت میں کہیں یہ فرمان بھی لکھا ہے کہ احمدی جماعت کے تمام پرانے اور نئے ممبر میرے بعد ایک شخص کو میرا جانشین قرار دیکر اُسکے ہاتھ پر بیعت کریں اور وہ اُن کا ایسا ہی مطاع ہو جیسا کہ میں اُن کا مطاع تھا۔ تم تو کہتے ہو کہ الوصیت میں انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ٹھہرائی گئی ہے اور وہی تمام جماعت احمدیہ کی مطاع ہے۔ اور پھر تم کہتے ہو کہ الوصیت میں کسی ایسے خلیفہ کا ذکر نہیں جسکے ہاتھ پر تمام احمدی بیعت کریں۔ پھر تم نے یہ کیا غضب کیا کہ تمام جماعت کو ایسی راہ پر چلا دیا جو الوصیت کے صریح منشاء کے خلاف تھی اور جس میں آپکے نکتہ خیال سے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے کھلے کھلے فرمان مندرجہ الوصیت کی خلاف ورزی تھی۔ آپ کی مندرجہ بالا درخواست سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

۱۔ آپنے یہ درخواست مطابق فرمان حضرت مسیح موعودؑ مندرجہ الوصیت حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں پیش کی۔

۲۔ احمدؑ کے نام پر کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ صاحبان کی یہ بیعت الوصیت کے اُس فرمان کے ماتحت تھی جس میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں " اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔"

۳۔ آپ صاحبان کا اور جماعت کے دیگر پرانے اور نئے ممبروں کا احمدؑ کے نام پر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی مندرجہ بالا تحریر کا یہی منشاء ہے کہ احمدی جماعت کے پرانے اور نئے ممبر آپ کی وفات کے بعد ایک شخص کو آپ کا خلیفہ تسلیم کر کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

۴۔ آپ کا یہ لکھنا کہ مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ ہم احمدیان صدق دل سے اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے ہاتھ پر سب احمدی کیا نئے اور کیا پرانے بیعت کریں اور " **حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا**" یہ ظاہر کرتا ہے کہ الوصیت کے رُو سے جس بزرگ کے ہاتھ پر لوگ بیعت کرینگے وہ تمام جماعت احمدیہ کا ایسا ہی مطاع ہوگا

جیسا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام مطاع تھے۔ آپ صاحبان کی تحریر صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ آپ نے اُسوقت جو کچھ کیا حضرت مولوی صاحبؓ کی کسی خصوصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مندرجہ رسالہ الوصیۃ کی تعمیل میں کیا۔ اگر حضرت مولوی صاحبؓ کی فضیلت کو اس معاملہ میں کچھ دخل تھا تو وہ صرف اس قدر تھا کہ آپ نے اُن کی ذات کو اس غرض کے لیئے دوسرے لوگوں پر ترجیح دی اور آپ نے اُنکو بیعت لینے کے لیئے اور جماعت کا امام بننے کے لیئے منتخب کیا۔ الوصیت میں حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا تھا" اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے بعد میرے نام پر لوگوں سے بیعت لیں" اور آپ نے دیکھا کہ اس عبارت کا سب سے بڑھ کر مصداق حضرت مولوی صاحبؓ کا وجود باجود ہے اسلیئے آپ نے اُنکو منتخب کیا مگر آپ نے انتخاب اسلیئے کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ والوصیت میں ایسے آدمی کے انتخاب کے لیئے حکم دے گئے تھے۔ آپکا اپنی درخواست کے ابتداء میں یہ لکھنا **مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ** ظاہر کرتا ہے کہ اسکے بعد جو کچھ آپ نے لکھا وہ مطابق فرمان حضرت مسیح موعودؑ مندرجہ رسالہ الوصیت لکھا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد تمام احمدیوں کا خواہ وہ پُرانے احمدی ہوں یا نئے احمدی ہیں ایک بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور اُس کو تمام جماعت احمدیہ کا مطاع تسلیم کرنا اور تمام جماعت کے لیئے ایک ہی ایسے شخص کا منتخب کرنا یہ بھی مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیۃ کے تھا پس بھائیو! کیا یہ کوئی کم غضب کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ تو الوصیت میں آپکے قول کے بموجب انجمن کو اپنا حقیقی جانشین قرار دے جائیں اور آپکا الوصیت کے رُو سے یہی فرمان ہو کہ میرے بعد تمام جماعت احمدیہ کی مطاع انجمن ہاں صرف انجمن ہی ہو اور بیعت گیرندوں کا کام صرف غیر احمدیوں سے بیعت لینا ہو اور اس سے بڑھکر انکا کوئی بھر بھی اختیار نہ ہو اور جماعت احمدیہ پر ایسے لوگوں کی ذرا بھر بھی حکومت نہ ہو اور آپ کا یہ بھی دعویٰ ہو کہ خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ اپنی الوصیت کی ہمارے پاس تشریح و توضیح فرما گئے تھے اور آپ کا صریح یہی منشا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی حقیقی جانشین انجمن ہوگی اور بیعت

لینے والے صرف غیر احمدیوں سے بیعت لیکر احمدی بنائیں گے اور یہ لوگ جماعت احمدیہ کے مطاع و امام ہرگز نہ ہونگے۔ مگر باوجود اسکے آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جبکہ آپ کی الوصیت پر عمل کرنیکا وقت آیا اور جبکہ سب سے بڑھکر آپ لوگوں کا یہ فرض تھا کہ الوصیت پر عمل کرتے اور کراتے اور اگر الوصیت کا خلاف ہوتا ہوا دیکھتے تو مردانہ وار ایسے لوگوں کا مقابلہ کرتے اور علی الاعلان جماعت احمدیہ کے سامنے اس تشریح و توضیح کو بھی پیش کرتے آپ نے خود ہی ایک شخص کو تمام جماعت احمدیہ کا امام اور پیشوا اور حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی جانشین تسلیم کیا اور یہ قرار دیا کہ تمام احمدی اس امام کے ہاتھ پر بیعت کریں اور یہ بھی تشریح کر دی کہ صرف نئے احمدی ہی بیعت نہ کریں بلکہ تمام پرانے احمدی اسکے ہاتھ پر بیعت کریں اور اسکو اپنا مطاع تسلیم کریں اور پھر یہ غضب ڈھایا کہ کہدیا کہ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے مطابق ہم کرتے ہیں اور فرمان بھی وہ جو الوصیت میں درج ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں حکم دیا ہے جو واجب التعمیل ہے کہ میرے بعد میری جماعت کے لیئے لازمی ہوگا کہ وہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے اور وہ بزرگ اُن کا ایسا ہی مطاع ہو جیسا کہ میں اُن کا مطاع تھا۔ پس بھائیو آپ نے یہ کیا کیا۔ آپ کو کرنا تو کچھ چاہئیے تھا اور آپ نے کر دیا بالکل اُسکے اُلٹ۔ اب آپ ہی ہمیں بتلائیں کہ ہم آپ کی کونسی بات سچی مانیں۔ کیا آپ کا یہ کہنا سچا ہے کہ الوصیت کے رُو سے انجمن ہی حضرت مسیح موعود کی جانشین ہے۔ بیعت لینے والے جانشین نہیں اور اُنکا کام صرف غیر احمدیوں سے بیعت لینا ہے اور بس۔ یا آپ کی وہ درخواست درست ہے جو آپنے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کی اور جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ الوصیت میں حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان یہ ہے کہ میرے بعد تمام پرانے اور نئے احمدی ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کریں اور وہ تمام جماعت احمدیہ کا مطاع اور میرا جانشین ہو۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں۔ ہم تو حیران ہیں کہ آپ کا کونسا بیان درست مانیں۔ بھلا جو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت کیا یا دوسرا جو آپ اسوقت کرتے ہیں۔

پھر دیکھو۔ آپ لوگوں نے غضب پر غضب کیا۔ صرف اسی درخواست پر بس نہ کی بلکہ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ نے ایک عام اعلان شائع کیا۔ ناظرین شاید خیال کریں گے کہ یہ

اعلان جو سکرٹری کی طرف سے تھا اور سکرٹری بھی وہ جو اس بات کا ادعا کرتا ہے کہ میرے سامنے اور میرے سوال پر حضرت مسیح موعودؑ نے خوب کھول کر الوصیت کی تشریح و توضیح فرما دی تھی اور آپ کا یہی منشاء تھا کہ انجمن ہی میری جانشین ہوگی بیعت لینے والے تو صرف غیر احمدیوں سے بیعت لیکر انکو احمدی بنا ئیں گے اور بس۔ اور وہ قوم کے مطاع نہ ہونگے اور نہ احمدی انکے ہاتھ پر بیعت کرینگے۔ آپ خیال فرمائینگے کہ اس سکرٹری کی طرف سے جو اعلان تھا اس میں تو ضرور رازِ حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہوگا اور اس میں سکرٹری صاحب نے قوم کو اس تشریح کے مطابق اطلاع دی ہوگی جو حضرت مسیح موعودؑ نے اُنکے سامنے کی تھی اور اسطرح ایک امانت کو قوم تک پہنچا کر اپنے فرض سے اپنے تئیں سبکدوش کیا ہوگا مگر نہیں نہیں بھائیو۔ سکرٹری صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ کوئی اور ہی الٹی راہ اُنکے آگے پیش کی۔ آپ صاحبان کو اس اعلان کے اصل الفاظ سُننے کا شوق ہوگا۔ اُسکے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپکے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق ۔۔۔۔ جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔"

اب دوستو غور کرو۔ اس اعلان کا لکھنے والا وہی شخص ہے جس کا اب یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے زندگی میں میرے سوال پر الوصیت کی تشریح فرما دی تھی۔ جسکے رُو سے انجمن ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانشین ہے۔ اور یہ کہ انجمن کے سوا کسی اور شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین اور خلیفہ تسلیم کرنا الوصیت کی صریح خلاف ورزی ہے جو کہ ایک گناہ عظیم ہے اور یہی شخص حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت تمام جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لیئے اسی انجمن کے سکرٹری کی حیثیت سے جسکو وہ اب حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین قرار دیتا ہے یہ اعلان شائع کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وصایا کے مطابق جو رسالہ الوصیت میں درج ہیں ایک شخص کو آپکا جانشین مقرر کیا گیا ہے اور پھر لفظ جانشین پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ اسکو زیادہ واضح اور زیادہ مؤکد کرنیکے لیئے خلیفہ کا لفظ بھی بڑھاتا ہے اور پھر اس امر کی ضرورت اور اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیئے یہ بتلاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا جنازہ بھی قادیان

میں نہیں پڑھایا گیا جب تک کہ حضرت اقدس کی الوصیت کے مطابق آپ کا خلیفہ اور جانشین منتخب نہیں کیا گیا۔ دیکھو دوستو۔ غور کر کے دیکھو وہ یہ نہیں لکھتا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی کسی ذاتی بزرگی کی وجہ سے انکو جانشین اور خلیفہ بطور ایک استثنائی صورت کے تسلیم کیا گیا ہے بلکہ وہ یہ لکھتا ہے کہ ہمارا یہ کام الوصیت کے حکم کے مطابق ہے اور ہم نے حضرت اقدس کے فرمان کی تعمیل کے لئے ایسا کیا ہے۔ بھائیو! کیا یہ ایک معمہ نہیں۔ ایک طرف تو اب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین مقرر کرنا الوصیت کی خلاف ورزی ہے اور ایک پرائیویٹ انٹرویو میں چند دوستوں کے سامنے حضرت اقدسؑ نے میرے سوال کے جواب میں الوصیت کی خوب تشریح فرمادی تھی۔ اُسکے رُو سے انجمن جانشین ہے۔ اور کوئی جانشین نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف . . . انجمن کے سکرٹری کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے ایک اعلان شائع کیا جاتا ہے کہ الوصیت کے حکم کی تعمیل میں قادیان میں ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین اور خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے کیا کوئی شخص ہے جو اس معمہ کو حل کر سکے سکرٹری صاحب اس وقت بھی زندہ موجود ہیں۔ دہی . . . اگر اس معمہ کو حل کر کے دکھادیں تو ہم جانیں کہ واقعی وہ . . . صاحب کمال ہیں۔

پھر ذرا آگے چلیئے اور دیکھیئے کہ سکرٹری صاحب اپنے اعلان میں کیا فرماتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ”یہ خط بطور اطلاع کُل سلسلہ کے ممبروں کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذاتِ خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔“

ناظرین آپ تعجب کریں گے۔ موجودہ خیالات اور سابقہ حالات میں کیا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا سوائے انجمن کے کوئی جانشین نہیں اور الوصیت میں احمدیوں سے بیعت لینے کا حکم نہیں بلکہ غیر احمدیوں سے۔ مگر ایک وقت تھا جبکہ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ تمام سلسلہ احمدیہ کے نام اعلان جاری کرتے ہیں اور انکو اطلاع دیتے ہیں کہ الوصیت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین مقرر ہو چکا۔ سب کے سب قادیان میں حاضر ہو کر بیعت کرو اور اگر خود فوراً حاضر نہیں ہو سکتے تو بلا توقف بیعت کا خط لکھدو۔ تعجب کہ ان صاحبان کو چھ سال کے

بعد الوصیت کے معنے کھلے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت تو انہوں نے الوصیت کا یہی منشاء سمجھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک جانشین ہو جسکے ہاتھ پر تمام سلسلہ احمدیہ بیعت کرے۔ پھر بھائیو تم تعجب کرو گے کہ جب ۱۹۱۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑی پر سے گر کر سخت بیمار ہو گئے تو انہی لوگوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خدانخواستہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی وفات کا حادثہ واقع ہوا تو ہم آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے کے لیئے تیار ہیں۔ اور اسی خیال کا اظہار اور موقعوں پر بھی کیا۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ انہوں نے الوصیت کے منشاء کو سمجھکر اور حضرت مسیح موعودؑ سے اس کی تشریح سُنکر پھر کیوں اُس کی خلاف ورزی کی اور پہلے ایک شخص کو جانشین بنایا اور پھر جب وہ سخت بیمار ہو گیا تو دوسرے شخص کو پہلے سے ہی خلیفہ تسلیم کرنے کے لیئے تیار ہو گئے اور پھر جب دوسرے خلیفہ کے جانشین ہونے کا وقت آیا تو پھر انکو یاد آیا کہ ایسا کرنا الوصیت کی خلاف ورزی ہے۔ اور اگرچہ خلیفہ اول اپنے جانشین کے لیئے وصیت بھی کر گیا مگر پھر بھی انہوں نے اس کی وصیت کو رد کر دیا اور کہا کہ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی تحریر حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے خلاف ہے اسلیئے ہم حضرت مسیح موعودؑ کی الوصیت کے مقابل میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی وصیت کو قبول نہیں کر سکتے۔

پھر بھائیو اگر یہ بات سچ ہے کہ کسی ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ تسلیم کرنا اور اسکو تمام جماعت کا مطاع قرار دینا الوصیت کے خلاف ہے تو اس سے ایک اور نہایت ہی خطرناک نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ اور دوستو آپ نے سوچا وہ خطرناک نتیجہ کیا ہے۔ وہ خطرناک نتیجہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی خلافت ناجائز ٹھہرتی ہے۔ اگر واقعہ میں یہ بات درست ہے کہ کسی ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین قرار دینا الوصیت اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کے برخلاف ہے تو مجھے کوئی مرد میدان ہو کر بتائے کہ پھر حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ برحق کس طرح تسلیم کیئے جا سکتے ہیں۔ اور وہ کونسی سند ہے جو انکی خلافت کی تائید میں پیش کیجا سکتی ہے۔ انکو خلیفہ تسلیم کرتے وقت یہ کہا گیا کہ ہم الوصیت کے مطابق آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور جماعت کے نام بھی الوصیت کی بنا پر ہی اعلان جاری کیا گیا۔ اور اس اعلان میں یہ لکھا گیا کہ الوصیت کے فرمان کے مطابق

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین منتخب کیا گیا ہے۔ پس سب دوڑتے ہوئے آؤ اور اُن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اُنکی بیعت میں داخل ہو جاؤ اور اس میں دیر مت لگاؤ۔ لیکن اب معلوم ہُوا کہ ایسا خلیفہ مقرر کرنا الوصیت کے برخلاف ہے اور اس وجہ سے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی وصیت بھی ردّ کی جاتی ہے پس جب ایسا خلیفہ مقرر کرنا الوصیت کے برخلاف ہے تو حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خلافت بھی الوصیت کے برخلاف اور اسلیئے ناجائز ہے۔ جس بنا پر اُنکو خلیفہ تسلیم کیا گیا تھا وہ بنا ہی غلط نکلی۔ پھر وہ خلافت کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا کسی شخص کو جانشین قرار دینا الوصیت کے رُو سے ناجائز ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین قرار دیا گیا۔ اسلیئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خلافت ناجائز ہے۔ دیکھو۔ یہ ایک صاف اور سیدھی منطق کی شکل ہے۔ کوئی ہے جو اسکو توڑ سکے۔ پس کیا تم اس بات کے ماننے کے لیئے تیار ہو کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خلافت ناجائز تھی۔ کیا یہی ایک امر اس بات کے ثابت کرنے کے لیئے کافی نہیں کہ جو راہ تم اسوقت اختیار کر رہے ہو وہ غلط راہ ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ کسی ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین مقرر کرنا الوصیت کے برخلاف ہے درست نہیں۔

پھر بھائیو۔ اگر تمہاری بات کو صحیح تسلیم کیا جاوے اور یہ مانا جائے کہ واقعی کسی ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین اور کُل جماعت کا مطاع قرار دینا الوصیت کے برخلاف اور ناجائز ہے جس وجہ سے حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وصیت کو ردّ کیا گیا ہے تو ایسا ماننے سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ جو پہلے نتیجہ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

مَیں اس مضمون کے ابتداء میں آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے بعض وہ الہامات سُنا چکا ہوں جو آپ کی وفات کے دنوں میں آپ کو ہوئے اور جن میں خدائے تعالیٰ نے اپنے مسیحؑ کو تسلی دی کہ تُو اپنی وفات کی خبر سُنکر اپنی جماعت کی وجہ سے مت گھبرا کیونکہ مَیں خود تیری جماعت کو سنبھالوں گا اور اُس کی حفاظت کروں گا۔ اور اُسکو ایسی راہ پر چلاؤں گا جو سلامتی کی راہ اور خیر و برکت کی راہ ہوگی۔ پھر مومنوں کو بھی مخاطب کرکے فرمایا کہ مومنو! مت ڈرو۔ مسیحؑ کے جانے کے بعد ہر ایک امر کا انتظام مَیں تمہارے لیئے کرونگا۔ اور امام کی وفات کے بعد

جو خوف پیدا ہو سکتا ہے مَیں خود اُس خوف سے تمہاری نگہبانی کرونگا۔ پس دوستو بتاؤ کہ خدا نے اپنے اس وعدہ کو کس طرح پورا کیا۔ کس راہ پر جماعت احمدیہ کو چلا کر دکھا دیا۔ مَیں یقین کرتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک شخص اس سوال کا یہی جواب دیگا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو اس طرح پورا کیا کہ ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کی جگہ پر کھڑا کر دیا یا یوں کہو کہ ایک شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین بنایا اور تمام جماعت کو اُس کے ہاتھ پر ایک کر دیا۔ پس معلوم ہُوا کہ یہی راہ خدائے تعالیٰ کے علم میں جماعت کے لیئے سلامتی کی راہ تھی اور یہی راہ سلسلہ احمدیہ کے لیئے خیر و برکت کی راہ تھی۔ جس راہ پر اُسوقت خدائے تعالیٰ نے جماعت کو چلایا وہ وہ راہ تھی جو خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جماعت کو دکھائی۔ اگر جماعت کے لیئے خیر و برکت کی وہ راہ تھی جو تم پیش کرتے ہو یعنی یہ کہ انجمن حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین اور جماعت احمدیہ کی مطاع ہو اور غیر احمدیوں کی بیعت کے لیئے مختلف شہروں اور دیہات میں بیعت گیر مرد تجویز کیئے جاویں۔ اگر یہی راہ خدا کے نزدیک راہ راست تھی تو نہایت غضب کی بات ہے کہ اس راہ سے خدا نے جماعت کو دُور پھینک دیا اور ایک ایسے شخص کو مسیح موعودؑ کی جگہ پر بٹھا دیا جو اس راہ کا سخت مخالف اور خطرناک دشمن تھا۔ اُس کے زمانہ کو زمانہ خلافت کہو یا کچھ کہو اُس نے اپنے عہد میں اپنی تقریروں میں۔ اپنے درسوں میں۔ اپنے خطبوں میں۔ اپنی گفتگو میں تمہارے خیال کی خطرناک رنگ میں تردید کی۔ وہ بڑے زور سے خلافت کا حامی اور انجمن کے خلیفۃ المسیح ہونے کے عقیدہ کا دشمن تھا۔ وہ تمہارے اس خیال پر ہنسی اڑایا کرتا تھا کہ خلیفہ کوئی چیز نہیں اُسکو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ وہ انجمن کو صرف ایک خادم سلسلہ سمجھتا تھا اور اپنے تئیں کسی ذاتی وجاہت یا بزرگی کی وجہ سے بلکہ صرف خلیفۃ المسیح ہونے کی حیثیت سے انجمن کا مطاع اور اُسپر حکمران سمجھتا تھا۔ اُس نے اپنے چھ سال کے عہد خلافت میں جماعت احمدیہ کو یہی تعلیم دی کہ تمہارا ایک امام ہونا چاہیئے جو تمہارا بھی مطاع ہو اور تمہاری انجمن کا بھی مطاع ہو چنانچہ وہ اپنے جانشین کے لیئے وفات سے پہلے وصیت بھی کر گیا جو خیالات تم اسوقت پیش کرتے ہو وہ ان سب کا دشمن تھا اور وہ حضرت مسیح موعودؑ کے لیئے خلفاء کا ہونا ضروری قرار دیتا اور انجمن کو اُن کا محکوم قرار دیتا اُس نے اپنے عہد میں خلافت کے مسئلہ پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ میری مخالفت کرکے

فاسق ادہ بنو اور اس مسئلہ کو بہت صاف کر دیا وہ فرمایا کرتا تھا کہ ہر ایک چیز کی تکمیل چھ وقتوں میں ہوتی ہے اور اُسکو بھی خدائے تعالیٰ نے اُسکے عقیدہ کے بموجب خلافت کے مسئلہ کے استحکام کے لیئے چھ سال کا عہد عطا فرمایا۔ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے زمانہ میں وفات مسیح پر بار بار تقریریں فرما کر اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا۔ اس کے مقابل میں اگر کوئی ایسا مسئلہ تھا جسپر حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ نے بار بار تقریر فرما کر اُسکو صاف اور واضح کر دیا تو وہ خلافت کا مسئلہ تھا۔ پس بھائیو انہیں سے نکتۂ خیال سے کیا یہ نہایت حیرت کا مقام نہیں کہ خدائے تعالیٰ ایک حضرت تو وعدہ فرمانے کہ مسیحؑ کی وفات کے بعد سلسلہ کی میں خود رہبری اور دستگیری فرماؤں گا مگر مسیحؑ کی وفات کے ساتھ ہی سلسلہ کو ایک اُلٹی راہ پر چلا دے اور جو انتظام حضرت مسیح موعودؑ آپکے خیال کے بموجب الوصیت میں کر گئے تھے اُس کو درہم برہم کر دے اور بجائے اسکے کہ خدائے تعالیٰ الوصیت کی طرف قوم کو متوجہ کرے لوگوں کو الوصیت کے برخلاف اُلٹی راہ پر چلا دے۔

اور جن لوگوں نے خود حضرت مسیح سے الوصیت کی تشریح سن لی تھی اُنکے دماغ سے بھی الوصیت اور اس کی توضیح کو نکال دے اور اُنپر ایسا جادو کر دے کہ وہ بالکل بھول ہی جاویں کہ الوصیت کا یہ منشاء نہیں کہ کوئی ایک شخص حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین ہو جسکے ہاتھ پر تمام قوم بیعت کرے اور جسکی اطاعت تمام احمدی قوم پر ایسی ہی واجب ہو جیسی کہ خود حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت انپر فرض تھی بلکہ الوصیت کا منشاء یہ ہے کہ انجمن حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپکی جانشین ہو اور وہ تمام کی مطاع ہو اور بیعت لینے والے صرف غیر احمدیوں سے بیعت لیں اور انجمن کے ماتحت ہوں بلکہ وہ جادو ایسا زبردست ہو کہ الوصیت کے بالکل اُلٹے معنے اُنکے دماغ میں داخل ہو جاویں اور وہ اُسوقت یہ سمجھیں کہ الوصیت کا منشاء یہ ہے کہ ایک شخص حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین ہو اور تمام احمدی اُسکے ہاتھ پر بیعت کریں اور اُسکی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھیں۔ پھر دیکھو بھائیو۔ سچ بتاؤ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ باوجود اپنے وعدوں کے الوصیت کو خود انجمن کے ممبروں کے ہاتھ سے تڑوا دے اور اُن کو اُسوقت بھول جائے کہ اب ہماری جانشینی کا وقت آگیا ہے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی

اور یقینی معنوں میں جانشین کریں اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور دوسروں سے بیعت کروائیں - پھر بھائیو - کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس شخص کو خدائے تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی جگہ پر بٹھواتا ہے وہ عجیب طرح کا انسان نکلا - اُس نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی الوصیت کے برخلاف کارروائی کرنی شروع کر دی - اور حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء کے برخلاف تلقین شروع کر دی - اور الوصیت کے خلاف کو مضبوط کرنا اور انجمن کو خلیفہ کا محکوم اور مقہور بنانا شروع کر دیا - اور ایسی تعلیم دی اور ایسی عملی کارروائی کی جو آپ لوگوں کے نکتۂ خیال سے الوصیت کو پاش پاش کر دینے والی تھی - انجمن کو نہ صرف اپنا ہی محکوم بنایا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کا سلسلہ تجویز کر کے انجمن کو انکا بھی ہمیشہ کے لیئے محکوم بنا گیا اور جو انتظام حضرت مسیح موعودؑ الوصیت میں کر گئے تھے اسکو ہمیشہ کے لیئے منسوخ کر دیا اور خود ایک ایسی وصیت کر گیا جو الوصیت کے خلاف ہے - خدائے تعالیٰ نے سلسلہ کی خوب دستگیری فرمائی - مسیح موعودؑ کی وفات کے ساتھ ہی ایسے شخص کے ہاتھ میں اُسکی باگ دیدی جو احمدی جماعت کو حضرت مسیح موعودؑ کی مقرر کی ہوئی راہ کو چھوڑ کر ایک ایسی راہ پر انکو کھینچ لے گیا جو اصلی راہ سے بالکل اُلٹی راہ تھی اور حضرت مسیح موعودؑ کی بتائی ہوئی راہ سے جماعت کو بہت دور پھینک گیا - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُن لوگوں کو جن کو حضرت مسیح موعودؑ الوصیت کا منشاء کھول کر سمجھا گئے تھے سخت جدوجہد کرنی پڑی کہ کسی طرح پھر جماعت اُس شاہراہ پر چلے جو حضرت مسیح موعودؑ اُن کے لیئے تجویز کر گئے تھے مگر افسوس کہ وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے - وہ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ یہ شخص الوصیت کے خلاف وصیت کر گیا ہے اسلیئے اسپر عمل نہ کرو اور ہماری طرف آؤ - ہم تمہیں اُسپر چلاتے ہیں جو مسیح موعودؑ کی بتائی ہوئی راہ ہے مگر قوم انکی آواز کو نہیں سنتی - اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ قوم دوسری طرف جھک گئی ہے اور اپنی تعداد کو قلیل دیکھتے ہیں فریقِ ثانی کو یہ کہکر سناتے ہیں کیا ہوا اگر تمہارے ساتھ کثرت ہے - کیا پہلے ایسا نہیں ہوا کہ بہتوں نے مذہب کی کایا پلٹ دی - ایسا ہی تم نے اسوقت کیا - مگر ہمیں تو وہ الزام بیجا طور پر دیتے ہیں - موجودہ صورت میں تو کایا پلٹنے والا قادیان کا وہ بڈھا تھا جس کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی اور جس نے اپنا خوب محکوم بنایا اور اسپر اچھی طرح حکمرانی کرتا رہا - اور نہ صرف خود انجمن پر حکومت کرتا رہا بلکہ یہ حکم دیا کہ آئندہ بھی یہ

انجمن سلسلہ خلفاء احمدیہ کے ماتحت اور اُس کی محکوم رہے۔ پس بھائیو! بتاؤ اگر وہی سچی راہ ہے جسے تم پیش کرتے ہو تو خدا نے اپنا وعدہ خوب پورا کیا کہ ایسے شخص کو جماعت پر اور انجمن پر حکمران کر دیا جس نے تمام جماعت کو اُلٹی راہ پر گرنے سے بچا لیا

پھر بھائیو! وہ شخص جس کا انتخاب کیا۔ اُس نے نہ صرف جماعت احمدیہ کو اُلٹی راہ پر چلایا اور الوصیت کے خلاف خلفاء کا سلسلہ قائم کر دیا۔ بلکہ خود انجمن کی کایا بھی پلٹ دی۔ کونسی انجمن؟ وہی انجمن جو آپ کے قول کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کی مسند کی مالک اور آپ کی خلیفہ تھی۔ نہ صرف اُسکو مسند سے معزول کر دیا بلکہ ایسا جادو کر دیا کہ اُس نے خود اس بات کو تسلیم کر لیا کہ میں خلافت کی حقدار نہیں۔ بلکہ میرا کام خلیفہ کی فرمانبرداری اور اطاعت ہے۔ اور اسی میں میری سعادت اور اسی میں میری عزت ہے۔ خدا نے اپنا وعدہ خوب پورا کیا اور قوم کی خوب دستگیری فرمائی۔ جس راہ پر حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد قوم کو چلانا تھا اُس سے اُلٹی راہ پر اُسے چلا دیا اور ایک ایسے زبردست انسان کے ماتحت اُسے کر دیا۔ جس نے آپ کے نکتۂ خیال سے حضرت مسیحؑ کی تجویز کردہ سکیم کو اُلٹ پلٹ دیا اور اُس کے بالکل اُلٹ ایک نئی سکیم اپنی طرف سے جاری کر دی اور جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے اوپر رکھا تھا اُسے نیچے کر دیا اور جسے حضرت مسیح موعودؑ نے نیچے رکھا تھا اُسی اوپر کر دیا۔

پھر بھائیو! ہر ایک بات خدا تعالیٰ نے تمہارے لیئے اُلٹ ہی کر دی۔ جب آپ نے اُس زبردست انسان کے آگے یہ درخواست پیش کی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان مندرجہ الوصیت کے مطابق ہم آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین تجویز کرتے اور اُسی فرمان کے مطابق صدق دل سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آپ کے احکام ہمارے لیئے ایسے ہی واجب التعمیل ہونگے جیسے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے تھے۔ تو ممکن تھا کہ ایسی درخواست کے پیش کیئے جانے کے بعد وہ اس دھوکہ میں رہتا کہ خلافت کا مسئلہ احمدیہ جماعت کا ایک مسلّمہ مسئلہ ہے اور سب احمدی جماعت اس کو جانتی اور تسلیم کرتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک جانشین ہونا چاہیئے جسکی سب قوم اطاعت اور فرمانبرداری کرے اور کہ انجمن بھی اپنے تئیں سلسلہ کی ایک خادم اور خلافت کے ماتحت سمجھتی ہے اور اس لیئے وہ اس مسئلہ کی طرف کبھی توجہ ہی نہ کرتا۔ ایسی صورت میں ممکن تھا کہ اُسکی وفات کے بعد جب یہ

جھگڑا پہلی دفعہ پیدا ہوتا تو انجمن کو خلیفۃ المسیح سمجھنے والے اپنے خیالات کے ساتھ قوم کے ایک عظیم حصہ کو ہم خیال بنانے اور خلافت کو اڑا دینے میں کامیاب ہو جاتے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ہی قضا و قدر ان لوگوں کے مخالف ہو گئی۔ تقدیر الٰہی نے پہلے تو ان کے ہاتھوں سے ہی یہ لکھوا دیا کہ جو کچھ ہم نے کیا الوصیت کے ارشادات کے مطابق کیا۔ جس کے ہاتھ پر بیعت کی اُسے بھی یہی کہا اور جن سے اُس کے ہاتھ پر بیعت کروائی انہیں بھی یہی سُنا کر بیعت کروائی۔ تقدیر کی یہ پہلی کلہاڑی تھی جس نے اس پودے کو جسے یہ لوگ احمدی جماعت کے سینوں میں بونا چاہتے تھے جڑھ سے کاٹ دیا۔ کیونکہ اب قوم اُن سے یہ سوال کرتی ہے کہ اگر یہی راہ درست تھی جس پر اب تم ہمیں چلانا چاہتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ پہلے ہمیں الوصیت کا حوالہ دیکر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیئے بلایا اور تاکید کی کہ الوصیت کے اس حکم کی تعمیل میں ذرا بھی توقف نہیں کرنا چاہیئے اور جس کے ہاتھ پر ہماری بیعت کرائی اُسے بھی یہی کہا کہ الوصیت کی ہدایات کے موجب ہم حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین تجویز کرتے ہیں اور آپ کو ہم سب اپنا آقا سمجھتے ہیں۔ اگر یہی راہ درست تھی تو پھر تم ہی لوگوں نے پہلے کیوں الوصیت کی سند پیش کر کے ہم سے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرائی۔ اور اس شخص کے آگے بھی الوصیت ہی کی سند پیش کی۔ پس خلافت کے برخلاف آواز اٹھانیوالوں کے لیئے یہ ایک نہایت ہی تیز حربہ تھا۔ مگر پھر بھی ممکن تھا کہ ان کا کوئی افسوں کارگر ہو جاتا جس پودے کی جڑھ کو تقدیر نے خود انکے ہاتھ سے کٹوایا ممکن تھا کہ اسکی جڑھ کا کوئی ٹکڑا باقی رہ جاتا اور وہ ان لوگوں کی آبپاشی سے پھر پھوٹ نکلتا اور بڑھکر درخت بن جاتا اس لیئے خدائے تعالیٰ نے بعض ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کے ذریعہ وہ شخص جو خلافت کی گدی پر بیٹھا تھا بیدار کر دیا گیا اور اسکو پتہ لگ گیا کہ میرا یہ خیال کہ انجمن مجھے حقیقی معنوں میں خلیفۃ المسیح سمجھتی ہے ایک غلط خیال ہے بلکہ انجمن کے وہ ممبر جنکے [illegible] وہ تو صرف انجمن کو ہی حقیقی معنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین یقین کرتے ہیں اور اگر میری کسی قدر اطاعت کی جاتی ہے تو وہ خلیفۃ المسیح کی اطاعت نہیں بلکہ نور الدین کی اطاعت ہے۔ وہ پہلے سمجھے بیٹھا تھا کہ جیسا انجمن کے اراکین نے اپنی درخواست بیعت میں ظاہر کیا تھا انجمن اُس سے وہی نسبت رکھتی ہے جو وہ حضرت مسیح موعودؑ سے رکھتی تھی۔ لیکن اُسے خلافت کی گدی پر بیٹھے

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ خدا نے بعض اسباب کے ذریعہ اُسے متنبہ کر دیا اور اُسے جتا دیا کہ تیرا یہ خیال محض ایک دھوکہ ہے اور جو کچھ تُو انجمن کے متعلق سمجھے بیٹھا ہے انجمن کے کارکن ایسا نہیں سمجھتے۔ وہ انجمن کی کیا حیثیت سمجھتا تھا۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ مسند خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد اُس نے انجمن کے نام بدستور اپنا کام جاری رکھنے کا حکم صادر فرمایا اور سیکرٹری انجمن کی طرف یہ تحریر بھیجی۔ اس حکمنامہ سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں اور اس حکمنامہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ کے مقابل میں انجمن کو کیا حیثیت دیتا تھا۔ اُسکے نزدیک انجمن بالکل خلیفہ کے ماتحت تھی یہانتک کہ جبتک کہ خلیفہ اُس کو اپنا کام جاری رکھنے کی اجازت نہ دے وہ اختیار نہیں رکھتی تھی کہ کوئی کارروائی کر سکے۔ یعنی وہ خلیفہ کی ایسی ہی محتاج تھی جیسے کہ ایک خادم اپنے آقا کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ خلیفہ کو انجمن کا آقا اور مالک اور انجمن کو خلیفہ کی غلام اور چاکر سمجھتا تھا مگر خدا نے اُسکو جلدی ہی آگاہ کر دیا کہ اگر تُو انجمن کو ہر ایک خلیفہ کا خادم اور غلام سمجھتا ہے اور خلیفہ کو انجمن کا مالک اور آقا سمجھتا ہے تو انجمن کے کارکن اور بلڈنگ ممبر ایسا نہیں سمجھتے بلکہ وہ انجمن کو تمام سلسلہ احمدیہ کا مالک اور آقا سمجھتے اور کسی خلیفہ کی خادم سمجھنا تو کجا وہ اُسی کو حقیقی خلیفۃ المسیح سمجھتے ہیں۔

کسی نہایت ہی مبارک گھڑی میں خدا نے ایک شخص کے دل میں یہ تحریک پیدا کی کہ وہ چند سوال حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں پیش کرے جن کا تعلق خلیفہ اور انجمن کے باہمی تعلقات سے تھا۔ ممکن تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ ان سوالات کو لغو قرار دیکر کاغذ چاک کر دیتے۔ کیونکہ ابتک انجمن کے اراکین نے کوئی ایسا موقعہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کو نہیں دیا تھا جس سے آپکو شک پیدا ہوتا کہ وہ اپنے تئیں خلیفہ کی مطیع نہیں بلکہ مطاع سمجھتی ہے اور اُس کے دل میں یہی حسن ظن تھا کہ جیسا کہ اراکین انجمن نے اپنی درخواست بیعت میں الوصیت کی بنا پر مجھے خلیفۃ المسیح منتخب کر کے اپنا مطاع مانا ایسا ہی واقع میں وہ خلیفہ کو مطاع سمجھتے اور یقین کرتے تھے۔ اور اُنکا مجھے اپنا مطاع قرار دینا اسی وجہ سے ہے کہ میں مسیح موعودؑ کا جانشین ہوں۔ اسلئے ممکن تھا کہ وہ اُس سائل کے سوالات کو رد کر دیتے۔ کیونکہ اُنکا یہی مسلک تھا کہ وہ ایسے

سوالات کو سخت ناپسند فرمایا کرتے تھے جن کا پیش آمدہ اموروں سے کوئی تعلق نہ ہو اور بلاضرورت سوالات کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ مگر جس فرشتہ نے سائل کے دل میں یہ سوالات پیش کرنے کی تحریک کی تھی۔ اسی فرشتہ نے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے دل میں یہی بات ڈالی کہ ان سوالات کو انجمن کے ممبروں اور بعض دیگر اشخاص کے پاس جواب کے لئے بھیجیں۔ مینے اسکو فرشتہ کی تحریک اس لئے کہا ہے کہ اس کا نتیجہ جماعت کے لئے نہایت مبارک ہوا۔ انجمن کے کارکنوں کے جوابات سے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کو علم ہوگیا کہ ان لوگوں کی نظر میں خلیفہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ کہ انکے نزدیک حقیقی معنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ انجمن ہی ہے۔ اس لئے آپ کو اس بات کی طرف توجہ ہوگئی کہ اس خطرناک غلطی کو دور کیا جائے۔ جیسا حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے پہلے بہت سے مسلمان منہاج نبوت سے بے خبر تھے ایسا ہی ہم میں بھی کئی لوگ ایسے تھے جو خلافت کی حقیقت کو پورے طور پر نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے نہ صرف انجمن کے کارکنوں کے جوابات سے یہ امر ظاہر ہوتا تھا کہ یہ لوگ خلافت کی حقیقت سے ناواقف ہیں بلکہ بعض دوسرے لوگوں کے جوابات سے بھی اس ناواقفیت کا پتہ چلتا تھا۔ غرض یہ ایک سخت غلطی تھی اس لئے حضرت خلیفۃ المسیحؑ اس غلطی سے لوگوں کے سینوں کو صاف کرنیکے درپے ہوگئے۔ بعض کے سینے تو حضرت صاحب کی پہلی ہی تقریر سے صاف ہوگئے جو آپنے مسجد مبارک کی چھت پر جنوری سنہ ۱۹۰۹ء کو فرمائی۔ مگر آپنے بس نہ کی۔ بلکہ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ وفات مسیح کے مسئلہ کو گھوٹتے اور صاف کرتے رہے ایسا ہی حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے یہ اپنا فرض سمجھا کہ لوگوں کو اس غلطی سے متنبہ کیا جاوے اور خلافت کی حقیقت انکے ذہن نشین کی جائے۔ اور خدا کی قدرت سے درمیان میں بھی ایسے واقعات انجمن کے بعض ممبروں کی طرف سے پیش آتے رہے جن کی وجہ سے یہ معاملہ بار بار تازہ ہوتا رہا۔ اس لئے یہ مسئلہ ہمیشہ آپکے مدنظر رہا اور آپنے اُن خیالات کی خوب دھجیاں اُڑائیں جو جنوری ۱۹۰۹ء میں انکے آگے ظاہر کیئے گئے تھے۔ آپنے عام تقریروں اور پرائیویٹ گفتگوؤں میں۔ خلوت میں اور جلوت میں تقریر میں اور تحریر میں ٹھیک اسی طرح اِس مسئلہ کو صاف کیا جس طرح آپ کا مقتدا وفات

مسیح کے مسئلہ کو صاف کرتا رہا۔ اور جماعت کو یہ مسئلہ خوب سمجھا دیا یہی وجہ ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت اس وقت ٹھوکر سے بچ گئی اور خلافت کے برخلاف آواز اٹھانیوالوں کی آواز کو بہ حیثیت مجموعی جماعت نے نہیں سنا۔ یہ بڑا احسان ہے جو نورالدین رضؓ جماعت پر کر گیا اور یہی بڑا کام ہے جو قیامت تک اس کی خلافت کی یادگار رہیگا۔ اس نے خلافت کی حقیقت سے جماعت کو آگاہ کیا اور جس غلطی میں قریب تھا کہ جماعت پڑ کر تباہ ہو جاتی خدا نے تعالیٰ نے نورالدین رضؓ کی کوششوں اور توجہ اور دعاؤں کی بدولت جماعت کو اس سے بچا لیا۔ پس ہمیں خدائے تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے وعدہ کے مطابق ہماری دستگیری فرمائی اور حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ہم میں ایک ایسا شخص پیدا کیا جس نے ہماری جماعت کو راہ راست پر چلایا۔ پس اگر خدائے تعالیٰ کا وہ وعدہ سچا ہے جو اس نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے قریب کے وقت حضرت مسیح موعودؑ اور اسکی جماعت کے ساتھ کیا تو یہ بھی سچ ہے کہ جس راہ پر حضرت مسیح موعود کا پہلا خلیفہ ہمیں چلا گیا وہی راہ راست اور صحیح راہ ہے۔ پس اس صراط مستقیم سے ادھر ادھر ہو کر سیدھے راستہ سے بھٹکو۔ اور اسی سڑک پر آگے آگے بڑھتے جاؤ جس پر خلیفہ اول تمہیں چلا گیا۔ کیونکہ اس کے وجود نے خدا کے وعدہ کو پورا کیا۔

اس خطرناک غلطی کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی ایسی فکر اسکو لگی ہوئی تھی کہ آخر دم تک ہر ایک ممکن طریق سے وہ اس کی بیخکنی کی طرف متوجہ رہا۔ چنانچہ ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بستر پر بھی جس سے اسکے لیئے زندہ اٹھنا مقدر نہ تھا اسکو یہ خیال نہ بھولا۔ ناظرین کو یہ تو معلوم ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنے جانشین کے لیئے اپنے ہاتھ سے ایک وصیت لکھی۔ مگر کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپنے کس شخص کو منتخب کیا کہ آپ کی وہ وصیت لوگوں کو پڑھ کر سناد سے۔ آپنے اس شخص کو پڑھکر سنانے کے لیئے منتخب کیا جس نے آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے خلافت کے برخلاف اپنی آواز کو بلند کیا۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی زندگی میں ہی یہ آواز اٹھائی گئی مگر ایسے وقت میں جبکہ یہ آواز اس شیر خدا کے کان میں نہیں پہنچ سکتی تھی جو اپنے تمام عہد میں خلافت کی بنیاد

کو مضبوط کرتا رہا۔ پھر جب وہ ایک بار پڑھ کر سنا چکے تو انہیں حکم دیا کہ پھر پڑھ کر سناؤ۔ اور جب دوسری بار بھی پڑھ کر سنا چکے تو تیسری بار بھی پڑھ کر سنانے کا ارشاد فرمایا اور جب آپ تین بار اُن کی زبان سے وہ وصیت پڑھوا چکے تو اُن سے پوچھا کہ بتاؤ کوئی بات رہ تو نہیں گئی؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضور کوئی بات نہیں رہ گئی۔ اب جب اس وصیت کا کسی شخص کے پاس بطور امانت کے رکھنے کا وقت آیا تو آپ نے وہ وصیت اُس شخص سے لیکر ایک دوسرے شخص کے پاس رکھوائی جو خلافت کا حامی تھا۔ پس یہ آپ کی آخری تدبیر تھی جو آپ نے اپنے عہد کے سب سے بڑے کام کی تکمیل کے لئے برتی۔ آپ اپنے سارے زمانۂ خلافت میں اس غلط خیال کی بیخکنی میں مصروف رہے اور اس عالم سے رخصت ہوتے وقت بھی ایک نہایت ہی حکیمانہ تدبیر سے خلافت کے مخالفوں پر حجت پوری کر گئے آپ نے ایسے شخص کی زبان سے جو آپ کے بعد خلافت کا سب سے بڑا مخالف ثابت ہوا خلیفہ ثانی کے بارہ میں اعلان کروا دیا۔ ایک بار نہیں۔ دو بار نہیں۔ تین بار یہ اعلان اُن کی زبان سے کروا دیا اور چند آدمیوں کی موجودگی میں نہیں بلکہ ایک مجمع کے سامنے یہ اعلان کروایا۔ پھر اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ اسکی زبان سے یہ بھی کہلوایا کہ خلیفہ کے متعلق یہ وصیت مکمل اور پوری ہے۔ کوئی اس میں کمی نہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اور اسکے بعد اس وصیت کا امین ایک اور شخص کو بنایا جو شروع سے علم کے مطابق خلافت کا قائل تھا۔ دیکھو وہ کس طرح ہر ایک ممکن طریق سے خلافت کو مستحکم کرتا رہا۔ یہانتک کہ آخر میں بھی جو کام کیا وہ بھی خلافت کے استحکام اور مخالفین خلافت پر اتمام حجت کرنے کے لئے کیا۔

غرض جب ہم خدائے تعالیٰ کی اُن بشارتوں پر غور کرتے ہیں جو خدا نے تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے موقعہ پر دیں تو ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ جس راہ پر خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ہم کو چلایا اور جس طریق کی طرف ہمیں متوجہ کر دیا یعنی یہ کہ ہمارا ایک امام ہو جو سب جماعت احمدیہ کا مطاع ہو اور انجمن اُسکی تابع اور فرمانبردار ہو وہی خدا کے نزدیک راہ راست تھی اور پھر جس شخص کو خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ہمارا امام مقرر کیا جس راہ پر اُس نے ہمیں چلانا چاہا اور جس طریق کے اختیار کرنے کے لئے اُس نے ہمیں تعلیم دی وہی راہ ہمارے لیے صواب کی راہ ہے

کیونکہ یہ سب کچھ خدا کی بشارت اور اسکے وعدہ کے مطابق ہُوا۔

اور جب ہم زیادہ غور کرتے ہیں تو ہمیں سمجھ آتا ہے کہ خلیفۂ اوّل کے عہد میں خلافت اور انجمن کے جھگڑے کا اُٹھنا بھی اُسی وعدہ کے پورا ہونے کا ایک حصہ تھا۔ یعنی اُسی وعدہ کے مطابق خدا نے ہم پر یہ فضل کیا کہ خلیفۂ اوّل کے عہد میں اس معاملہ کو اُٹھا کر اُس کے قول فیصل اور عمل سے اس کا تصفیہ کرا دیا خدا نے وعدہ فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کی وجہ سے مومنو کو گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ مَیں خود اُن کی دستگیری اور رہبری کرونگا اور سارا انتظام خود کر دوں گا۔ سو اُس نے اسی وعدہ کے مطابق یہ سوال اُٹھوا دیا تا خلیفہ اوّل کے عہد میں ہی خلافت کا مسئلہ پورے طور پر صاف ہو جاوے اور اس امر کو فریق ثانی کے لیڈر نے یعنی اُس شخص نے جس نے خلیفہ اوّل کے زمانہ میں لیڈنگ پارٹ لیا تھا۔ اپنی تحریر میں جو اُس نے اس مسئلہ کے متعلق حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں پیش کی تسلیم کیا کہ یہ بہت اچھی بات ہے کہ یہ سوال خلیفۂ اوّل کے وقت میں پیدا ہو گیا کیونکہ انکے وقت میں اس سوال کا حل ہو جانا قوم کو آیندہ جھگڑوں سے بچالیگا۔ اُس نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں یہ لکھا کہ ہم آپ کو تو مستثنیٰ کرتے ہیں یعنی اگرچہ اصولاً ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ خلیفہ کو کوئی اختیار نہیں۔ اصل خلیفہ اور جانشین انجمن ہی ہے۔ مگر ہم آپ کی ذات کو اس قاعدہ سے باہر رکھتے ہیں۔ اور ہم آپ کو اپنا مطاع بطور استثنائی صورت کے قبول کرتے ہیں۔ اسلیئے جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے اس بحث کی ضرورت ہی نہیں کہ خلیفہ کے اختیارات اور انجمن کے مطاع ہونے پر بحث کی جائے۔ لیکن یہ بہتر ہُوا کہ آپ کے عہد مبارک میں یہ سوال پیدا ہو گیا۔ کیونکہ آپکے عہد میں اس سوال کا حل ہو جانا آیندہ نسلوں کے لیئے بہت بابرکت ثابت ہوگا اور آیندہ قوم کو جھگڑوں سے بچالے گا۔

غرض فریق ثانی کے لیڈر نے بھی یہ تسلیم کیا کہ خلیفہ اوّل کے عہد مبارک میں اس سوال کا پیش ہونا اگرچہ واقعات کے لحاظ سے ضروری نہ تھا مگر قوم کے لیئے بہتر ہے اور واقعہ میں اُنکا یہ فرمانا درست تھا۔ اور جو کچھ ہُوا خدا کی حکمت کے ماتحت ہُوا اور اُس وعدہ کے مطابق ہُوا جو خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے چند روز پہلے کیا تھا۔

یہ ایک بڑا فضل تھا جو خدا نے قوم پر کیا اور اپنے اس وعدہ کو کہ میں خود جماعت کی دستگیری کروں گا خوب پورا کیا اور اس اہم مسئلہ کو حضرت خلیفۃ اول کی زندگی ہی میں اٹھوا کر جماعت کو تباہی سے بچا لیا اور اُن پر ظاہر کر دیا کہ تمہارے لئے سیدھی راہ یہ ہے۔

پس پہلی زبردست بات جس پر ہمارے بھائیوں کو غور کرنا چاہیئے وہ وہ خدا کا وعدہ ہے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت کیا۔ اگر وہ وعدہ ایک سچا وعدہ تھا تو ہمیں یہ بھی ماننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے جماعت کو حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد چلایا اور جس طریق کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی وہی راہ اور وہی طریق ہمارے لیئے سلامتی کی راہ اور سچا طریق ہے اور جس راہ پر خلیفہ اول نے جماعت کو چلایا اور جس طریق پر وہ ہمیشہ زور دیتا رہا وہی طریق خدا کے منشاء کے مطابق اور سچا طریق ہے۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ غلط راہ کی طرف ہمیں رہنمائی کرتا رہا اور اُلٹے طریق پر ہمیں چلانے کے لیئے کوشاں رہا نہ صرف اُس پاک وجود کی ہتک ہے بلکہ خدا کے وعدہ کو جھوٹا ٹھہرانا ہے کیونکہ جو کچھ ہوا خدا کے وعدہ کے مطابق ہوا۔ دیکھو خدا کے زبردست ہاتھ نے کس طرح منکرین خلافت کے ہاتھ سے یہ لکھوا دیا کہ ہم الوصیت کے فرمان کے مطابق آپ کو خلیفۃ المسیح تسلیم کرتے ہیں۔ پھر دیکھو خدا کے کام کیسے عجیب ہیں۔ اسی تحریر میں ان سے تمام نئے اور پرانے احمدیوں کے الفاظ بھی کھولکر لکھوا دیئے اور دونوں کی الگ الگ تشریح کروا دی۔ پھر خدا کا ہاتھ دیکھو ان کے دل کے خیالات کو خلیفۃ المسیح پر ظاہر کر کے اُسکو اس امر کی طرف متوجہ کر دیا کہ وہ ان خیالات کی تردید میں ہر وقت اور ہر ممکن طریق سے بیخکنی کرتا رہے اور جماعت کو راہ راست کی تلقین کرتا رہے۔ یہ مسئلہ ہمارے لیئے اہم ترین مسئلہ تھا۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ اس اہم ترین مسئلہ میں خدائے تعالیٰ باوجود اپنے وعدوں کے جماعت کو غلط راہ پر چلا دیتا۔ اور پہلا خلیفہ بھی ایسا کھڑا کرتا جو جماعت کو ایسی راہ پر چلا دے جو غلط اور ٹیڑھی اور اُلٹی راہ ہے۔ پس ہمیں چاہیئے خدائے تعالیٰ کا شکر کرو کہ خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق ہماری دستگیری کی اور ایک ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے ہاتھ سے جماعت احمدیہ کو بچا لیا۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

رپورٹ ماہوار صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۴ء

صیغہ اشاعت اسلام | اس ماہ تعداد خریداران ریویو انگریزی میں نو کی زیادتی ہوئی علاوہ خریداروں ریویو انگریزی کی ۳۰۰ کاپیاں مفت بغرض اشاعت اسلام غیر ممالک میں یعنی یورپ امریکہ جاپان چین آسٹریلیا اور جزائر [illegible] روانہ کی گئیں۔ ذی وسعت احباب اگر اعانت کے طور پر چندہ [illegible] عنایت فرمادیں تو اس تعداد میں زیادتی ہوسکتی ہے۔ اور اس رسالہ کے ذریعہ غیر ممالک میں [illegible] اشاعت ہوتی ہے۔

دفتر بہشتی مقبرہ | ماہ جولائی [illegible] وصیت درج رجسٹر ہوئی ہے۔ اور از روئے ملکیت نہیں ہوسکتی۔ ایک [illegible] اور ۵ وصیت کردہ جائداد کا [illegible] ان حصہ وصول [illegible] گئی ہیں۔ [illegible] متفرق احباب نے ارسال فرمائی ہیں اور داخل خزانہ ہوئی ہیں [illegible] کل تعداد مبلغ [illegible] ہے۔ اس ماہ میں رفتار وصایا کی بہت ہی کمی ہے جس طرف قوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے ماتحت خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

اندرون قصبہ شفاخانہ | اس مہینہ میں تعداد مریضان نئے اور پرانے ۷۶۰ اور ۳۲ آپریشن ہوئے۔ اوسط مریضان ۵۵ رہی ہے۔

صیغہ یتامی | اس صیغہ کی آمد سے خرچ زیادہ ہے۔ آخر جون تک [illegible] کا یہ صیغہ مقروض تھا۔

محاسب | آمد ماہ جولائی ۵۹۵۸-۱۳-۱۱ اور خرچ ۸۹۴۷-۰-۶ اسوقت آمد کی رفتار بہ نسبت گذشتہ کے کچھ کمی پر ہے۔ لنگر۔ یتامی۔ کی طرف خاص توجہ درکار ہے۔ یہ صیغے بہت مقروض ہیں۔ عید کا موقع آیا ہے۔ اگر ہر ایک جماعت میں باقاعدہ وصولی فطرانہ اور چندہ کا انتظام ہو جاوے تو آمد کی بہت کچھ امید ہوسکتی ہے۔ ہر ایک جماعت کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ اس موقع پر خاص طور سے وصولی فطرانہ اور چندہ کا اہتمام فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

سلسلہ تبلیغ

آجکل جس قدر زندہ اسلام کی تبلیغ کی ضرورت دنیا کے کونے کونے میں پائی جاتی ہے۔ وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ ہر ایک ملک اور ہر ایک علاقہ میں [illegible] تشنہ لب اس آب حیات کے پینے کے لئے [illegible] ہیں۔ [illegible] اور [illegible] وجہ سے جہاں [illegible] ہو کر [illegible] کی ہے۔ اس [illegible] یعنی احمدیت کی تائید میں خدائے تعالیٰ کے [illegible] نشان بھی [illegible] ظاہر ہو رہے ہیں۔ آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمین [illegible] کا [illegible] نظر آرہا ہے۔ اور لوگوں کی حالت اس بات کی مقتضی ہے کہ ان کو [illegible] سے نکال کر صراط مستقیم میں لا کھڑا کیا جائے۔ چنانچہ [illegible] رات کو جو دل ہلا دینے والا واقعہ دریا [illegible] کی طغیانی [illegible] ظہور پذیر ہوا ہے۔ وہ سوتوں کو جگانے اور غافلوں کو ہوش میں لانے کے لئے کچھ [illegible] نہیں۔ [illegible] کئی ایک گاؤں اور ہزاروں کی تعداد میں انسان اور حیوان دریا برد ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت اور عظمت کا جلوہ اس تباہی خیز طوفان میں بھی دکھایا ہے۔ اور اپنے مسیح کے وابستگان دامن کو اس سے محفوظ رکھکر [illegible]

[illegible] پر کھڑا [illegible] وہ [illegible] ٭ [illegible]

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے ٭ [illegible] حضرت تواب [illegible]

پھیرو چیچی ایک گاؤں ہے وہاں کے غیر احمدی مسلمانوں کے [illegible] مکانات خاویۃ علیٰ عروشہا ہو گئے۔ اور ان کی مسجد بھی تباہ ہوئی۔ مگر احمدیوں کے سب مکان اور مسجد خدا کے فضل اور کرم سے ہر طرح سے محفوظ اور مصئون رہے۔ کیا اس نظارہ کو دیکھکر یا سن کر کوئی ایسا آدمی ہوگا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی تصدیق نہ کریگا کہ "دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤنگا۔ اور زمین سے نکالونگا۔ پھر وہ جو تیرے مخالف ہونگے۔ پکڑے جائیں گے۔"

صحن میں ندیاں چلیں گی۔ (۱۲۔ اگست ۱۹۲۶ء)

اس موقع پر جب کہ لوگوں کے دل نرم اور خدائے تعالیٰ کی طرف فطرتاً واذا مس الانسان الضر دعانا کے ماتحت متوجہ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حکم سے دو واعظ اس علاقہ میں تبلیغ کے لیئے بھیجے گئے۔ جنہوں نے ابلاغ حق میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

ہندوستان اور پنجاب کے مختلف ضلعوں میں تبلیغ کا کام باقاعدہ شروع ہے۔ اور خدا کے فضل سے دن بدن خاص اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ ہر ہفتہ میں کئی ایک غیر احمدیوں کے بیعت کے خط آتے ہیں۔ جن کی فہرست اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہے۔ انجمن ترقی اسلام کی زیر سرپرستی مندرجہ ذیل گاؤں میں پرائمری سکول جاری ہو گئے ہیں۔ ضلع گورداسپور میں بیری۔ بھیر وچیچی۔ اٹھوال۔ ضلع جالندھر میں۔ بنگہ گرل سکول کریم پور۔ ضلع گوجرانوالہ میں مانگٹ اونچے۔ جھیور متصل سانگلہ۔ ضلع گجرات میں ماجرہ۔ شادیوال۔

عنقریب یہاں قادیان میں ایک ٹریننگ سکول کھولا جائیگا۔ اور اس میں اساتذہ کو تیار کر کے سکولوں میں لگایا جائیگا۔

ایک ٹریکٹ بنگالی زبان میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے مضمون کا ترجمہ کر کے انجمن ترقی اسلام نے شائع کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آجکل بنگال میں احمدیت کے متعلق خاص طور پر چرچا ہو رہا ہے۔ لوگ اس ٹریکٹ کو ہاتھ میں لیکر اپنے مولویوں سے سوالات پوچھتے ہیں۔ جن کا وہ کوئی جواب نہیں دے سکتے اسی ٹریکٹ سے متاثر ہو کر کئی ایک آدمیوں نے یہاں سے کتابیں منگوائی ہیں۔ امید ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بہت عمدہ نتیجہ پیدا کریگا۔

ولائیت میں چودھری فتح محمد صاحب لیکچروں اور اخبارات میں مضمون شائع کر کے احمدیت کی تبلیغ کے فرض کو انجام دے رہے ہیں۔ ان کے مضامین کے اثر کو زائل کرنیکے لیئے پادری صاحبان بھی مضامین شائع کر رہے ہیں۔ جو کہ اصلیت سے کہیں دور ہوتے

ہیں۔ اور دہریوں سے بھی گفتگو کرنیکا موقع ملتا ہے چنانچہ انکا ایک تازہ خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

میں ہفتہ کے دن ہائیڈ پارک میں گیا۔ مختلف مذہبوں اور سوسائٹیوں کے لیکچرار موجود تھے۔ لیکن سب سے زیادہ مجمع دہریہ لوگوں کے اردگرد تھا۔ میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔ پہلے ایک دہریہ لیکچرار کھڑا ہوا۔ اُس نے عہدنامہ عتیق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چند اعتراضات کیئے اور پھر ان اعتراضوں کو دیتے کسکے تمام مذہبوں پر اور خدا کے ماننے والوں پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ اور اس کے بعد اس نے اسکی مخالفت میں کہنے کے لیئے ۱۵ منٹ کا وقت دیا۔ حاضرین میں سے جن میں سے اکثر دہریہ اور صرف چند عیسائی تھے کسی شخص کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ ممبر پر آئے۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر ۱۵ منٹ کیلیئے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق چند عام فہم باتیں کیں۔ اور زیادہ زور الہام اور وحی پر دیا۔ اور اس بات کے بیان کرنیکی کوشش کی۔ کہ علوم جو انسان الہام اور وحی کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔ ایسے قابل اعتبار یقینی اور مضبوط ہیں۔ جیساکہ وہ علوم جو ہم حواس خمسہ کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اور علوم جو وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان تمام طریقوں سے ان کا امتحان اور آزمائش کی گئی ہے جن سے کہ ظاہر علوم کا امتحان اور آزمائش کیجاتی ہے۔ اور وہ سچے نکلے ہیں۔ پھر جب انسانی فطرت اور عقل اس بات کی تائید کرتی ہیں تو بات اور بھی پختہ ہو جاتی ہے۔ حاضرین میں سے چند لوگ میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ اور الہامات و وحی کے متعلق پوچھنا شروع کیا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ذکر کیا۔ اور کچھ اپنے تجربات بھی بیان کیئے۔ اور خاصکر جنگ بلقان کے متعلق جو حضرت صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ اُس کا ذکر کیا۔ ان باتوں سے اکثر حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا ہے۔ اور ان میں سے بعضوں نے ملنے کے وعدے کیئے ہیں۔

لنڈن میں آکر اور مختلف سوسائٹیوں کے لوگوں سے ملاقات کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر آیا ہوں۔ کہ یہاں اسلام کی جنگ در اصل دہریت کے ساتھ ہے۔ نہ کہ عیسائی مذہب کے۔ البتہ مختلف انجمنیں خواہ وہ سیاسی ہیں یا مذہبی یا اخلاقی ان کے کارکن منیجر اور وہ لوگ جو ایسے کاموں میں زیادہ چستی دکھلاتے ہیں۔ اکثر دہریہ ہیں۔ یا اگناسٹک ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو بھی مانتے ہیں۔ تو وہ ایسے رنگ میں جیسے کہ برہمو سماج۔ اس لیئے میرے خیال میں سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز اختیار کرنے کے اور کوئی ایسی طرز نہیں ہے جو حقیقی رنگ میں مفید ہو۔ اور

بدی کو جڑھ سے اکھیڑ سکے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بار بار اور بڑے زور سے پیش کیا جائے۔ اور پیش کرنے والے لوگ ایسے ہونے چاہئیں۔ کہ جو علاوہ حسن اخلاق اور اعلیٰ درجہ کے چال چلن کے اداب مجلس سے واقف اور الہام و وحی سے بھی قدرے آشنا ہوں۔ اور اس بات کے پہنچانے میں کسی کی ہنسی یا ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ شروع شروع میں ایسے لوگوں پر بدظنی اور ہنسی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت عملی نے مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔ اور اُس نے تبلیغ میں ایک خاص طرز اختیار کی۔ جو لوگوں کو ناپسند ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر اہل دنیا سے باریک اور اللہ تعالیٰ کا علم ان لوگوں کے علم سے وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ان لوگوں کی حکمت سے زیادہ پختہ ہے اس خیال کو دل میں لے کر میں کے چرچ میں گیا۔ ان لوگوں کو دعویٰ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی تقریروں سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے صاف صاف منکر ہیں۔ انسانی اخلاق کو خدا مان کر پوجتے ہیں۔ احسان ایک خدا ہے۔ سچائی ایک خدا ہے۔ انصاف ایک خدا ہے۔ لیکن ان خداؤں کو نہ کچھ علم ہے۔ اور نہ طاقت اور نہ کسی سے محبت کر سکتے ہیں۔ اور نہ بغض اور خود انسانی دماغ کی ایجاد ہیں۔ اس کے بعد مسیح ناصری علیہ السلام اور بدھ علیہ السلام خدا ہیں۔ اور ارسطو بھی خدا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ راستباز تھے۔ اور ان لوگوں کے گرجوں میں مسیح۔ بودھ۔ ارسطو اور بعض زمانہ موجودہ کے حکماء کے بت بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بت ابھی تک ان لوگوں نے نہیں بنایا۔ نہ ہی ان کے مذہبی گیتوں اور دعاؤں میں بودھ یا مسیح کی طرح محمد صلعم کا ذکر ہوتا ہے۔ عیسائیت کے خلاف بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز صریح التاثیر معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے میری طبیعت بڑے زور سے اس طرف مائل ہے۔ کہ مسیح کی وفات اور اُس کی قبر کا ذکر کیا جائے اور پھر مسیح کی آمد ثانی پر لیکچر دیئے جائیں۔ یہ طرز صریح التاثیر ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرب یختلی اصل الاخصام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس طرز کے متعلق فرمایا ہے۔

شیر علی
سکرٹری انجمن ترقی اسلام قادیان

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ بابت ماہ جون سنہ ۰۶ - دفتر محاسب قادیان

تعلیم																				مساکین				
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	باقی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	میزان
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ														یتامیٰ							مستقل فنڈ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	فضل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	فاضل	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت																			زکوٰۃ							
[illegible]	[illegible]	اردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	باقی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال																امانت اندرونی					بیرونی		
[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	فاضل	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	باقی	[illegible]	[illegible]	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بقایا صیغہ جات یکم جولائی ۱۹۱۴ء

تعلیم	۲۵۹۰ — ۰ — ۹
اشاعت	۱۷۲۶ — ۱ — ۳
مساکین	۱۷۹۶ — ۱۱ — ۵
زکوٰۃ	۴۲۸۰ — ۸ — ۵
بورڈران ہائی	۲۶۷۶ — ۱ — ۳
بورڈران احمدیہ	۷۷ — ۸ — ۹
امانت اندرونی	۱۷۶۳ — ۱۴ — ۲
” بیرونی	۸۸۱ — ۱۲ — ۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۲ — ۲ — ۲
میزان	۲۳۷۰۴ — ۱۳ — ۲

فاضل صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۳۴۶۶ — ۱۴ — ۰
بیت المال	۷۰۴۳ — ۱۳ — ۵
مقبرہ	۳۱۴ — ۲ — ۵
تعمیر	۲۵۰۴ — ۳ — ۵
یتامیٰ	۱۸۰ — ۹ — ۲
متفرقات	۳۱۵۷ — ۱۵ — ۱۰
میزان فاضل	۱۵۶۶۷ — ۱۴ — ۳
میزان بقایا	۲۳۷۰۴ — ۱۳ — ۲
منہائی فاضل	۱۵۶۶۷ — ۱۴ — ۳
باقی	۸۰۳۶ — ۱۵ — ۳
منہائی پیشگی	۷۹۹۶ — ۳ — ۳
باقی نزد امین	۴۰ — ۱۲ — ۰

تفصیل پیشگی صیغہ جات

بیت المال	۴۳۶ — ۰ — ۰
تعلیم	۱۶۲۰ — ۱۴ — ۰
مقبرہ	۵۴۴ — ۵ — ۳
تعمیر	۳۷۰۰ — ۰ — ۰
مدرسہ احمدیہ	۶۰۰ — ۰ — ۰
اشاعت	۳۰۰ — ۰ — ۰
متفرقات	۷۹۵ — ۰ — ۰
میزان	۷۹۹۶ — ۳ — ۳

محمد ابراہیم بقاپوری

خلیفہ رشید الدین

ناظر

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

عظیم الشان نشان

(۱) ۴- فروری ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائے تعالیٰ سے خبر پاکر یہ الہام شائع کیا تھا کہ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب انکی دلجوئی ہوگی۔" گورنمنٹ نے ملک بنگالہ کے دو حصے کر دیئے تھے۔ مگر بنگالی بعض وجوہات پر یہ چاہتے تھے کہ ایک ہی حصہ رہے۔ اور بڑا شور برپا تھا۔ بنگالیوں نے اس حکم کو منسوخ کرانیکے لیئے بڑی بڑی کوششیں کیں مگر گورنمنٹ نے بعض مصالح کی بناء پر اس حکم کو قائم رکھا اور آئندہ بھی کسی تبدیلی کی امید ہرگز ہرگز نہ تھی یہ الہام ایسے وقت میں شائع کیا گیا تھا۔ جبکہ ایک طرف گورنمنٹ اپنے حکم پر تلی ہوئی دوسری جانب تمام ملک بنگال اور ہندوستان اسکی منسوخی سے نا امید ہو چکے تھے اس لیئے اس پیشگوئی پر اخباروں نے بہت ہنسی اڑائی۔ مگر دیکھیئے خدائے تعالیٰ کا کلام کیسے پورا ہوتا ہے۔ (اگرچہ خدا کا پیارا مسیح جسکی زبان پر یہ کلام جاری ہوا وہ اپنے پیارے مولا کریم سے جا ملا) کہ قریباً چھ سال بعد ۱۲- دسمبر ۱۹۱۲ء کو جبکہ ملک معظم تخت نشینی کے لیئے دربار دہلی میں تشریف لائے تو اس موقع پر بادشاہ جارج پنجم نے بذاتِ خود اس حکم میں ترمیم کی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوگئی جیسے کہ الہام میں الفاظ موجود ہیں۔

(۲) ۱۵- جنوری ۱۹۰۶ء کو حضرت اقدس کو یہ الہام ہوا "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" ایران کی حالت اسوقت بالکل مطمئن تھی کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ کیسا تزلزل واقع ہوگا لیکن ۱۹۰۹ء میں ایران میں ایسی سخت بغاوت اور شورش برپا ہوئی کہ بادشاہ کو تخت سے اتار کر سلطنت سے باہر نکال دیا گیا۔

(۳) جس عظیم الشان نشان کی طرف ناظرین کو توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ۱۱- مئی ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں" پھر آپ نے ۱۵- اپریل ۱۹۰۸ء کو ذیل کے اشعار اپنی تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم میں بڑی تحدی کے ساتھ پیشگوئی

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد ٭ جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب ٭ اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے ٭ کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر ٭ نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن ٭ صبح کر دیگی انہیں مثلِ درختانِ چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے ہواس ٭ بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی ٭ راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں ٭ سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس ٭ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشان ٭ آسماں حملے کریگا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس ٭ اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا ٭ کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

اس الہام اور پیشگوئی سے یہ پایا جاتا ہے کہ کوئی عظیم الشان غیر معمولی بحری جنگ ہونیوالی ہے جو بڑی بھاری نشان کے طور پر ہوگی۔ اب ایسی صورت واقع ہوئی ہے کہ یورپ کی بڑی بڑی طاقتور سلطنتوں کے مابین خطرناک جنگ شروع ہوگئی ہے اور خطرناک ہلچل مچی ہوئی ہے۔ اور جہاز روکے جا رہے ہیں۔ پس ناظرین غور کریں۔ اور خدائے تعالیٰ کے نشانات پر تدبر۔ جو خدائے تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور انتظار کریں کہ اسکے کلمات کیسے پورے ہوتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و علی خلفاء محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

یہ ایک نہایت ہی عجیب بات ہے کہ جو جو دنیا کو ہلا دینے والے واقعات روئے زمین پر ظاہر ہو رہے ہیں اُن سب کی خبر حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں پائی جاتی ہے اور اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے خاکی جسم کے ساتھ ہمارے اندر موجود نہیں مگر آپکے زبردست نشانات اب بھی ظاہر ہو کر آپ کی صداقت کی نہایت زور سے شہادت دے رہے ہیں خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ آسمانی نشانوں کے ذریعہ اپنے پیارے مسیح موعود اور اسلام کی صداقت کو ظاہر کرے [illegible] خواہ اسلام ہر ایک مسلم مشتری کا یہ فرض ہے کہ [illegible] آگے [illegible]

قاعدہ یسرنا القرآن

یہ قاعدہ نہایت مفید اور مجرب ثابت ہوا ہے۔ پہلے آسان کتب نہ تھیں۔ عام طور پر کئی کئی سال تک بچوں کی عمریں ضائع ہو جاتی تھیں اور قرآن شریف ختم نہیں ہوتا تھا اور جو کسی نے قرآن شریف ختم بھی کیا تو ایسا کہ دوبارہ پڑھاؤ تو ایک سطر رواں اور صاف نہیں پڑھ سکتے۔ مگر اس قاعدہ کے پڑھانے سے ایک بچہ چند ماہ میں قرآن شریف ختم کر لیتا ہے [illegible] اس قدر طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ عربی کی کوئی کتاب جس پر اعراب لگے ہوں بلا تکلف پڑھ لیتا ہے۔ اس قاعدہ کے چار ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے مصنف صاحب قاعدہ مذکور نے نہایت محنت اور جانفشانی سے سابق قاعدہ میں ترمیم کر کے بہت سی مفید باتیں اور ایزاد کی ہیں اور جا بجا اساتذہ کے لیئے کار آمد نوٹ دیئے ہیں۔ لکھائی اور چھپائی عمدہ ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ لگایا گیا ہے۔ جو احباب اپنے بچوں کو صحیح قرآن شریف پڑھانے کے خواہشمند ہوں۔ وہ یہ قاعدہ شروع کرا دیں۔ قیمت صرف حصہ اوّل ۲/

پارہ عم مترجم

چونکہ عموماً مسلمان قرآن شریف کی آخری سورتیں نماز میں پڑھتے ہیں اور یہ صاف ظاہر ہے کہ صرف عربی عبارت ناظرہ یا حفظ پڑھ لینے اور مطلب نہ سمجھنے سے دل میں خشوع خضوع نہیں پیدا ہوتا اور اسی لیئے نمازی وعدہ الٰہی کہ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر کے نیچے نہیں آتا۔ اسلیئے ہر ایک مسلمان پر واجب ہے کہ کم از کم آخری پارہ کو باترجمہ پڑھے اور حفظ کرے اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے اور حفظ کرائے۔ ہمارے پاس پارہ عم مترجم نوٹے کاغذ پر عمدہ خوشخط صحیح چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہدیہ فی نسخہ ۴/

قرآن مترجم

ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اوّل۔ قیمت ۱۰/

[illegible] مینیجر بک ڈپو قادیان [illegible]

مطبع [illegible]

[illegible]

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

رسالہ مذاہب پر نظر

[illegible] | بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۴ء مطابق شوال ۱۳۳۲ھ | [illegible]

[illegible] | فہرست مضامین | عام طلباء [illegible]

[illegible]

پارہ الٓمٓ (اوّل)

قاعدہ یسرنا القرآن ختم کرنے کے بعد بچوں کی سہولت کے لیئے قاعدہ کی تقطیع اور خط کے مطابق چھاپا گیا ہے جس پر قاعدہ کی طرح بچے نہایت آسانی سے سبق پڑھ سکتے ہیں عمدہ خوشخط اور موٹے حروف میں ہے قیمت ا ر ہے جو احباب اپنے بچوں کے لیئے منگانا چاہیں ا ر کے ٹکٹ بھیجکر یا بذریعہ وی پی منیجر رسالہ ریویو قادیان سے طلب کریں وی۔پی کے ذریعہ ۳ ر صرف ہونگے۔

شرح اُجرت اشتہارات رسالہ ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ انگریزی	پورا صفحہ اُردو	نصف صفحہ انگریزی	نصف صفحہ اُردو	چوتھائی صفحہ انگریزی	چوتھائی صفحہ اُردو	ایک سطر انگریزی	ایک سطر اُردو
سالانہ	للعہ	للعہ	ورعہ	ورعہ	ورعہ	ورعہ	سے ر	سے
ششماہی	ورعہ	ورعہ	ورعہ	ورعہ	عہ	عہ	۱۲ آر	۱۲ آر
سہ ماہی	ورعہ	ورعہ	عہ	عہ	مہ ر	مہ ر	عہ ر	عہ ر
ایک دفعہ	ہے	ہے	للعہ ر	للعہ ر	سے ر	سے ر	۸ ر	۸ ر

تمام درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہیئیں

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلیئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے قیمت باٹلی والا کی مقوی گولیاں ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ دق کے ابتدائی عوارض میں نہایت مفید ہیں قیمت عہ ر باٹلی والا کا دانتوں کا منجن نہایت مفید قیمت ۴ ر باٹلی والا کی مرہم۔ داد پھوڑے پھنسیوں کو ایک دن میں آرام ہو جاتا ہے قیمت ۴ ر یہ تمام بڑے بڑے دوائی فروشوں سے بازار ڈاکٹر ایچ۔ ایل باٹلی والا۔ جے پی دار لیبوریٹری۔ دادر بمبئی سے مل سکتی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احمدؑ کی پیشگوئیاں نمبر (۴)

آپ کی پیشگوئی اپنی عمر کے متعلق

جس طرح سے کہ ایک کھرا روپیہ چاہتا ہے کہ کوئی نقاد ہو جو کھرے کو کھوٹے سے جدا کر دے جس طرح ایک بے جرم ہیرا چاہتا ہے کہ کوئی کامل جوہری ہو جو اسکی قدر کرے اور مناسب قیمت لگا سکے اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ کوئی سچے علوم کا جاننے والا ہو جو ہماری باتوں کو پرکھے اور تصدیق کرے اور کوئی حقائق الاشیاء کا سمجھنے والا اور اُن کا ماہر ہو جو اِن کرشموں کو دیکھے اور اُنپر ایمان لائے۔

ہم نے اپنے پچھلے آرٹیکل میں حضرت احمدؑ کی بعض پیشگوئیوں کا ذکر کر کے اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا تھا کہ حضرت احمدؑ ایک بندۂ خدا ہونے کی حیثیت سے تو ہماری طرح کے ہی ایک بندہ تھے مگر خدائے تعالیٰ کے ساتھ جو اُن کے تعلقات تھے وہ اُن کو ہم سے بالکل جدا ثابت کرتے اور اُن کی شان کو نہایت ارفع اور اعلیٰ بتا کر انہیں ایک متمیز مقام پر کھڑا کرتے تھے۔ وہ تھے تو ہماری طرح ہی کے ایک انسان مگر وہ قادر خدا جسپر کوئی دروازہ مسدود نہیں اور جس کی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں اُن کے ساتھ گفتگو کرتا اور اپنے خاص خزانۂ غیب سے انہیں تعلیم دیتا اور اپنے ادب سے اُن کی تادیب فرماتا تھا۔ اس نے اُن کے لیے ایسے علمی نشان دکھلائے اور غیب سے اُس نے اُن کے لیئے ایسے اخبار نازل کیئے جو بلا شبہ ایسے رازو نیاز پر مشتمل تھے کہ کیا مجال کہ انسانی عقل کو اُنتک رسائی ہو سکے۔ آپ نے

دیکھ لیا۔ کہ ایک وہ وقت تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں تنہائی کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ اُسوقت اُن کا کوئی یاور و مددگار نہ تھا۔ قادیان سے باہر کوئی شخص اُن کا واقف کار نہ تھا۔ خود اُس قصبے کے بھی بعض لوگ اُن کی گوشہ گزینی اور الگ تھلگ رہنے کے باعث ان کو جانتے نہ تھے۔ ایسی حالت میں خدا نے اُن کے ساتھ کلام کیا۔ اور اُن کو زمانہ آئندہ کے متعلق ایسے نشان عطا کیے۔ جن کا پورا کرنا کسی بشر کی طاقت کے اندر نہ تھا۔ یہ نشانات اپنی اہمیت کے لحاظ سے تو بے نظیر تھے ہی اور تمام فہمیدہ اور ارباب عقل و دانش لوگ بھی جانتے تھے کہ قوائے بشریہ کا ان نشانات کے وقوع کے لیئے اسباب بہم پہنچانے کے لیئے نامناسب ہونا تو درکنار رہا یہ بات من کل الوجوہ برتر از وہم و گمان ہے کہ اس طرح ہو۔ اس سے بڑھکر ایک اور بات بھی غور طلب ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نہ صرف سالہا سال پہلے غیر متوقع مگر غیر منصرف واقعات کے پیش آنے کی اطلاع دی بلکہ اسکے ساتھ ہی اپنی لمبی عمر پانے کی پیشگوئی بھی فرمادی اور علی الاعلان بتادیا کہ اُس کا اِس دنیائے فانی سے انقطاع نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تمام واقعات جن کا پچھلے آرٹیکل میں ذکر آچکا ہے علی وجہ الاتم مُنصّۂ ظہور میں نہ آجاویں بے تعداد لوگوں کا دُور دراز مقامات سے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت اور اسکے فیضان سے علی وجہ الاتم بہرہ ور ہونے کے لیئے آنا۔ کثرت آمد و رفت کے باعث قادیان کی سڑک پر گڑھے پڑ پڑ جانا۔ حضرت احمدؑ کے نام کا آفتاب نصف النہار کیطرح آسمان شہرت پر جلوہ افروز ہونا۔ مختلف الخیال۔ مختلف العقائد۔ مختلف القوم اور مختلف المقام لوگوں کا قادیان میں ایک جگہ جمع ہو کر یکدل ہو جانا اور اپنی اپنی بولی میں ایک ہی وقت میں اپنے اپنے مطالب کا ادا کرتے ہوئے سُنائی دینا بے انت روپے کا قادیان کو کھینچکر چلے آنا وغیرہ وغیرہ ایسے امور تھے کہ ان کے پورا ہونے کے لیئے ایک مدّت مدید اور زمانہ طویل درکار تھا۔ یہ ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ دنیا بھر کے لوگوں کا رجوع چند ہی روز میں اُس کی طرف ہو جاوے۔ یہ غیر ممکن تھا۔ کہ ایسا آدمی جس کو اپنے شہر کے بعض باشندے بھی نہیں جانتے جو کوئی جزلسٹ نہیں۔ تاجر نہیں۔ وکیل نہیں۔ مقنن نہیں۔ بلکہ ایک معمولی آدمی ہے اور ایک تنگ و تاریک مکان میں بھی اپنی زندگی بسر کرنے کا عادی۔ چند سالوں ہی میں دنیا

بھر میں مشہور ہو جاوے۔ اور یہ بات بالکل بعید از عقل و قیاس تھی کہ وہ تمام حیرت انگیز واقعات جن کے سبب سے زمانے میں ایک عظیم الشان تغیر اور انقلاب آنے والا تھا تھوڑے سے سالوں تک پیش آویں گے۔ پس یہ ضروری تھا کہ اُس حیرت انگیز انسان کو جس نے ایسے حیرت انگیز امور کے چہرے سے سالہا سال پہلے ایسے وقت میں نقاب اُٹھا دیا تھا جبکہ اُن کا وقوع میں آنا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا اُن امور کی اشاعت کے بعد لمبا زمانہ ملتا۔ تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنی پیشگوئیوں کو پورا ہوتا دیکھ لیتا۔ کون نہیں جانتا۔ کہ ہر ایک چیز کا ایک نہ ایک موسم ضرور ہوتا ہے۔ پر کیا موت کا بھی کوئی وقت ہے؟ کیا کوئی موت سے بچنے کے لیئے پیش بندی کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ ہر وقت آسکتی ہے اور یہ کسی وقت آجاتی ہے۔ جس طرح کہ اس کا بے رحم ہاتھ کل کے معصوم بچے کو اپنی سختی کا شکار بنا سکتا ہے۔ جس طرح کہ اس کا زبردست شکنجہ ایک زبردست جوان پہلوان کو پیسکر عہن منفوش کی طرح کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس کا سرد مہری سے بھرا ہاتھ ایک جہاندیدہ انسان کے ساتھ اپنی فطرت کے موافق سلوک کرنے سے نہیں چوکتا۔ پھر کس طرح ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ حضرت احمد اپنی موت کو روکے رکھتا۔ جب تک کہ خدا کے مُنہ کی ہر ایک بات جو اس کی زندگی کے متعلق تھی پوری نہ ہو لیتی۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ خود کچھ نہ بولتا تھا صرف خدا کے بُلائے بولتا تھا؟۔

ہاں صرف یہی نہیں تھا۔ کہ وہ پیشگوئیاں صرف ایسے واقعات کی خبر دیتی تھیں جن کا سالہا سال کے بعد ظہور ہونا تھا بلکہ وہ ایسے کٹھن اور مشکل اور اہم باتوں پر مشتمل تھیں جن کا پورا کرنا حضرت احمد ایسے ناتوان انسان تو کیا کسی بشر کی طاقت ہی میں نہ تھا۔ دیکھو۔ ایک طرف یہ بیان کہ میری مخالفت ہوگی۔ میرے استیصال کے لیئے اور میری ہستی کو مٹانے کے لیئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جاویگا۔ لوگوں کو بدظن کرنے اور انکو میرے برخلاف بھڑکانے کے لیئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جاویگا اور لہو پانی ایک کر دیا جاویگا۔ اپنے بیگانے اور بیگانے دشمن ہو جاویں گے اور دوسری طرف یہ بیان کہ خدا نعرہ آور حملوں سے میری مدد کریگا۔ وہ باوجود ... سے سخت مخالفت کے لوگوں کے

قلوب کو میری طرف پھیر دیگا۔ باوجود اسکے کہ میری بربادی کے لیئے اپنے بیگانے اپنا سارا زور لگادیوینگے مگر میرا مولیٰ میری حفاظت کرے گا اور میرا بال بیکا نہ ہونے دیگا۔ کیا یہ امور جو ایک دوسرے کی ضد میں اور جن کا اظہار ایک ایسے وقت میں کیا گیا تھا۔ جبکہ حضرت احمدؑ کی کس مپرسی اور ناتوانی کی حالت کو دیکھکر ایک سُننے والا ان باتوں کو ایک مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ دے سکتا تھا لفظ بلفظ پوری ہوجانے پر خدا کی ہستی کا ثبوت نہیں ملتا اور حضرت احمدؑ کا وہ تعلق آشکارا نہیں ہوجاتا جو وہ خدا کے ساتھ رکھنے کے مدعی تھے؟

اگرچہ الہامات مذکورہ سے صاف نکلتا تھا۔ کہ حضرت احمدؑ ایک لمبی عمر پائیں گے اور کسی اور وضاحت کی ضرورت نہ تھی۔ مگر خداوند کریم نے پسند نہ فرمایا کہ کسی سچائی کا مدار محض قیاسات پر رہے اسلیئے پھر حضرت احمدؑ پر اپنا کلام پاک نازل فرمایا اور یوں حضرتؑ موصوف سے خطاب کیا **یا احمد بارک اللہ فیک** ۔ دیکھ۔ میں تیرے **کام اور تیری عمر میں برکت دونگا**۔ اور ہم نے دیکھا۔ کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدے کے بموجب اُس کی عمر میں برکت دی اور اس کے کام کو نافع للناس بنایا۔ اگرچہ اس کے دشمنوں نے اس کے استیصال و بربادی کی کوششیں کیں۔ اور اسکو تباہ کرنے اور نامراد رکھنے کے لیئے کوئی کسر اُٹھانہ رکھی۔ حکومت کی طرف سے مقدمات بنائے گئے۔ عوام و خواص نے مقدمے کھڑنے میں ایڑی سے لیکر چوٹی تک زور لگایا۔ لیکن خداوند تعالےٰ نے اپنے مسیح کے مقابلہ میں کسی کی پیش نہ جانے دی اور اپنے وعدوں کے بموجب اس کو دشمنوں کے حملوں سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔ اُسپر پھر بڑی بڑی سخت امراض کا بھی ہمیشہ دورہ رہتا۔ کیونکہ یہ ضرور تھا۔ کہ وہ اپنے محسن اور مطاع مخبر صادق صلعم کی پیشگوئی کے مطابق دو زرد چادریں پہنے رہیں یعنی دو سخت امراض کے اندر مبتلا رہ کر دائم المریض بنے رہیں اور بسا اوقات ان بیماریوں کا دورہ اِس رنگ میں ہوتا۔ کہ تمام خدام اور ڈاکٹر جو ان کی خدمت میں مصروف ہوتے ان کی زیست سے مایوس ہو کر خیال کر بیٹھتے کہ اَب کوئی دم کی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس لیئے کہ یہ مقدر ہوچکا تھا۔ کہ ملاقی کی

بہبود اور نسل انسانی کی اصلاح کے لیئے اُس سے کارہائے نمایاں کا ظہور ہو۔ اسکی زندگی کو اُس وقت تک ہر ایک قسم کے خطرے سے محفوظ رکھا گیا جب تک کہ خداوند تعالےٰ نے اپنے تمام وعدے پورے نہ فرما دئے۔ اب غور کرو۔ کیا اس سے اللہ کریم کی قدرت اور اُس کی بے حد حکمت اور جلال کا اظہار نہیں ہوتا۔ دیکھو۔ سالہا سال پہلے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اس نے ایسی باتوں کا اظہار کیا جن کا پورا کرنا اسکے تو کیا کسی بشر کی طاقت میں نہ تھا۔ اور باوجود اسکے کہ ان باتوں کا پورا کرنا اسکی طاقت سے بالکل باہر تھا۔ تاہم وہ تمام باتیں اپنے اپنے وقت پر آکر ٹھیک اسی طرح پوری بھی ہوگئیں جس طرح اس نے بتایا تھا۔ پھر جب تک خدا نے اپنے تمام وعدوں کو پورا نہ فرمایا۔ اور جب تک اس نے اُن تمام باتوں کو پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیا اس کا اس دنیا سے تعلق منقطع نہ ہوا۔ اگر یہ اعجاز نہیں تو کیا ہے؟ کیا اپنی عمر پر بھی اس کا کوئی اختیار تھا۔ کیا وہ ملک الموت کو بھی حکم دے سکتا تھا کہ دیکھو جب تک پیشگوئیاں مندرجہ براہین احمدیہ پوری نہ ہولیں اُسوقت تک میرے نزدیک نہ آنا۔ اور پھر کیا یہ بات اس کی طاقت کے اندر تھی کہ وہ اُن تمام باتوں کو جو ہر طرح سے غیر ممکن معلوم ہوتی تھیں سچ ثابت کر دکھاتا۔

وہ براہین احمدیہ سے جو ابتدائی الہامات کی ایک مخزن ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت احمد کو اس وقت وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور وہی مسیح ہوں جس کی آمد ثانی کے متعلق مقدس نوشتوں میں ذکر ہے۔ کتاب مذکور یعنی براہین احمدیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اُس وقت اپنے اعتقاد میں پرانے خیالات کے مسلمانوں کا متفق تھا۔ اور اس کو یقین تھا۔ کہ وہی مسیح جو اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے ہوئے ہیں۔ اور وہاں زندہ موجود ہیں قیامت کے نزدیک دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ وہ ایک سُنی مسلمان تھا۔ اس لیئے اُن تمام باتوں کو وہ قبول کرتا تھا۔ جن باتوں پر پرانے خیالات کے مسلمانوں کا ایمان تھا۔ اور وہ اپنے اسی اعتقاد اور خیال پر قائم رہا جب تک کہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ بلاواسطہ تعلق اور مکالمہ اور مخاطبہ نے اس عقیدہ کی غلطی کو اُسپر ظاہر نہ کر دیا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت احمد نے براہین احمدیہ میں یہ بیان کیا۔ کہ مسیح

ناصری زندہ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھایا گیا تھا۔ اور پھر آخر ایام میں زمین پر اُسی کا نزول ہوگا۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت احمدؑ کتاب براہین احمدیہ کی طبع کے وقت قطعاً بے خبر تھے۔ کہ مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی اُن کی اپنی ذات میں پوری ہوئی ہے براہین احمدیہ میں ایک طرف تو مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی کا بار بار تکرار سے مذکور ہونا۔ اور دوسری طرف حضرت احمد کی لاانتہا کامیابیوں اور نہایت ہی شاندار مستقبل کا بیان ہونا۔ اور پھر ان کے مقابلے پر حضرت احمدؑ کا پرانا اعتقاد رکھنا کہ مسیح ناصری بجسدہ العنصری قیامت کے نزدیک آسمان سے اُتر ینگے۔ کیا یہ تمام باتیں ظاہر نہیں کرتیں۔ کہ حضرت احمدؑ اُسوقت مطلقاً نہیں جانتے تھے کہ یہ تمام پیشگوئیاں کس رنگ میں پوری ہونگی؟ ”معہودہ واقعات کا کسطرح ظہور ہوگا“ یہ ایک معمہ تھا۔ جسکو اور تو کیا سمجھ سکتے تھے۔ خود حضرت مسیح موعودؑ جنہوں نے اُن کی خبر دے رکھی تھی اسکے سمجھنے سے قاصر تھے۔ پھر جبکہ مکالمۂ الٰہیہ کا سلسلہ ترقی کرتا گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر ہر روز نئے نئے امور کا انکشاف کرتے رہے جسکو دنیا کی آنکھ شناخت کرنے کی قابلیت نہ رکھتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہر ایک تاریکی پسند نکتہ چین کے دل میں یہ تڑپ اور خواہش پیدا ہوئی کہ کسی طرح یہ باتیں پوری نہ ہوں۔ اور اس لیئے حضرت ممدوحؑ کی کامیابی کی راہ میں روڑہ اٹکانے کے لیئے کوئی بات اٹھا نہ رکھی جاوے۔ پھر چونکہ ان الہامات کے ذریعے سے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوتی تھیں جن سے بعض پرانے اعتقادات پر روشنی پڑتی تھی اور عوام کے خیالات کے برعکس قرآن کریم کے معارف اور نکات کا پتہ لگتا تھا۔ اس لیئے بجائے اس کے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی مقبولیت بڑھتی۔ حق کے دشمنوں کے دلوں میں اسکی طرف سے نفرت پیدا ہوئی۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اسکے ساتھ تعلق اور توسل پیدا کریں اور بھی دُور و مہجور ہوتے گئے۔ ان کی بعض باتوں کو جن کو وہ مدت سے مانتے چلے آتے تھے۔ اور جو ان کے اعتقادات میں داخل ہو چکی تھیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیئے انکی جڑھوں پر ایک زبردست تبر رکھکر اُن کی سالہا سال کی امیدوں اور تمناؤں کو خاک میں ملا دیا۔ قطع نظر اور باتوں کے اگر ہم اسکے اپنے دعوی ہی کو لے لیں۔ جو اُس نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت کیا تھا۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ صرف یہ دعوی ہی ان کے تمام خیالی پلاؤں کے لیئے سم قاتل کا

حکم رکھتا تھا۔ ان کا یہ اعتقاد تھا۔ اور اس اعتقاد پر وہ نہایت وثوق سے جمے ہوئے تھے کہ
حضرت مسیح ابھی تک آسمانوں میں زندہ موجود ہیں اور مسیح کی آمد ثانی سے مراد یہی ہے کہ وہی
مسیح جن کا آسمانوں کو ۱۹۰۰ سال سے رفع ہوا ہے وہ بجسد عنصری نازل ہونگے۔ ایک لحظہ کے
لیئے وہ اس امر کو ماننے کو طیار نہ تھے کہ کبھی کوئی مسیح مسلمانوں کے درمیان سے بھی آسکتا
ہے۔ اور اس لیئے اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسیح موعود بتلا کر ان کو ان کی غلطی کا علم دینا چاہتا تو
ممکن نہ تھا کہ ان کے فتوے تکفیر سے بچ سکتا۔ اور وہ ایسے کذاب اور مفتری کے الفاظ سے ملقب
کرنے سے باز رہتے۔ اسی طرح ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ مہدی معہود ایک نہایت معرکہ آرا جنگجو افسر
کی شکل میں نمودار ہونگے۔ ان کا کام سوائے اسکے کچھ اور نہ ہوگا کہ وہ جہاں جائیں تلوار کے جوہر
دکھائیں۔ اور جبر و اکراہ سے دنیا بھر کے لوگوں سے اسلام منوائیں۔ علاوہ اسکے وہ مانتے تھے کہ
مہدی جناب رسالتمآب صلعم کی اولاد میں سے ہونگے۔ اور اس لیئے وہ ہرگز اس امر کے لیئے
تیار نہ تھے کہ وہ کسی ایسے مدعی کو قبول کرتے جو حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے نہ ہو۔ ایسے اعتقادات
رکھتے ہوئے۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ وہ ایک شخص کو جھٹ پٹ مہدی مان لیں۔ جو ایک
مغلوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر ان کے خیالات کے بموجب اس کا ظہور مکہ مدینہ یا انکے
قریب کے کسی قصبے میں تو نہ ہو بلکہ پنجاب کے ایک گمنام گاؤں کے اندر ہو۔ پھر سب سے بڑی مشکل آپڑی
تھی۔ کہ خاتم الانبیاء کے لفظ سے وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ جناب شمس الانبیاءؐ کے بعد کسوت نبوت
کسی کو عطا ہی نہ ہو سکتی تھی اور اگر کوئی شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب اور مفتری ہوگا
ایک طرف تو یہ اعتقادات تھے۔ دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کا یہ بیان تھا۔ کہ یہ غلط ہے کہ مسیح
ابھی تک آسمانوں میں زندہ موجود ہیں۔ قرآن کریم کی آیات کے رو سے نہ کوئی شخص اس دنیا سے
باہر جا سکتا نہ اتنی عمر حاصل کر سکتا اور نہ اتنی مدت بے آب ودانہ اور دوسری ضروریات زندگی
پورا کیئے بغیر کسی طرح رہ سکتا ہے۔ وہ مثل دیگر انبیاءؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اور آپ کا مزار مقدس
بمقام سری نگر (کشمیر) محلہ خان یار میں واقع ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ کوئی مہدی خونی ہوگا اور
وہ تلوار کے زور سے دین اسلام کو قائم کریگا۔ بلکہ برعکس اسکے مہدی نہایت ہی صلح جو ہونگے
وہ سلامتی کے شہزادے کہلا دینگے۔ اور نہایت ہی ٹھنڈے دل سے اور محبت اور پیار

سے اسلام کی خوبیوں کو دلائل ساطعہ اور حجج بالغہ کے ذریعے سے ذہن نشین کراکر اسلام کا غلبہ تمام مذاہب و ادیان باطلہ پر کر دکھائیں گے۔ علی ہذا اُن کا یہ بھی بیان تھا۔ کہ الہام کا دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدائے تعالیٰ اپنے پیارے بندوں سے اب بھی اُسی طرح کلام کر سکتا ہے جسطرح وہ زمانہ ماضی میں کرتا رہا ہے اور اب بھی وہ اپنے مخلص بندوں میں سے کسی کو نبوت عطا کر سکتا ہے۔ جسطرح وہ پہلے اپنی سنت کے ماتحت اپنے برگزیدہ بندوں کو نبوت عطا کرتا رہا ہے۔ یہ غلط ہے کہ رسول کریمؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نبوت اور الہام کا دروازہ مسدود نہیں ہوا۔ پر یہ شرط ہے کہ ایسا نبی رسول کریم صلعم کی شریعت کا جوا اپنی گردن پر اُٹھانے والا ہو وہ نبی تو کہلا سکتا ہے پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں رسول کریمؐ کے دین میں اصلاح یا ترمیم کرنے یا اپنی کسی نئی شریعت کے رواج دینے کے لیئے آیا ہوں۔ بلکہ وہ صاف اقرار کرنے والا ہوگا۔ کہ میں اسی سرتاج انبیاء کے چشمۂ فیض سے فیض یافتہ ہوں۔ اور اُسی کے دبستان کا تربیت یافتہ ہوں۔ اور اُسی کی غلامی کا مجھے فخر حاصل ہے۔

اب چونکہ یہ وہ تعلیم تھی۔ جو عام مسلمانوں کے خیالات اور معتقدات کے بالکل ضد واقع ہوئی تھی۔ اسلیئے کوئی مسلمان اسکو آسانی اور خوشدلی سے قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ اور ایسی تعلیم کا معلم کبھی گمان بھی نہ کر سکتا تھا۔ کہ ایک وقت لاکھوں انسان دوسرے تمام علائق کو چھوڑ کر اس کی طرف کھنچے چلے آویں گے۔ تاہم یہ خوب تو دکنار رہی برعکس اسکے حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم لوگوں کو اور بھی اس کی طرف سے برگشتہ کرتی جاتی تھی اور اُن کے دل میں اسکی طرف سے بہت سے شکوک اور بدظنیاں پیدا کر کے اُن کو اور بھی اس سے بیزار کرتی جاتی تھی مگر یہاں تک بات رہتی۔ پھر بھی شاید کوئی راہ لوگوں کی نفرت اور بیزاری کو دور کرنے کی نکل آتی۔ اور رفتہ رفتہ شاید مرور زمانہ ہی کوئی صورت تلافی کی پیدا کر دیتا۔ مگر یوں نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک قدم اور آگے لیا۔ اور کہا کہ جس مسیح کی آمد کی بابت پہلے نوشتوں میں وعدے ہیں۔ وہ سب پورے ہو چکے ہیں اور آنے والا آگیا۔ **میں ہی وہ مسیح ہوں جسکی آمد کا انتظار تھا**۔ نہ صرف مسیح ہوں۔ بلکہ مہدی معہود بھی میں ہی ہوں اور میں کوئی معمولی انسان نہیں ہوں بلکہ خدا کی حکمت بالغہ نے مجھے نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔ لوگ آگے ہی جل بھنے

بیٹھے تھے۔ وہ دل ہی دل میں کڑھتے اور حضرت مسیح موعود کو شروع اسلام میں رخنہ انداز سمجھتے تھے۔ اس دعوے نے اُن کے آتش جوش پر تیل کا کام کیا۔ اور وہ یک بارگی بھڑک اُٹھے۔

آہ! یہ دعویٰ کیا تھا۔ حقیقت میں ہزار ہا مشکلات اور تکالیف کا پیش خیمہ تھا۔ اُس نے ایسی رکاوٹیں پیدا کر دیں کہ جن کا سوائے تائید الٰہی کے کوئی علاج ہی نہ تھا۔ مسلمانوں کیلئے یہ ایک امتحان تھا۔ یا تو وہ اس نئے دعوے کو بلا تامل قبول کر لیتے اور اپنے پرانے اعتقادات کو چھوڑ بیٹھتے یا وہ اپنے معتقدات سے تو وفا کرتے پر اس دعوے کو رد کر دیتے۔ حضرت احمد کے دعاوی کو سچا مان لینے اور اُن کو قبول کر لینے کے لئے حسب ذیل مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

۱۔ ان کا پرانا اعتقاد تھا۔ کہ مسیح آسمانوں کو زندہ اُٹھایا گیا تھا۔ اس اعتقاد کو الوداع کہنا پڑتا تھا۔

۲۔ وہ ہمیشہ سے یہ مانتے چلے آئے تھے۔ کہ مسیح اب تک زندہ موجود ہے۔ اب انہیں ماننا پڑتا تھا۔ کہ وہ مثل دیگر انبیاءؑ کے فوت ہو گئے ہیں۔

۳۔ اُن کا ایمان تھا۔ کہ مسیح فلک الافلاک پر بجسد عنصری رونق افروز ہیں۔ مگر اب بالکل برعکس اُسکے ان کو بتایا جاتا تھا کہ وہ ایک قبر کے اندر زمین کے نیچے مدفون ہیں۔

۴۔ پھر اگر بفرض محال وہ یہ بھی مان لیں کہ مسیح قبر کے اندر ہی مدفون ہیں۔ تو پھر قرین قیاس یہ تھا۔ کہ انکا مزار مقدس شام۔ مصر یا عرب کے اندر کسی جگہ ہو۔ پر اب انکو سمجھایا جاتا تھا کہ نہیں۔ انکا مزار اُن ملکوں کے اندر نہیں۔ بلکہ اُن کی قبر ہندوستان میں ہی جہاں وہ دُور دراز سفر اختیار کر کے آئے تھے۔ اور یہ سفر ایسے زمانے میں کیا گیا تھا جبکہ کوئی ریل نہ تھی۔ سڑکیں ایسی باقاعدہ نہ تھیں اور نہ کوئی پسندیدہ انتظام مسافروں کی حفاظت کا تھا۔

۵۔ پھر اُن کی نظر ایک ایسے مہدی پر تھی جو حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلعم کی اولاد میں سے ہو۔ پر اُن کو اس معاملہ میں بھی ایک چونکا دینے والی بات ہی بتائی گئی۔ اور کہا گیا کہ اسمیں بھی انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ آنیوالا مہدی آ گیا۔ اور اُس کا خاندان مغلوں کا

ایک خاندان کہلاتا ہے۔

۶۔علیٰ ہذا القیاس ان کا گمان تھا۔کہ مہدی ایک نہایت جنگجو بہادر افسر کی شکل میں نمودار ہوگا۔اور آتے ہی خون کی ندیاں بہادیگا۔مگر یہاں جو انہوں نے دیکھا۔وہ اس کے بالکل برعکس تھا۔مسلمانوں کو کسی جہاد کی ترغیب دینا تو درکنار۔انہوں نے دیکھا کہ مدعی مہدویت نے تو ایک عام فتویٰ دے دیا کہ اب تمام مذہبی جنگ حرام ہیں۔

۷۔پھر یہ بات تو کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی۔کہ ہندوستان میں مہدی کا نزول ہوسکتا ہے۔ اسلئے مدعی مہدویت کا پنجاب میں نمودار ہونا ہی ان کے خیال میں اسکے تمام دعاوی کو غلط ثابت کرنے کے لیئے کافی تھا۔

۸۔پھر انکا خیال تھا کہ مسیح کا نزول آسمان سے ہوگا۔اور وہ پہلے پہل دمشق کے ایک مینارے پر اتریں گے پر اس مدعی کو انہوں نے دیکھا۔کہ پنجاب کے ایک گمنام گاؤں میں پیدا ہوا۔آسمان سے اتر کر دمشق کے ایک مینارے پر آنیکا تو ذکر ہی کیا؟۔

۹۔یہ بھی انکو بتایا جاتا تھا۔کہ مسیح اور ہیں اور مہدی اور ہیں۔اور وہ دو علیحدہ علیحدہ شخص ہونگے۔مگر یہاں انہوں نے دیکھا مدعی مسیحیت اور مہدویت ایک ہی شخص دونوں کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے۔کہ میں ہی مسیح ہوں اور میں ہی مہدی اور از روئے لا مھدی الا عیسےٰ۔مہدی اور مسیح دو علیحدہ علیحدہ آدمی نہیں ہوسکتے۔

۱۰۔وہ یہ بھی یقین کرتے تھے۔کہ نبوت اور الہام کا دروازہ مسدود ہوچکا ہے۔لہٰذا ان کا خیال تھا۔کہ اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ سخت مردود محروم ضال مضل ہے لیکن وہ یہ دیکھکر حیران ہوئے کہ حضرت احمد تو صاف صاف الفاظ میں نہایت وضاحت سے بیان کرتا ہے۔کہ میں نبی ہوں۔ ہاں میں نبی ہوں اور یہ نبوت مجھ پر خدا کا احسان ہے۔

سوچنے پر ٹیں ایک اور ایسی باتیں مل سکتی ہیں۔جنہیں حضرت احمد کے دعاوی

تو کچھ اور پیش کرتے ہیں - اور عوام مسلمانوں کے اعتقاد کچھ اور ہی بنا رہے ہیں اور انکے درمیان پھر اتنا فرق ہے کہ سینکڑوں کوسوں کا فاصلہ معلوم ہوتا ہے ایسے حالات کی موجودگی میں پھر کیا یہ ممکن تھا - کہ حضرت احمدؑ کو بغیر خاص تائید الٰہی کے کوئی کامیابی حاصل ہو سکے ؟ کامیابی کے قرائن تو بظاہر کوئی نہ معلوم ہوتے تھے - پر خدا کے کام نیارے ہیں - اُس نے زبردست نشانات سے اپنی باتوں کو سچا کر دکھایا - اور اگرچہ مخالفین نے لوگوں کو اسکے دعاوی کے ماننے سے روکنے کیلئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی پر خدا نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور نتیجہ یہ ہوا - کہ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے - اس طرح سے خدا کی وہ بات پوری ہوئی - جو حضرت احمدؑ نے سالہا سال پہلے شائع کی ہوئی تھی - اور جس کی اشاعت ایسے وقت میں ہوئی تھی - جبکہ حضرت ممدوح کو سوائے آپکے چند رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے کوئی نہ جانتا تھا - اور یہ خدا ہی کا کام تھا - کہ اُس نے ان پیشگوئیوں کو پورا کر دکھایا - ورنہ کون کہہ سکتا تھا - کہ ایک دن ایسا واقع ہو جاوے گا - کیا یہ ایک کرامت نہیں ہے کہ دعاوی تو سب کے سب ایسے ہوں - کہ جنکا پورا ہونا ہر ایک کو ایک امر موہوم معلوم ہو - پر جس وقت وہ پورے ہونے کو آئیں تو لفظ بہ لفظ پورے ہو کر رہیں - مثال کے طور پر اگر ہم اُن ایک پیشگوئی کو لے لیں - کہ تمام اطراف سے لوگ منقطع ہو کر میری طرف ہزاروں کی تعداد میں آیا کرینگے اور پھر اسکے مقابل پر ہم اسکے اُن دعاوی کو دیکھیں جن کا یقینی نتیجہ یہ معلوم ہوتا تھا - کہ دوسروں کے دلوں کو اپنی طرف پھیرنا تو درکنار ان لوگوں کے دلوں میں بھی اپنی طرف سے نفرت پیدا کر دی جو کسی طرح آپ کے ساتھ وابستہ تھے اور پھر ہم اپنے خیالات کے برخلاف نہایت ہی تسلی بخش نتائج مترتب ہوتے دیکھیں تو ہم کو حضرت احمدؑ کی صداقت کا بیّن ثبوت ملتا ہے - ایک مفتری سے یہ کبھی توقع نہیں ہو سکتی کہ پیشگوئی تو رجوع خلائق کی کرے اور پھر خود ہی ایسی باتیں کرنے لگ جاوے جس سے اسکی کامیابی کی راہ میں ہزارہا مشکلات پیدا ہو جاویں اسکی تو ہر طرح سے یہ کوشش ہو گی کہ کسی طرح عوام و خواص میں ہر دلعزیزی پیدا ہو جاوے اور سب کو اپنا ہم خیال بنا کر کسی طرح بھی اپنا

اُلٹو سیدھا کر لوں نہ یہ کہ اُٹھائیں اور بھی ان کو بیزار کر دوں۔ معزز ناظرین کو نہایت ہی آسانی سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم تو ایسی تھی کہ جسکو مسلمان لوگ ماننا تو در کنار سننا بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ تاہم آپ کے وہ الفاظ جنہیں آپ نے اپنی شہرت۔ مقبولیت اور شاندار مستقبل کی پیشگوئی کی ہوئی تھی لفظ بہ لفظ پورے ہو گئے نہ صرف یہ بلکہ کسی مخفی طاقت نے زور سے لوگوں کے دلوں کو کھینچکر آپ کی طرف مائل کر دیا۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ سچ مچ خدا کے فرستادہ نہ تھے ہو اگر ان کے دعاوی معاذ اللہ کسی افترا یا دنیاوی غرض پر مبنی ہوتے تو پھر کیا ممکن تھا کہ آپ کو ایسی نایاب کامیابی نصیب ہوتی؟

اب پھر ہم عمر کے سوال کو لیتے ہیں۔ اوپر ہم بتا آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں ایسے امور پر مشتمل تھیں جن کے پورا ہونے کے لئے ایک لمبا زمانہ درکار تھا۔ اس لئے یہ ضرور تھا کہ اپنی کامیابی کا زمانہ دیکھنے کے لئے حضرت ممدوحؑ کو بھی ایک لمبا عرصہ ملتا۔ اسکے علاوہ اوپر ہم ایک الہام بھی حضرت ممدوحؑ کا نقل کر آئے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے خدا نے اُنہیں بتایا تھا کہ میں تیرے کام اور تیری عمر میں برکت دوں گا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان کی زندگی کو اُس وقت تک ہر قسم کے خطرے سے محفوظ رکھا جاویگا۔ جب تک خداوند تعالیٰ کے یہ وعدے پورے نہ ہو لیں۔ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ خدا نے صرف اسی پر اکتفا کیا۔ اس نے پھر نہایت شفقت سے حضرت مسیح موعودؑ سے انکی وفات سے تیس سال پہلے کلام کی۔ اور فرمایا "ثمانین حولاً او قریباً من ذٰلک" میرے پیارے تم ذرا بھی خیال نہ کرو کہ یہ باتیں کس طرح سے پوری ہونگی۔ اور پھر تم کس طرح اپنی کامیابی کا زمانہ پا سکو گے۔ تم اسّی سال کی عمر تک جیو گے یا اگر پورے اسّی سال کی عمر نہ پاؤ گے تو پھر اسکے قریب کا کوئی زمانہ سمجھ لو۔ تمہاری عمر اسّی سال کی ہوگی یا قریباً اسّی سال کی۔ "قریباً" ایک ایسا لفظ تھا۔ جو تشریح طلب تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس لفظ کی تشریح ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ پر فرما دی۔ یہ ضمیمہ ۱۳۲۳ ہجری مطابق ۱۹۰۵ عیسوی میں حوالۂ قلم ہوا تھا۔ اس ضمیمہ کے صفحہ ۹۷ پر وہ اسطرح رقمطراز ہیں

"اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گزر گئی کہ خدا تعالیٰ

نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم"

پھر آگے چلکر اسی صفحہ پر وہ یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"اور جو خدائے تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میری عمر اسّی سال سے ضرور زیادہ ہوجاویگی بلکہ اس بارے میں جو فقرہ وحی الٰہی میں درج ہے وہ اسی بات پر قطعی طور پر ایک امید دلاتی ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو اسّی برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں"

اب حضرت مسیح موعود کا وصال ۱۳۲۶ ہجری یعنی ۱۹۰۸ء میں ہو گیا۔ اور ہم نہایت عمدگی سے اس حقیقت کو پایۂ ثبوت تک پہنچا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود اسی عمر میں فوت ہوئے جو کسی طرح ۷۴ سال سے کم نہ تھی۔ جن دنوں میں وہ پیدا ہوئے تھے اس وقت تاریخہائے ولادت کی یادداشتیں رکھنے کا رواج نہ تھا۔ اسلئے ہم نہیں جانتے کہ انکی تاریخ ولادت ٹھیک ٹھیک کیا ہے۔ تاہم جس قدر ہم جانتے ہیں اس سے اس وحی کی سچائی پر کافی طور پر روشنی پڑتی ہے جو آپ کی عمر کے بارے میں ہے۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ میں سے جن الفاظ کا حوالہ ہم نے اوپر دیا ہے۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ ضمیمہ مذکورہ کی تحریر کے وقت آپکے اپنے الفاظ کے بموجب آپ کی عمر ستر سال کی تھی۔ ضمیمہ مذکور میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے ہوئے ہیں جو ۲۰ مئی ۱۹۰۵ء کی روزانہ پیسہ اخبار لاہور میں چھپے تھے۔

پھر ضمیمہ مذکور کے صفحہ ۱۴۵ پر ہم یہ لکھا پاتے ہیں:-

"چودھویں صدی سے بھی بائیس برس گذر گئے"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضمیمہ مذکور ۱۳۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود کی وفات ۱۳۲۶ھ میں واقع ہوئی۔ اور چونکہ تحریر ضمیمہ کے وقت آپ کی عمر ۷۰ سال کی تھی اس لیئے آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر ۷۴ سال کی ہوگی۔ کیونکہ جب آپ نے

فرمایا تھا۔ کہ اب میری عمر ستر برس کی ہے۔ تو اسوقت وہ اپنی عمر شمسی سالوں کے حساب سے بتا رہے تھے کیونکہ ہندوستان میں عمر کا حساب شمسی سالوں ہی میں ہوتا ہے مگر چونکہ اللہ کی کلام میں سالوں کا حساب عموماً قمری مہینوں کے اندازہ سے ہوتا ہے اور چونکہ قمری سال شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہم ابتدا سے آپ کی عمر کو قمری مہینوں کے حساب سے شمار کریں تو وہ کسی طرح ۷۴ سال سے کم نہیں نکلتی بلکہ ۷۴ سال سے کچھ زیادہ نکلے گی۔

اس جگہ ہم ایک اور شہادت پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی لفظاً لفظاً پوری ہو گئی۔ مولوی سراج الدین احمد سابق ایڈیٹر زمیندار حضرت مسیح موعود کے پیرو نہ تھے وہ اپنی اخبار مورخہ ۲۸۔ مئی ۱۹۰۸ء میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اس مضمون کا ایک نوٹ لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء میں سیالکوٹ میں ایک منشی تھے اور اسوقت آپ کی عمر قریباً ۲۲۔۲۴ سال کی تھی۔ اور ہم اپنے ذاتی علم اور تجربہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ اپنی جوانی کے دنوں میں بھی وہ نہایت نیک۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔ اور اپنا سارا فرصت کا وقت مذہب کے مطالعہ میں خرچ کیا کرتے تھے۔

اس شہادت کے رو سے اگر ہم سمجھ لیں کہ ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء میں آپ کی عمر ۲۴ سال کی تھی۔ تو ۱۹۰۸ء میں تقریباً ۷۲ سال کی عمر ہونی چاہیئے۔ مگر شمسی ۷۲ سال قمری ۷۴ سالوں کے برابر یا اس سے کسیقدر زیادہ ہوتے ہیں۔ اسطرح پر ان کی عمر ۷۴ سال کی ثابت ہو گئی۔

اب ہم ایک اور شہادت پیش کرتے ہیں۔ یہ شہادت نہایت قابل غور ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے شخص کی قلم سے نکلی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کا سخت مخالف ہے۔ اور جو ان چند اشخاص میں سے ایک ہے جنہوں نے حضرت ممدوحؑ کی کامیابیوں کے راستے میں روڑا اٹکانے کے لیئے اپنا لہو پانی ایک کر دیا۔ وہ اقرار کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی جو آپ نے اپنی موت کے بارے میں کی تھی سچی نکلی۔ چنانچہ وہ رسالہ اہل حدیث مورخہ ۲۹۔ مئی ۱۹۰۸ء

میں لکھتا ہے۔

"اس امر کا فیصلہ کہ ہمارے تمام مخالف اسکی زندگی ہی میں مر جاویں گے مرزا نے خود اپنے رسالہ موسومہ الوصیت میں کر دیا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر وہ لکھتا ہے کہ اب میری عمر ستر سال ہوگی یا اس سے کچھ کم یا زیادہ۔ اور اتنی عمر تو وہ تقریباً پوری کر ہی چکا ہوا ہے"

اس شہادت کی موجودگی میں ہم کچھ ضرورت نہیں دیکھتے کہ کوئی مزید ثبوت پیش [illegible] جو اس سے بس ہے اس امر کے اظہار میں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ کیونکہ ہم ایسے آدمی کی شہادت پیش کر چکے ہیں جو حضرت مسیح موعود کا سخت مخالف ہے۔ جو بذات خاص حضرت مسیح موعود کو جانتا ہے۔ اور جو حضرت مسیح موعود کی وفات سے پورا ایک سال پہلے اپنی شہادت قلمبند کر چکا ہے کہ مرزا اتنی عمر تو پوری پا چکا [illegible] ہے جتنی عمر کا وہ دعویٰ کرتا ہے [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی [illegible] مدت پہلے [illegible] تھا کہ وہ قریباً [illegible] آپ کی وفات سے [illegible] سال پہلے آپ [illegible] کہ حضرت مسیح موعود کی عمر [illegible] وجود [illegible] کے بھی اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے میں کوئی اشتباہ باقی ہے؟

پیارے ناظرین کیا یہ سوچنے اور غور کرنے کے قابل [illegible] ایک انسان [illegible] ایک فانی انسان جسکی زندگی ایک حباب کی طرح بے ثبات ہے [illegible] آیا تو آیا نہ آیا تو [illegible] وہ اپنی موت سے [illegible] پیشگوئی [illegible] بیان کرتا ہے کہ [illegible] عمر [illegible] میری عمر [illegible] کم نہیں رہ سکتی [illegible] ہو جاتا ہے۔ حالانکہ [illegible] کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اس سے نجات حاصل ہو [illegible] جاتا ہے۔ [illegible] مقدمات بنائے جاتے ہیں [illegible]

ممکن تدبیر اور مکر سے کام لیا جاتا ہے۔ مگر خدا اسکو ہر ایک حملے سے بچاتا ہے یہاں تک کہ وہ نہایت عمدگی اور کامیابی سے موعودہ میعاد کو پورا کر لیتا ہے۔ پیارے ناظرین۔ کیا کسی انسان کو طاقت ہے کہ وہ کوئی ایسی پیشگوئی بغیر مدد و القائے الٰہی کے کر سکے اور پھر ایک ایک لفظ پورا بھی کر دکھائے۔ ہاں غور کریں۔ کہ دشمن تو یہ چاہتا ہے۔ اور دانت پیس رہا ہے کہ کسی طرح اس کا خاتمہ ہو اور ہماری جان سستی چھوٹے اور آئے دن کی ناکامیوں اور ذلتوں سے ہم کو بریت ہو۔ اور پھر وہ دیوانہ وار اسپر حملہ آور ہوتا ہے۔ اور ہزاروں دفعہ اپنے مکر اور فریب کے زہر آلودہ برچھے سے اسپر وار کرنے سے نہیں چوکتا۔ مگر خدا کے فرشتے ہیں کہ ہر وقت اسکی حفاظت میں لگے ہیں اور اپنے مولیٰ کے پیامبر کو ہر ایک مصیبت اور ابتلا سے بچانے میں معروف رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کی بات پوری ہو جاتی ہے۔ کیا انسانی حیرت اور استعجاب کی مواقعت کے لیئے اس سے بڑھکر کوئی عجیب و غریب بات پیش کیجا سکتی ہے۔ جو ہر بڑے سے بڑے خطرے کا مقابلہ کرنے کے بعد یوں حیرت انگیز طرز میں پوری ہوئی ہو؟

خیر جیسی یہ حیرت انگیز پیشگوئی تھی۔ اسی طرح خارق عادت طور پر یہ پوری بھی ہو گئی۔ مگر اسکے علاوہ ایک اور بھی بات ہے۔ جو اس پیشگوئی کے حسن اور اس کی قدر و قیمت کو اور بھی دو بالا کر دیتی ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ جوں جوں وہ زمانہ نزدیک آتا جاتا۔ جب اس دنیا سے انقطاع ہو کر حضرت احمدؑ کا اپنے رفیق اعلیٰ سے توصّل ہونا تھا۔ خداوند تعالیٰ کی تازہ وحی متواتر اسکو بتاتی رہی۔ کہ اب تیرے دن قریب ہیں اور تیرے کوچ کا وقت آگیا ہے۔ چنانچہ اپریل ۱۹۰۵ء میں اُنہوں نے رسالہ الوصیۃ لکھا۔ جسمیں وہ اپنی رحلت کے متعلق بہ الفاظ ذیل خبر دیتے ہیں:۔

"چونکہ خدائے عزّ و جل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے۔ کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ اور اس بارے میں اس کی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا اسلیئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کے لیئے جو میرے کلام سے فائدہ اُٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں"

اس کے بعد وہ اُسی رسالہ الوصیت میں چند الہام تحریر فرماتے ہیں جن میں اُنکی رحلت کے وقت کے قریب ہونے کا ذکر ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:۔

"تیری اجل قریب آگئی ہے" ...... "تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے" ...... "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اس دن سب پر اداسی چھا جاویگی" جاء وقتك تموت وانا راضٍ منك۔ تیرا وقت آگیا اور تو اس حالت میں فوت ہوگا کہ میں تجھ سے راضی ہونگا۔

ہم یہاں کس کس وحی۔ رؤیا اور کشفت کا ذکر کریں۔ اس واقعہ کی پیش از وقت خبر دینے کے لیئے اس قدر تواتر سے وحی ہوئی۔ کہ اگر صرف ان الہامات اور کشوف کا اس جگہ ذکر کیا جاوے جن میں اُن کی موت کی خبر ہے تو صرف ایسے الہامات اور کشوف ہی سے ایک خاصہ رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہاں ہم چند ایسی باتوں کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جن سے نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی موت کے وقت کی حقیقت کھلتی ہے۔ بلکہ کئی ایک ایسے امور کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے مثلاً اُنکی جائے موت کا تعین اور دیگر حالات متعلقہ کا انکشاف۔ کہ بات نہایت صاف ہو جاتی ہے۔

۱- بتاریخ ۱۸- اکتوبر ۱۹۰۵ء حضرت مسیح موعودؑ کو ایک رؤیا دکھلایا گیا۔ کہ ایک پانی کا برتن ہے۔ جس میں صرف دو تین گھونٹ پانی کے ...... باقی ہیں۔ پھر اس کی تفہیم آپ کو یوں ہوئی کہ دو تین جرعہ جو پانی کے آپ کو دکھلائے گئے۔ اس سے مراد آپ کی زندگی ہے۔ سو ہو بہو اُسی طرح ہوا جس طرح انہوں نے دیکھا تھا۔ ۱۸- اکتوبر ۱۹۰۵ء کا یہ رؤیا تھا۔ ٹھیک ۲ سال ۷ ماہ اور ۸ دن کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کا وصال ہو گیا

۲- آپ کی لاش کفن میں لپیٹ کر لائی گئی [illegible] مارچ ۱۹۰۷ء کو چھپا۔ دیکھو ریویو بابت ماہ مارچ ۱۹۰۵ء۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کی لاش ٹھیک اسی طرح جس طرح انہوں نے خدا سے علم پاکر بتایا تھا۔ لاہور سے قادیان کو کفن میں لپیٹ کر لائی گئی۔ اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ اور اسکے فرستادہ کی بات پوری ہوگئی۔

۳- پھر اللہ تعالیٰ کی وحی نے صاف طور سے بتایا کہ تیری وفات قادیان سے باہر ہوگی۔

چنانچہ فرمایا ایک جنازہ آتا ہے۔ (دیکھو الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء) پھر یہی الہام دوبارہ ۱۹۰۸ء میں ہُوا۔

۴۔ ۳۰۔ فروری ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہُوا۔ "افسوسناک خبر آئی" اس الہام پر حضورؑ کے ذہن کا انتقال لاہور کی جماعت کے بعض اصحاب کی طرف ہُوا۔ چنانچہ مطابق الفاظ وحی کے حضورؑ کے انتقال پر لاہور سے قادیان کو اس واقعہ ہائلہ کی خبر دی گئی۔

۵۔ الہام ہُوا۔ والضحی واللیل اذا سجی ما ودعک ربک و ما قلی و للاٰخرۃ خیر لک من الاولی ہم قسم کھاتے ہیں وقت چاشت کی اور رات کی جب ڈھانپ لیوے کل چیزوں کو۔ تیرے پروردگار نے تجھے چھوڑ نہیں دیا اور نہ تجھ سے ناخوش ہُوا ہے۔ اور البتہ آخرت کا گھر تیرے لیئے اس دنیا کی نسبت بہت بہتر ہے (ریویو اپریل ۱۹۰۸ء)۔ دیکھو اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کا وقت بھی بتا دیا۔ چنانچہ چاشت کے وقت لاہور میں آپ نے دار الآخرۃ کو اس دنیا سے سفر کیا اور رات کے وقت قادیان کی طرف لائے گئے۔ اور دشمنوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ بس اب یہ سلسلہ موقوف ہوجاویگا بشارت دی کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ میں آخرت کے سفر کی خبر دی گئی۔

۶۔ پھر ۲۔ دسمبر ۱۹۰۸ء کو الہام ہُوا کہ ستائیس کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللہ خیر و ابقٰی اسی دن الہام ہُوا وقت رسید۔ چنانچہ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں انتقال ہُوا۔ اور ۲۷۔ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کی لاش قادیان میں لائی گئی۔

۷۔ پھر ایک الہام میں جو ۲۔ مئی ۱۹۰۸ء کو ہُوا۔ حضرت ام المومنین کو ہدایت تھی۔ کہ "مئے ہے تو بھاری لیکن خدائی امتحان کو قبول کر"۔ جس سے معلوم ہُوا۔ کہ یہ حادثہ حضرت ام المومنین کی زندگی ہی میں ہوگا۔ اور عنقریب ہی واقع ہوجاویگا۔

۸۔ لاہور کو روانہ ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ کی وحی مندرجہ ذیل الفاظ میں نازل ہوئی "مباش ایمن از بازیٔ روزگار"۔ اور لاہور میں جاکر یہ مصرع الہام ہُوا۔ بکن تکیہ بر عمر ناپایدار

روانگی کے وقت ان الہامات کا نازل ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ یہ سفر آخری سفر کا ایک پیش خیمہ ہے اور مصرع اوّل الذکر میں آپ کا سالِ وفات بھی بتایا گیا کیونکہ اس مصرع کے اعداد ۱۳۲۶ بنتے ہیں اور آپ کا سن وفات بھی ۱۳۲۶ھ ہی تھا۔

۹۔ ۷۔ مارچ ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا۔ "ماتم کدہ" ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ اور اس وحی کے قریباً دو ماہ بعد آپ کا گھر آپ کی وفات سے فی الواقعہ ماتم کدہ بن گیا۔

۱۰۔ ۹۔ مئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا "الرحیل ثم الرحیل" پھر اسکے بعد الہام ہوا "موت قریب"۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ اب کوچ کا وقت آگیا ہے اور موت قریب ہے۔ چنانچہ اس وحی کے چند روز بعد ہی کوچ کا وقت آگیا۔ اور وہ مہدیٔ مَوعود کا شہزادہ من پسند صلح جو کامل انسان ہمیشہ کیواسطے داغِ مفارقت دے گیا۔ اللّٰھم صل علی محمدٍ وعلی آلہٖ واصحابہٖ واحبابہٖ وذریتہٖ وخلفائہٖ وبارک وسلم۔

باوجود اسکے کہ زمانۂ وفات کے قریب ہونے کی خبر متواتر وحیوں سے ملتی رہی۔ مگر پھر بھی جب حضرت حجۃ اللہ علی الارض خلیفۃ اللہ فی حلل الانبیاء حضرت احمد علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے حسب وعدہ الٰہیہ متوفی ہوکر حیوٰۃ طیبہ سے رفیع المرتبہ ہونے کا وقت آیا تو بالکل اچانک ہی آگیا۔ جس مشن کے پورا کرنے اور جس عظیم الشان کام کے انصرام کے لیئے آپ کی بعثت ہوئی تھی اسی کام میں وہ برابر اخیر وقت تک نہایت مستعدی سے مصروف رہے یہاں تک کہ بیماری کے شدید حملے نے عاجز کر دیا اور قریباً ۱۲ گھنٹے کی بیماری کے بعد آپؑ کا انتقال ہوگیا۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

بمقام لاہور آپ کا قیام قریباً ایک ماہ تک رہا۔ اور اس عرصے میں آپنے کئی تقریریں فرمائیں۔ ملنے والوں اور نئے نئے ملاقاتیوں کے ساتھ گفتگوئیں کیں۔ اور روزمرہ نمازوں میں شامل ہوتے رہے۔ اور ہر روز سیر کے واسطے جاتے رہے جس روز حضورؑ کا واقعہ وصال ہوا۔ اس سے ایک روز پہلے حضورؑ نے ایک رسالہ لکھا جس کا

نام پیغام صلح رکھا۔ یہ پیغام آپ نے اس غرض سے لکھا تھا۔ کہ لاہور ٹاؤن ہال میں مختلف مذاہب کے وکلاء کو ایک عام جلسہ میں مدعو کر کے سنایا جاوے۔ جب وہ یہ پیغام لکھ چکے تو شام کے وقت وہ سیر کے لیئے تشریف لے گئے۔ مگر واپسی پر ان کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ بیمار ہو گئے اور دوسرے دن قریباً ساڑھے دس بجے کے وقت راہی ملک بقاء ہوئے۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔

معزز ناظرین! کیا اب آپ ٹھنڈے دل سے مندرجہ بالا پیشگوئیوں پر غور فرما دیں گے کہ یعنی وفات سے قریباً ۳۰ سال پہلے اللہ تعالیٰ کا ایک کلام نازل ہو کر آپ کو بتاتا ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ یا پچھتّر سال کی ہوگی۔ اس سے کم کسی حالت میں نہیں ہو سکتی۔ پھر جب ہوں آپ کی موت کا وقت قریب آتا جاتا ہے۔ خدائے عزّ و جل کی متواتر وحی سے آپ کو خبر ملتی جاتی ہے۔ کہ آپ کا زمانۂ وفات نزدیک ہے اور اس قدر کثرت اور تواتر سے وحی ہوتی ہے کہ آپ کی ہستی بنیاد سے ہل جاتی ہے۔ اور آپ کو اس بات کے لیئے آمادہ کر دیتی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے لیئے دستور العمل کے طور پر چند نصائح لکھ جاویں۔ پھر یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے صرف موت کے وقت کی حقیقت کھلے بلکہ کئی ایسے ضروری امور کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے جن کے ماتحت موت نے واقع ہونا تھا۔ مثلاً

یہ کہ موت قادیان سے باہر ہوگی اور آپ کی لاش کو کفن میں لپیٹ کر

۲۷ تاریخ کو (اس تعین تاریخ پر غور کرو) قادیان میں لایا جاویگا۔ پھر یہ کہ

یہ حادثہ حضرت ام المومنین یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی زوجہ مطہرہ کی زندگی میں واقع ہوگا۔ اور وہ دن دور نہیں ہے جب اس کا گھر ماتم کدہ بن جاویگا۔ پھر لاہور روانہ ہونے کے وقت الہاماً جتایا جاتا ہے کہ تیرا وقت آ پہنچا۔ اور تیری وفات ۱۳۲۶ھ میں ہو رہے گی۔ پھر لاہور پہنچکر اس الہام کا پھر تکرار ہوتا ہے۔ اور جب زندگی میں چند دن باقی رہ جاتے ہیں تو "کوچ کوچ" کا حکم صادر ہوتا ہے۔ کیا ہمارے شریف دل ناظرین ان تمام باتوں پر غور فرما دیں گے؟ کیا یہ کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ ایسے صریح الفاظ میں اپنی موت کے متعلق پیشگوئیاں کرے اور پھر کیا یہ اسکی طاقت میں ہے کہ وہ ان الفاظ کو بجنسہٖ

پورا بھی کر دکھائے۔ قطع نظر دوسری پیشگوئیوں کے کیا مذکورہ بالا پیشگوئیاں جو حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت کے متعلق کیں آپ کے اس دعویٰ کے ثبوت کے لیئے کافی نہیں ہیں کہ وہ ایک نبی تھا؟

ان پیشگوئیوں سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اللہ تعالیٰ کے ایک سچے نبی تھے۔ بلکہ ان سے ہم یہ بھی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ زمانہ ماضی کے تمام انبیاء اللہ تعالےٰ کے سچے رسول تھے۔ کیوں؟ اسلیئے کہ اگر زمانۂ حال میں سچے نبی پیدا ہوسکتے ہیں۔ تو زمانۂ ماضی میں جبکہ بتدائے آفرینش ہونے کے باعث الہام کی زیادہ تر ضرورت تھی بدرجۂ اولیٰ سچے نبی پیدا ہونے چاہیئے تھے زمانۂ حال میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور ہم نے اسکے دعوے کو ایک معروف معیار پر پرکھکر دیکھ لیا کہ سچا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ بغیر کسی براہینِ ساطعہ اور دلیلِ قاطعہ کے زمانہ گذشتہ کے کسی نبی کے دعویٰ کو ہم رد کردیں۔ بلکہ ہمیں یقین کرنا پڑیگا۔ کہ انبیاء گذشتہ اپنے دعویٰ میں سچے تھے۔

دیکھو حضرت احمدؑ نے کہا۔ کہ میں نبی ہوں (اور نبی اور رسول ہونے کی حیثیت میں وہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے زمرہ میں شامل تھے) ہاں میں مستقل نبی نہیں ہوں۔ جسکے معنے صاحب شریعت نبی کے ہیں۔ میں کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ بلکہ میں اپنے مطاع۔ اپنے آقا حضرت محمد صلعم کی شریعت کا تابع ہوں۔ گویا میں ایک پہلو سے نبی ہوں اور ایک پہلو سے اُمتی مگر نبی کا نام پانے کے لیئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں دوسرے لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

اب جس نے حضرت احمدؑ کی نبوت کو پرکھ لیا۔ اُسے کب حضرت محمد صلعم کی نبوت پر ایمان دستے میں کوئی عذر ہوسکتا ہے؟ کیوں؟ اسلیئے کہ حضرت احمد خود فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی اسی سرکار کا ایک ادنیٰ غلام اور اس کی شریعت کا تابع ہوں۔ نبی کا نام خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک عزت کا خطاب ہے جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہوا تاکہ حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت ہو (براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ ۱۸۸)

مگر مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ ہرگز نہ کرسکتا

اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا..... محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کا قائم مقام ہے لیکن شان میں ہزار ہا درجہ بڑھکر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھکر اور مثیل ابن مریمؑ ابن مریمؑ سے بڑھکر (کشتی نوح)

پھر نہ صرف حضرت احمدؑ نے یہ کہا کہ میں نبی کریم صلعم کی شریعت کا تابع ہوں بلکہ وہ عمر بھر اپنی زبان اپنے دل اور اپنی قلم مبارک سے غرض ہر طرح سے کہ ان سے بن پڑا اسلام کی عظمت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھاتے رہے یہاں تک کہ تمام دیگر ادیان باطلہ پر اس دین کو ہر طرح سے غالب کرکے دکھا دیا اور اس امر کو اظہر من الشمس کر دیا کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور قرآن کریم ہی خدا کی آخری کتاب ہے اور نبی کریم صلعم ہی تمام دنیا کے لیئے قیامت تک نبی ہیں۔ آپنے بتایا۔ کہ الہام کا دروازہ مسدود نہیں ہوا۔ وہ اسی طرح کھلا پڑا ہے جس طرح سے وہ ہمیشہ سے کھلا رہا ہے۔ اور خدا اب بھی اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ جس طرح وہ زمانہ ماضی میں کرتا رہا ہے۔ لیکن مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف صرف ایسے لوگوں کو مل سکتا ہے۔ جو نعمتِ اسلام سے محروم نہ ہوں۔ آپنے فرمایا۔ کہ اسلام کی سچائی کا میں ایک زندہ ثبوت ہوں۔ خدا سے تقرب اور اس سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف صرف قرآن کریم کی اتباع سے مجھے حاصل ہوا ہے۔ اور بجز اسکے کسی کو اس کا تقرب نہیں مل سکتا۔ رسول کریم صلعم خاتم الانبیاء تھے اور آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ جب تک وہ اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہ رکھ لے۔ مجھے یہ نبوت محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس سرکار صلعم کی اتباع سے ملی ہے۔

ایک وحی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت احمدؑ کو قمر الانبیاء کے نام سے موسوم کیا۔ پھر اسی وحی میں شمس الانبیاء کے نام سے یاد فرمایا۔ قمر الانبیاء وہ اس طرح پر تھے۔ کہ جیسے قمر یعنی چاند آفتاب سے اپنی ضیاء کے حاصل کرنے کا محتاج ہے۔ اسی طرح حضرت احمدؑ۔ سرتاج الانبیاء نبی کریم صلعم سے کسب ضیا کیا کرتے تھے۔ اور وہ شمس الانبیاء اسطرح پر تھے۔ کہ جسطرح سورج سے دوسرے تمام اجسام روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح آپکے وجود سے دوسرے تمام انبیاء کی صداقت پر روشنی پڑی۔ اس مادی دنیا میں پہلے نبیوں کے وجود اور آنکے دعاوی

کے متعلق اسقدر کثرت سے اعتراض کیئے گئے تھے۔ کہ اگر حضرت احمد نہ آئے ہوتے اور دلائل ساطعہ اور حجج قاطعہ سے اُن شبہات کا قلع قمع نہ کردیتے۔ تو بہت سے لوگ گمراہ ہو جاتے اور آیندہ کے لیئے سلسلۂ ہدایت رُک جاتا۔ اُن کے معجزوں کا کھلے طور سے انکار کیا جاتا تھا۔ اور اُن خارق عادت امور کا نام جو وہ اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت میں دکھلاتے رہے خوش اعتقادی رکھا جاتا۔ خدا نے یہ دیکھا۔ اور اسکی غیرت نے قبول نہ کیا کہ یہ حال چندے اور رہے۔ اس لیئے اس نے فی الفور حضرت احمد کو نبی بنا کر دنیا میں بھیجا۔ اور اُس کی سچائی کو زور آور حملوں۔ اور نہایت ہی زبردست نشانات سے ظاہر کیا۔ اس لیئے تاکہ دنیا کی آنکھ کردگار کے کاروبار اور اس کی قدرت کے رُخ زیبا کے دیدار سے نامحرم نہ رہے۔ اور تاکہ اپنے زمانے کے رسول کی عظمت اور جلال اور کامیابیوں کو بے نقاب دیکھکر پہلے تمام انبیائؑ کی سچائی کا ایمان ان کے دل میں پیدا ہو۔

حضرت احمد دوسرے انبیائؑ کے لیئے کس طرح شمس کا کام دے سکتے تھے جب تک کہ انکی اپنی سچائی نصف النہار کی طرح نہ روشن ہو جاتی سو خدا نے انکی سچائی کے ظاہر کرنیکے لیئے عظیم الشان نشان دکھلائے اور سینکڑوں پیشگوئیوں سے ان کے دعاوی کی تصدیق کی یہاں تک کہ انکی قبولیت کا آفتاب سمت الراس پر آگیا۔

دوسرے انبیائؑ کی صداقت اور اُن کی کارگذاریوں پر جو پردہ ڈالا گیا تھا اگرچہ اس پردہ کا اُٹھا دینا اور اُن انبیائؑ کی عظمت کا دوبارہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دینے کا کام کوئی چھوٹا سا کام نہ تھا۔ تاہم حضرت احمد نے اس سے بھی بڑھکر ایک اور کام کیا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ خدائے عزوجل کے رُخ مستور سے پردہ اُتار کر اُسکو اسکے عاشقان صادق کے لیئے بے نقاب کر دیا۔ اور اسکے جلال اور اس کی کبریائی کا اظہار ایسے رنگ میں کیا کہ خواص کیا عوام کو بھی نہایت صفائی سے اس کا درشن کرادیا۔ نہ صرف انبیائؑ کا انکار کیا جاتا تھا۔ بلکہ خدا کے وجود کو بھی بہت سے لوگ تسلیم کرنے کو طیار نہ تھے۔ جو لوگ خدا کی ہستی پر ایمان بھی رکھتے تھے۔ ان کا بھی نام کا ایمان تھا۔ عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی بے انتہاء قدرتوں پر کم ہی کسیکو ایمان تھا۔ القصہ خدا ایک کنز مخفیہ کی طرح تھا۔ اور ضرورت تھی کہ اس کا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ اسلیئے

اِس نے حضرت احمدؑ کو مبعوث کیا۔ اسکے مُنہ میں اپنا کلام ڈالا۔ اور اُس کے ذریعہ سالہا سال پہلے ایسے واقعات کا انکشاف کرد یا جن کا پورا ہونا بادی النظر میں بعید از عقل اور قدر از قیاس معلوم ہوتا تھا اور جو اپنی نوع اور اپنے رنگ میں نہایت ہی عجیب و غریب اور حیرت انگیز معلوم ہوتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس نے خود اسکے ساتھ بے انتہا ایسے وعدے کیئے جو آئندہ کی طرف سے اسکو نہایت مطمئن کرنیوالے اور اسکی حیرت انگیز کامیابی اور شہرت پر دال تھے۔ جب وہ واقعات ظہور میں آ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدے لفظ بہ لفظ پورے ہو گئے تو پھر ان لوگوں پر جو بصیرت رکھتے اور ہر ایک امر میں عقل و شعور سے کام لیکر فکر و تدبر کرنے کے عادی ہیں اس بات کی حقیقت روشن ہو گئی کہ اللہ ہے۔ وہی قادر مقتدر ہے۔ وہ زمین و آسمان کی چھپی اور ظاہر باتوں کو جانتا ہے۔ اس کا علم ہر ایک شے پر محیط ہے۔ اور کوئی چیز اسکی حکومت سے باہر نہیں۔ وہ زندہ ہے۔ اور بے زبان نہیں ہے۔ اس کی زندگی اور اسکے بے زبان نہ ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ وہ اب بھی جس سے چاہے کلام کرتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے دنیا کے امور کا انصرام کرتا ہے۔ جیسا کہ اس نے حضرت احمدؑ کی معرفت اپنی مرضی کو پورا کرکے دکھا دیا۔ اور ایسے امور کو جو دنیا دی نکتۂ خیال سے ناممکن معلوم ہوتے تھے۔ ظاہر کر دیا۔ ایک بات کو تکمیل تک پہنچانے کے لیئے سیکڑوں اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر ان سیکڑوں ہزاروں پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لیئے جو پیشگوئی کرنے کے وقت ایک مادی دنیا کے پرستار انسان کو ایک پاگل اور دیوانے کی باتوں سے زیادہ باوقعت نہ معلوم ہوتی تھیں کس قدر اسباب کی ضرورت ہوئی ہوگی۔ مگر اللہ نے ان تمام اسباب کو پیدا کرکے دکھا دیا۔ کہ وہ جس طرح چاہے قضا و قدر پر حکومت کرتا اور کر سکتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ایک بار نہایت پیار اور شفقت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت احمدؑ سے یوں خطاب کیا ؎

"انت منی وانا منک"

اے میرے پیارے۔ میرے حبیب "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"

"تو مجھ سے ہے" کے یہ معنے ہیں کہ مَیں ہی ہوں جس نے تجھے بھیجا۔ تجھے نبی بنایا۔ تیری صداقت کو دنیا میں ظاہر کیا۔ تیری قبولیت لوگوں کے دلوں میں بٹھادی۔ اور تجھے خارق عادت طور پر کامیابی عطا کی۔ اور "میں تجھ سے ہوں" کے یہ معنے ہیں کہ تیری بدولت میرا رُخ مستور دنیا پر ظاہر ہوا۔ تُو نے میری محبت لوگوں کے دلوں میں بٹھادی اور میرے لیئے ایک مخلص حنیف جماعت الگ کر دی جو میری خوشنودی کے حصول کیلئے ہرایک کام میں اخلاص اور ایثار دکھاتی رہتی ہے۔ اور تُو نے ہی اُن تاریک خیالات اور بدظنیوں کا استیصال کر دیا جو میری نسبت لوگ رکھتے تھے اور یقین کر چکے تھے کہ اب مَیں کلام کرنے اور اپنی زندگی کا ثبوت دینے سے عاری ہو گیا ہوں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس مسئلے پر خدا کے فضل اور محض اس کی غریب نوازی سے کافی روشنی ڈالدی ہے۔ اللہ ہی ہے جو اس مضمون کو نافع للناس بنائے۔

دعا۔ اے ہادی۔ اے رہنما۔ اے مولیٰ کریم۔ تُو ہی دنیا کی بصیرت کی آنکھ کو تیز کر دے تاکہ وہ مندرجہ بالا حقائق سے پورے طور سے فائدہ اُٹھا سکیں اور تُو ہی دیگر طور سے اُن کے دل کی آنکھوں کے سامنے اُس سچائی کو نہایت ہی جلی اور روشن الفاظ میں لکھدے جس کے پیش کرنے کے لیئے تُو نے اس مادی دنیا میں حضرت احمدؑ کو اپنا مرسل کر کے بھیجا۔ تاکہ وہ ہر ایک انسان کے لیئے ہر ایک لغزش اور ابتلا کے وقت ایک سچے بدرقہ کا کام دیتی رہے۔ آمین

عاجز محمد طفیل احمدی عفی اللہ عنہ از بٹالہ

بائیبل میں سزائے موت

اگر مسیحی دنیا بائیبل پر عمل کرے تو اُس کو مندرجہ ذیل قصوروں کے لیئے موت کی سزا تجویز کرنی پڑے گی۔

اوّل۔ ایتوار کے دن کام کرنے کے لیئے۔ کیونکہ خروج باب ۳۱ ورس ۱۵

میں لکھا ہے :-

"چھ دن کام کرنا لیکن ساتواں دن آرام کے لیئے سبت ہے۔ وہ خداوند کے لیئے مقدس ہے پس جو کوئی روز سبت کو کام کرے۔ وہ ضرور مار ڈالا جائے"

دوم۔ تبدیلیٔ مذہب اور دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرنے کے لیئے کیونکہ کتاب استثناء باب ۱۳ ورس ۶-۹ میں لکھا ہے :-

"اگر تیرا بھائی جو تیری ماں کا بیٹا ہے یا تیرا ہی بیٹا یا بیٹی یا تیری ہمکنار جورو یا تیرا دوست جو تجھے تیری جان کے برابر عزیز ہو تجھے پوشیدہ میں پھسلائے۔ اور کہے کہ آؤ غیر معبودوں کی بندگی کریں جن سے تو اور تیرے باپ دادے واقف نہیں تھے۔ یعنی اُن لوگوں کے معبودوں میں سے جو تمھارے گرداگرد تمھارے نزدیک یا تم سے دُور زمین کے اس سرے سے اُس سرے تک بستے ہیں تو تُو اُس سے موافق نہ ہونا اور نہ اُس کی بات سننا تو اُسپر رحم کی نگاہ نہ رکھنا تو اُسکی رعایت نہ کرنا تو اُسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ تو اُسکو ضرور قتل کرنا اُس کے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے اور بعد اُس کے سب قوم کے ہاتھ۔ اور تو اُسے سنگسار کرنا تاکہ وہ مر جائے"

سوم۔ خداوند کے نام پر کفر کہنے کے لیئے۔ کیونکہ کتاب احبار باب ۲۴ ورس ۱۶ میں لکھا ہے :-

"اور وہ جو خداوند کے نام پر کفر بکے گا جان سے مارا جائے گا۔ ساری جماعت اُسے سنگسار کرے گی خواہ وہ مسافر ہو خواہ دیسی ہو۔ جب اُس نے اُس نام پر کفر کہا تو وہ جان سے ضرور مارا جائے گا"

چہارم۔ والدین کی نافرمانی کے لیئے۔ کیونکہ کتاب استثناء باب ۲۱۔ ورس ۱۸-۲۱ میں لکھا ہے :-

"اگر کسی آدمی کا بیٹا گردنکش اور مگرا ہو جو اپنے باپ اور اپنی ماں کی آواز کو نہ سُنے اور دے ہر چند اُسے تنبیہ کریں پر وہ اُن پر کان نہ لگا دے تب اُس کا باپ اور اُسکی ماں اُسے پکڑیں اور باہر لیجا کر اُس شہر کے بزرگوں کے پاس اور اُس مکان کے

دروازہ پر لائیں اور وے اُس کے بزرگوں سے عرض کریں کہ یہ ہمارا بیٹا گردنکش اور مگرا ہے۔ ہرگز ہماری بات نہیں مانتا۔ بڑا ہی کھاؤ اور متوالا ہے تو اُس کے شہر کے سب لوگ اُس پر پتھراؤ کریں کہ وہ مرجائے۔"

پنجم۔ آج کل مغربی ممالک میں مسیحیوں میں ایک گروہ پیدا ہوگیا ہے جو ارواح کے ساتھ تعلق رکھنے اور اُن سے غیب کی خبریں دریافت کرنے کے مدعی ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بائبل کا کیا فتویٰ ہے یہ امر بائبل کے مندرجہ ذیل حوالجات سے واضح ہوجائے گا۔

"تم میں کوئی پایا نہ جائے جو اپنے بیٹے یا بیٹی کو آگ میں گذر کروائے یا غیب گو یا نجومی یا فال کھولنے والا یا ڈائن ہے۔ یا منتر پڑھنے والا نہ ہو نہ یار دیو سے سوال کرنیوالا۔ اور نہ رمّال اور نہ ساحر ہو" (استثنا۔ باب ۱۸۔ ورس ۱۰-۱۱)

"اور وہ مرد یا عورت جس کا یار دیو ہے یا جادوگر ہو تو دونوں قتل کیے جاویں چاہیئے کہ تم اُن پر پتھراؤ کرو۔ اُن کا خون انہیں پر ہووے" (احبار باب ۲۰۔ ورس ۲۷)

دشمنوں کے متعلق بائبل کے احکام

مسیحی صاحبان قرآن شریف پر اعتراض کرتے ہیں کہ اُس میں جہاد کی تعلیم ہے۔ قرآن شریف میں جو تعلیم جہاد کے بارہ میں ہے اُس پر اس رسالہ میں پہلے کئی مرتبہ بحث ہو چکی ہے۔ لیکن اگر مسیحی صاحبان بائبل کی تعلیم کو دیکھیں تو کبھی قرآن شریف پر اعتراض نہ کریں۔ گنتی باب ۳۳۔ ورس ۵۰-۵۳ میں لکھا ہے:-

"اور خداوند نے مواب کے میدانوں میں یردن کے کنارے یریحو کے مقابل موسیٰ کو خطاب کرکے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو خطاب کر اور انہیں کہہ جب تم یردن سے پار ہوکے زمین کنعان میں داخل ہو تو تم ان سب کو جو اُس زمین کے باشندے ہیں اپنے سامنے سے بھگاؤ۔ انکی مورتیں فنا کردو۔ اور اُن کے ڈھالے ہوئے بتوں کو نابود کرو اور اُن کے سب اونچے مکانوں کو ڈھادو۔ اور اُن کو جو اس زمین کے

بسنے والے ہیں خارج کر دو۔ اور وہاں بسو گے“

پھر استثناء باب ۷۔ ورس ۱۶ میں لکھا ہے :۔

”اور تو ان سب گروہوں کو جنہیں خداوند تیرا خدا تیرے حوالے کرے گا۔ نگل جائے گا اُن پر مطلق تیری شفقت کی نظر نہ ہوگی“

پھر گنتی باب ۳۱۔ ورس ۱۷ میں لکھا ہے :۔

”سو تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف تھیں جان سے مارو۔ لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں اُن کو اپنے لئے زندہ رکھو“

اسلام کی ترقی ایک مسیحی کے الفاظ میں

مسٹر ایف۔ بی۔ کاسٹن۔ ایم۔ اے۔ بی سی۔ بی اے۔ نے اخبار ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ میں ایسے ممالک میں جو پہلے مسیحی تھے اسلام کے پھیلنے کی مختصر کیفیت بیان کی ہے۔ صاحب موصوف کی غرض تو صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسیحی مشنریوں میں اسلام کے برخلاف ایک جوش پیدا کرے۔ وہ اُنکو بتاتا ہے کہ دیکھو فلاں ملک سارے کا سارا مسیحی تھا اب اُسپر اسلام نے قبضہ کر لیا ہے اور بجائے مسیحیوں کے مسلمان اُس ملک میں آباد نظر آتے ہیں۔ اس قسم کا نقشہ مسیحی مشنریوں کے سامنے کھینچکر اُن کے جوش کو اکسانا چاہتا ہے کہ وہ اسلام سے انتقام لیں۔ اسلام کی ترقی کو روکیں۔ اور نہ صرف اس امر کی کوشش کریں کہ اسلام دوسرے ممالک میں پھیلنے نہ پائے بلکہ اگر ہو سکے تو جن ممالک میں پہلے مسیحی مذہب تھا اور اب اسلام کا دَور دورہ ہے وہاں پھر مسیحی مذہب کو پھیلا یا جاوے تا اُن ممالک کے لوگ جیسا پہلے مسیحی تھے اب پھر مسیحی دین کے پیرو ہو جاویں اور جو کچھ مسیحیت کے ہاتھ سے

نکل گیا ہے وہ مسیحی مشنریوں کی کوشش سے پھر مسیحیت کو مل جائے۔

صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

"چرچ مشنری سوسائٹی نے اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو مسیحیت کی جگہ لے سکتا ہے۔ یہی ایک مذہب ہے جو مسیحیت کی سچائی کا تفصیل وار انکار کرتا ہے۔ یہی ایک مذہب ہے جس نے گذشتہ زمانہ میں مسیحیت کو شکست فاش دی۔ یہی ایک مذہب ہے جو دنیا کے فتح کرنے میں مسیحیت کا زور سے مقابلہ کر رہا ہے۔ اور یہی ایک مذہب ہے جو دنیا کے کئی حصوں میں مسیحیت پر سبقت لے جا رہا ہے

"(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے وقت جو ۶۳۲ء میں واقع ہوئی انکے پیرو زیادہ تر مدینہ اور اس کے گرد و نواح تک ہی محدود تھے۔ سلطنتہائے ایران و شام کے زوال پر اپنے نبیؐ کی وفات سے دو سال کے اندر مسلمانوں کو شمالی افریقہ کے فتح کرنے کا حوصلہ ہوا۔ انہوں نے مسیحیت کو شام سے نکال دیا اور ۶۴۲ء میں مصر کی مسیحی سلطنت ختم ہو گئی۔ جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دو بڑے مسیحی فرقوں میں باہم قابلِ شرم عداوت تھی۔ آج جب ہم مقدونیہ میں سے گذرتے ہیں جہاں پولوس رسول کو مسیح کا اعلان کرنیکا حکم دیا گیا تھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسی ملک میں اب حضرت محمدؐ کے شاگرد یہ اعلان کر رہے ہیں کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول ہیں۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قسطنطنیہ کے قدیمی مسیحی گرجا میں آج مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ افی سس۔ سارڈس۔ سمرنا۔ تھیاٹیرا۔ فیلا ڈلفیا۔ پرگاموس اور لوڈیشیا کے گرجاؤں کے شمعدان اب نظر نہیں آتے۔ انطاکیہ کا شہر جہاں حواری سب سے پہلے مسیحی کہلائے آج ایک اسلامی شہر ہے۔ جلیل۔ سامریہ۔ یہودیہ میں اسلام کا غلبہ اور اسلام کی حکومت ہے اور جب ایک سیاح بیت اللحم میں سے گذرتا ہے تو وہ مسلمانوں کو ہمارے منجی کے مشن کا انکار کرتے ہوئے سنتا ہے۔

"سنہ ۱۸۰۰ء تک شام۔ شمالی افریقہ اور ایشیائے کوچک میں مسیحیت کی جگہ

اسلام نے لے لی۔ اور جس علاقہ میں ایک وقت پولوس رسول مسیحیت کی منادی کرتا ہُوا پھرا کرتا تھا اب اُس علاقہ پر (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروؤں کا قبضہ ہوگیا۔ سائی پرین جو اُس جبشی کا مولد تھا جس نے ہمارے خداوند کی صلیب اُٹھانے میں امداد کی اب اسلامی مرکز ہوگیا۔ اور اسکندریہ جس میں سب سے بڑا مسیحی کتب خانہ تھا اور جو علم و فضل کا مقام تھا اب وہ اسلام کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اُسوقت تک شمالی افریقہ مسیحی مذہب کا ایک مرکز رہا تھا کہتے ہیں کہ نئے عہدنامہ کا لاطینی ترجمہ افریقہ میں ہی ہُوا تھا۔ ٹرٹولین جو سب سے قدیمی لاطینی مسیحی مصنف ہے وہ شہر کارتھیج (واقع افریقہ) میں ہی پیدا ہُوا تھا۔ کارتھیج کے بشپ سائی پرین کو اس لیئے قتل کیا جانے کا حکم دیا گیا تھا کہ اُس نے رومی حاکم کے حکم پر قربانی کرنے سے انکار کیا تھا۔

اتھنے نے سی اس کی زندگی اور کام اسلیئے ہمیشہ کے لیئے یادگار رہیں گے کہ اُس نے اے ری آنز م کا نہایت ہی شاندار مقابلہ کیا (اے رین مسیحیوں کے ایک فرقہ کا نام ہے جو مسیح اور روح القدس کی اُلوہیت کا مُنکر تھا اس فرقہ کا بانی چوتھی صدی میں گذرا ہے اور یہ فرقہ اپنے بانی کے نام سے مشہور ہُوا) اور خداوند مسیح کی ازلی ابدی اُلوہیت کی بڑے زور سے حمایت کی۔ اسی طرح آگسٹن بشپ آف ہپو مسئلہ فضل کا بڑا حامی تھا۔ مگر مسیحیت کے یہ قدیمی مرکز ساتویں اور آٹھویں صدی میں اسلام کے سیلاب کے آگے بہ گئے۔ برقہ۔ طرابلس۔ ٹیونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ یہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور نبی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فوت ہوئے ابھی مشکل سے تیس برس ہی گذرے تھے کہ اکبر نے بحر اوقیانوس میں اپنا گھوڑا ڈالدیا یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اسکے آگے بھی اگر کوئی ملک ہو تو وہ وہاں جانے کے لیئے بھی تیار ہے۔ عربوں نے سنہ ۶۳۲ء میں دیگر ممالک میں پھیلنا شروع کیا اور سنہ ۷۰۰ء تک آگے آگے بڑھتے گئے۔ اب وہ ملک جو فراعین مصر کے ماتحت تھا اُس کا $\frac{9}{10}$ حصہ مذہب اسلام کا پیرو ہے۔ اور مصر کی سرحد سے لیکر بحر اوقیانوس کے کنارے تک تمام لوگ قریباً سب کے سب مسلمان ہیں۔

وہ بڑے بڑے مسیحی گرجے جو اس حصہ زمین میں ایک زمانہ میں بڑے پر رونق تھے اب اون کے کھنڈرات نظر آتے ہیں اور بعض تو خاک سے مل گئے ہیں۔ اور ہلال کے سامنے صلیب نابود ہو گئی ہے۔

"ترکوں نے ۱۰۰۰ء میں بڑھنا شروع کیا اور ۱۸۰۰ء تک انکی ترقی جاری رہی۔ اس زمانہ میں۔ ترکستان۔ ہندوستان۔ چین اور بلقان کا بڑا حصہ مذہب اسلام میں داخل ہو گیا۔ گیارھویں اور بارھویں صدی مسیحی میں۔ اسلام آہستہ آہستہ افریقہ کے وسط تک پھیل گیا۔ اور صحرائے اعظم کے حبشیوں نے خوشی سے مذہب اسلام کو قبول کر لیا جسکے پیرووں نے اسقدر فتوحات حاصل کی تھیں۔ ملک روم میں سے مسیحیت نے اپنا ڈیرہ اٹھا لیا اور پندرھویں صدی کے وسط تک اسلام صحرائے افریقہ۔ مصر۔ ایشیائے کوچک۔ شام۔ عرب۔ ایران۔ ترکستان۔ افغانستان اور جزائر شرق الہند میں پھیل گیا۔"

مراسلت*

بخدمت ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مسیحی مشنری اسلامی ممالک میں مسیحیت کے ناکام رہنے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ شریعت اسلام کے رو سے مسیحی مذہب میں داخل ہونے سے ایک شخص کے بہت سے حقوق تلف ہو جاتے ہیں۔ اسلیئے لوگ مسیحیت کو قبول نہیں کرتے۔ اس اعتراض کو مدنظر رکھکر اگر انگلستان کی ایک قانونی کتاب کے مندرجہ ذیل اقتباس کو پڑھا جائے تو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

"دفعہ ۹ و ۱۰ ولیم چہارم فصل ۳۰ کے رو سے یہ قانون ہے کہ اگر کوئی شخص جس نے مسیحی مذہب میں تعلیم پائی ہو یا مسیحی مذہب کو اختیار کیا ہو بعد میں تحریر تعلیم یا تقریر کے ذریعہ یہ بیان کرے کہ ایک سے زیادہ خدا ہیں یا مسیحی مذہب کی سچائی سے انکار کرے

* اصل چٹھی انگریزی میں ہے۔ جس قانون کا اس چٹھی میں ذکر ہے اب اس کے توڑنیوالے اس کثرت سے ہیں کہ اس قانون پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا - ایڈیٹر

اور بائیبل کو خدا کی طرف سے نہ سمجھے۔ تو ایسا شخص اس جرم کے پہلی دفعہ ارتکاب کرنے پر کوئی عہدہ یا امانت نہیں رکھ سکیگا۔ اور اگر وہ دوسری دفعہ اس جرم کا مرتکب ثابت ہو تو وہ ہمیشہ کے لیئے کسی پر نالش کرنے یا کسی عہدہ کے رکھنے یا کسی انعام کے پانے سے محروم کیا جائے گا۔ اور اسکے علاوہ تین سال تک قید اٹھائے گا۔ اور فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ سب سزائیں ایک وقت میں جمع ہونگی۔ اور اس جرم کا مرتکب عام قانون کے ماتحت سزا پائے گا"

"کسی پر نالش کرنے سے محروم کیا جانا" اسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہونگے کہ خواہ اس کے مال کو لوٹ لیا جائے یا اسپر حملہ کیا جاوے یا اسکی ہتک عزت کی جاوے۔ اسکو حق نہیں ہوگا کہ وہ کسی عدالت میں فریاد کرسکے۔

میں یہ بھی ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ ہندوستان میں اگر کوئی بدقسمت مسلمان مسیحی مذہب اختیار کرلے تو اسکے وہ تمام حقوق اسلامی قانون کے ماتحت قائم رہتے ہیں جو مسلمان ہونے کی صورت میں اُسے حاصل تھے۔ لیکن جو ذمہ واریاں اسلامی قانون کے رُو سے ایک مسلمان کے ذمہ ہیں وہ اُن سب سے سبکدوش ہو جاتا ہے اسلیئے ایک ایسا شخص جو اسلام کو چھوڑ کر مسیحی مذہب کو اختیار کرتا ہے وہ قانون مروجہ برٹش انڈیا کے رُو سے ایسے اشخاص کی نسبت بہت فائدہ میں رہتا ہے جو پیدائشی مسلمان یا پیدائشی مسیحی ہیں۔

مگر مسیحیوں کا یہ بیان کہ اسلامی ممالک میں مسیحیت کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ بعض اسلامی ریاستوں میں مسیحی مذہب اختیار کرنے سے بعض حقوق زائل ہو جاتے ہیں۔ ایک تسلی بخش وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو اگر بعض ریاستوں میں ایسا ہوتا ہے تو یہ بالکل انصاف پر مبنی ہے کیونکہ اگر اُسکے بعض حقوق زائل ہو جاتے ہیں تو اُس کے مقابل میں اُسکی ذمہ واریاں بھی تو دُور جاتی ہیں۔ دوسرے۔ اسکے مقابل میں اسلام کا حال دیکھو۔ ۱۹۰۵ء تک روس میں یونانی کلیسیا کے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کا اختیار کرنا ایک قابل سزا جرم سمجھا جاتا تھا۔ اور ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ہم روسی حکومت ان سزاؤں کے جاری کرنے میں بہت دور نہیں گئی۔ لیکن باوجود ان سزاؤں کے اسلام روس میں برابر ترقی کرتا گیا۔ اگر ایک مذہب کی بنا حق پر ہو تو ایذا رسانی سے وہ مذہب اپنے اتباع کی نظر میں اور بھی زیادہ عزیز ہو جاتا ہے۔

ظفر اللہ خان۔ لندن

سلسلۂ تبلیغ

ایک عرصہ تک دنیا امن وامان اور عیش وتنعم میں رہنے کی وجہ سے اس وحدہٗ لاشریک ہستی کو بھول گئی تھی۔ جس کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک قسم کا آرام اور ہر ایک طرح کی آسائش ہے۔ یورپ مادیات کے گہوارہ میں پرورش پانے اور ہر ایک مذہبی اور دینی بات کو اپنے ایجاد کردہ فلسفوں کے تحت میں لانے کی وجہ سے ایک الگ راستہ پر جا پڑا تھا۔ مذہب کی طرف توجہ کرنا تضیع اوقات سمجھا جاتا تھا۔ اور دنیا کے نظام اور ترکیب کے قائم رکھنے والا صرف انسان ضعیف البنیان ہی خیال کیا جاتا تھا۔ اسی کے ہاتھ میں دنیا کے امن وامان کو قائم رکھنا تھا۔ اس کی طاقت میں دنیا کو مہذب اور معقول بنانا تھا۔ اور اسی کے اختیار میں دنیا کے شور وشر اور فتنہ وفساد کو فرو کرنا تھا۔ لیکن اس وقت تمام جہان کو ہلا دینے والے واقعات نے رونما ہو کر بتا دیا ہے۔ کہ کوئی انسانی کوشش۔ کوئی سوشلسٹ جماعت اور کوئی مہذب پارٹی اس واحد القہار خدا کے کاروبار میں دخل نہیں دے سکتی۔ اور اس بات کا ثبوت دیدیا ہے۔ کہ دنیا کے واقعات کسی مدبر کسی سیاست دان کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک اور ہستی ہے۔ جس کا ہاتھ سب سے بلند اور سب سے زبردست ہے۔ اب وقت ہے۔ کہ اس قادر اور غالب ہستی کے آگے ہر ایک انسان نہایت عاجزی اور انکساری سے اپنا سر نیاز خم کرے۔ تاکہ اسکے گناہ اور معصیت معاف ہو کر اس پر خدائے تعالیٰ کے افضال نازل ہوں۔

آجکل جنگ کی متوحش اور ڈراؤنی خبریں سنکر ہر ایک انسان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہر روز ہزاروں آدمیوں کی ہلاکت کے پیغام ہم تک پہنچتے ہیں۔ لیکن کیا کوئی انسان ہے۔ جو آج اس برگزیدۂ خدا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ومہدی مسعودؑ کی فرمودہ باتوں پر غور اور فکر کی نظر ڈالے۔ جس نے کئی سال پہلے فرمایا تھا۔ کہ سہ اِک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد۔ جس سے گردش کھائینگے دیہات وشہر اور مرغزار

یہ سب کچھ قدرت کا ہاتھ دکھا رہا ہے۔ اور ہر ایک آنکھ رکھنے والا انسان دیکھ رہا ہے۔ اور کان رکھنے والا سُن رہا ہے۔ اور دماغ رکھنے والا سمجھ رہا ہے۔ لیکن لھم قلوبٌ لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا کے ماتحت بہت کم ایسے ہونگے۔ جو ان واقعات کو چشم عبرت سے دیکھکر فائدہ اُٹھائیں - بلکہ بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو ہماری ان اخلاص بھری باتوں پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ اور طرح طرح سے اپنی بدظنی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہیں مگر سہ خون سے مُردوں کے کوہستاں کے آبِ رواں ؛ سُرخ ہوجائینگے جیسے ہو شراب انجبار۔ کا کُھلا اور بیّن اشتہار آج کسی خاک اُڑانے والے کی خاک کو روشن اور منور سورج پر پڑنے نہیں دیتا۔ خدائے تعالیٰ اپنے نشانات اور براہین کو دنیا میں اسی لیئے ظاہر فرماتا ہے۔ تاکہ جو سعید اور پاک روحیں ہیں۔ وہ ان کو دیکھکر شقی اور ناپاک لوگوں سے علیحدہ ہوجائیں۔ اسلیئے ہمیں اُمید ہے۔ کہ ضرور اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے سے بھی کئی ایک لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کے مرسل اور مامور سے بُغض اور کینہ رکھنے والے لوگوں کے لیئے یہ نشان اور بھی ضلالت اور گمراہی کا باعث ہوگا۔ کیونکہ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم ۔ بما کانوا یکذبون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اشتہار اس جنگ نے اکناف عالم میں پہنچا دیا ہے۔ اسلیئے مبارک ہے۔ وہ انسان جو اس سے فائدہ حاصل کرے۔ اور اپنی عاقبت کو سنوارے۔

سید ولی اللہ شاہ صاحب کے ذریعے ملک شام میں ایک شخص مسمی سید محمد علی بک بن سید عبدالقادر نے جو کہ سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ میں سکولوں کا انسپکٹر تھا۔ بیعت کی ہے۔ اور ایک لمبا چوڑا خط حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں شکرگذاری کا ارسال کیا ہے۔

ہندوستان اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں مبلّغ بدستور کام کر رہے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انکے کاموں میں برکت ڈالے۔ اور ہر وقت ان کا مددگار ہو۔ آمین

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ اگست ۱۹۱۴ء

دفتر اشاعت اسلام:- اس ماہ میں خریداروں میں اضافہ کچھ نہیں ہوا بلکہ دو خریدار انگریزی ریویو کے کم ہو گئے ہیں۔ احباب کو چاہیئے کہ اشاعت اسلام میں پوری پوری سعی فرمادیں۔ خریدار بڑھانے کی کوشش کیجاوے۔

دفتر مقبرہ:- اس ماہ میں پانچ وصایا درج رجسٹر ہوئیں۔ اور اس مہینہ بڑی رقم جماعت منی پور آسام نے ایک ہزار روپیہ بابت وصیت ڈاکٹر ذبیل الدین احمد صاحب مرحوم نو مسلم عرف رامانند وصول کرکے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ مبلغ [illegible] کی مختلف رقوم داخل خزانہ ہوئی ہیں۔

شفاخانہ:-

کل تعداد بیماران نئے پرانے	۱۵۶۱
" بیماران نئے	۱۰۰۳
اوسط روزانہ	۵۰،۳۵ ½
تعداد مائنر اپریشن	۱۲

دفتر محاسب:- اس ماہ میں کل آمد مبلغ [illegible] ہوئی اور خرچ [illegible] رہا ہے۔ اس مہینہ کی آمد بہ نسبت گذشتہ مہینوں کے بہت کم ہے۔ قوم کی توجہ اور ہمت درکار ہے۔ چندے ماہوار باقاعدہ آنے چاہئیں۔

شیر علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

ریویو

الندوہ:- علمی حلقہ میں یہ خبر خوشی سے سُنی جائے گی۔ کہ ندوۃ العلماء کا ماہواری رسالہ جو جنوری سنہ ۱۹۱۳ء سے کسی ناگوار واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے بند تھا۔ جاری ہوگیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس کے دورجدید کا پہلا پرچہ جو کہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء کا ہے۔ رکھا ہے۔ جس سے اندازہ لگایا جاتا ہے۔ کہ یہ رسالہ علمی اور اسلامی تواریخی معلومات بہم پہنچانے کے مفید کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیگا۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب سے ہم سفارش کرتے ہیں۔ کہ اس رسالہ کو خرید کر حظ اٹھائیں۔ اور خط وکتابت مینجر رسالہ الندوہ۔ دفتر ندوۃ العلماء لکھنؤ پر کریں ۳۲ صفحہ کا رسالہ قیمت سالانہ عہ؎ ہے۔

اسوۂ حسنہ:- پبلک کے مذاق کو مدِ نظر رکھکر اکثر اہل قلم لوگوں نے کسی رسالہ یا اخبار کو شائع کرکے ملک کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اسی ذیل میں میرٹھ کا نوزائیدہ رسالہ اسوۂ حسنہ ہے۔ جو کہ ظاہری اور باطنی صفات کے لحاظ سے ایک قابل قدر رسالہ کہا جا سکتا ہے۔ اس کا پہلا نمبر اس وقت ہمارے سامنے ریویو کے لیئے موجود ہے۔ جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ رسالہ ایسے ہاتھوں میں ہے۔ جو کہ اس کے اہل ہیں۔ مضامین کی ترتیب اور پسندیدہ اختیار قابل تعریف ہے۔ شائقین کو اس رسالہ کی قدر کرنی چاہیئے۔ ۶۶ صفحہ حجم کے باوجود قیمت صرف قسم اول عہ؎ اور قسم دوم عہ؎ ہے۔ جو کہ ان اوصاف کے لحاظ سے واجبی اور مناسب ہے۔ مینجر اسوۂ حسنہ میرٹھ کے پتہ پر خط وکتابت ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان پیشگوئی

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا"

ہم گذشتہ اشاعت میں حضرت مسیح موعودؑ کی وہ زبردست پیشگوئی درج کر چکے ہیں جو براہین احمدیہ حصہ پنجم میں درج ہے اور جسمیں آپنے ہولناک نظاروں کا نظم میں خطرناک نقشہ کھینچا ہے۔ جو آجکل جنگ یورپ میں نظر آرہا ہے۔ اب ہم حضرت مسیح موعودؑ کی ایک اور پیشگوئی کو کتاب حقیقۃ الوحی سے نقل کرتے ہیں اور یہ پیشگوئی انگریزی میں اکتوبر ۱۹۰۶ء کے ریویو میں شائع ہو چکی ہے۔ اسکا ایک حصہ یورپ کے خطرناک زلزلوں کے ذریعہ پورا ہو چکا ہے جو اس پیشگوئی کے شائع ہونیکے بعد واقع ہوئے اور جنمیں سے بعض کی نسبت یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ نہ ایسا زلزلہ دنیا میں پہلے کبھی آیا ہے اور نہ امید ہے کہ ایسا زلزلہ پھر واقع ہو (دیکھو ریویو انگریزی و اردو بابت جنوری ۱۹۰۹ء) باقی حصہ اب پورا ہو رہا ہے۔ وہ پیشگوئی حسب ذیل ہے:-

"خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض انمیں قیامت کا نمونہ ہونگے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہونگے اور زمین پر اسقدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا انمیں کبھی آبادی نہ تھی اور اُس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورتیں پیدا ہونگی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں انکا پتہ نہیں ملیگا تب انسان میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونیوالا ہے اور بہتیرے نجات پائینگے اور بہتیرے ہلاک ہو جائینگے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہونگی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اسلئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے

دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائیگا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اسکی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ دن دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶-۲۵۷)

اسکے علاوہ حضرت صاحب کا ۱۱۔ مئی ۱۹۰۶ء کا الہام ہے "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں" اور ایک الہام ۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء کا ہے کہ "یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پڑے گی جو بہت سخت ہوگی" پس حق کے طالب ان پیشگوئیوں کو یاد رکھیں اور جو پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں انکو دیکھکر خدا کے مسیح پر ایمان لائیں اور اس زندہ خدا پر ایمان لائیں جو ان زبردست نشانوں کے ذریعہ نہ صرف مسیح موعود کی سچائی کا ثبوت دے رہا ہے بلکہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو از سر نو تازہ کر رہا ہے۔

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دفتر محاسب بابت ماہ [illegible]

تعلیم

مدرسہ احمدیہ

بقایا | فاضل | میزان

اشاعت اسلام

بقایا | میزان

مساکین

بقایا | میزان

مقبرہ

باقی | میزان

بیت المال

فاضل | میزان

مستقل فنڈ

تعمیر

فاضل | میزان

متفرقات

فاضل | میزان

بقایا صیغہ جات یکم اگست سنہ ۱۹۱۲ء کو

تعلیم	۲۵۶۸-۱-۸
اشاعت	۲۰۵۴-۱۵-۵
مساکین	۱۹۰۳-۱۲-۱۱
زکوٰۃ	۴۳۲۴-۱۵-۰
بورڈ سان ہائی	۲۸۱۷-۱۴-۳
امانت بیرونی	۸۸۱-۱۲-۹
امانت اندرونی	۲۸۱۷-۸-۶
مستقل فنڈ	۳۹۱۲-۲-۶
مقبرہ	۷۴-۹-۷
میزان	۲۵۳۵۲-۱۲-۷
منہائی فاضل	۲۰۳۰۳-۱۵-۱۱
باقی	۵۰۲۸-۱۲-۸
منہائی پیشگی	۴۴۸۸-۱۳-۹
باقی نزد دین	۵۵۹-۱۴-۱۱

تفصیل صیغہ جات

مدرسہ احمدیہ	۲۴۴۴-۶-۹
بیت المال	۷۳۳۰-۱۶-۵
تعمیر	۶۲۹۳-۹-۲
یتامیٰ	۱۹۹-۹-۲
بورڈران احمدیہ	۱۷۳-۴-۶
متفرقات	۳۸۶۲-۲-۱۱
میزان فاضل	۲۰۳۰۳-۱۵-۱۱

تفصیل پیشگی صیغہ جات

تعلیم	۱۵۶۴-۸-۹
بیت المال	۴۳۳-۰-۰
مقبرہ	۵۴۰-۵-۳
تعمیر	۶۰۵-۱۵-۹
مدرسہ احمدیہ	۶۰۰-۰-۰
اشاعت	۳۰۰-۰-۰
متفرقات	۴۴۵-۰-۰
میزان	۴۴۸۸-۱۳-۹

خلیفہ رشید الدین
محاسب

محمد اشرف
ناظر

[illegible]

[illegible] رسالہ [illegible]

[illegible] بھی ہیں اسلئے [illegible] اسلام [illegible]

[illegible] کشتی [illegible]

[illegible] صلوۃ [illegible] تثلیث۔ اسلام [illegible]

[illegible] کیا گیا ہے [illegible]

[illegible] احباب کو

[illegible] جن کے پاس [illegible]

[illegible] ہیں یکجا [illegible] سالوں [illegible]

[illegible] سے نقد قیمت کے

[illegible]

[illegible] جلدیں [illegible]

[illegible] قادیان

[illegible] رئیس [illegible] کا بتایا ہوا

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

عالم کاملہ [illegible]

فہرست مضامین

[illegible]

[illegible] کی [illegible] اول [illegible]
[illegible] بہت [illegible] ہوتی ہے [illegible]
[illegible] کے [illegible] پڑھے [illegible] آتی ہیں [illegible]
[illegible] حروف [illegible] اور اعراب [illegible]
نہایت آسانی سے پڑھ سکتے [illegible] قیمت [illegible]
قیمت [illegible] [illegible] رسالہ [illegible]

شرح اجرت اشتہارات رسالہ ریویو [illegible]

میعاد	پورا صفحہ		نصف صفحہ		[illegible]		[illegible]	
	انگریزی	[illegible]	انگریزی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سالانہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ششماہی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سہ ماہی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ایک دفعہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تمام درخواستیں بنام مینیجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور [illegible]

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلئے [illegible] کا عرق [illegible]
[illegible] والا کی مقوی گولیاں [illegible]
بہت مفید ہیں قیمت [illegible]
[illegible] ایک [illegible] آرام ہو جاتا ہے [illegible] تمام [illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰے رسولہ الکریم

احمدی بھائیوں سے خطاب

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ اگست ۱۹۱۴ء)

بھائیو! اگست کے پرچہ میں۔ مَیں نے آپ صاحبان کی توجہ اس امر کی طرف پھیری تھی کہ اگر خلافت سلسلہ احمدیہ کے انکار کے لیئے آپ صاحبان کے ہاتھ میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو آپ کو چشمِ تنگ میں کھلی کھلی معلوم ہوتی ہیں تو اُن کی وجہ سے آپ ایسا نہ کریں کہ خلافت کی تائید میں جو دلائل ہیں اُن کو نظر انداز کر دیں اور اپنی خیالی کھلی کھلی باتوں پر ایسے خوش نہ ہو جائیں کہ دوسری طرف کے براہین کو ردّی کی طرح پھینک دیں۔ مَیں نے آپ صاحبان کو دکھایا تھا کہ پچھلی قوموں نے یہی غلطی کھائی کہ اپنی چند خیالی کھلی کھلی باتوں پر ایسے اڑ گئے کہ سچائی کے زبردست دلائل سے منہ پھیر لیا اور اپنی کھلی باتوں کے نشہ میں حق سے انکار کر دیا پس بھائیو! آپ صاحبان کی خدمت میں میری یہ التماس ہے کہ آپ اُس راہ پر قدم نہ ماریں جس راہ پر پہلی قوموں نے چلکر حق کا انکار کر دیا اور سچائی کو قبول نہ کیا۔

مَیں نے گذشتہ پرچہ میں آپ صاحبان کے غور کے لیئے یہ امر پیش کیا تھا کہ دیکھو خدا تعالٰی نے اپنے وعدوں کے مطابق جو اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وفات کے بعد کئے تھے اس قوم کو کس راہ پر چلایا۔ آپ صاحبان اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ

خلیفہ اوّل کو خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جو حضرت مسیح موعود کے الہامات اور آپ کی الوصیت میں موجود ہے ہم میں کھڑا کیا۔ پس یقیناً سمجھو۔ ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ یقیناً سمجھو کہ جس راہ پر اس شخص نے ہمیں چلایا وہ یقیناً یقیناً سچی راہ ہے۔ وہی جماعت احمدیہ کے لیئے سلامتی کی راہ اور خیر کا طریق ہے۔ وہ خدا کے وعدہ کے مطابق آیا۔ اس لیئے یہ کہنا کہ اس نے نعوذ باللہ قوم کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ ایسا کہنا اُس خدا پر اعتراض کرنا ہے جو چالیس سال تک تمہارے پیارے امام سے ہمکلام رہا۔ جس راہ پر خلیفۂ اوّل نے جسکے ذریعہ سے خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا کیا۔ قوم کو چلایا اُسے خلیفہ اوّل کی بتائی ہوئی راہ نہ سمجھو بلکہ اُس کو خود خدا کی بتائی ہوئی راہ سمجھو۔ کیونکہ در اصل خدائے تعالیٰ نے اپنے صریح اور متواتر وعدوں کے مطابق ہماری دستگیری فرماکر ہمیں راہ راست پر چلایا اور خلیفہ اوّل تو صرف ایک واسطہ تھا جس کے ذریعہ خدائے تعالیٰ نے ہماری راہ نمائی فرمائی۔ پس جس سڑک پر خلیفۂ اوّل نے قوم کو چلایا اور جس سڑک کو اختیار کرنے کے لیئے اُس نے ہمیں ہدایت دی اور نہ صرف ہدایت دی بلکہ سخت تاکید کی اور اس کے سوا کسی اور سڑک کا اختیار کرنا ہمارے لیئے مہلک سمجھکر ہمیں اُس سے نہایت ہمدردی اور شفقت سے ایک سچے خیر خواہ کی طرح روکا۔ اگر آپ صاحبان کو خدائے تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان ہے تو یقیناً سمجھو کہ اُس نے یہ سڑک خدا کے منشاء کے ماتحت ہمیں دکھلائی اور اُس پر چلایا۔ پس آج اگر کوئی شخص اُس بزرگ اور برگزیدہ انسان کی بتائی ہوئی راہ کے برخلاف تمھیں کسی راہ کی طرف بلاتا ہے تو تم ایسے شخص کی آواز پر کان نہ رکھو اور اُس سڑک کو چھوڑ کر جس پر خدا کا مقرر کردہ خلیفہ اوّل تمھیں چلا گیا کسی اور سڑک کی طرف نہ جاؤ۔ دیکھو بھائیو! ایک راہ ہے۔ اور جس شخص کو خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اور اُس خوشخبری کے مطابق جو مسیح موعودؑ نے اپنی الوصیت میں ہمیں سنائی ہم میں اسی طرح کھڑا کیا جس طرح انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا وہ تمھیں اس راہ سے روک گیا اور نہایت ہی ہمدردی کے لہجوں میں بار بار اُس نے تم کو متنبہ کیا کہ خبردار یہ راہ اختیار نہ کرنا

بلکہ میرے بعد اُسی راہ پر قدم مارتا جس راہ پر ہم نے تم کو چلایا ہے۔

اب اگر کوئی دوسرا شخص اُس کی وفات کے بعد جسکو خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ہماری رہنمائی کے لیئے ہم میں کھڑا کیا تمھیں اُسی راہ کی طرف بلائے جس راہ سے خدا کا مقرر کردہ پیشوا اور امام ہمیں ڈراتا رہا تو بھائیو! تم ہی انصاف سے بتلاؤ کہ تم کس شخص کے پیچھے جاؤ گے۔ کیا اُس شخص کی پیروی کرو گے جسکو خدائے تعالیٰ نے تمھاری رہنمائی کے لیئے اپنے وعدہ کے مطابق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کے مطابق تم میں کھڑا کیا یا کسی دوسرے شخص کا اتباع کرو گے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد خدائے تعالیٰ نے ایک مقدس انسان کو ہمارا پیشوا بنایا۔ اس مقدس انسان نے ہمیں ایک سڑک پر چلایا اور اپنی وفات کے وقت ہمیں ارشاد فرمایا کہ میرے بعد اس سڑک کو نہ چھوڑنا۔ اور اپنی زندگی میں بھی یہی سمجھاتا رہا کہ یہی سڑک تمھارے لیئے سیدھی سڑک ہے۔ اب جب اس نے آنکھیں بند کیں تو ایک شخص تم میں کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اس راہ کو چھوڑ دو۔ یہ غلط راہ ہے۔ اب بھائیو تم خود سوچ لو۔ کہ تمھیں کس شخص کی آواز پر کان رکھنا چاہیئے۔ آیا اس شخص کی آواز پر جو خدا کے وعدہ اور الوصیت کی بشارت کے مطابق تم میں اسی طرح کھڑا کیا گیا جس طرح صحابہؓ میں حضرت ابو بکرؓ کھڑا کیا گیا اور بنی اسرائیل میں یوشع بن نون یا اس دوسرے شخص کی آواز پر جو اس مقدس انسان کی بتائی ہوئی راہ کو غلط راہ قرار دیتا ہے اس کا فیصلہ تم خود کرلو۔ خود انصاف سے سوچو۔ اور ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ اور بتاؤ کہ تمھارے لیئے سلامتی کی راہ کونسی ہے۔

پھر ایک اور امر آپ کے لیئے قابل توجہ یہ ہے کہ تم اس شخص کو جس کو خدا نے تمھارا پیشوا بنایا مہدی بھی کہتے ہو٭ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی نسبت فرمایا کہ وہ نبوت کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہے اور وہ میری ایسی اتباع کرتا ہے جیسے کہ نبض دل کی حرکت کی اتباع کرتی ہے بلکہ یہاں تک بھی تم کہتے ہو کہ اس کا وجود گویا خود مسیح موعودؑ کا وجود تھا اور اُس کا زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہی زمانہ تھا۔ جب تم یہاں تک اُس کے روحانی مرتبہ اور کمال کے قائل ہو تو پھر تم کیوں خلافت جیسے مسئلہ

٭ [illegible]

میں اُس کو غلطی پر سمجھتے ہو اور کیوں یہ خیال کرتے ہو کہ جس سڑک پر اُس نے جماعت احمدیہ کو چلایا وہ غلط راہ ہے۔ آؤ میں آپ کو بتاؤں کہ اس مقدس انسان جس کو تم مہدی مانتے اور جس کا وجود اور زمانہ تم خود حضرت مسیح موعود کا وجود اور زمانہ قرار دیتے ہو۔ اُس مقدس انسان کی تعلیم امور متنازعہ فیہا کے بارہ میں کیا تھی۔

خدائے تعالیٰ کا مومنوں کو حکم ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا ۔ یعنی سب کے سب خدائے تعالیٰ کے رستے کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ نہ کرو۔ یہ ایک الٰہی حکم ہے جس کی تعمیل احمدی جماعت کا فرض ہے۔ اور تم سب اس بات کا اقرار کروگے کہ بے شک احمدی جماعت کا یہ فرض ہے کہ اس آیت پر عمل کریں۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اُس مقدس انسان کے نزدیک جو علاوہ مقدس ہونے کے علم و فضل میں بھی بے نظیر تھا احمدیہ جماعت اس آیۃ پر کس طرح عمل کر سکتی تھی یعنی احمدیہ جماعت کس طرح حبل اللہ کو پکڑ سکتی اور تفرقہ سے بچ سکتی۔ مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کے لیئے خلیفہ کے وجود کو حبل اللہ قرار دیتا تھا اور اُس کے نزدیک جماعت تفرقہ سے اسی طرح بچ سکتی تھی کہ وہ ایک خلیفہ کے ماتحت ہو اور اُسکی فرمانبرداری اپنا فرض سمجھتی ہو۔ اگر تمہیں میرے اس بیان میں شک ہے تو مَیں اُس برگزیدہ انسان کے اصل الفاظ آپکے سامنے پیش کرتا ہوں :۔ اُس نے تمہیں مخاطب کر کے خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ”تم اس حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو۔ یہ بھی خدا ہی کی رسن ہے۔ جس نے تمہارے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر دیا ہے“ اب مَیں آپ صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ نصیحت اس قابل نہیں ہے کہ تم اسپر عمل کرو۔ کیا اس برگزیدہ وجود کے یہ الفاظ صحیح نہیں ہیں۔ وہ ایک خلیفہ کو ماننا اور اُس کی اطاعت کرنا حبل اللہ کو پکڑنا قرار دیتا ہے۔ پس اگر تم قرآن شریف کے اس حکم پر عمل کرنا اپنے لیئے ضروری سمجھتے ہو تو آؤ سب کے سب خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی تفسیر اور اُس کے فیصلے کے مطابق ایک خلیفہ کی اطاعت اختیار کر کے تفرقہ سے بچ جاؤ۔ پھر ایک اور موقعہ پر اُس نے فرمایا۔ ” اس وقت مردوں۔ عورتوں۔ بچوں کے لیئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اور اس وحدت کے لیئے ان بزرگوں میں سے

کسی کی بیعت کرو۔" دیکھو یہاں بھی وہ وحدت کے لیئے ایک شخص کو خلیفہ اور پیشوا تسلیم کرنا اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ پھر دیکھو نہایت ہی کھلے الفاظ میں اُس نے ایک اور موقعہ پر فرمایا۔ "پھر یاد رکھو کہ میں اجتماع کو ضروری سمجھتا ہوں۔ اجتماع پر خدائے تعالیٰ کے بہت بڑے فیضان اور برکات نازل ہوتی ہیں۔ اسلیئے اسکی بہت بڑی تاکید قرآن مجید میں آئی ہے مگر یاد رکھو کہ اجتماع ہمیشہ ایک ہی شخص پر ہو سکتا ہے۔ ایک درخت کی خواہ لاکھ شاخیں ہوں اور سب کی سب پانی میں بھی ہوں تو بجائے اس کے کہ وہ سرسبز ہوں وہ سب کی سب خشک اور مردہ ہو جائیں گی۔ بلکہ پانی کو بھی متعفن کرینگی۔ اسی طرح پر اگر مسلمان ایک شخص کے ہاتھ پر اکٹھے نہ ہوں تو انکی حالت اس درخت کی ٹہنیوں کی سی ہوگی۔ اگر وہ درخت کے ساتھ رہیں گی تو سرسبز رہیں گی ورنہ نہیں۔"

دیکھو بھائیو! یہ کیسے پیارے اور کیسے سچے لفظ ہیں۔ کیا تمھیں ان کے سچا ہونے میں کچھ شک ہے۔ پھر تم کیوں ان الفاظ کی قدر نہیں کرتے۔ خدا کے لیئے سوچو۔ کیا اس سے بہتر بات تم میں سے کوئی شخص پیش کر سکتا ہے۔ تم میں کہاں ہے وہ انسان جو اُس صادق کے ان کلمات میں کوئی نقص یا غلطی بتا سکے۔ بھائیو! اپنے عقلی ڈھکوسلے جانے دو۔ نبوت کے چشمہ سے نکلی ہوئی باتوں کو مضبوط پکڑو اور طرح طرح کے شبہات کے کوڑا کرکٹ کو ایمان کی آگ سے جلا دو۔ تمھارا یہ عذر قابل سماعت نہیں کہ موجودہ خلیفہ میں یہ نقص ہے۔ فلاں عیب ہے۔ اگر یہ نقص نہ ہوتا اور فلاں غلطی نہ ہوتی تو ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔ میں تمھیں سچ کہتا ہوں کہ یہ سب وساوس ہیں جو شامت اعمال سے تمھارے دل میں داخل ہو کر تمھیں اجتماع کے فیضان آلہی سے محروم کر رہے ہیں۔ تمھارے ان وساوس کے دور کرنے کے لیئے تو الوصیت کا وہی فقرہ کافی تھا جسمیں پیشگوئی کے رنگ میں لکھا تھا کہ ممکن ہے کہ وہ بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض بھی ٹھہرے۔ پس بھائیو! تمھیں چاہیئے تھا کہ اس فقرہ کو پڑھکر ڈر جاتے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ایک لڑکے کے بارہ میں جس کا اُس نے خدا کی پیشگوئیوں کے مطابق بشیر الدین محمود احمد نام رکھا اور جس کے لیئے اُس نے بڑی بڑی دعائیں کیں اعتراض

کی زبان نہ کھولتے۔ مگر خدا کی تقدیر پوری ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے میں تمہاری خدمت میں ادب سے گذارش کرتا ہوں۔ کہ ان وساوس کو فیضان الٰہی کے رستے میں روک نہ بننے دو۔ اور اگر تمہارے دل میں کوئی اعتراض کھٹکتا بھی ہے تو اسکو اپنے ایمان کی قوت سے دُور کر کے خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو تا الٰہی فیضان تم پر نازل ہوں۔ تم خدائے تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لاؤ اور یقین کرو کہ وہ قادر ہے کہ محمود کے ذریعہ جس کو تم بعض دھوکہ دینے والے خیالات کے سبب نعوذ باللہ مذموم ٹھہراتے ہو تم پر رحمت اور فضل کے دروازے کھولدے اور جس فیضان کے متعلق اُس کا وعدہ ہے کہ وہ خلفاء کے ذریعہ جماعت پر نازل کرتا ہے اور جس فیضان کے حاصل کرنیکے لیئے تمہارے خلیفۂ اوّل نے تمھیں تاکید کی وہ وعدہ اسی محمود کے ذریعہ پورا کردے۔ کیا تمہارا اس بات پر ایمان نہیں کہ جس فیضان کی تمہارے خلیفہ اوّل نے تمھیں خبر دی وہ فیضان خدائے تعالیٰ محمود کے ذریعہ تم پر نازل کرسکتا ہے کیا تمھیں اس بات پر ایمان نہیں کہ اجتماع پر فیضان الٰہی نازل ہوتا ہے۔ اور کیا تم حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے قول کو قبول کرنے کے لیئے تیار نہیں جو مَیں اوپر نقل کرچکا ہوں۔ اگر تمھیں ایمان ہے تو پھر کونسی چیز تمھیں اس فیضان الٰہی کے نیچے آنے سے روکتی ہے۔ تم خود کیوں اس فیض سے اپنے تئیں دُور رکھے ہوئے ہو۔ کیا تمھیں خدائے تعالیٰ کی رحمتوں اور فیضان کی ضرورت نہیں۔ کیا تم اپنی بہتری کے خواہاں نہیں۔ دیکھو تمہارے اُس پیشوا کا جو ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو تم میں سے اُٹھایا گیا کیسا قابلِ رشک ایمان تھا۔ اُس نے فرمایا۔ "میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت صاحب کی لڑکی حفیظہ کو امام بنا لیتے تو سب سے پہلے مَیں بیعت کرلیتا اور اُس کی ایسی ہی اطاعت کرتا جیسی مرزا کی فرمانبرداری کرتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پورے ہو جائیں گے"۔ دیکھو! ان پیارے کلمات پر غور کرو۔ کیسا ایمان ان الفاظ سے ٹپکتا ہے کیا تم نہیں چاہتے۔ کہ تمہارا بھی ایسا ہی ایمان ہوتا جیسا کہ اس برگزیدہ انسان کا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر اَمۃ الحفیظ کو بھی..... امام بنایا جاتا تو سب سے پہلا شخص جو اُس کے ہاتھ پر بیعت

کرتا وہ میں ہوتا اور اُس کی ایسی ہی اطاعت کرتا جیسی خود مسیح موعودؑ کی کیا کرتا تھا اور میں یقین رکھتا کہ خدائے تعالیٰ اپنے فیضان کو اس لڑکی کے ذریعہ بھی نازل کر دیگا۔ کیا یہ ایسا ایمان نہیں کہ ہم سب کو اس کے مقابل میں اپنے ایمان کو دیکھکر شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ حضرت مسیح و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سچ فرمایا تھا ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے ٭ ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بودے

پس بھائیو! کیا تمھیں اس ایمان پر رشک نہیں آتا۔ وہ تو یقین کرتا تھا کہ اگر اس الحفیظہ کو بھی خلیفہ بنا کر اُس کے ہاتھ پر بیعت کیجائے اور اُس کی اطاعت کیجائے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو اُسی کے ذریعہ پورا کر دیگا۔ اور ہم میں سے بعض ایسے ہیں کہ محمود کے ہاتھ پر بیعت کر کے فیضان الٰہی حاصل کرنیکے لیئے تیار نہیں۔ بھائیو! دوڑو۔ اس ایمان سے حصہ لو جو نورالدین کا ایمان تھا اور اُسی کی طرح یقین کرو کہ خدائے تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ محمود کے ذریعے اپنے فیضان نازل کر سکتا ہے۔ سب شبہات کو آگ لگا دو اور اگر تمھارے دل میں اپنے پیارے مسیحؑ کی محبت ابھی باقی ہے تو قادیان کیطرف دوڑو اور اُس کے بیٹے کے ہاتھ پر جس کے متعلق اُس کی دعاؤں کو تم نے خود بارہا پڑھا ہوگا اور جس کو اُس نے خدا کی پیشگوئیوں کے مطابق بشیر اور محمود احمد کے نام سے پکارا بیعت کر کے فیضان الٰہی کے وارث بنجاؤ۔

بعض بھائیوں نے تم سے یہ کہا کہ اوّل تو خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن اگر خلیفۂ اوّل کی وصیّت کا پاس کرنا ہی تمھیں منظور ہے تو ایک شخص کو ایک امتیازی حیثیت دیدو۔ لیکن ہر امر میں اُس کی اطاعت لازم نہ ہوگی۔ بھائیو! اگر خلیفۂ اوّل کی زندگی میں اُس کو اس بات کا علم دیا جاتا کہ خلیفہ کے وجود کو تو ہم غیر ضروری بلکہ مضر سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ آپ کی رعایت ہمیں بہت منظور ہے اس لیئے ہم آپ کا زیادہ سے زیادہ اس قدر لحاظ رکھیں گے کہ ایک شخص کو ایک امتیازی حیثیت دیدیں گے لیکن ہم پر اُس کی اطاعت لازم نہ ہوگی۔ کرینگے ہم وہ جو ہمیں خود اچھا معلوم ہوتا ہے۔ صرف آپ کی وصیّت کی خاطر ہم ایک شخص کو امتیازی حیثیت دیدینگے اور آپکی وصیّت کو پورا

کرنے کیلئے ہم اُس کا نام تو خلیفہ ہی رکھدینگے۔ مگر وہ ہمارا مطاع نہ ہوگا۔ تو تم خود ہی بتاؤ کہ کیا آپ کی یہ خاطرداری اُسے خوش کرتی ؟ ہرگز نہیں۔ اگر تمھیں اُس برگزیدہ انسان کی تعلیم اس وقت بھول گئی ہے تو بطور یاددہانی کے اُس کے چند اقوال آپکے سامنے پیش کرتا ہوں تا آپ کو معلوم ہو کہ خلیفہ اُس کی نظر میں کیا حیثیت رکھتا تھا اور خلیفہ کا ماننا اور اس کی اطاعت اُس کے نزدیک کیسی ضروری اور لازم تھی۔

خلافت قبول کرتے وقت اُس نے تمھیں مخاطب کرکے فرمایا ؛۔

"اب تمھاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں۔ تمھیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمھیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اُٹھاتا ہوں"

دیکھو اطاعت کو وہ خلافت کے لیئے پہلی شرط ٹھہراتا ہے۔ اُس نے کھول کر تمھیں بتلادیا کہ تمھارا یہ فرض ہوگا کہ تم خلیفہ کے احکام کی تعمیل کرو خواہ اُس کے احکام تمھارے خیالات اور تمھاری مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ طوعاً و کرہاً تمھیں خلیفہ کی اطاعت کرنی ہوگی۔

وہ خلیفہ کے اختیارات کو ایسا وسیع سمجھتا تھا کہ وہ یہ بھی جائز نہیں سمجھتا تھا کہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر کسی مسئلہ پر بحث مباحثہ اور رائے زنی کی جائے۔ اُس نے لاہور میں ایک تقریر میں فرمایا ؛۔

"پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا۔ ان پر رائے زنی نہ کرو"

خلیفہ کی اطاعت کے متعلق اُس نے ایک موقعہ پر فرمایا ؛۔

"ماموروں کے خلفاء سب ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر مامور صادق راستباز ہے تو اُس کا جانشین اُسی اصل کا حکم رکھتا ہے"

پس اگر حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت تم پر لازم تھی تو اُس کے جانشین کی اطاعت بھی تم پر لازم ہے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کی اطاعت کو کیسا ضروری سمجھتا تھا اور اُن پر اعتراض کرنا کیسا بُرا سمجھتا تھا۔ آؤ یہ بھی میں تمھیں اُسی کے الفاظ میں سناؤں

اُس نے فرمایا :-

"پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اُسے کہونگا آدم کی خلافت کے آگے سجود ہو جاؤ تو بہتر اور اگر وہ اِبی اور استکبار کو اپنا شعار بناکر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔"

آج کل بڑا اعتراض حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خلافت پر یہ کیا جاتا ہے کہ اس خلافت کے ماننے والوں کے نزدیک جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء کا انکار کرتا ہے وہ قرآن شریف کی آیت کے رُو سے فاسق ٹھہرتا ہے۔ آج تو انکو اعتراض سوجھا اور اسی اعتراض کی بنا پر کہتے ہیں کہ ہم ایسے خلیفہ کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں جس کے نزدیک منکران خلافت احمدیہ پر قرآن شریف کی وہ آیت صادق آتی ہے جس میں لکھا ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ مگر تعجب ہے کہ آج انکو یہ اعتراض سوجھا مگر اس خلیفہ سے جو پہلے خلیفہ گذرا اُس نے تو کہا جو میرے آگے سربسجود نہیں ہوتا وہ ابلیس ہے اور اُس کا وہی حال ہوگا جو آدم کے مقابل میں ابلیس کا ہوا۔ پھر میں ان صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ اگر آج اس عذر کی بنا پر کہ خلافت احمدیہ کے منکر کو حسب آیت قرآنی فاسق کیوں ٹھہرایا جاتا ہے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ خلیفۂ اوّل نے جب ابلیس کا فتویٰ احمدیہ بلڈنگس میں کھڑے ہو کر علی الاعلان شائع کیا تو اسوقت کیوں خاموش رہے اور کیوں یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی کہ اس شخص کو ہم خلیفہ ماننے کے لیئے تیار نہیں کیونکہ یہ اپنے منکرین کو ابلیس کا خطاب دیتا ہے۔ بھائیو! اگر آپ کا یہ اعتراض درست ہے تو بتاؤ کہ خلیفہ اوّل پر یہ اعتراض کیوں نہ کیا۔ اب اسی بات کی آڑ میں خلافت سے انکار کر رہے ہو۔ اسوقت آپ صاحبان کی زبان کیوں نہ بولی۔ اب تو تم کہتے ہو کہ ہم ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرکے اپنے ایمان کو ضائع نہیں کرسکتے جس کے نزدیک خلافت احمدیہ کا منکر اولٰئک ھم الفسقون کے فتوے کے نیچے آجاتا ہے۔ مگر تم نے اسی آدمی

کو خلیفہ تسلیم کر کے اپنے ایمان کو کیوں ضائع کیا جس نے اپنے منکرین کے حق میں ابلیس کا فتویٰ جاری کیا۔ اب تو تم کہتے ہو کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہم محمود کو یہ سمجھاتے رہیں گے کہ تو اپنے اس عقیدہ میں غلطی پر ہے مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تم ایسے ہی صداقت کے دلدادہ ہو۔ تو پھر تم نے اُس پہلے خلیفہ کو کیوں نہ سمجھایا جس نے تمہارے درمیان کھڑے ہو کر کہا کہ میری اطاعت سے منہ پھیرنے والا ابلیس ہے۔ اگر تمہارے عذر میں کچھ قوت ہے تو خلیفۃ المسیح اوّل کے وقت میں تم نے اس عذر کی بنا پر کیوں اُسکی خلافت سے انکار نہ کیا۔ اے صداقت کے شیدائیو! اور غلطی کی بیخکنی کا دعویٰ کرنے والو!! اس غلطی کی بنا تو اس وقت پڑی جبکہ خلیفۂ اوّل نے اپنے منکر کا نام ابلیس رکھا۔ اُسوقت تمھیں اس غلطی کی بیخ کنی کی کیوں فکر نہ ہوئی اور اُسوقت تم نے جماعت احمدیہ کو اس خطرناک عقیدہ سے کیوں متنبہ نہ کیا۔ اے جماعت احمدیہ کے خیر خواہو! کیا وجہ ہے کہ اِسوقت تم میں جماعت احمدیہ کی ہمدردی نے اسقدر جوش مارا ہے۔ اور تم دن رات کوشش میں لگے ہوئے ہو کہ جماعت کو ان غلطیوں سے متنبہ کرو مگر جس شخص نے اس خطرناک غلطی کی بنیادی اینٹ احمدیہ بلڈنگس میں ایک بڑے مجمع کے سامنے تمہارے دیکھتے ہوئے رکھی۔ کیا وجہ ہے کہ اُسوقت تم نے اُس اینٹ کے اکھیڑنے کی فکر نہ کی اور جب وہ گذر گیا اُس وقت تمھیں خیال آیا کہ ان غلطیوں کی بیخ کنی کی جاوے۔

بھائیو! کوئی ایسی غلطی نہیں جس کو اب تم جماعت احمدیہ میں سے دور کرنا چاہتے ہو اور اُس کی اوّل اینٹ خلیفۂ اوّل کے ہاتھ سے نہیں رکھی گئی؟ فاسق کے فتوے پر اب تم اسقدر زور دے رہے ہو مگر ابلیس کا فتویٰ تم نے اپنے کان سے سُنا اور تم خاموش رہے۔ اب خدا کے آگے کیا جواب دو گے۔ اگر تم نے خدا کے آگے خلیفہ ثانی کے نہ ماننے کا یہ عذر پیش کیا کہ اُس نے خلافت احمدیہ کے منکروں کے حق میں قرآنی آیت کے مطابق فاولٰئک ھم الفسقون کا فتویٰ دیا تھا اور خدائے تعالیٰ نے تم سے سوال کیا کہ اس سے پہلے خلیفہ نے تو ابلیس کا فتویٰ

دیا۔ پس اگر تمھارا یہ عذر درست ہے تو تم نے خلیفہ اوّل کا کیوں انکار نہ کر دیا تو بتاؤ اسوقت تم کیا جواب دو گے؟

مَیں کہہ چکا ہوں کہ ہر ایک بات جس کو اب تم غلطی قرار دے رہے ہو اُسکی اوّل اینٹ خلیفہ اوّل کے ہاتھ سے رکھی گئی۔ اب تو تم نے اسقدر شور و غوغا مچا رکھا ہے۔ اور واویلا پکار رہے ہو مگر خلیفہ اوّل کے وقت میں آپ صاحبان نہ بولے۔ مثلاً اب تم کہتے ہو کہ جماعت احمدیہ میں خلافت کا سلسلہ نہیں ہونا چاہیئے مگر اُس نے بار ہا تمھیں سُنایا کہ میرے بعد بھی خلیفہ ہوگا اور وہ تم پر ایسا ہی حکمران ہوگا جیسا مَیں ہوں۔ مَیں ابھی اُس کے وہ الفاظ نقل کر چکا ہوں جن میں اُس نے فرمایا:۔

"جب تک خلیفہ نہیں بولتا۔ یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا۔ ان (اور) پر رائے زنی نہ کرو۔"

دیکھو یہ وہی الفاظ ہیں جو تم نے احمدیہ بلڈنگس میں عام مجمع میں اُسکی زبان سے سُنے۔ اور اُسوقت اُس نے تمھیں اپنے بعد کے خلیفہ کی بھی خبر دی اور اسطرح اُس نے ایک خلافت کے سلسلہ کی بنیاد احمدیہ بلڈنگس میں کھڑے ہو کر تمھارے سامنے ڈالدی مگر اے میرے دلیر بھائیو! تم اُسوقت خاموش رہے۔ خلافت کی پہلی اینٹ تو وہ خود تھا اور دوسری کے لیئے وہ تمھارے سامنے پٹڑی جما گیا۔ مگر تم نہ بولے۔ کہ حضرت آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ ہم نے آپ کو تو بطور استثنا خلیفہ مان لیا تھا۔ مگر ہم احمدی سلسلہ میں کسی خلافت کی بنیاد پڑنا احمدیہ سلسلہ کے لیئے مضر اور الوصیت کے برخلاف اور حضرت مسیح موعودؑ کی زبانی تشریحوں کے مخالف سمجھتے ہیں۔ پس آپ کیوں بعد کے خلفاء کے لیئے پٹڑی جماتے ہیں۔ ہم آپکے بعد کسی خلیفہ کو نہیں مانیں گے۔ اور اگر بھائیو! تم میں یہ جرأت نہ تھی کہ اُس کے سامنے بولتے تو کم از کم جماعت کو ہی متنبہ کر دیتے کہ یہ ایک بالکل غلط پٹڑی ہے جو خلیفہ اوّل جما رہا ہے ہمیں موجودہ خلیفہ کے بعد کسی دوسرے خلیفہ کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے اگر تم نے اسکے متعلق کچھ لکھا تو اسوقت جبکہ تم نے یقین کر لیا کہ اسکی زندگی اب کچھ دن ہی باقی رہ گئی ہے اور

اسکو شائع بھی اُسوقت کیا جب ہائے نورالدین چل بسا کی آواز ہمارے کانوں میں پہنچی۔ افسوس! پھر اتنے پر ہی اُس نے بس نہ کی۔ اُس نے اُسی بھرے مجمع میں تمہیں مخاطب کرکے فرمایا:۔

”میں جب مرجاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا آپ اُسے کھڑا کر دیگا“

پھر اُسی جلسہ میں اُس نے تمھیں سُنایا کہ

”تھوڑے دن صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کریگا“

پس بھائیو! اگر خلافت احمدیہ کا سلسلہ ایک غلط سلسلہ ہے تو بتاؤ کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اُس کی بنیاد اوّل تم نے خود ایک خلیفہ کے آگے سر تسلیم خم کرکے اور اُسے خلیفۃ المسیح کہکر ڈالی اور پھر اُس بنیاد کو اس خلیفہ نے آکر اور بھی مضبوط کردیا۔ پس اگر یہ غلطی ہے تو اُس کے اوّل بانی تم خود ہو اور تمھارے بعد خلیفہ اوّل جس کو خدائے تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق تمھارے درمیان تمھاری رہنمائی کے لیئے کھڑا کردیا۔ پھر اُس بندۂ خدا نے اسی پر بس نہ کی۔ ایک دن قوم کے لیئے اُس کے دل میں سخت درد پیدا ہوا اور قوم کی حالت کو دیکھ کر وہ سخت اضطراب کی حالت میں ہوگیا۔ اور اُس نے دیکھا کہ مَیں اس قوم کو چھوڑنے والا ہوں مگر یہ قوم ابھی تربیت کی محتاج ہے اور ایک لیڈر کی اسکو ضرورت ہے تو وہ سخت اضطراب کی حالت میں گھبرا کر اپنے مولیٰ کے آستانہ پر گر پڑا۔ اور اُسکو اپنے مولیٰ پر بڑا بھروسہ تھا کہ وہ اُسکی التجاؤں کو سُنتا اور اُس کی دعاؤں پر کان رکھتا اور اُسکی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اُس نے اپنے مولیٰ کے آگے قوم کی حالت کو پیش کرکے اُس دردِ دل کا اظہار کیا جو قوم کی نسبت اُسکے سینہ میں تھا اور خدائے تعالیٰ کے حضور ایک عرضداشت کی۔ وہ عرضداشت کیا تھی۔ وہ عرضداشت یہی تھی کہ اے مولیٰ اسوقت قوم کی حالت میرے لیئے اضطراب کا موجب ہورہی ہے تو میرے بعد ان میں ایک ایسا شخص کھڑا کریو جس میں قوت جاذبہ ہو وہ کاہل و سست نہ ہو۔ ہمت بلند رکھتا ہو۔ باوجود ان باتوں کے وہ کمال

استقلال رکھتا ہو۔ دعاؤں کا مانگنے والا ہو۔ تیری تمام رضاؤں یا اکثر کو پورا کیا ہو
قرآن و احادیث سے باخبر ہو۔ پھر اسکو ایک جماعت بخش۔ اور وہ جماعت ایسی ہو
جو نفاق سے پاک ہو۔ تباغض اُن میں نہ ہو۔ (آمین)

یہ دعا جو حضرت خلیفۃ المسیح ؓ نے اپنے بعد ایک امام کیلئے کی اُسکو صرف اپنے تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ وہ تڑپ جو اُسکے دل میں اپنی جماعت کے لیئے تھی اس بات کے لیئے محرک ہوئی کہ وہ اس درخواست میں اپنی جماعت کو بھی شریک کرے۔ چنانچہ وہ دعا اُس نے عام مجمع میں پیش کر کے سب کو کہا کہ اس التجا کو بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے میں تم بھی میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ تا ہم سب کی طرف سے یہ درخواست الٰہی دربار میں پیش ہو اور سب کو کہا کہ تم سب آمین کہکر اس درخواست پر اپنے دستخط ثبت کرو۔

دیکھو بھائیو! اُس نے اپنے جانشین کے لیئے کیسی کیسی مضبوط پٹڑیاں جمائیں اور کس طرح دعاؤں کے ذریعہ اس بنیاد کو مستحکم کرنا چاہا۔ مَیں نہیں جانتا کہ اس وقت جو جانشین کے مخالف ہیں اُنہوں نے آمین کہکر اس درخواست پر دستخط کیئے تھے یا نہیں۔ مگر ان بھائیوں کی کارروائی پر جب غور کیا جاتا ہے تو افسوس آتا ہے۔ خدا کا برگزیدہ جماعت کے لیئے ایک امام کی ضرورت کو اسقدر سختی کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ اُسکے لیئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتا ہے۔ اور ہمارے بھائی ہیں جو ایک امام کی ہستی کو ہی لغو سمجھتے ہیں۔ وہ تو خلیفہ کے وجود کو جماعت کے لیئے رحمت کا ذریعہ سمجھتا ہے اور ہمارے بھائی ہیں جو خلافت کے سلسلہ کی شد و مد سے مخالفت کر کے ثواب دارین کے مستحق اپنے تئیں سمجھ رہے ہیں اور اپنے زعم میں قوم کی خیر خواہی کر رہے ہیں۔ دیکھو ان خیر خواہوں میں اور اُس خیر خواہ میں جو تڑپ تڑپ کر ایک امام کے لیئے دعائیں کرتا اور دوسروں کو دعاؤں میں شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے کس قدر فرق ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے اور یہ کس بات کے درپے ہیں۔ وہ ہر ایک کوشش سے ایک پودے کو زمین میں لگاتا ہے اور یہ تبر لے کر اُس کے کاٹنے کے لیئے دوڑتے ہیں۔ اور انہیں اس درد اور اُس اضطراب

اور اس تڑپ کی ذرا بھر بھی پروا نہیں. جو اپنی قوم کے لیئے وہ اپنے دل میں رکھتا تھا۔ وہ رو رو کر دعائیں کرتا اور گڑ گڑا کر التجائیں کرتا ہے اور ممکن ہو کہ یہ بھائی یعقوبؑ کے بیٹوں کی طرح خلیفہ کے معاملہ میں انك لفی ضلالك القدیم کا مصداق اُسے سمجھتے ہوں اور جس طرح یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ پیر کنعان کو کہا تاللّٰہ تفتؤا تذکر یوسف حتیٰ تکون حرضًا او تکون من الھالکین ممکن ہو اسی طرح اِس یوسف کے بھائیوں نے اپنے روحانی باپ پیرِ قادیان کی اس وصیت کو جو اُس کو خلیفہ کے بارہ میں تھی دیکھ کر زبانِ حال سے یہی پکارا ہو تاللّٰہ تفتؤا تذکر یوسف حتیٰ تکون حرضًا او تکون من الھالکین. بھائیو! تمھارے خیالات میں اور تمھارے مرشد کے خیالات میں کس قدر فرق ہے وہ تو جماعت کی بھلائی اس میں دیکھتا ہے کہ ایک امام ہو اور اُس کے ماتحت ایک جماعت ہو اور اس کے لیئے دعائیں کرتا ہے اور تم کہتے ہو کہ کسی خلیفہ اور کسی امام کی ضرورت نہیں۔ اور باوجود اس کے تمھارا یہ دعویٰ ہے کہ مرشد اور مرید کے خیالات میں فرق نہیں ہونا چاہیئے۔

پھر تم موجودہ خلیفہ کو قبول نہ کرنے کیلیئے ایک عذر یہ پیش کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اگر بعض عقائد اور مسائل میں تم کو مجھ سے اختلاف ہو تو یہ امر خلیفہ کی بیعت کرنے میں روک نہیں ہو سکتا۔ ہاں اتنا ضروری ہو گا کہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر انکی اشاعت نہ کی جائے۔ اور کہتے ہو کہ "یہ تو اب غیر اسلامی سلطنتیں بھی نہیں کرتیں کہ مختلف عقائد کے لوگوں کو اپنے عقائد کے اظہار سے روکیں۔ پھر کیا ایک اسلامی خلیفہ ایسا قائم کیا جائیگا جو لوگوں کو یہ کہے کہ فلاں عقائد کو دل میں رکھو اور اُن کو ظاہر نہ کرو" اس کے جواب میں میری عرض ہے کہ ایسا خلیفہ ابھی ہم میں تھا اور تم خود تسلیم کرتے ہو کہ اُس نے تمھیں تمھارے خیالات کے اظہار سے روکا اور تم رُک گئے۔ اُسوقت تم نے اُسکو کیوں نہ کہا کہ "یہ تو اب غیر اسلامی سلطنتیں بھی نہیں کرتیں کہ مختلف عقائد کے لوگوں کو اپنے عقائد کے اظہار سے روکیں" اور تم اسلامی خلیفہ ہو کر لوگوں کو کہتے ہو کہ فلاں عقائد کو دل میں رکھو اور اُن کو ظاہر نہ کرو۔ اُس خلیفہ اوّل نے تو صاف

لفظوں میں تمھیں کہا کہ میری پروانگی کے بغیر تم اختلافی مسائل کو بحث میں نہ لایا کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہی طریق تمھیں میرے جانشین کے وقت میں بھی اختیار کرنا ہوگا۔ چنانچہ اُس نے احمدیہ بلڈنگس میں کھڑے ہو کر تمھیں حکم دیا کہ "جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا۔ ان پر رائے زنی نہ کرو"۔ اب بھائیو مجھے بتاؤ کہ اگر تمھارا یہ عذر درست تھا تو پھر تم نے خلیفۂ اوّل کی خلافت سے کیوں انحراف نہ کیا۔ کیا تمھارے نزدیک اُس نے یہ غلط حکم دیا تھا۔ بھائیو! آپ صاحبان کے مختلف عذرات میں سے کوئی عذر بھی قابلِ سماعت نہیں۔ اگر خلیفہ ثانی کا یہ کہنا.... کہ.... تمھیں اختلافی مسائل پر بدوں اجازت امام کے گفتگو کرنے کی اجازت نہ ہوگی غلط ہے تو اس غلطی کی بنا بھی خلیفہ اوّل نے ہی ڈالی جیسا کہ تم خود اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ اُس نے تم کو بعض خیالات کے اظہار سے روکا اور جیسا کہ اُس حکم سے ظاہر ہے جو میں اوپر نقل کر چکا ہوں۔

اور بھائیو تمھارا یہ عذر بھی غلط ہے کہ جماعت کے افراد کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اُن کے تمام خیالات اور عقائد خلیفہ اور امام کے خیالات اور عقائد کے مطابق ہوں اور چونکہ ہمارے تمام عقائد موجودہ خلیفہ کے مطابق نہیں اس لیئے ہم اپنے تئیں اُس کی جماعت کے اندر شامل نہیں کر سکتے۔ بھائیو تمھارا یہ عذر بھی صرف ایک بہانہ ہے۔ ابھی خلافت کے بارہ میں مَیں خلیفۂ اوّل کے عقائد اور خیالات کو آپ صاحبان کے پیش کر چکا ہوں اور صریحاً ظاہر ہے کہ آپ لوگوں میں سے اگر کُل کے نہیں تو بہتوں کے خیالات خلافت کے بارہ میں حضرت خلیفۂ اوّل کے خیالات کے مطابق نہیں تھے۔ پھر تم کیا اُسکی جماعت میں شامل نہیں تھے۔ تم میں سے بعض خود اس امر کے قائل ہیں کہ بعض خیالات اور عقائد کے اظہار سے خلیفہ اوّل نے اُنکو روکا۔ اگر اُن کے خیالات حضرت خلیفۂ اوّل کے خیالات کے مطابق تھے تو پھر روکنے کے کیا معنے۔

اسی طرح آپ صاحبان اس امر سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ مسئلہ کفر و اسلام کے بارہ میں بھی جماعت میں مختلف خیالات کے آدمی موجود تھے اور باوجود اس اختلاف کے

وہ سب کے سب ایک خلیفہ کے ماتحت تھے۔ اگر آپ کا یہ کہنا درست ہے کہ ایک خلیفہ کے ماتحت ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ سب کے خیالات اور اعتقادات بھی ایک ہی ہوں تو پھر کیوں خلیفہ اوّل نے بعض کو اپنی جماعت سے خارج نہ کر دیا۔ اُس نے تو بارہا کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ تمام جماعت کے افراد کے خیالات میں اختلاف نہ ہو بلکہ ضروری ہے کہ اختلاف ہو۔ اس لیئے میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ تم تمام خیالات میں میرے تابع ہو جاؤ۔ بلکہ میرا مطالبہ تم سے صرف اسقدر ہے کہ اختلافی مسائل کو معرض بحث میں لا کر جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اس لیئے اُس نے اختلاف خیالات کو نہیں روکا بلکہ وحدت کو قائم رکھنے کے لیئے حکم دیا کہ میرے اذن کے بغیر مختلف فیہا مسائل پر تقریرًا یا تحریرًا بحث نہ کرو۔

پھر ایک اور اعتراض تم موجودہ خلیفہ پر یہ کرتے ہو کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکروں کے حق میں وہی فتویٰ دیتا ہے جو ایک رسول اور نبی کے منکر کے حق میں شریعت اسلام کا فتویٰ ہے۔ اگر یہ تمہارے انکار خلافت کی وجہ ہو سکتی ہے تو تمہیں چاہیئے تھا کہ خلیفہ اوّل کی خلافت سے بھی انکار کرتے کیونکہ تم خوب جانتے ہو کہ تم میں سے ایک کے سوال کے جواب میں اُس نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ ہم میں اور غیر احمدیوں میں یہ فرق ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرکے آیۂ کریمہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ سے انکار کیا ہے۔ اس جواب سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو اُسی قسم کے رسولوں میں شمار کرتے تھے جن کا ذکر اس آیۂ کریمہ میں ہے اور اُس کے منکر کے بارہ میں اُن کا وہی فتویٰ تھا جو ایک نبی اور رسول کے منکر کے بارہ میں شریعت اسلام کا فتویٰ ہے۔ لیکن اگر تم زیادہ وضاحت سے حضرت خلیفہ اوّل کا فتویٰ سُننا چاہتے ہو تو آؤ میں تمہیں انہی کے الفاظ میں اُن کا فتویٰ سُنا دوں۔ ایک سائل کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"آپ پوچھتے ہیں کہ جن میں ۹۹ وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو اُسے ہم کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ صاحب۔ یہ حیرت انگیز اور بودا خیال و سوال ہے۔ اور نہایت کمزور ہے۔ اس سوال پر اگر کوئی کہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا۔ فرشتوں

رسولوں۔ انبیاء۔ جزاء و سزا کو نہیں مانتا مثلاً۔ اور یہ پانچ باتیں ہیں۔ لیکن زنا نہیں کرتا۔ یا شراب نہیں پیتا۔ تو اُسے مسلمان کہنا چاہیئے ؟ آپ تو ۹۹ کا سوال فرماتے ہیں۔ میں تو صرف پانچ وجہ کا تذکرہ کرتا ہوں۔ یا ایک شخص فرشتے مانتا ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ تو اس میں ایک وجہ کفر کی۔ اور ایک وجہ اسلام کی ہے۔ کیا آپ اُسے مومن مسلمان کہیں گے۔

"برادرم — سینکڑوں امور کفر کے ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک کا بھی معتقد ہو تو کافر ہو سکتا ہے۔ کجا ۹۹۔ مثلاً کوئی کہے اللہ کا ماننا لغو ہے۔ یا کہے رسول کا اعتقاد بیہودہ ہے تو کیا آپ کو اس کے کفر میں تردد ہوگا۔

"اسرائیلی مسیح کے وقت منکر یہود اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ توریت پر اُن کا ایمان تھا۔ سب رسولوں کو مانتے تھے۔ سوائے حضرت مسیح کے۔ کیا وہ کافر تھے یا نہ تھے؟۔

"ہمارے پاس سردار سید و مولیٰ خاتم الرسل خاتم الانبیا شفیع یوم الجزاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود و نصاریٰ۔ اللہ کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں۔ کتابوں۔ فرشتوں کو مانتے ہیں۔ کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں۔ کافر ہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے۔ تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح۔ موسیٰ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اُس کا منکر کافر ہے۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہو۔ اگر وہ مسیح ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔ یہ محمدی مسیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور اُس کا غلام ہے۔"

بھائیو! آپ نے دیکھ لیا۔ خلیفۃ المسیح اوّل جسکو آپ بھی خلیفہ اور مہدی مانتے ہو۔ اُس کا یہ فتویٰ ہے۔ موجودہ خلیفۃ المسیح نے اس سے بڑھکر کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ پس اگر تم حضرت خلیفۃ المسیح کے فتویٰ کو بطور عذر کے پیش کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ .... حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے مندرجہ بالا فتویٰ کے شائع ہونے پر تم نے شور نہ مچایا۔ اور یہ نہ کہا کہ ہم ایسے شخص کو ہرگز خلیفہ نہیں مان سکتے۔ جو مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور یہ کہ ایسا شخص خلیفۃ المسیح تو کجا متقی

بھی نہیں کہلا سکتا۔ بھائیو۔ تم خدائے تعالیٰ کے آگے کیا جواب دو گے۔ جن امور کو تم اِسوقت بطور وجوہات انکار خلیفہ پیش کرتے ہو۔ وہی باتیں پہلے خلیفہ میں موجود ہیں۔ تم ایک کو مانتے اور دوسرے کا انکار کرتے۔ پس کیا تمھارے یہ عذر خدا کے نزدیک قبول کیئے جانیکے قابل ہیں۔ خود ہی انصاف کرو۔ دیکھو۔ تم نے غیر احمدیوں کے حق میں آیت لا نفرق بین احد من رسلہ کے ماتحت بھی خلیفہ اوّل کا فتویٰ سُن لیا۔ اور اس فتویٰ کے تم خود گواہ اور اس سے تم خوب آگاہ ہو۔ پھر اُس نے یہ بھی صاف الفاظ میں لکھدیا۔ کہ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں۔ اس سے بڑھکر موجودہ خلیفہ نے کیا بات کہی کہ تم اسقدر بگڑ گئے یا در اصل نیت ہی صاف نہیں۔

پھر تم نے ایک اور نئی بات بنائی ہے کہ شرعی معنوں میں مسیح موعودؑ نبی اور رسول نہ تھے لیکن تمھارے خلیفہ اوّل کے وہم میں یہ بات نہ آئی تھی ورنہ وہ حضرت مسیح موعود کو آیۂ لا نفرق بین احد من رسلہ کے ماتحت نہ لاتا اور جب اُس نے کہا کہ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں۔ تو یقیناً لفظ رسول سے اُس کی مراد وہی رسول تھا جس کو شرعی اصطلاع میں رسول کہتے ہیں۔ ہر دو بزرگوں کو وہ مسیح رسول کے نام سے پکارتا ہے۔ اور مخالف کے آگے یہ امر بطور حجت ملزمہ کے پیش کرتا ہے کہ اگر ایک کے انکار سے کفر لازم آتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے کے انکار سے کفر لازم نہ آئے جبکہ دونوں مسیح اور دونوں رسول ہیں پس اس امر سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے جیسا اسرائیلی مسیح کے ساتھ لفظ رسول شرعی معنوں میں استعمال کیا۔ ایسا ہی محمدی مسیح کے ساتھ لفظ رسول شرعی معنوں میں استعمال کیا۔

بھائیو! آپ کوئی ایسی بات پیش نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے تمھیں موجودہ خلیفہ کی خلافت قبول کرنے سے انکار ہے اور وہ بات خلیفہ اوّل کی خلافت کے زمانہ میں موجود نہ ہو۔ ایک بڑی بات تم پیش کرتے ہو کہ موجودہ خلیفہ نے انجمن کی آزادی چھین لی ہے۔ اور یہ اعتراض تم اس بنا پر کرتے ہو کہ انجمن نے خلیفہ وقت کو اسلامی تعلیم کے مطابق اپنا مطاع قرار دیا۔ مگر کیا انجمن کے ممبر اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ یہ انجمن خلیفہ اوّل کے وقت میں بھی ان معنوں میں

آزاد نہ تھی بلکہ خلیفہ اوّل جو چاہتا انجمن سے کرا لیتا۔ خواہ وہ امر کیسا ہی ممبران انجمن کی رائے کے برخلاف کیوں نہ ہو۔ ایک دو مرتبہ بے شک بعض سرکردہ ممبران نے اپنی خیالی آزادی کے قائم کرنے کے لیئے ہاتھ پیر مارے مگر خلیفہ کے سامنے کچھ پیش نہ چلی آخر انہوں نے دیکھ لیا کہ خلیفہ کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں اس لیئے چار و ناچار اُس کے آگے سر جھکا دیا اور پھر تو ایسے مطیع ہو گئے ہیں اور خلیفہ کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے لگ گئے جس طرح اونٹ اس شخص کے پیچھے چلتا ہے جس کے ہاتھ میں اُس کی مہار ہو۔ پس بھائیو تم جو یہ عذر کرتے ہو کہ موجودہ خلیفہ نے انجمن کو آزاد نہیں رکھا بلکہ انجمن نے اسکو اپنا مطاع قرار دیا ہے اس لیئے ہم اس کی خلافت قبول کرنے سے معذور ہیں میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ تم کس منہ سے اس عذر کو خدا کے آگے پیش کرو گے جبکہ خلیفہ اوّل کے وقت میں انجمن کو یہ آزادی حاصل نہ تھی اور تم نے باوجود اسکے اُس کی خلافت کو قبول کیا۔ بھائیو! اپنے اندر جھانک کر دیکھو کیا تم کوئی ایسا عذر پیش کر سکتے ہو جس کی مثال خلیفہ اوّل کے وقت میں موجود نہ ہو اگر تنہائی میں سوچو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ جو جو عذر تم اس وقت پیش کرتے ہو اور جن کی بنا پر تم خلیفہ ثانی کا انکار کرتے ہو ان کا نمونہ خود خلافت اوّل میں موجود ہے مگر تم نے خلافت اوّل کا انکار نہ کیا۔ پس اگر تم ان عذرات کی بنا پر خلیفہ ثانی کا انکار کرتے ہو تو خدا کے نزدیک ملزم ہو۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہٗ۔

ایک عذر تم یہ پیش کرتے ہو کہ خلیفہ ثانی نے ترقی اسلام کا ایک علیحدہ فنڈ کھولدیا ہے اور اس طرح انجمن کے فنڈ کو نقصان پہنچایا ہے۔ اسکے جواب میں پہلے تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اُس نے اپنے اعلان میں صاف طور پر تاکید کر دی ہے کہ انجمن کے کاموں کے لیئے جو تم روپیہ دیتے ہو اُس میں ذرا بھی کمی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ یہ چندہ پہلے چندوں کے علاوہ ہے۔ اس اعلان کے بعد اعتراض کرنا بالکل بے جا تھا لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ ایسا اعتراض ہے جسکے مورد معترض خود ہیں۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے تبلیغ اسلام

کے لئے چندہ کی تحریک کی ہے تو اسمیں کونسی قباحت ہے۔ اگر یہ بُرا کام ہے تو پہلے خواجہ کمال الدین صاحب کو ملامت کرو جنہوں نے قوم سے روپیہ اکٹھا کیا۔ اگر ایسا کرنے کے معنے یہ ہیں کہ انجمن ٹوٹ گئی تو پھر اس کے توڑنے کا الزام پہلے خواجہ صاحب پر وارد ہوتا ہے اور پھر انکے اُن دوستوں پر جو اُن کے لیئے قوم سے روپیہ جمع کرتے ہیں اور خود...... انجمن کے گذشتہ سالانہ جلسے کے موقعہ پر جو روپیہ احمدی احباب سلسلہ کی اغراض کیلئے لائے تھے وہی روپیہ انجمن کے جلسے کے وقت لوگوں سے خواجہ صاحب کے لیئے جمع کیا گیا۔ بھائیو۔ کیا تم ایسے ایسے بیہودہ عذرات کی بنا پر خلافت سے انکار کر رہے ہو۔ یقیناً یہ سب جھوٹے عذر ہیں اور ان عذرات کے ذریعہ تم خدا کے نزدیک سرخرو نہیں ہو سکتے۔

اِسلام اور اِسلام کا خدا

کون نہیں جانتا کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت خود مکہ معظمہ میں ایسے سینکڑوں فصیح و بلیغ شعرا موجود تھے جو فصاحت میں کوس لمن الملک بجاتے اور اپنی نظموں کو خانہ کعبہ پر آویزاں کرکے ھل من فصیح ھل من شاعر پکارا کرتے۔ اور پھر کون نہیں جانتا کہ اُن کے بعد آجتک لاکھوں ایسے نامی گرامی فصیح و بلیغ دنیا میں ہو گذرے ہیں جنکی فصاحت و بلاغت کا غلغلہ آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔ مگر بتاؤ۔ کہ کیا کوئی شخص آج تک اس قابل ہوا ہے کہ اُس اُمّی صلعم کی بات کا جواب دے سکے جس نے قرآن کریم کو پیش کرکے کہا۔ کہ اسے استفادہ کی نظر سے دیکھو یا نکتہ چینی کی غرض سے۔ اور پھر بتاؤ کہ کیا کوئی کتاب کسی دانشمند۔ کسی حکیم۔ کسی فلاسفر کی ایک کی لکھی ہوئی ہو یا بہتوں کی متفقہ رائے کے مطابق۔ موجود کیجا سکتی ہے جو بلحاظ عبارت۔ معارف۔ دقائق اور مضامین کے اسکے برابر ہو۔ اور کیا کوئی شخص اسکے مقابلہ میں اپنا کلام کسی رنگ میں پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ پھر وہ اُمّی صلعم (فداہ ابی و امی) نہ تو ایک لمحہ کیلئے کسی مکتب میں بیٹھا۔ جس سے خیال ہو سکتا کہ شائد یہ کتاب اس کی اپنی کسی محنت کا نتیجہ ہو۔ نہ اُس نے کسی اُستاد کی شکل دیکھی۔ نہ اس نے کسی عالم کی صحبت پائی۔ نہ وہ کسی حکیم سے مل سکا۔ نہ اس نے کبھی کسی شاعر کی تلمیذی کی اور نہ کسی ادیب سے ادب سیکھا۔ اگر اس نے دیکھا۔

تو اپنی قوم کے وحوش کو دیکھا۔ سُنا تو انہی جاہلوں کی باتوں کو سُنا۔

مگر دنیا نے بڑے بڑے ادیب اور جادو نگار پیدا کیئے۔ جن کی بے نظیر نظم و نثر اب تک موجود ہے۔ اور جن کی قرآن کریم کے عار دلانے والے چیلنج پر ہمیشہ یہی تمنا اور آرزو رہی کہ کسی طرح اس صحیفہ پاک کے مقابلے پر زیادہ نہ ہو تو کم از کم ایک دو آیت کی کوئی چھوٹی سی سورة ہی کسی طرح لکھ سکیں تاکہ کسی طرح اتنا تو کہہ سکیں کہ ہم اس حیرت انگیز کتاب کے کسی ایک جزو کی خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا سا کیوں نہ ہو مثل لانے پر قادر ہیں۔ پر وہ نہ لکھ سکے اور اس تمنا کو قبر ہی میں لیگئے۔

اگر مضامین کی عظمت و شوکت۔ معارف و حقائق کی وسعت و عمق۔ الہامات و پیشگوئیوں کی قوت و جلال۔ اور تزکیہ نفوس پیدا کرنے والے مضامین کو چھوڑ دیویں۔ تو رزم و بزم و حُسن و جمال۔ ہجر و وصال۔ مدح و ذم وغیرہ وغیرہ ایسے مضامین کی عمدہ سے عمدہ کتابیں مل سکتی ہیں پر کیا۔ . . . اس قسم کی خیالی باتوں کو عمدہ الفاظ میں ادا کرنے والا اور اس قسم کے مضامین کو نہایت ہی دلکش الفاظ کا جامہ پہنانے والا بھی کوئی شخص ہُوا ہے۔ جو اپنی کلام سے بے مثل ہونیکا مدعی ہوا ہو؟۔ اور پھر اُس کا معارضہ نہ کیا گیا ہو؟ ہرگز نہیں۔ اور ایسا ہو ہی کسطرح سکتا ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ خالق اور مخلوق کی کلام میں فرق بیّن ہونا ضروری ہے۔ خالق کی کلام کی مثال کسی رنگ میں پیش نہیں ہوسکتی۔ مگر مخلوق آخر مخلوق ہے۔ جو بات ایک مخلوق کرسکتا ہے۔ کوئی دوسرا مخلوق بدرجہ اولیٰ کرنے کی قدرت رکھ سکتا ہے۔ غرض نہ یہ ممکن تھا اور نہ ہوا کہ قرآن کریم کا مقابلہ کسی رنگ میں فصاحت و بلاغت میں۔ مضامین کی عظمت و شوکت میں۔ معارف و حقائق میں یا پیشگوئیوں کی قوت و جلال میں ہو۔ اور نہ وہ مدعیانہ پیشگوئی کبھی باطل ہوسکی جو لن تفعلوا میں ظاہر فرمائی گئی تھی۔ پھر بھی او کافی طور سے قطع حجت ہونے کے بعد بھی ایک بے باک انسان جس کا نام ڈاکٹر نارمن میکلین ہے جو علی طور سے قرآن کریم کے اعجاز اور اس کی بے نظیر تعلیم کی عظمت و شوکت کو مانتا ہے کہ اس کا بے مثل دعویٰ۔ اور تحدی اور طلب معارضہ اب تک بحال خود موجود ہے اور کسی کو مجال نہیں ہوئی کہ اُسکے رُعب کے سامنے اپنے اوسان قائم رکھے۔ چہ جائیکہ اُسکے مقابلے کی اُسکو جرأت ہو۔ اور جو اپنی گھر کی کمزوریوں سے بھی ناواقف نہیں ہے۔ قرآنی تعلیم کے برخلاف

مانچسٹر گارڈین میں ایک سوال لکھکر مہر کی آنکھ میں خاک ڈالنے کی کوشش کرتا اور یقین کرتا ہے کہ شاید اسکی بے بنیاد کوشش سے وہ حیران و سرگردان ہوکر بھول بھلیاں کا شکار ہو جاویگا اور ٹانگ ٹوئیے مارتا۔ جادۂ اعتدال سے منحرف ہوجاویگا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اسکی اس حرکت سے خود اسکے علم اور واقفیت کی پردہ دری ہوجاویگی اور دانا ؤں کے نزدیک وہ ایک متعصب آدمی شمار ہونے لگ جاویگا۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ "کیا سارے کا سارا افریقہ ایک ایسے مذہب کی عنان حکومت کے نیچے آجاویگا۔ جس کا خدا سخت جابر اور ایشیائی مذاق و خیالات کا ظالم ہے۔ نہ اُس میں خدائے ودود کی سی بے بہا محبت۔ نہ اس میں مہربان باپ کی سی پدرانہ شفقت۔ جو عورت ذات کی تحقیر کرنے والا اور اُن کے جائز حقوق کا غاصب۔ اور جو ان تمام لوگوں کو جو اسکے نقش قدم پر چلتے ہیں خونخوار اور بے جا جوش و تعصب کا شکار بنا دیتا ہے"؟

ہم اس بات کو ایک ثانیہ کے لیئے بھی تسلیم کرنیکے لیئے طیار نہیں ہیں۔ کہ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ "اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے۔ وہ شہنشاہ قدوس ہے۔ اور تمام قدرتہائے کاملہ صفات فاضلہ کا مظہر اور تمام خوبیوں اور کمالات کا مجموعہ ہے اور اسکی ذات ہر ایک قسم کے نقص و کمزوری سے مبرا ہے"۔ مگر اگر وہ یہ جانتا ہے۔ کہ اسلام کا خدا ایسا ہے اور خوب جانتا ہے۔ تو پھر مذکورہ بالا تحریر کے کیا معنے جسمیں اس نے اپنی حسرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے گویا بتا دیا ہے کہ اسلام اپنا مقناطیسی اثر دکھائے بغیر نہ رہیگا۔ وہ لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر رہا ہے۔ اور عام لوگوں کی میلان طبیعت نے بتا دیا ہے۔ کہ آئندہ کا مذہب افریقہ میں اسلام ہوگا۔ اور مسیحیت کو (جہاں کہیں وہ اس برّ اعظم کے اندر ہے) دین اسلام کے مقابل میں بھاگنا پڑے گا۔ یہ خیال اسکے لیئے نہایت تکلیف دہ تھا۔ اس نے اُسکی بنیادوں تک کو سرے سے ہلا دیا۔ اور سوائے اس کے کہ وہ الفاظ مذکورہ میں اپنا رونا روئے اُس سے اور کچھ نہ بنا۔

ڈاکٹر کلین کے الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ اُن رسائل اور ٹریکٹوں سے ناواقف نہیں ہے۔ جو محققین نے مسیحیت کے برخلاف لکھ رکھے ہیں۔ اور جن کو عام مسیحی ناپاک لٹریچر

کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں۔ مسیحی مشنریوں کی یہ عادت ہوگئی ہے۔ کہ جب وہ کسی محقق کے ایسے سوالات اور اعتراضات کا جواب دینے کے لئے جن کی زد اُن کے اپنے مذہب پر پڑتی ہو اپنی ناقابلیت کا احساس کر لیتے ہیں۔ تو وہ جھٹ انکو اسلام کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ ایک طرف اُن اعتراضات کو پڑھو جو مسیحیوں نے اسلام پر کئے ہیں اور دوسری طرف اُن کتابوں کا مطالعہ کرو جو یورپ کے محققین نے مسیحی دین اور اُن کی مذہبی کتابوں کے بارہ میں لکھی ہیں تو آپ دیکھکر حیران ہونگے کہ جو اعتراضات مسیحی مشنری اسلام اور قرآن شریف کے برخلاف کرتے ہیں وہ بعینہٖ وہی اعتراضات ہیں جو یورپ کے آزاد خیال خود مسیحیت اور بائیبل پر کرتے ہیں۔

بالعموم حسب ذیل اعتراضات سے مسیحیت پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور یہ جملہ اعتراضات مغرب کے محققین کی کشش قلم کا نتیجہ ہیں۔

(۱) بائیبل کا خدا ایسا ہی مطلق العنان ہے۔ جیسا کہ کسی ایشیائی سلطنت کا کوئی ظالم خود مختار بادشاہ

(۲) مسیحیت عورت کی حیثیت کو نظر انداز کرتی ہے۔ اور اسکو نہایت ذلیل سمجھتی ہے۔

(۳) مسیحیت کے سرگرم دلدادہ سخت خونخوار بے جا جوش رکھنے والے اور متعصب ہوتے ہیں اور بے تعداد مواقع پر انہوں نے ایسا بے جا جوش دکھایا۔ اور خون بہایا ہے جس کی کوئی نظیر کسی مذہب میں صفحۂ دنیا پر نہیں ملتی۔

مسیحی خوب جانتے ہیں۔ کہ ان کے مذہب پر یہ اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ مگر وہ دیکھتے ہیں کہ اُن سے عہدہ برآ ہونا آسان کام نہیں ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ معترضین نے خدائے بائیبل کو ایک ظالم خود مختار کی حیثیت میں دکھلانے میں شائد انصاف سے کام نہ لیا ہو۔ یا انکو اسکے متعلق رائے قائم کرنے میں غلطی لگی ہو۔ لیکن ہم اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ جن الفاظ میں مسیحی اپنے خدا کا ذکر کیا کرتے ہیں وہ بھی اُس خدا کے نقشہ کے مطابق ہرگز نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس خدا کا تصور بائیبل میں دلایا گیا ہے۔

مغرب کے محققین سے نتیجۃً تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ شاید اُن سے مسیحیوں کے خدا کا خاکہ اُتارنے میں غلطی کا ارتکاب ہُوا ہو۔ مگر ہم یہ بھی نہیں مناسب سمجھتے کہ اس بات پر تاریکی کا پردہ پڑا رہے۔ کہ بائیبل کے اندر بہت سے ایسے مقامات ہیں جن میں صرف خدا کے متعلق مسیحی نکتہ خیال کا استیصال ہو جاتا ہے بلکہ محققین نے جو تصویر مسیحیت کے خدا کی بنائی ہے اُس سے بھی کچھ انکی غیر مطابقت کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُن محققین نے شاید وہ خیالات وہاں ہی سے لئے ہوں۔ بہر حال محققین یورپ نے جو خدائے بائیبل کا نقشہ کھینچا ہے اسکے متعلق ہمارے خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم اس بات کو ایک لمحہ کیلئے بھی قبول نہیں کر سکتے کہ خدائے بائیبل کا جو نقشہ مسیحی صاحبان نے کھینچا ہے وہ بائیبل کے اپنے نقشے سے مطابقت رکھتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل کا خدا کوئی اور ہے اور مسیحیوں کا خدا کوئی اور ہے۔

قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو اپنے خدا کا صحیح صحیح تصور دلا دیتی ہے۔ خدا کی شناخت اور اُسکے متعلق علم پیدا کرنے کے دو ہی ذرائع ہیں۔ وحی۔ اور سُنّت (یا صحیفۂ قدرت) یا یوں کہو کہ خدا کا فعل اور خدا کا کلام اور اگر ہم قرآن کریم کا نہایت غور و خوض سے مطالعہ کریں تو یقیناً ہم پر روز روشن کی طرح کھل جاویگا۔ کہ خدائے اسلام کا نقشہ جو قرآن کریم میں کھینچا ہُوا ہے۔ وہ ٹھیک اس نقشے سے تطابق کھاتا ہے جو صحیفۂ قدرت پر بنا ہُوا ہے۔ مسیحی کہا کرتے ہیں۔ کہ خدا محبت ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ لاکلام خدا محبت ہے۔ وہ مہربان ہے۔ شفیق ہے۔ قہر کرنے میں دھیما ہے۔ سزا دینے سے دریغ کرنیوالا ہے۔ مگر بہر حال ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ بدکاروں کو وہ سزا بھی دیا کرتا ہے۔ اسکی گورنمنٹ ایک متمیز گورنمنٹ ہے۔ یہ حقیقت کہ اس کا رحم غیر محدود ہونے کے باعث تمام اشیاء پر محیط ہے ہمیں ہرگز ہرگز دھوکے میں ڈالکر شرارت کی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ کیوں۔ اسلیئے کہ ہم جانتے ہیں کہ بدی اور شرارت سے خدا کا غضب بھی حرکت میں آجاتا ہے۔ اگر خدا کے بے شمار کام ہمارے قلوب کی الواح پر نقش کالحجر کی طرح لکھ دیتے ہیں کہ خداوند کریم نہایت شفقت کرنے والا اور رحیم ہے تو اسکے دوسرے کام اس حقیقت کے چہرہ سے بھی نقاب اُتار دیتے ہیں کہ اسکا عذاب بھی

نہایت سخت ہے۔ خدا کی رحمت پر نظر رکھکر اسکی بے حد فیوض کی تمنا کرتے رہنا ایک نہایت ہی
مستحسن کام ہے۔ پر اس سے بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کی ناراضگی اور اسکے عذاب
و عتاب کے خوف سے ہماری روح پر ایک لرزہ پڑا رہے۔ خدا نے ہمارے لئے آسمان کو پیدا کیا۔ زمین کو پیدا
کیا اور ان تمام ارضی اور سماوی اشیاء کو پیدا کیا جو انکے درمیان ہیں۔ ان سب سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس کے رحم کی کوئی انتہا نہیں۔ پر اسکے مقابلے پر اس نے طاعون کو بھی پیدا کیا۔ اور اور
ہزار ہا ایسی بلاؤں کو دنیا میں بھیجا۔ کیا اس قسم کی اشیاء سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ
ضرورت پر اس کا عذاب بھی جلوہ فرما ہو جاتا ہے؟ اور کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ
جبکہ وہ ہر ایک موقع پر ہم پر احسانات کرتا رہتا ہے تو کفران نعمت اور بدکاریوں کے موقعوں پر ہم کو
وہ سزا بھی دے سکتا ہے لہٰذا صرف اس بات پر ایمان رکھنا کہ خدا محبت ہے۔
اور اس کے عذاب و عتاب سے بالکل نڈر ہو بیٹھنا کسی صحیح العقل اور فہمیدہ
انسان کا کام نہیں۔ ایک انسان کیلئے صرف اسی حالت میں ممکن ہے کہ وہ ایک راستباز کی
طرح زندگی بسر کر سکے۔ جب ہمیشہ اس کی خدا کے رحم اور شفقت پر نظر رہے اور اس کے عذاب سے
غافل نہ ہو۔ اسکے عذاب کے خوف سے ہمیں گناہوں اور افعال شنیعہ کے ارتکاب سے اجتناب کی توفیق
ملتی رہتی ہے۔ اور اسکے رحم اور عنایات پر بھروسہ ہمیں آئندہ کی طرف سے ہمیشہ مطمئن اور امیدوار
بنائے رکھتا ہے اور ہمارے دلوں میں گناہوں سے توبہ استغفار کرنے اور آئندہ کے لیئے
گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کی توفیق ملنے کیلئے نصرت الٰہی مانگنے کی تحریک پیدا کرتا رہتا ہے۔
اگر صرف خدا کا خوف ہمارے قلوب پر طاری رہے۔ اور اسکے رحم اور مغفرت پر ہمیں کوئی بھروسہ
نہ ہو۔ تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ ہم مایوس دمبدم رہ کر آخر تباہ کار ہو جاوینگے۔ کیونکہ اگر ہم سے کبھی
کوئی گناہ سرزد ہو جاوے تو چونکہ ہمیں خدا کے رحم اور اسکی شفقت اور کرم پر تو کوئی بھروسہ ہے
نہیں ہم مایوس ہو جاوینگے اور یہی سمجھ لیں گے کہ بس اب تباہ ہو گئے۔ برعکس اسکے اگر ہمیں
اسکے عتاب و عذاب کا کوئی ڈر نہیں تو ہم گناہ کرنے پر نہایت دلیر ہو جاوینگے۔ اس لیئے
سلامت روی اسی میں ہے کہ خدا کے کرم و رحم پر بھی ایمان ہو۔ اور اسکی ناخوشی
اور گرفت کا بھی ہر وقت اندیشہ رہے۔ مخبر صادق صلعم نے کیا سچ فرمایا ہے الایمان

بین الخوف والرجاء یعنی ایمان امید وبیم کے بین بین ہے۔ یوں سمجھو کہ خدا کا ڈر اور اسکے انعامات اور بندہ نوازیوں پر نظر گویا دو بازو ہیں۔ جو انسان کو اس قابل بنا دیتے ہیں کہ روحانی فضا میں نہایت بلند پروازیاں کرتا پھرے۔ اور بڑے بڑے روحانی مدارج اور ترقیات حاصل کرتا ہے۔ دنیا کے مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو اپنے پیروؤں کو تعلیم دیتا ہے کہ خداوند کی مہر اور اسکے قہر دونوں پر نظر رکھنے سے ہی انسان نجات یافتہ اور سچے اور مستقل سرور کا حاصل کرنے والا بن سکتا ہے۔ اور لاریب یہی سچ ہے۔ اسکے علاوہ سب کچھ طفل تسلی ہے۔

اگر جزا و سزا کے مسئلے پر غور و تدبر کرو۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ناپسندیدہ باتوں کی سزا دینا بھی ایک رحم ہے۔ کیونکہ اسلیئے کہ اس میں ہمارا فایدہ مدِ نظر ہے۔ یہ بتا کر کہ کوئی بدکار ہماری گرفت سے نکل نہیں سکتا۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم ہر ایک ٹھوکر۔ ہر ایک لغزش اور ہر ایک گناہ سے بچ جائیں اور نیکیوں میں ترقی کرتے کرتے اسکے بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ فضلوں کے وارث بنجاویں۔ قرآن کریم کو لے لو۔ یا نبی کریم صلعم کی احادیث مقدسہ کو لے لو۔ دونوں میں آپ ملاحظہ فرماویں گے۔ کہ خدا کے رحم اور اسکے بے حد فیوض اور مہربانیوں کا نہایت ہی پُر اثر الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی آپ یہ بھی ملاحظہ فرماویں گے کہ افعال شنیعہ سے بچنے اور ان کے ارتکاب کر لینے پر جا بجا سزاؤں کے سزاوار ہونے سے متنبہ رہنے کے لیئے بھی تاکید کی گئی ہے۔ دیکھو قرآن کریم کی ہر ایک سورہ کی ابتداء رحمٰن اور رحیم کے نام سے ہوتی ہے۔ رحمٰن کہتے ہیں ایسے محسن کو جو بدوں کسی فعل۔ دعاء۔ اور درخواست کے ان تمام چیزوں کو جو ہماری راحت کیلیئے ضروری ہیں محض اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا رہتا ہے۔ اور رحیم کہتے ہیں ایسے محسن اور مربی کو جو ہماری محنتوں اور کوششوں کو برباد اور ضائع نہیں جانے دیتا بلکہ انپر ثمرات حسنہ مرتب کرتا رہتا ہے۔ صرف یہی دو صفاتِ الٰہیہ ہیں جن سے ہر ایک سورۃ کا آغاز ہوتا ہے۔ انکے علاوہ اور کسی صفتِ الٰہیہ کا کسی سورۃ کی ابتداء میں ذکر نہیں ہوتا۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اللہ تعالےٰ کا رحم اور اس کا فضل ہر ایک شئے پر محیط ہے۔ اور اس کا عتاب بھی اگر کبھی جلوہ دکھاتا ہے تو انہی صفات کی تکمیل کے لیئے دکھاتا ہے؟

قرآن کریم کی سب سے ابتدائی سورۃ کو فاتحۃ الکتاب یا اُمّ الکتاب کہتے ہیں۔ فاتحۃ الکتاب اسلیئے کہتے ہیں۔ کہ قرآنی معارف اور دقائق کے مخزن کے لیئے یہ ایک کلید کا کام دیتی ہے۔ گویا قرآنی تعلیم کی یہ ایک مکمل تصویر ہے جو نہایت اجمالی رنگ میں کھینچی ہوئی ہے۔ اُمّ الکتاب سے اس لیئے کہتے ہیں ... ... کہ اس سورہ سے کُل مضامین قرآن کریم کے نکلتے ہیں۔

اس سورۃ پاک میں اللہ کریم کی چار صفات کا ذکر ہے۔ پہلی تین صفتوں میں تو خداوند تعالیٰ کے خالص رحم اور شفقت کا تذکرہ ہے۔ مگر چوتھی صفت میں جبکہ خداوند کریم کے جزا و سزا دینے پر کمال قدرت رکھنے کا ذکر ہے اسکی وسیع عنایات مغفرت کا بھی بیان ہے۔

وہ صفات اربعہ جن کا فاتحۃ الکتاب میں ذکر ہے۔ یہ ہیں:-

۱۔ **ربّ العٰلمین**۔ یعنی اسلام کا خدا وہ خدا ہے جس کی تمام خوبیاں حسن و احسان کے نقطۂ کمال پر پہنچی ہوئی ہیں وہ عالم ارضی۔ عالم سماوی۔ عالم اجسام۔ عالم ارواح وغیرہ سب کو پیدا کرتا اور انکی ربوبیت کر کے انکو کمال مطلوب تک پہنچاتا ہے۔ اس میں انسان کو جتایا ہے کہ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو تم کو فائدہ پہنچانے کے لیئے تمام عالموں کی ربوبیت کرتا ہے۔ گویا خدا کا تمام عالموں کی ربوبیت کرتے رہنا محض اسلیئے ہے کہ انسان اُن سے بدرجہ اتم فائدہ اُٹھاتا رہے۔ دیکھو کس قدر احسان اسلام کے خدا کا ہے!!

۲۔ **الرحمٰن**۔ پھر اسلام کا خدا وہ خدا ہے جو بے محنت انعام دیتا اور رحم بلا مبادلہ کرتا ہے۔ کُل مذاہب باطلہ نے خداوند تعالیٰ کی اس صفت کا انکار کر دیا ہے۔ عیسائیوں نے تو رحم بلا مبادلہ کو ناجائز قرار دیکر کفارہ کی بے بنیاد عمارت کھڑی کر دی۔ برہمو کہتے ہیں کہ کلام الٰہی کی سرے سے ضرورت ہی نہیں۔ آریہ وید کے بعد خدا کو گونگا قرار دے بیٹھے ہیں۔ اسلیئے کسی نہ کسی شکل میں اسلام کے سوا تمام مذاہب نے خدائے تعالیٰ کی رحمانیت کا انکار کر دیا ہے۔

۳۔ **الرحیم**۔ پھر اسلام کا خدا وہ خدا ہے جو اپنے قوانین مقررہ کے بموجب انسانی محنتوں اور کوششوں پر ثمرات حسنہ مترتب کرتا رہتا ہے۔

۴۔ **مٰلک یوم الدّین**۔ پھر خدائے اسلام جزا و سزا کے دن کا بھی مالک ہے۔ اللہ دعا و عبادت کے ذریعے سے اور خدا کی رحیمیت کی پرتو سے جو استحقاق کا میابی ہوا تھا اسپر کامل ثمرہ عطا کرتا ہے۔

مخفی نہ رہے۔ کہ خداوند کریم یہاں اپنے آپ کو ایک "جج" کے نام سے موسوم نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو جزا و سزا کے دن کا مالک بتاتا ہے۔ کوئی جج مجاز نہیں ہے کہ کسی مجرم او خطا کار کا قصور اسکے جرم کے ثابت ہو چکنے کے بعد معاف کردے لیکن ایک مالک کے اختیارات محدود نہیں ہوتے۔ اگر وہ چاہے۔ تو وہ اپنے بندوں کے قصوروں کو بھی معاف کرسکتا ہے۔ اس طرح سے لفظ جج کی بجائے لفظ مالک کا استعمال کرکے خدا اس امر کو واضح کرنا چاہتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی ایسے بندے کو بھی مغفرت عطا کرسکتا ہے جو اپنی بے اعتدالیوں کے باعث اسکی سخت ناراضگی کے پیدا کرنے کا باعث ہو گیا ہو۔

پیارے ناظرین! اب ذرا آپ انصاف کی نظر سے دیکھیں۔ یہی ایک صفت تھی جسمیں خدا نے اپنے ایسے اختیارات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جو جزا و سزا کے متعلق ہیں۔ پھر اسمیں بھی اس نے اپنے مالک اور مختار ہونے کا اشارہ کرکے بتلا دیا ہے کہ وہ ایک جج کی طرح سزا دینے کے لیے مجبور نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ اگر وہ چاہے تو کبائر کے مرتکبین کو بھی بخش سکتا ہے۔ یہ کسقدر ظلم کی بات ہے کہ باوجود اسکے بھی ہمارا مسیحی معترض اپنی ہی ہانکے چلا جاتا ہے اور برابر کہتا جاتا ہے کہ خدائے اسلام سخت ظالم اور جابر ہے۔ اور نہ اس میں خدا کی سی محبت ہے نہ پدرانہ شفقت۔ فتدبروا یااولی الابصار!۔

مذکورہ بالا حقائق کو دیکھکر بھی اگر کوئی قرآن کریم اور اسلام کے خدا کو جابر اور ظالم کہے تو اس سے بڑھکر اور کیا افترا ہوگا؟ بائیبل کی بعض آیات تو خدا کو ایسا ثابت کرتی ہیں۔ کہ ممکن ہی نہیں کہ اسکو دیکھکر مغرب کے محققین نامدار کی طرح ممکن کہ کوئی انسان یہ کہہ اُٹھے کہ بائیبل کا خدا نعوذ باللہ ظالم اور بے جا تشدد کرنے والا ہے۔ مگر ہمارا دعوی ہے کہ کوئی شخص قرآن کریم کی کسی آیت سے کسی رنگ میں یہ نہیں دکھلا سکتا۔ کہ خدائے اسلام مہر و محبت سے عاری ہے۔ ذیل میں ہم قرآن کریم کی چند آیات کا ترجمہ پیش کرکے اپنے معزز ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے

ہیں۔ کہ خدائے اسلام کا نام ظالم اور بے رحم رکھنا پرلے درجہ کی تنگ خیالی۔ کم ظرفی اور ظلم ہے

۱۔ سورہ بقرہ پارہ سیقول آیت ۱۸۲۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اے رسول کریم جب ہمارے بندے تم سے ہماری بابت دریافت کریں۔ تو تم انکو بتا دو۔ کہ ہم انکے بالکل پاس ہی ہیں جب کوئی ہم سے دعا کرے تو ہم ہر ایک دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

۲۔ النساء۔ والمحصنات۔ ۴۴ آیت۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ ظلم کرنا تو درکنار رہا۔ اگر کسی نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہو۔ تو وہ اسکو اس نیکی سے بہت بڑھکر جزا دیتا ہے۔ اور تسپر بھی اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا کرتا ہے

۳۔ انعام۔ واذا سمعوا۔ ۴۴ قل لمن ما فی السموات والارض۔ قل للہ کتب علی نفسہ الرحمۃ۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے پوچھو کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے یہ سارا کارخانہ کس کا ہے۔ یہ تو کیا جواب دینگے۔ تم ہی انکو بتا دو کہ یہ سب کچھ اللہ کا نہیں تو اور کس کا ہے؟ پھر باوجود اسکے کہ یہ سب کچھ اسی کا ہے اس نے نہایت مہربانی سے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ کہ وہ ضرور ان پر رحم فرماوے۔

۴۔ ہود۔ ومامن دابۃ۔ ۱۰۳ وما ظلمنٰھم ولکن ظلموا انفسھم ہم نے انپر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اپنی جانوں پر آپ ظلم کیا۔

۵۔ ہود۔ ومامن دابہ۔ ۱۱۹۔ وما کان ربک لیھلک القری بظلم واھلھا مصلحون۔ تیرے رب کی یہ شان نہیں ہے۔ کہ وہ کسی شہر کو ہلاک و برباد کر دے حالانکہ اسکے باشندے صالح اور راستباز ہوں۔

۶۔ ابراہیم۔ وما ابری۔ ۳۷ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔ اور اگر تم چاہو کہ تم خداوند تعالیٰ کی عنایات کو شمار کر سکو۔ تو تم ہرگز اس قابل نہیں ہو کہ انہیں گن سکو۔

۷۔ کہف۔ سبحان الذی۔ ۴۷۔ ولا یظلم ربک احدا۔ یہ کسی حالت میں ممکن نہیں۔ کہ تیرا رب کسی سے بے انصافی کا سلوک کرے۔

۸- کہف- سبحان الذی- ۵۸- وربك الغفور ذوالرحمة- تیرا رب غفور ہے۔ (یعنی وہ ہر ایک بُرائی کے بُرے نتیجہ سے محفوظ رکھتا۔ اور آئندہ بدی سے بچنے کی توفیق دیتا ہے) اور وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۹- حج- اقترب- ۱۰- وان اللہ لیس بظلام للعبید ..... خداوند کریم نہائیت شفیق ہے- وہ اپنے بندوں کے لیئے ظالم نہیں۔

۱۰- نور- قد افلح- ۳۵- اللہ نور السموٰت والارض- اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

۱۱- نمل- امن خلق- ۷۳- وان ربك لذو فضل علی الناس ولکن اکثرھم لا یشکرون- بیشک تیرے رب کے لوگوں پر بڑے بڑے احسان ہیں- پر بہت لوگ ناشکری میں ہیں۔

۱۲- زمر- فمن اظلم- ۵۴- قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة اللہ- ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انه ھو الغفور الرحیم- اے میرے بندو- جنہوں نے اپنی جانوں پر بہت ظلم کیا ہے- پر خیر- تم ہمارے رحم سے مایوس مت ہو- اور یہ ہم ..... تمام گناہوں کو معاف کر دینے ہیں کیوں؟ اس لیئے کہ ہم نہایت ہی بخشش کرنے والے مہربان ہیں۔

۱۳- حشر- قد سمع اللہ ۲۴- ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو- الملك القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون- ھو اللہ الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنیٰ- یسبح له ما فی السموٰت والارض وھو العزیز الحکیم- اللہ ہی کی پاک ذات ہے- اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں- تمام جہان کا بادشاہ وہی ہے- وہی ہر قسم کے عیوب ونقائص سے مبرا ہے وہی امن دینے والا ہے- وہی سب کا نگہبان اور رکھوالا ہے- کیونکہ وہ زبردست ہے- بگاڑ کی اصلاح کرتا ہے اور بڑی عظمت رکھتا ہے- اللہ تعالےٰ ان تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ اسکی طرف منسوب کرتے ہیں- وہ ہر چیز کا خالق- ہر چیز کا موجد مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانیوالا ہے- کوئی اچھی سے اچھی صفت بتاؤ اور اچھے سے اچھا نام لو- وہ سب اللہ ہی کا ہے- جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ سب اسی کی تسبیح و تقدیس میں لگا ہے- اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

احادیث رسول کریمؐ میں بھی خداوند تعالیٰ کی صفات کا اسی طرح پر ذکر ہے جس طرح قرآن کریم میں ہے۔ ذیل میں ہم صحیح بخاری سے چند ایک احادیث مع ترجمہ لکھتے ہیں:۔

۱۔ ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ - خدا ہر امر میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔
(حصہ چہارم صفحہ ۱۰۰)

۲۔ ما احد اصبر علیٰ اذی سمعہ من اللہ [illegible] انولد ثم یعافیھم ویرزقھم - خدا بڑا صابر ہے - [illegible] سننا سہہ کر برداشت کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی تحمل [illegible] لوگ اس سے ایک بیٹا منسوب کرتے ہیں۔ پھر بھی چشم پوشی [illegible] پہنچاتا ہے۔ (حصہ چہارم صفحہ ۱۶۸)

۳۔ ان اللہ لما قضی الخلق کتب عندہ [illegible] عرشہ ان رحمتی سبقت غضبی۔ جب خدا مخلوقات کو پیدا کر چکا۔ تو اس نے اپنے آئین سلطنت پر یہ حروف لکھ دیئے۔ یقیناً میرا رحم میرے غضب پر سبقت لے گیا۔ (حصہ چہارم صفحہ ۱۷۱)

۴۔ یقول اللہ اذا اراد عبدی ان یعمل سیئۃ فلا تکتبوھا علیہ حتیٰ یعملھا فان عملھا فاکتبوھا بمثلھا وان ترکھا من اجلی فاکتبوھا لہ حسنۃ واذا اراد ان یعمل حسنۃ فلم یعملھا فاکتبوھا لہ حسنۃ فان عملھا فاکتبوھا لہ بعشر امثالھا الیٰ سبعمائۃ خداوند کریم ملائکہ کو یوں حکم دیتا ہے "جب میرا بندہ گناہ کا ارتکاب کرنے لگے۔ تو اس گناہ کو ہرگز مت لکھنا جب تک کہ وہ عملی طور سے اس گناہ کا مرتکب نہ ہولے۔ اور جب وہ گناہ صادر ہو جاوے تو پھر تم اسی قدر لکھو جتنا گناہ اس سے سرزد ہوا۔ لیکن اگر وہ گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا اور ہماری خوشنودی مزاج کیلئے اس بُرے فعل سے باز رہتا ہے۔ تو اس کا یہ فعل ہمارے نزدیک نہایت محمود ہے

اس لیئے تم اُسوقت اُس کی ایک نیکی لکھ لو۔ لیکن اگر وہ کوئی نیک کام کرنا چاہتا ہے۔ پر وہ نہیں کرتا۔ پھر بھی تم اسکو ایک نیک ارادہ سمجھ کر اُس کی ایک نیکی لکھ لو۔ اور اگر اس سے عملی طور سے وہ نیک کام وقوع میں آجاتا ہے۔ تو پھر اس نیکی کی حیثیت کے بموجب دس نیکیوں سے لیکر سات سو نیکیوں تک اس کے نامۂ اعمال میں لکھدو" (حصہ چہارم صفحہ ۱۸۱)

۵- انا مع عبدی حیثما ذکرنی - جہاں کہیں اور جس کسی حالت میں ہمارا بندہ ہمیں یاد کرے ہمیں وہ اپنے پاس ہی پاویگا۔

۶- اذا تقرب العبد الیّ شبرا تقربت الیہ ذراعا و اذا تقرب منی ذراعا تقربت منہ باعا و اذا أتانی مشیا اتیتہ ھرولۃ - اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت چل کر آوے میں ایک ہاتھ اُس کے نزدیک ہوجاتا ہوں۔ اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف چل کر آئے تو میں چار ہاتھ اور اس کے نزدیک ہوجاتا ہوں۔ اگر وہ میرے پاس چلکر آتا ہے تو میں گویا دوڑکر اس کی طرف جاتا ہوں۔ (حصہ چہارم صفحہ ۱۸۷)

میرے معزز ناظرین! خدا را آپ مذکورہ بالا حقائق پر جو قرآن کریم اور احادیث سے نقل کرکے آپ کی واقفیت کے لیئے لکھے گئے ہیں نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں اور پھر دیکھیں کہ ہمارا مسیحی معترض خدائے اسلام کو ایک ایشیائی خیال کا ظالم کہنے میں کہاں تک حق بجانب ہے۔ کیا خدائے اسلام کے رُخِ پُر نور پر جو سراسر حُسن و احسان کے بیش قیمت سے بیش قیمت جواہرات سے مزین ہو رہا ہے۔ جابجا ناپاک تعصب سے آلودہ ہُوا ہُوا ایک بھیانک سیاہ نقاب رکھدینا جس سے دُور ہی سے ڈر معلوم ہو۔ نہایت ہی قابل شرم و قابل نفرت کارروائی نہیں؟

(باقی آئندہ انشاءاللہ تعالےٰ)

کشتیاں چلتی ہیں

تا ہوں کشتیاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات عجیب طور پر ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔
خدا ئے تعالےٰ کا شکر ہے کہ اُس نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجکر ہمیں اس بات کا مزہ چکھا دیا کہ وہ کس طرح اپنے برگزیدہ بندوں سے کلام کرتا اور عجیب در عجیب پیرائیوں میں غیب کی خبریں دیکر اپنے وجود کو دنیا پر ظاہر کرتا۔ اور مومنوں کے ایمان کو تازہ کرتا۔ اس زمانہ میں جب دنیا خدا سے غافل ہو گئی تھی اور بہت سے لوگ تھے جن کا ایمان صرف نام کا ایمان تھا اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو کھلے طور پر خدا کی ہستی کے منکر ہو گئے تھے۔ اور نبوت اور الہام پر ہنسی اُڑائی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں خدائے تعالےٰ نے چاہا کہ اپنے وجود کو دنیا پر ظاہر کرے۔ سو خدائے تعالےٰ نے اپنی قدیمی سُنت کے مطابق ایک نبی کو مبعوث کیا۔ اور اُس پر عجیب در عجیب غیب کے اسرار ظاہر کر دئے تا جب لوگ ان باتوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھیں تو ان کا ایمان تازہ ہو۔ اور وہ یقین کریں کہ خدا موجود ہے۔ اور وہ اب بھی اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح وہ پہلے برگزیدہ انسانوں سے کلام کرتا رہا اور تا لوگ سمجھیں کہ نبوت کا سلسلہ ایک سچا سلسلہ ہے اور پہلے انبیاءؑ واقعی خدا کی طرف سے تھے۔ اور خدا نے اپنی مخاطبت کیلئے امت محمدیہ میں سے ایک کامل مرد کو منتخب فرمایا تا لوگوں پر واضح ہو کہ آج روئے زمین پر اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے جسکی پیروی سے اب بھی انسان منعم علیہ گروہ میں داخل ہو سکتا ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ اب وہی سچا نبی ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی مُہر اپنے ساتھ رکھتا ہو ÷

اور چونکہ جس زور کے ساتھ اس زمانہ میں خدا کی ہستی کا انکار کیا جاتا ہے۔ اور الٰہی

باتوں پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے۔ ایسے زور سے پہلے کبھی خدا کی ہستی کا انکار نہیں کیا گیا اور نہ الٰہی کاموں پر ایسی ہنسی پہلے کبھی اُڑائی گئی۔ اِس لئے خدا نے اس زمانہ میں اپنی ہستی کا ثبوت دینے اور نبوت کی صداقت اور وحی کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے جس شخص کو بھیجا اُس کو بڑی شان کا نبی بنایا اور بڑی قوت کا کلام اُس پر نازل کیا۔ اور بڑے بڑے دنیا کو ہلا دینے والے واقعات سے اُس کو پیش از وقت مطلع کیا تا دنیا عظیم الشان نشانات کو دیکھکر خدائے تعالیٰ کی ہستی پر یقین کرے۔ اور نبوت اور وحی کی حقیقت سے آگاہ اور اسلام اور خاتم النبیین کی صداقت کی گواہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا میں عظیم الشان واقعات ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ایک واقعہ جو اُس کی صداقت کی آج گواہی دے رہا ہے۔ وہ یورپ کی خطرناک جنگ ہے جو ہر پہلو میں دنیا کی جنگوں میں بے نظیر ہے۔ یہ جنگ صرف یورپ تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک عالمگیر جنگ ہے اور خشکی اور تری دونوں جگہ پر اس کا بازار گرم ہے۔ جنگ کیا ہے۔ ایک خطرناک مصیبت ہے جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے۔ اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوا۔ اُس نے پیش از وقت خبر دی تھی کہ دنیا پر سخت عذاب کے دن آنے والے ہیں۔ شہر مسمار ہونگے۔ پہاڑوں اور میدانوں میں خون کی ندیاں چلیں گی۔ اور سخت مصیبت کے دن دنیا پر آنے والے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں ہیں۔ چنانچہ اِس پیشگوئی کے بعد جلدی ہی یہ مصیبت دنیا پر نازل ہوگئی۔ اور اس عذاب نے دنیا پر نازل ہوکر اس بات کی شہادت دی کہ کوئی رسول دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ پس کس طرح ممکن تھا کہ ایسا عذاب دنیا پر نازل ہوتا جسکی نظیر تاریخ میں نظر نہیں آتی اور قرآن شریف کے وعدہ کے مطابق کوئی رسول اس عذاب کے ظہور سے پہلے مبعوث نہ ہوتا اگر ایسا ہوتا تو قرآن شریف غلط ٹھہرتا۔ مگر وہ اصدق الصادقین کا کلام ہے۔ اور ایسے رسول پر نازل ہوا جو خدا کے بعد سب سچوں سے زیادہ سچا ہے۔ پھر کس طرح ممکن تھا کہ یہ کلام جھوٹا ٹھہرتا۔ وہ رسول ظاہر ہوا۔ اور اس نے پیش از وقت خبر دی کہ دنیا پر سخت مصیبتوں کے دن آنے والے ہیں اور اگر میں نہ آتا تو ممکن تھا کہ خدائے تعالیٰ دنیا کو زیادہ مہلت دیدیتا مگر میرے آنے کے بعد خدا کی تقدیر اب جلدی ظاہر ہوگی۔ اور دنیا طرح طرح کی عذابوں

کو دیکھیگی جن کی نظیر پہلے ڈھونڈنا محال ہے۔ پس آجکل جو دنیا میں طرح طرح کے عذاب زلزلوں۔ وباؤں۔ قحطوں اور جنگوں کی شکل میں ظاہر ہورہے ہیں۔ یہ دو طرح حضرت مسیح موعود کی صداقت کے گواہ ہیں۔ ایک تو اس طرح کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم سخت عذاب دنیا پر نازل نہیں فرمایا کرتے جب تک ایک رسول کو مبعوث نہ کریں۔ پس ان عذابوں کا دنیا پر نازل ہونا اس بات کی ایک شہادت ہے کہ ایک رسول مبعوث ہو چکا ہے۔ دوسرے یہ آفات اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گواہ ہیں کہ اُس نے قبل از وقت انکے نزول کی خبر دی۔ اور خبر بھی اس طرح دی کہ ان آفات کی کیفیت سے مطلع کردیا +

چنانچہ موجودہ جنگ جو اسوقت روئے زمین پر جاری ہے اُس کی ایک بھاری خصوصیت یہ ہے کہ دور دراز ممالک یورپ میں اور دیگر مقامات میں اپنی فوجیں بذریعہ جہازوں کے بھیج رہے ہیں۔ چنانچہ دیسی سپاہیوں کی ایک بھاری فوج ہندوستان سے بھیجی گئی اور بڑے بڑے راجا اور نواب سرکار انگلشیہ کے جھنڈے کے نیچے برّاعظم یورپ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کیلئے دور دراز سمندر کو طے کرکے گئے ہیں۔ ایسا ہی برّاعظم آسٹریلیا سے فوجوں سے بھرے ہوئے جہاز یورپ کی طرف بھیجے گئے۔ ایسا ہی کینیڈا اور نیوزلینڈ سے بہادر سپاہی انگلستان کے جانباز بہادروں کے پہلو بہ پہلو جرمنی کی جرّار فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سواحل سے جہازوں میں سوار ہوکر یورپ میں پہنچے ہیں۔ فرانس کی رعایا بھی جو الجزائر میں آباد ہے اپنی حکمران سلطنت کی خاطر شاہ جرمنی کی سپاہ کو اپنی تلواروں کا مزہ چکھانے کیلئے جہازوں میں سوار ہوکر فرانس میں داخل ہوئی ہے۔ اور خود انگلستان کا لشکر ضرورت کے وقت اپنے دوستوں کی امداد کے لئے جہازوں میں ہی سوار ہوکر فرانس کی سرزمین پر اُترا ہے۔ اور یہ سب فوجیں فرانس کی سرزمین میں جمع ہوکر بہادری سے حملہ آور دشمن کا مقابلہ کررہی ہیں۔ اسکے علاوہ سمندر میں ان قوموں کے جہاز ایک دوسرے کا تعاقب کر رہے ہیں۔ غرض موجودہ جنگ کی ایک بڑی بھاری خصوصیت جس کی نظیر پہلے زمانہ میں نظر نہیں آتی۔ یہ ہے کہ قریب اور دور سے سمندر میں کشتیاں چل رہی ہیں مگر ان کشتیوں کی یہ غرض نہیں کہ ایک ملک کا مال دوسرے میں پہنچائیں۔ بلکہ وہ مختلف ممالک کے بہادر جوانوں کو فرانس کے ساحل پر پہنچا رہی ہیں۔ اور فرانس میں ایک دنگل

لگا ہوا ہے جہاں لاکھوں بہادر خطرناک اور خونی کُشتیوں میں مصروف ہیں۔ غرض اِن کشتیوں اور کُشتیوں کا نظارہ دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر نظارہ ہے۔ مگر دیکھو کیا ہی تعجب کی بات ہے کہ اِس نظارہ کا کیا ہی ٹھیک ٹھیک نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اِس الہام میں کھینچا گیا ہے۔ جو ۱۱ مئی ۱۹۰۶ء کو آپ پر نازل ہوا۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"کشتیاں چلتی ہیں۔ تا ہوں کُشتیاں"

سچ بتاؤ کیا ہندوستان میں آخر جولائی ۱۹۱۴ء تک کوئی کہہ سکتا تھا کہ ہندوستان سے جہازوں میں سوار ہو کر فوجیں فرانس کیطرف جائیں گی۔ تا کہ فرانس کیطرف سے قیصر جرمنی کی فوجوں کا مقابلہ کریں؟ کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ دنیا کے تمام براعظموں سے فوجیں جہازوں میں سوار ہو کر فرانس میں جا کر کُشتیاں لڑینگی؟ کیا تم اِس سے انکار کر سکتے ہو کہ موجودہ نظارہ کا نہایت ہی صحیح صحیح نقشہ مندرجہ بالا الہام میں کھینچا گیا ہے؟ یہ نقشہ آخر جولائی ۱۹۱۴ء میں بھی تمہارے ذہنوں میں نہیں آ سکتا تھا۔ مگر خدا کے رسول نے خدا کے الہام پا کر آج سے آٹھ سال پہلے اِس نقشہ کو نہایت صحت کے ساتھ کھینچکر دکھا دیا پس کیا تمہیں اب بھی اِس بات میں شک ہو سکتا ہے کہ واقعی یہ اُس ہستی کا کلام ہے۔ جو غیب الغیب باتوں کو جانتی ہے۔ اور یہ کہ واقعی وہ رسول ایک سچا رسول ہے جس نے اتنے سال پیشتر خدا سے اطلاع پا کر اِس نظارہ کا ایسے صحیح الفاظ میں کھینچکر دکھا دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف یہ خبر دی کہ دنیا پر ایسی مصیبت آنے والی ہے جسکی نظیر پہلے زمانوں میں نظر نہیں آتی۔ بلکہ اُس مصیبت کی ایک خصوصیت کا جو ایک بالکل نرالی خصوصیت ہے نہایت ہی صحیح الفاظ میں نقشہ کھینچکر دکھا دیا۔ دوستو! کیا تم نے یہ نظارہ آج نہیں دیکھا۔ کہ "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں"۔

پھر آپ سچ سچ بتائیں کیا آخر جولائی ۱۹۱۴ء سے پہلے آپ کو اِس نظارہ کی خبر تھی۔ وہ کیا یہ دُرست نہیں کہ آج سے آٹھ سال پہلے خدا کے ایک برگزیدہ نے اِس نظارہ کا نقشہ نہایت ٹھیک الفاظ میں کھینچ دیا تھا۔ بتاؤ جس نقشہ کو اِس الہام ۱۱ مئی ۱۹۰۶ء میں پیش کیا گیا۔ کیا آج تم اُسکو ہوبہو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتا ہُوا نہیں دیکھ رہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس بات کا اقرار نہ کرو۔ کہ واقعی حضرت مسیح موعودؑ خدا کے ایک رسول تھے جنہوں نے ایسے سچے الفاظ میں ایک ایسے نقشہ کو آٹھ سال قبل کھینچکر دکھایا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ ایک طرف تو ان مصائب کا آنا اس بات کی ایک شہادت ہے کہ واقعی دنیا میں ایک رسول پیدا ہوچکا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ایسا عذاب دنیا پر نہیں بھیجا کرتے۔ جب تک اس سے پہلے ایک رسول کو مبعوث نہ کریں۔ دوسری خود اس رسول نے قبل از وقت خبر دی کہ دنیا میں خطرناک مصیبت آنے والی ہے۔ جس کی نظیر تاریخ میں نہ ملیگی۔ پھر اسکے علاوہ ایسے ایسے نظاروں کا نقشہ نہایت ہی سچے الفاظ میں کھینچکر دکھا دیا جو پہلے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے۔ پس اے لوگو! اس رسول پر ایمان لاؤ۔ تا اسکے ذریعہ تم نجات کی راہ حاصل کرو۔ خدا نے تم پر حجت پوری کردی ہے*

رپورٹ ماہوار

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۴ء۔

صیغہ تعلیم۔ تعداد طلباء ہائی سکول ۳۵۰ ہے۔ آٹھ کو سرکاری وظیفہ ملتا ہے۔ اور اسکی برسہ شاخوں میں تعداد طلباء ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ تعداد بورڈران ۱۳۶ ہے۔ سکول میں ہائی کلاسوں سے لیکر اپر پرائمری تک ڈویل ڈسکوں کا رواج دیا گیا ہے۔ بورڈنگ ہوس میں ہندو طلباء اگر داخل ہوں تو ہندو باورچی رکھنے کی تجویز مجلس معتمدین نے منظور کی ہے۔

تعمیر۔ ہال کی تھوڑی سی تکمیل باقی ہے جسمیں کمی روپیہ کے باعث تاخیر ہورہی ہے۔ اگر وعدہ کنندگان احباب جلد ایفاء وعدہ کریں تو یہ دقت رفع ہوسکتی ہے۔ اس لئے میں توجہ دلاتا ہوں کہ انجمنوں کے سکرٹری صاحبان جلد لوگوں سے چندہ تعمیر وصول کرکے بھجوائیں۔ تا ہال کی بہمہ وجوہ تکمیل ہوجائے۔ گورنمنٹ سے پانچہزار روپیہ ملنا منظور ہوگیا ہے۔ جو انشاء اللہ عنقریب ملنے والا ہے۔ اس عمارت کی تکمیل کی خاطر دوسرے فنڈوں کا روپیہ خرچ کرنے

میں بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ملازمین کو تنخواہیں بدیر ملتی رہتی ہیں۔ اور دیگر اخراجات
کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی رہی ہے۔ اور صیغہ تعمیرات آٹھ ہزار روپے کا مقروض ہے۔ یہ روپیہ
اب کیونکر ادا ہوگا۔ صرف اسی صورت میں کہ احباب ایک بار ہمت کرکے وعدوں کے ایفاء
کی طرف توجہ کریں۔ اور گورنمنٹ سے امداد مل جائے۔ ورنہ اور کوئی آمدنی کی صورت صیغہ
تعمیر میں نہیں ہے۔ پس میں بڑے زور سے ایسے سب احباب کی خدمت میں علی الخصوص
سکرٹری و پریذیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ اس طرف توجہ کرکے
ایک بار غیر معمولی کوشش سے کام لیکر روپیہ بھجوائیں تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ تا یہ قرضہ
اتر جائے۔ پھر میں ان لوگوں کی خدمت میں بھی اپیل کرتا ہوں۔ جنہوں نے گذشتہ سالانہ جلسہ
کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے ہاتھ پر مقروض صیغوں کے قرض کی ادائیگی کا انجمنوں
یا جماعتوں کے وکیل ہونے کی حیثیت سے یا اپنی ہی طرف سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ بھی ان
وعدوں کی طرف توجہ فرمائیں۔ آئندہ ماہ میں میں انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہوں کہ ایسے
وعدوں کی ایک فہرست شائع کروں جسمیں یہ دکھایا جاویگا کہ فلاں صاحب نے کس قدر
قرضہ کس کی طرف سے اپنے ذمہ لیا۔ اور کس قدر اب تک ادا ہوا امید ہے کہ میری یہ گذارش
خالی نہ جاویگی ÷

جلسہ سالانہ۔ جلسہ سالانہ کا موقع بہت قریب آرہا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی
وفات کے بعد یہ پہلا جلسہ ہے۔ اسے پُر رونق بنانے کے لئے احباب کو بہت توجہ کرنی چاہئے
تا حضرت مسیح موعود کی یادگار زندہ رہے۔ اور سب کو شمولیت سے حصہ لینا ضروری ہے
نیز اس کے لئے ضروری سامان بہم پہونچانے کیواسطے روپے کی بہت ضرورت ہوا کرتی ہے۔
اس لئے انجمنوں اور جماعتوں کے سکرٹری صاحبان اسی وقت سے اخراجات جلسہ سالانہ کے
لئے خاص چندوں کی تجاویز عمل میں لائیں۔ اور غیر معمولی کوشش سے کام لیں۔ تو وقت پر
کام چلنے میں انشاء اللہ حرج نہ ہوگا۔ لنگر خانہ پہلے ہی مقروض ہے۔ اسلئے اس خرچ کا مزید بوجھ
.... اس پر نہ پڑنا چاہئیے۔

شیر علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ۔ قادیان۔

تعلیم

فاضل	مستری خانہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

امانت			اشاعت اسلام																
مستقل فنڈ	بیرونی	اندرونی	بقایا	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

متفرقات										مقبرہ													
فاضل	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	باقی	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

یتامی						بیت المال											مدرسہ احمدیہ							
فاضل	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تعلیم	۰	۱۱	[illegible]۹۵
مقبرہ	۱۰	۷	۱۰۳۷
اشاعت اسلام	۸	۹	۲۳۰۲
مساکین	۵	۱۵	۲۲۶۵
زکوٰۃ	۹	۵	۴۳۱۶
[illegible]	۰	۱۱	۲۴۲۵
امانت اندرونی	۶	۸	۲۸۱۷
" بیرونی	۹	۱۴	۸۸۱
[illegible]	۹	۱۱	۱۳
مستقل فنڈ	۶	۲	۳۹۱۲
میزان	۲	۰	۲۷۰۶۹۰
منہائی فاضل	۱۱	۱۰	۳۰۸۳۵
باقی	۳	۵	۶۲۳۳
منہائی پیشگی	۹	۱۳	۶۰۰۵
باقی زرد امین	۶	۷	۲۲۷

مدرسہ احمدیہ	۳	۵	۳۳۹۶
بیت المال	۱۱	۵	۸۴۳
تعمیر	۱۱	۱۰	۹۲۳۳
یتامیٰ	۵	۳	۳۴۲
متفرقات	۵	۱	۳۱۴۰
میزان	۱۱	۱۰	۲۰۸۳۵

تفصیل پیشگی مینہ جات

تعلیم	۹	۸	۱۰۹۶۴
بیت المال	۰	۰	۴۳۰
مقبرہ	۳	۵	۹۳۶
تعمیر	۹	۱۵	۳۱۲۹
مدرسہ احمدیہ	۰	۰	۶۰۱
اشاعت	۰	۰	۳۰۰
متفرقات	۰	۰	۴۴۵
میزان	۹	۱۳	۶۰۰۵

[illegible]

محمد اشرف
ناظر

خلیفہ رشید الدین
محاسب

[illegible]

[illegible] صاحب [illegible] نے اپنے ان مضامین
[illegible] بیشتر چھپ چکے ہیں۔ تین مضامین کا مجموعہ
[illegible] وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ اس وقت
[illegible] مریض کی سی ہے۔ جس کا اعادہ صحت
[illegible] ہے" اس نیت سے انہوں نے اپنے
[illegible] کی موجودہ حالت کے بالکل مناسب
[illegible] ان مضامین کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ جلح
[illegible] ۲۰ صفحہ کا ٹریکٹ قیمت ا مر منیجر
[illegible] کے پتے سے مل سکتا ہے۔ شائقین منگوا کر
[illegible]

ضرورت واعظین

[illegible] اکثر اس قسم کی درخواستیں آتی رہتی ہیں۔
[illegible] یا مدرس قرآن پڑھنے والے کی ضرورت ہے۔
[illegible] کی خدمات ادا کر سکتے ہیں۔ اپنے نام پتہ اور مفصل
[illegible] کی فہرست دفتر میں محفوظ رہے۔ اور وقت
[illegible]

[illegible] التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری
[illegible] میں تو [illegible] معاف فرمایا جائے

گلکنڈہ کمپنی کی ڈاکٹری ادویات کے متعلق اخبارات کی رائے

پیسہ اخبار لاہور - دوا ... اکسیر ...

تیر ... مراد آباد ... جنت ...

حاصل کی ہے - اور ملک کو قدر کرنی چاہئیے

اخبار عام لاہور - ... ادویات کا بکس ... دوائیاں ایک ... صرف ...

جاتی ہیں - اس مفید اور پُرتاثیر بکس کا ہر ایک گھر میں ہونا مفید ثابت ہوگا -

پنجاب سماچار لاہور - ... ایک ...

پردہ نشین ... عرق پودینہ ... ہیں ...

اڑ ... بے شک ڈاکٹر ... کے ...

دیکھنے میں آئی - یہ اکسیر کا حکم رکھتی ہیں -

رہنما لاہور - ہم دعوے سے کہتے ہیں ... ہندوستان ...

برمن صاحب کی ادویات سستی اور ... ہیں -

زمانہ کانپور - ڈاکٹر صاحب کی دوائیں ... ہیں ... مفید ...

آپ ادویات کی سفارش کرتے ہیں -

تمدن دہلی - دانت کے درد اور کان ... کی دوا ہم نے ... تجربہ میں ... ہیں -

مدینہ بجنور - ڈاکٹر صاحب کی ادویات قابل اعتبار اور مفید ...

کے لیے کارخانہ کی بڑی فہرست جس میں چالیس مختلف امراض کی ...

مع قیمت درج ہیں - مفت طلب کرکے دیکھئے اور ... اور

ہمسایوں کو فائدہ پہنچائیے -

ادویات ہر جگہ ملتی ہیں ...

ڈاکٹر ... برمن ...

[illegible] | ازتحسین طرز شبلی کا بتایا ہے

[illegible]

دنیا کے مذاہب پر ایک نظر

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۴ء | مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۳۳ھ | [illegible]

فہرست مضامین

کتب رعایتی قیمت

مندرجہ ذیل کتب دفتر میگزین بتقریب جلسہ سالانہ [illegible] دسمبر ۱۹۱۷ء سے ۱۲ جنوری [illegible] معمولی رعایت پر فروخت کیجاویگی۔ اس لئے احباب [illegible] معمولی رعایت سے فائدہ اٹھاویں [illegible] کو یہ رعایت بند کیجاویگی اور پہلی قیمت پر کتب فروخت ہونگی۔ ان کتب کے علاوہ بعض اور کتب [illegible] اس فہرست میں نہیں آسکیں۔

نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
اربعین نمبر ۳ و ۴	۲ر	۱ر	نزول مسیح اردو	۴ر	۳ر
الوصیت	۱ر	۱۰ر	الحق لدھیانہ "	۶ر	۴ر
اجرودیہ عربی	۱۰ر	[illegible]	الحق دہلی "	[illegible]	۲ر
اظہار حق	۵ر	۴ر	اعجاز احمدی عربی	۴ر	۲ر
اوامر نواہی عربی	۹ر	۶ر	الہدیٰ عربی مترجم اردو	۶ر	[illegible]
براہین احمدیہ مکمل چہار جلد	[illegible]	[illegible]	ابطال الوہیت مسیح اردو	[illegible]	[illegible]
برکات الدعا	۲ر	۱ر	اسلامی اصول کی فلاسفی اردو	۵ر	۴ر
پارہ الم سیقول	۲ر	۱ر	تذکرۃ الشہادتین اردو	۵ر	۳ر
			فارسی	[illegible]	۲ر
چشمہ مسیحی	۳ر	۲ر	تقریروں کا مجموعہ اردو	[illegible]	۲ر
سرمہ چشم آریہ اردو	۱۲ر	۱۰ر	تقریرین "	[illegible]	[illegible]
سلسلہ دینیہ اردو عربی	[illegible]	۱۰ر	تحفہ قیصریہ "	[illegible]	[illegible]
			تحفہ ندوہ "	[illegible]	[illegible]
ضرورت امام اردو	۱ر	۱ر	جنگ مقدس "	[illegible]	[illegible]
قرآن شریف خوشخط صحیح مجلد	[illegible]	[illegible]	حمامۃ البشریٰ عربی مترجم اردو	[illegible]	[illegible]
مبادی الصرف اردو	۱ر	۱ر	[illegible] الاسلام [illegible]	[illegible]	[illegible]
مکمل یسرنا القرآن عربی نو ترمیم	[illegible]	[illegible]	حضرت اقدس [illegible]	[illegible]	[illegible]
			[illegible]	[illegible]	[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگویاں

جرس فریاد بردارد کہ بر بندید محملہا

جب دنیا اپنی مادی ترقی پر ایسی نازاں تھی کہ اس نے اپنی اصلیت کو بالکل فراموش کر دیا تھا۔ اسوقت اس خدا کے برگزیدہؑ نے خدا سے وحی پا کر "موتا موتی لگ رہی ہے" کی ہیبتناک آواز کو چاردانگ عالم میں بلند کر کے سب کو متنبہ کر دیا تھا کہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر اسکا آویزۂ گوش کر رکھے۔ اور یہ سمجھ رکھے کہ اوج کمال پر پہنچنے کے بعد ہر شے کا انحطاط شروع ہو جاتا ہے اور چونکہ آسمان پر یہ بات سخت ناگوار گذری ہے کہ دنیا اپنے دنیاداری کے کاموں میں تو مگن رہے مگر خدا کے فرستادے کی آواز باوجود تقریباً ہر ایک تک پہنچ جانے کے سخت بے اثری کی حالت میں پڑی رہے۔ اس لئے وہ اپنی قدیمی سنت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا کے مطابق ایک سخت انذاری رنگ میں اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے۔

حضرتؑ نے یہ وحی (یعنی موتا موتی لگ رہی ہے) ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے ہیبتناک زلزلے جس نے ایک آن کی آن میں کانگڑے ایسے زرخیز اور آباد مقام کو خاک سیاہ کر دیا تھا۔ کے جلد بعد کی شائع کر دی تھی۔ چونکہ یہ وحی اس ہیبتناک زلزلے کے بعد ہی فوراً نازل ہو گئی تھی۔ اس لئے (۱) اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا تھا۔ کہ کانگڑے پر جو خوفناک ابتلا اور موتیں واقع ہوئی ہیں وہ صرف آن برج خسا موا

کا پیش خیمہ ہیں جو روئے زمین پر اب واقع ہونیوالی ہیں۔ (۲) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حوادث اور سوانح جانکاہ جن سے اس قدر کثرت سے اموات واقع ہونیوالی تھیں ایک دوسرے کے بعد پے در پے ہوتے جاوینگے۔ (۳) پھر اسی وحی سے یہ بھی پتہ لگتا تھا کہ اس کا بھیانک اثر دنیا کے کسی خاص حصے تک محدود نہ رہیگا بلکہ ضرور ہے کہ اس کے حسرتناک نتائج جا بجا مختلف ممالک میں مشاہدہ کیئے جاویں۔ (۴) علیٰ ہٰذا القیاس اُس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا تھا کہ اس پیشگوئی کا ظہور غیر معمولی رنگوں میں ہوتا رہیگا۔

آیئے ناظرین! دیکھیں کہ اس پیشگوئی کا کیا انجام ہُوا۔ آج سے آٹھ نو سال پہلے کے گذشتہ واقعات پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ تب سے دنیا اور اہل دنیا پر کیا گذر رہی ہے۔ کیا زلزلہ کانگڑہ کے بعد کیا نئی اور کیا پُرانی دنیا دونوں میں جاں گداز زلازل اور تعبادم پے در پے نہیں ہوتے رہے؟ اور کیا مختلف حصص زمین میں انکے ذریعہ سے ابنائے آدم کا صفایا نہیں ہُوا؟ ہاں۔ خوب غور سے امریکہ کے مغربی سواحل پر نظر کرو۔ پھر جزائر غرب الہند کو دیکھو پھر یورپ کے جنوب پر سنٹرل ایشیا اور تمام مشرقی دنیا پر غور کرو۔ کہ خدا کی باتوں کی تصدیق نہیں ہوتی؟ کیا یہ تمام سوانح دل فگار اور حوادث نمونہ قہر حضرت قہار ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ جس سے دنیاوی آنکھ کو اچنبھے میں ڈال کر محو حیرت بنا دیں؟

جب رُوئے زمین سے صبر و قرار یوں اُٹھ گیا اور ایک عالم گیر اضطراب اور گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو کر دنیا کی بے ثباتی کی تصویر ہر کس و ناکس کی آنکھ کے سامنے پھر گئی تو پھر کیا قرآن کریم کی وہ پیشگوئی پورے طور سے نہیں پوری ہوئی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ انسان ایسی بے چینی کے سامان دیکھکر بول اُٹھیگا۔ ہیں! ۔ یہ کیا ہونے لگا ہے؟ فقال الانسان مالھا۔

لیکن کیا صرف زلازل ہی سے نوع انسان کی یوں بے دریغ قربانی ہوتی رہی ہے یا کوئی اور سبب بھی ہُوا ہے جس سے یہ نمونہ حشر بپا ہوتا رہا ہے؟ ۔ واقعات کے جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ صرف زلازل ہی سے نہیں بلکہ بہت سے دوسرے اسباب سے بھی انسانی زندگی کی خوفناک تباہی ظہور پذیر ہوئی۔ اس پیشگوئی کی تکمیل کے لیئے یوں تو قدرت نے اتنے اسباب و وسائط بہم پہنچائے جن کا شمار کرنا محال ہے۔ تاہم سب سے بڑے ذرائع وہی ہیں جن کا اشعار فقل

سے کچھ کچھ اظہار ہوتا ہے ۔

آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب ٭ اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
اِک جھپک میں یہ زمین ہو جائیگی زیر و زبر ٭ نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آبِ رودبار (درثمین)

نہ صرف مسیح موعودؑ نے بلکہ مسیح ناصریؑ نے بھی ابن آدم یعنی اپنے مثیل کے آنیکا پتہ اسی طرح دیا ہے کہ اسوقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹینگی (متی ۲۴/۳۰)

اب چاروں بڑے بڑے براعظموں پر نظر کرو۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان چاروں براعظموں میں مذکورہ بالا پیشگوئی کی تشہیر کے زمانے سے آجتک خوفناک جنگ ہو کر گشت و خون کے دریا بہ چکے ہیں اور وہ پیشگوئی بھی جسکو آج سے ۱۹۰۰ سال پہلے مسیح ناصری کی زبان پر اللہ کریم نے جاری فرمایا تھا آج مسیح ناصریؑ کے مثیل حضرت احمدؑ کی تائید و تصدیق میں لفظ بہ لفظ پوری ہو گئی ۔ فالحمدللہ۔

چین پر نظر کرو تبت کو لیلو ۔ ایران ۔ طرابلس ۔ مراکو ۔ میکسیکو اور بلقان کی تواریخ کا مطالعہ کرو تو آپ دیکھینگے کہ اس قدر خلقتِ خدا اِس آتش کی دیوی کی بھینٹ ہوئی ہے کہ الامان الحفیظ بس یہی معلوم ہوگا کہ ہر طرف خون کی نالیاں ہی چل رہی ہیں ۔ آہ ! ۔ اس سے بڑھکر اور کیا خطرناک نظارہ ہوگا اس سے بڑھکر اور کیا خونریزی ہوگی کہ آدمی آدمی کا قاتل ہو ۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بن رہا ہے اور ہٹے کٹے جوانمرد و عمر رسیدہ آدمیوں کو ۔ اور غریب و بیکس بچوں اور عورتوں کو بے دریغ تلوار کی گھاٹ اتار رہے ہیں ۔

ایک ملک کے آدمی دوسرے ملک کے آدمیوں کے ساتھ تو لڑائی کیا ہی کرتے ہیں پر ملک چین میں ہم نے دیکھا کہ ایک جماعت اپنے ہی ملک و قوم کی دوسری جماعت پر حملہ آور ہے ۔ تبت والوں نے چینیوں کو تہ تیغ کیا ۔ اور چینیوں نے تبتیوں کو ۔ ایرانی خود ایرانی لوگوں اور روسیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اہل عرب ترکوں سے اور ترک اہل عرب سے لڑائی میں مصروف رہے ۔ پھر اطالیہ والوں کو دیکھو جن کے سر پر توسیع حدود کا بھوت سوار معلوم ہوتا ہے تو وہ اپنے مورچوں میں محصور پڑے ہوئے ہیں انکی فاتحانہ امنگیں ساحل طرابلس پر پہنچتے ہی سمندر کے مد کی طرح دفعتہً جوش و خروش کھاکر ہمیشہ کے لیے جزر کی صورت اختیار کر گئی معلوم ہوتی ہیں ۔ ترک اٹلی والوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اور

اٹلی والے ترکوں کے ہاتھ سے۔ اور جہاں کہیں عرب کے لوگ۔ بچے۔ عورتیں دشمنوں کے ہاتھ آئے وہ خونخوار بھیڑیوں کی طرح اُن پر جا پڑے۔ فرانسیسی شمالی افریقہ کے عربوں کے ساتھ چھری کٹاری ہو رہی ہے اور موخر الذکر لوگ فرانسیسیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

سنٹرل امریکہ میں انقلاب پر انقلاب آئے۔ اور ایک فریق نے چاہا کہ دوسرے فریق کا نام ونشان تلوار کے زور سے صفحہ ہستی سے محو کر دے۔ پھر جنگ بلقان کے عبرت خیز حادثہ پر غور کرو۔ اور دیکھو کہ اس میدان کارزار میں جو سراسر نمونہ قیامت تھا۔ ابنائے آدم کا کیسی بے دردی سے قصہ پاک کیا گیا۔ اس میدان میں ہزاروں آدمیوں نے توپوں سے لڑ کر جان دی جس سے ان کی جوانمردی اور بہادری کا ثبوت مل گیا۔ پر لاکھوں آدمی ایسے تھے جن کو نہایت بے باکی اور بے رحمی سے سخت سے سخت ایذائیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ آخر تہذیب تہذیب پکارنے والے شائستہ مسیحوں کے ہاتھوں اُن کی لاشیں جلا کر خاک سیاہ کر دی گئیں۔

غرض ان زلازل۔ خوفناک جنگوں اور انقلابات عظیمہ نے دنیا کے خرمن امن پر ایسی بجلی گرائی اور اس کی ہستی کو بنیادوں سے اس طرح ہلا دیا کہ کیا بشر اور کیا شجر اور کیا دیگر مخلوقات ایک ایک بار تو ایسی گرفت میں آ چکے ہیں کہ سب کو اپنی اپنی ناپائیداری اور فنا کا عین الیقین ہو چکا ہے۔ اور اس پیشگوئی کے رعب اور اس کی عظمت نے اس طرح لوگوں کے قلوب پر احاطہ کر لیا ہے کہ ہر شخص گویا اپنے حالات سے اس بات کی تسلی شہادت پیش کر چکا ہے کہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔

" مواقع تو لگے ہی ہے " آگے بھی اُنک الفاظ کو پورا کرنے کیلئے خدائے تعالیٰ نے صرف زلازل یا جنگوں ہی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ جا بجا طوفان برپا ہوئے۔ طغیانیاں آئیں۔ جہاز تباہ ہوئے۔ بڑی بڑی کانیں اور آتش فشاں پہاڑ پھوٹ پڑے اور اس طرح ہزارہا قیمتی نفوس کا اتلاف ہو کر خدا کے وہ الفاظ پورے ہوئے جن میں ایسے وحشت اثر واقعات کی اطلاع دی گئی تھی۔ ان گذشتہ چند سالوں میں اتنے جہاز تباہ ہوئے ہیں اور وہ اتنی جلدی جلدی تباہ ہوتے گئے ہیں کہ کہیں بحری تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاز ٹی ٹے نِک کی تباہی کا واقعہ کون نہیں جانتا۔ اس جہاز کا نام ٹی ٹے نِک اس لئے تھا کہ وہ اپنی جسامت اور طاقت کے لحاظ سے اپنی نظیر

تب ہی تھا۔ کیا کوئی شخص اپنی یادداشت اور وسعت نظر سے کام لیکر بتا سکتا ہے کہ اس نے کبھی کسی ایسی تباہی کا حال پڑھا دیکھا یا سنا ہو؟ ہم زور سے کہتے ہیں کہ دنیا اس تباہی کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

پھر مذکورہ بالا پیشگوئی کی اشاعت اور تشہیر کے بعد صرف یہی ایک جہاز تباہ نہیں ہوا بلکہ قریب قریب اسی قسم کے اور بھی کثیر التعداد واقعات ہوئے ہیں جن کا سمندر سے تعلق رہا ہے۔ پھر جاپان میں جو خوفناک طوفان آیا اور جس سے ہزارہا انسانوں کا صفایا ہو گیا اس کو کون نہیں جانتا۔ پھر کثیر التعداد کانوں اور آتش خیز پہاڑوں کا پھوٹ پڑنا کسے بھولا ہوا ہے؟۔ کیا ان باتوں پر تدبر کرنے اور ان کے خوفناک نتائج اور انسانی جانوں کے بے اندازہ اتلاف کو زیر خیال لانے سے خدائے اسلام کی زبردست پیشگوئی کی حقانیت کا جلوہ صاف نظر نہیں آجاتا؟

قریباً دس سال کا عرصہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس وحی کا نزول ہوا تھا۔ اور اسوقت سے برابر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک سے ایک بڑھکر سامان پیدا ہوتا جاتا ہے۔ جس سے ان الفاظ کی لفظاً اور معناً تکمیل ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ جو واقعات آج تک زمانہ پیش کر چکا ہے۔ ان سے ظاہر ہو چکا ہے کہ پیشگوئی مذکورہ کی پوری پوری تکمیل ہو چکی ہے۔ مگر تاہم آئے دن کے نت نئے واقعات بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شاید ابھی اس پیشگوئی کی پوری تکمیل نہیں ہوئی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ مصیبت اور مشکلات کے روز کب ختم ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مصیبتوں کا اختتام نہ ہو گا اور ابنائے آدم کی جانوں کے اتلاف میں کسی طرح کمی نہ ہوگی جبتک کہ خواب خرگوش سے لوگ نہ جاگ اٹھیں اور خدا کے رسول مسیح موعودؑ پر ایمان نہ لے آویں جس کی آمد کی پیشگوئی دنیا کے تمام بڑے نبیوں نے کی ہوئی ہے۔

حسب ذیل اقتباس سے جو ۲۲۔ اپریل ۱۹۱۶ء کی پاپونیر سے لیا گیا ہے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ جونہی اس پیشگوئی کے مضمون سے حضرت مسیح موعودؑ نے لوگوں کو مطلع کر دیا تھا اور دنیا میں اس پیشگوئی کی کامل تبلیغ ہو گئی تھی اللہ کریم نے اس کے پورا کرنے کے لئے ایسے ایسے اسباب اور وسائل پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ کہ ہر اک شخص اپنی اپنی جگہ پر متحیر دکھائی دینے لگا۔ چنانچہ ایڈیٹر پاپونیر یوں رقمطراز ہے:-

سال ۱۹۰۶ء کا ابھی تیسرا حصہ بھی نہیں گذرا۔ پر اُس نے ابھی سے اپنے سوانح میں ایسے ایسے
مصائب اور مشکلات کو جمع کر لیا ہے جو شاید دس سالوں کے لئے کافی ہوتے۔ ایک ہفتہ بھی ایسا
نہیں گذرتا جس میں نیچر کی کوئی نہ کوئی نیرنگی جلوہ نہیں دکھا دیتی۔ حالانکہ اسی قانون قدرت
نے ازل سے آج تک اپنی روش میں نہایت باقاعدگی سے یکسانیت کو ملحوظ رکھا تھا۔ اس قسم کے
نیرنگیوں کی ابتداء جزائر غرب الہند سے مارٹی نیک کے انفجار سے ہوئی۔ کہتے ہیں کہ یہ ایسا
قیامت خیز حادثہ تھا کہ پچھلے ساٹھ سال میں اسکی کوئی نظیر نظر نہیں آتی۔ اور پڑوس کے جزائر
میں جہاں کہیں کوئی شرارہ یا شر انگیز مادہ زمین کے اندر چھپا پڑا تھا یکدم برآمد ہوگیا۔ اس کے بعد
فوراً مسسپی میں ایک خطرناک طوفان آکر سیلاب آگیا۔ پھر فارموسا میں دو نہایت سخت زلزلے
واقع ہوئے۔ یہ ہر دو زلزلے اپنے فعل میں ایسے زبردست تھے۔ کہ وہ زلزلہ جو فرسکو کی تباہی کا باعث
ہوا تھا۔ وہ بھی ایسا زبردست نہ تھا۔ پھر فرانس کی ایک کان میں آگ کا یکدم ملتہب اور برافروختہ
ہو جانا اور ہزارہا مخلوقات خدا کی زندگیوں کا نقصان ہو جانا ایسے خوفناک منظر کا تماشا
دکھلاتا تھا کہ اس قسم کا منظر اس سے پہلے نہ کبھی دیکھا تھا نہ سُنا۔ جو لوگ وہاں سے بچ
رہے تھے۔ ابھی مشکل سے وہ اس قابل ہوئے تھے کہ وہاں سے سلامت نکل آئیں کہ اٹلی کے
جنوب میں ایک ایسا ہی اور سانحۂ جاں گداز واقع ہو کر ہمارے قلوب میں تمام ایسے لوگوں کے
لئے جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس سے صدمہ یا نقصان جان و مال اٹھایا تھا ہمدردی کی
ایک ناقابل رکو کشش کا باعث ہوگیا۔ وسووی اس کا انفجار بھی کچھ ایسے زور سے ہوا کہ
اس کی نظیر بھی گذشتہ کئی صدیوں تک نہیں ملتی۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے سبب سے نیپلز
بھی جل کر خاک سیاہ ہوا کہ ہوا۔ پیشتر اسکے کہ کلیہ یا کے دارالسلطنت کے محفوظ رہنے کے
متعلق تشویش رفع ہو جاوے اس پاتال مادے کے فساد کا رجحان کیلیفورنیا کے ایسے خوشنما اور
خوبصورت شہر کی طرف اس سُرعت سے ہوا۔ کہ ہم نہیں جانتے کس طرح اس نے طرفۃ العین میں غربی
دنیا کے اس شہر کو جو ہر طرح سے نمونہ حسن و خوبی تھا تباہ و برباد کر کے بوم و زغن کا مسکن
بنا دیا۔ غرض ایسا محشر بپا ہوا۔ تباہی کا ایسا سیلاب آیا کہ پہلی صدی عیسوی کے بعد آج تک
اس قسم کا کوئی انقلاب قدرت نے پیش نہ کیا تھا۔ ہاں پہلی صدی عیسوی میں یورپ اور

ایشیائے کوچک کے اندر کچھ زلازل بھی آئے تھے اور آتش فشاں پہاڑوں میں تشقق واقع ہو کر شرر انگیز مادوں کا بھی انفجار ہوا تھا۔ اور عہد نامہ جدید کے سب سے آخری نوشتے کے استعارات انہی زلازل کا انعکاس معلوم ہوتے ہیں۔"

مندرجہ بالا اقتباس میں جس قسم کے دہشت خیز واقعات کا بیان ہے۔ اس قسم کے واقعات اُس زمانہ سے لیکر جب سے پیشگوئی مذکورہ کی کامل طور سے اشاعت ہو چکی تھی آج تک برابر بلا انقطاع نمانہ ہوتے رہے ہیں۔ طرفہ تر یہ امر ہے کہ نہ صرف بڑے بڑے جنگوں سے۔ ہولناک زلازل سے اور خوفناک وباؤں۔ طاعون۔ ہیضہ وغیرہ سے دنیا پر تباہی آتی رہی ہے۔ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے ابتلا آئے ہیں جنہوں نے اس پیشگوئی کی تکمیل میں ایک معتدبہ حصہ لیا ہے۔

اس امر کی وضاحت کے لیئے کہ پچھلے چند سالوں میں ان مصائب کی کس قدر کثرت رہی ہے اور کس عجلت اور تیزی سے یہ ایک دوسرے کے بعد پے درپے آتی رہتی ہیں ہم نمونہ کے طور پر ایک دو مہینوں کی ریوٹر کی تار خبروں میں سے ایسے واقعات کا انتخاب پیش کرتے ہیں جنمیں اس قسم کے مصائب اور آلام کا ذکر ہے:۔

۱۔ ۹۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء۔ جہاز والٹرنو کا نقصان۔ ایک سو ستر جانیں ضائع ہوگئیں۔

۲۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء۔ کارڈف میں ایک کوئلہ کی کان کا انفجار۔ چار سو سترہ آدمی مر گئے۔ پچھلے ستر سال سے برطانیہ میں اس قسم کی تباہی نہ آئی تھی۔

۳۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو جہاز پے لن کی تباہی۔ کوئی نفس جانبر نہ ہو سکا۔

۴۔ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو امریکہ میں ریلوے کا ایک حادثہ۔ ۲۰ اموات اور ایک سو آدمی مجروح۔

۵۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء۔ میکسیکو میں ایک کوئلہ کی کان میں حادثہ۔ تعداد اموات ۲۶۱۔

۶۔ ۴۔ نومبر ۱۹۱۳ء کو پیرس مارسیلز اکسپریس کی تباہی۔ مقام میلون پر تصادم ہونے کے باعث کم از کم ۴۰ اموات واقع ہوگئیں!

۷۔ ۱۳۔ نومبر ۱۹۱۳ء کو بمقام پیرو خوفناک زلزلہ آیا۔ ایک سو بیس جانیں بالکل ضائع ہوگئیں سینکڑوں مجروح ہوئے اور دس شہر تباہ ہو گئے۔

۸۔ ۱۵۔ نومبر ۱۹۱۳ء۔ اوٹاوا میں ایک تباہ کن طوفان۔ بیس اسباب سے بھرے ہوئے

وخانی جہازوں اور ۱۰۰ جانوں کا اتلاف۔ اس کے بعد کے ایک تار سے پتہ لگا کہ اس طوفان کے اندر ۱ جہاز اور اس طوفان کی نذر ہوئے اور ۱۰۰ مسافروں نے ان کا ساتھ دیا۔

الغرض جنگوں سے طاعون اور دیگر خوفناک وبائی امراض سے۔ زلازل اور دیگر مصائب اور ابتلاؤں سے جو قتل عام ہوا اور ہو رہا ہے اسکو ایک فقرہ میں ادا کرنے کے لیئے اس سے موزوں اور کیا الفاظ ہونگے؟ "موتا موتی لگ رہی ہے" ایک نہایت ہی مختصر مگر جامع اور مانع فقرہ ہے۔ بمجرد سماعت اس جملے کے ایک فہمیدہ انسان کے دل پر ایک وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس کی نظر کے سامنے وہ تمام مصائب اور ابتلا یکدم پھر جاتے ہیں جنکی وجہ سے دنیا پر ایک تباہ کن انقلاب آنیوالا ہے۔

اب غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں ہزار ہا دلائل پیش کرتا ہے۔ جو بالکل قرین عقل اور قرین قیاس ثابت ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف دلائل بیان کرتا ہے بلکہ اپنے دعاوی کی تائید میں آیات بینات اور نشانات دکھاتا اور سینکڑوں پیش گوئیاں کرتا ہے جو ہو بہو اور لفظ بہ لفظ پوری اترتی ہیں اگر ان سارے دلائل اور پیشگوئیوں کو نظر انداز کر کے صرف ایک پیشگوئی پر غور و تدبر کیا جاوے تو یہی پیشگوئی ایک سمجھدار انسان کے لیئے اتنا بڑا نشان پیش کرتی ہے کہ اس مدعی کے دعاوی کی حقانیت کے تسلیم کر لینے میں اسکو کوئی اشتباہ ہی باقی نہیں رہتا۔ اور اس کو ایسا اطمینان ہو جاتا ہے کہ پھر اگر ایک دنیا اس کو اسکی نسبت بدظن کرنا چاہے۔ تو وہ ہرگز ہرگز اسپر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی۔

آہ! ان دنوں میں جیسا اور جس قسم کا محشر عالم میں بپا ہو رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب سے دنیا کا آغاز ہوا ہے اس قسم کے مصائب اور آلام دنیا کی آنکھ سے مستور تھے۔ اس شخص کے لیئے جو ہر ایک امر میں تدبر اور تعمق سے کام لینے والا ہو۔ یہ واقعات اُسے ضرور تعجب میں ڈال دینگے بالخصوص اسوقت جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ ان کے پیش آنے سے پیشتر ہی اُن کے چہرے سے نقاب اٹھانے کے لیئے اس ایک ہی پیشگوئی سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ بلکہ متعدد طور پر کئی بار مختلف طرق سے۔ ان واقعات کے پیش ہونے کے سالہا سال پہلے ان واقعات پر روشنی ڈالی

گئی تھی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے صاف صاف الفاظ میں کئی بار اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر بتلادیا تھا کہ دنیا پر ایک قیامت آنیوالی ہے اور ہر طرف آگ مشتعل ہو کر موت کی اس طرح گرم بازاری ہونے والی ہے کہ الامان الحفیظ۔ ہر طرف سے موت موت کی گونج بلند ہوگی اور ایک تہلکہ پڑکر سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر مرعوب ہوجاوینگے۔

یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کا اتنا بڑا ثبوت ہے کہ ایک بدظن سے بدظن انسان پر بھی جب اس کی حقیقت کھل جاتی ہے تو اس کو اسکے سامنے سر جھکانا پڑجاتا اور سوائے آمنا و صدقنا کہنے کے اسکو کوئی چارہ کار دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے مطلقاً اس بارے میں کوئی پیشگوئی نہ کی ہوتی تو بھی ایسے موقع پر ان تمام باتوں کا یوں جمع ہوجانا اور ایسے واقعات کا ظہور پذیر ہوجانا جن سے قیامت کا سا نقشہ نہایت مجلّٰی الوان و نقوش میں ہر شخص کی نظر کے سامنے موجود ہوجاوے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی اور ان کے تمام دعاوی کی حقانیت کے منوانے کے لیئے ایک زبردست حربہ کا کام دیتا ہے۔ کیوں؟۔ اسلیئے کہ حضرت مسیح ناصری نے اپنے مثیل کے آمد کے وقت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے کہا تھا۔ اسوقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک ہوئی بلکہ نہ کبھی ہوگی متی ۲۴/۲۱ اور نہ صرف حضرت مسیح ناصری نے اپنے مثیل کے آنے کی پیشگوئی کی بلکہ اُس سے پہلے دانیال نبی بھی اس عظیم الشان انسانؑ کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہوئے کہہ چکے تھے کہ

"اُسوقت ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ اُمّت کی ابتدا سے لیکر اسوقت تک کبھی نہ ہوا تھا" دانیل ۱۲/۱

اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ مصیبت جو دنیا کی آنکھ نے اب دیکھی کیا یسوع ناصری کے الفاظ کو لفظ بلفظ پورا نہیں کرتی؟۔ کیا کوئی شخص پتہ دے سکتا ہے کہ دنیا کے شروع سے آج تک کوئی ایسا زمانہ ہوا ہے جس میں مصائب اور آلام کا یوں پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو جس طرح اب ہوا۔ ہاں خوب غور سے زمانہ گذشتہ کے واقعات پر نظر کرو اور تاریخ کی ورق گردانی کر کے بتاؤ کہ ان حوادث کی کوئی چھوٹی موٹی نظیر پیش کیجا سکتی ہے؟ اگر کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی اور یہ سچ ہے کہ یہ ایسی بڑی مصیبت ہے کہ دنیا کی ابتدا سے آج تک نہ ہوئی تھی۔ تو پھر کیا اب سچائی کے دلدادے اور ہر ایک امر میں حق اور حقانیت کے جلوے دیکھنے کے خواہشمند غور فرماوینگے کہ اب جبکہ حضرت یسوع ناصری کی

پیشگوئی اس زمانہ میں لفظاً بہ لفظاً صادق اتر آئی اس پیشگوئی کا مصداق کہاں ہے؟ ظاہر ہے کہ ثبوت کی اسی وقت ضرورت پڑتی ہے جب اس سے پہلے کوئی دعویٰ کیا گیا ہو اور اس دعویٰ کی حقیقت پر روشنی ڈالنا منظور ہو۔ اگر یہ اصل ٹھیک ہے۔ تو سوچو کہ قدرت جو اس وقت خارق عادت طور دکھا رہی ہے تو آخر یہ کسی نہ کسی حقیقت کے ثبوت کے لیئے ہونگے اور اگر سرے سے کسی دعوے کا وجود ہی نہ ہو تو پھر ثبوت فضول ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ان غیر مطبوع واقعات سے (جو ہر طرف موتا موتی کی وحشتناک اخبار پر مشتمل ہیں) کئی سال پہلے ایک شخص اُٹھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ مَیں وہی ابن آدم ہوں جسکی خبر تمام کتب سابقہ میں موجود ہے عہد نامۂ عتیق میں میرا ذکر ہے۔ پھر عہد نامۂ جدید میں میری آمد کی خبر موجود ہے۔ پھر قرآن کریم اور احادیث میں میری بعثت کا پہلے سے تذکرہ موجود ہے۔ پھر دوسرے تمام مذاہب کے اقوال و روایات میں میری نسبت وضاحت سے اشارات پائے جاتے ہیں۔ میرے لیئے زمین و آسمان نے گواہی دی اور پھر میرے دعویٰ کے ثبوت میں جیسا کہ مجھ سے پہلے تمام نوشتوں میں موجود ہے دنیا پر ایسے وہشت ناک انقلاب کی تحریک کا سیلاب آنیوالا ہے کہ کسی کے روکے نہ رُک سکیگا۔ اور جو ہر طرف رُخ کریگا اور قتل عام کرتا ہوا لاشوں کے ڈھیر لگا دیگا!!!

اگرچہ ہم اس مضمون پر اتنا کچھ لکھ چکے ہیں کہ ایک انسان کی تسلی کے لیئے بشرطیکہ تعصب نے اسے بالکل اندھا نہ کر دیا ہو کافی سے بہت زیادہ ہے اور ہمارا ارادہ تھا۔ کہ یہاں پر آکر ہم بس کر دیں۔ پر ہم کیا کریں کہ حضرت صاحب کے وہ الفاظ جن میں انہوں نے دنیا کی خوفناک تباہی کا ذکر کیا ہے ایسے خطرناک پیرایہ میں اپنی سچائی کا ثبوت دے رہے ہیں کہ یہ مضمون کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہیں آتا۔

تھوڑا ہی عرصہ گذرا سینٹ جانز سے رپورٹر نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ "جہاز بیلا وینچر پہنچ گیا مگر تختہ جہاز پر صرف پچاس آدمی سلامت بچے ہوئے اور ۶۹ لاشیں برآمد ہوئیں یہ تمام نیوفونڈ لینڈ کے رہنے والے تھے باقی تمام لقمۂ سمندر ہو گئے۔ سہ شنبہ کی صبح کو خبر ملی تھی۔ کہ مطلع صاف ہے۔ اور بیرومیٹر سے طوفان کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس لیئے چار جہاز ہزار آدمی لیکر سوس (ایک بڑا سمندر کا جانور ہوتا ہے) کے شکار کو نکلے۔ دوپہر کو سخت طوفان اٹھا سمندر

اس طرح تلاطم کھانے لگا۔ کہ خدا ہی کی پناہ۔ ایسی تباہی کے وقت ۱۰۰ آدمی سمندر کے اندر جدوجہد کرتے اور ہاتھ پاؤں مارتے دکھائی دیئے کہ کسی طرح جہاز کا پتہ لگائیں۔ طوفان چہارشنبہ کو سارا دن اسی طرح زور پر رہا۔ مگر رات کو کم ہو گیا۔ پنجشنبہ کو پو پھٹتے ہی بیلاوینچر کا کپتان اس خیال میں لگا تھا کہ کسی طرح چند آدمیوں کو بھیجکر سیلوں کا شکار کرائے۔ پر وہ کیا دیکھتا ہے کہ چند اجنبی اسکی طرف اس ہیئت کذائی سے بڑھ رہے ہیں کہ گویا ان کے جسم میں جان نہیں۔ اس سے پتہ لگتا تھا کہ وہ لوگ بڑے مصیبت زدہ ہیں۔ دن بھر ان کے بچاؤ کے لیئے کشمکش کی گئی۔ جو لوگ نکالے گئے ان میں سے بہت سے لوگ سخت سردی زدہ ہونے کے باعث خوفناک حالت میں تھے۔ سب سے پہلا آدمی ۵۹ گھنٹے پانی پر بے آب و دانہ اپنی زندگی کے لیئے ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ وہ بچ تو گیا۔ پر دوسرے ہی روز اندھا ہو گیا۔ ایک آدمی کے تو دونوں ہاتھ سن ہو گئے ہیں اسلیئے ان کو کاٹ دیا جاویگا۔ اسی طرح کئی لوگوں کی ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ دی جاوینگی۔ بعضوں کی پاؤں کی انگلیاں بعضوں کے کان اور بہت سے لوگوں کے ناک علیحدہ کر دیئے جاوینگے۔ دو آدمیوں کے بھائی ان کے اپنے ہاتھوں کے اندر مر گئے۔ بہت سی لاشیں برف کے ساتھ مل کر اس طرح یخ ہو گئی تھیں کہ برف ہی معلوم ہوتی تھیں ان کو تیشوں سے کاٹ کر برف سے علیحدہ کیا گیا۔ اکثر اس وقت اس دار فانی سے چلتے بنے جب ان کے مددگار انکو جہاز کی طرف لیئے جارہے تھے۔ ۴۲ لاشیں تو تین برف کے تودوں سے برآمد ہوئیں۔ کل لاشوں کو ڈھیروں میں متعدد جگہوں میں لگا دیا گیا۔ اور ہر ایک ایسے ڈھیر پر جھنڈیاں گاڑ دی گئیں تاکہ سٹیمر اگر ان کو اٹھا لے۔ بہت سی لاشیں ضرب کھا کر اس طرح سے خمیدہ ہو گئی تھیں کہ ان کو دیکھکر ڈر آتا تھا بہت سے لوگ پاگل ہو گئے تھے۔ ان کی دیوانہ وار حرکات سے ان کے ساتھی سہم سہم جاتے تھے۔ بہتوں کے چہرے یخ کی پے درپے چوٹوں سے اس طرح مسخ ہو گئے تھے کہ ان کے جسم شناخت ہونے سے رہ گئے۔ ایک آدمی نے تو مارے خوف کے برف کی ایک چٹان سے گر کر خودکشی کر لی۔ ساری بستی سے آہ و فغاں کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ سب طرف ہرتال ہو گئی ہے اور کام بند ہو گئے ہیں۔ اور جہاز سدرن کراس کو مدد کرنے کے سارے ارادے خاک میں مل چکے ہیں اور یہ یقین ہو چکا ہے کہ وہ جہاز بھی تمام کے تمام آدمیوں سمیت غرق ہو گیا ہوگا۔ ۶۔ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء۔

موجودہ جنگ فرنگ ناظرین! آپ نے دیکھا ہوگا کہ قدرت آلہی نے کیسے ہولناک نظارے

انتقام خدایانِ شمال!
دکھلائے ؟ - آہ ! - آپ نے دیکھا کس طرح ربّ الافواج کے ہاتھ کا جلال صولت اور جبروت
یاں ۔ اب آپ کو یقین ہوگیا ہوگا کہ اس کے دستِ جلال کا ایسا مغذب حملہ ہزاروں ہزار برس کے عصیاں
و عدوان کے بعد ظاہر ہوتا ہے - اور اس بجلی کی مانند ہوتا ہے جو لہلہاتے ہوئے کشت زار پر گرکر اسکو خاک
سیاہ کردیتی ہے - اور اس سیلاب کی طرح ہوتا ہے جو یکایک زمین پر چڑھ کر تمام در و دیوار پر پانی
پھیر دیتا ہے - مگر ابھی ہم کو اس کے قانونِ جبر و انتقام کا ایک اور اس سے بھی بڑھ کر
ہیبت ناک نظارہ آپ کو دکھلانا ہے - آہ ! - وہ ایک ایسی آگ ہے جس نے بھڑک کر تمدن کی
خوبصورتی سے خوبصورت آبادیوں کو آگ اور دھوئیں کی الم ناک سیاہی کے اندر ویران کردینے کی
ٹھان لی ہے - اور جس نے یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران
کا سہمناک فوٹو ہماری سہمی ہوئی آنکھوں کے سامنے ایسے حیرتناک طرز سے کھڑا کردیا ہے کہ ایک دم
کے لئے بھی ہم کو اس کے ہولناک نتائج کے احساس سے چھٹی نہیں مل سکتی - آہ ! - آپ کیا سمجھے ؟
ہم یورپ کے اس تباہ کن جنگ کا تذکرہ کر رہے ہیں جس نے دنیا میں ایک ہولناک بھونچال
پیدا کر کے خدا کے ان الفاظ کو پورا کردیا جو اکتوبر ۱۹۰۶ء کے انگریزی ریویو میں شائع ہوچکے ہوئے ہیں اور
جنکا اقتباس ہم اس جگہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں - " خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی
ہے ...... یورپ میں بھی اور ایشیا کے مختلف مقامات میں آئینگے اور بعض انمیں
قیامت کا نمونہ ہونگے اور اسقدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی ۔ اس موت سے
پرند چرند بھی باہر نہیں ہونگے - اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ
انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی - اور اکثر مقامات زیر و زبر ہوجاوینگے
کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی .... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں
اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری
مدد نہیں کریگا - میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں "

[illegible]

- [illegible] کبھی نہیں آیا تھا -

[illegible]

ایسا غضب کا نظارہ ہے جو آج تک کبھی زمین پر ظاہر نہ ہوا تھا۔

پر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟

یہ اس لیئے ہوا۔ کہ خدا کے ایک نذیر نے آج سے قریباً ۱۱ سال پہلے جبکہ یورپ کے تمدن کو انتہائی نقطے پر دیکھکر کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ یورپ پر ایک اچانک تباہی آنیوالی ہے خدا سے خبر پاکر حسب ذیل الفاظ میں آسمان پر کے شور کا حال سنانے کے لیئے اپنی آواز کو چار دانگ عالم میں بلند کر دیا۔

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر — دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار
اک نشان ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد — جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر و مرغزار
آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب — اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے — کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر — نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آب رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن — صبح کر دیگی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس — بھولینگے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی — راہ کو بھولینگے ہو کر مست و بیخود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں — سرخ ہو جاوینگے جیسے ہو شراب انجبار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان — آسماں حملے کریگا کھینچکر اپنی کٹار
مضمحل ہو جاوینگے اس خوف سے سب جن و انس — زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس — اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہیگی بے خطا — کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

(حضرت مسیح موعودؑ)

آہ! یسوع کی وہ تعلیم کیا ہوئی۔ جس کے ذریعہ سے اس شہزادۂ امن نے اپنے متبعین کو آشتی، محبت، حلم، امن، صلح، تحمل کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا۔ اپنے پڑوسی سے دوستی رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت پر میں تمھیں

کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو اور جو تم پر لعنت کریں ان کے لیئے برکت چاہو...... تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے فرزند ہو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں پر نکالتا ہے اور راستبازوں اور بدکاروں پر مینہ برساتا ہے۔"

پر سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ۔سنو! یہ اس لیئے ہوا۔ کہ وہ آیت الکبریٰ پوری ہو جو اس زمانہ کا مسیح (حضرت احمد قادیانی) اپنے ساتھ لایا تھا۔ اور جس نے بیان کیا تھا کہ اس کی راستبازی کو پرکھنے کیلئے خصوصیت سے اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ یہ نشان پورا ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور حضرت مسیح موعودؑ کی راستبازی کی جانچ پڑتال کے لیئے یہ ایک ضروری معیار نہ ہوتا تو پھر کسی طرح ممکن نہ تھا کہ یورپ کا مسلمہ تمدن کسی طرح اجازت دیتا کہ معاملات کی ایسی صورت ہو۔

کون نہیں جانتا کہ یورپ کا تمدن انتہائی نقطہ تک پہنچ گیا ہوا تھا اور ان کی طاقت اور عجیب عجیب ترقیات کی کوئی حد نہ رہی تھی؟ وہ سمجھ چکے تھے کہ زمین کی حفاظت اور اس کے درمیان امن و امان قائم رکھنے کا منصب انہیں عطا ہو چکا ہے۔ یہ ان کا ایمان ہو گیا تھا کہ بنی نوع انسان کو راحت اور سکھ کی نیند سُلانے کے لیئے وہ خاص طور سے چن لیئے گئے ہیں۔ پر مشیت الٰہی چاہتی تھی کہ اس کے مامور احمدؐ کی عظمت اور جلال کا ڈنکا دنیا کے چاروں کونوں کے اندر بج جاوے۔

آہ! ۔ بڑا ڈرنے کا مقام ہے۔ جب گناہوں سے زمین بھر جاتی ہے۔ تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی مامور آتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے اس مامور کی تکذیب ہوتی ہے۔ تو پھر یونہی عذاب آیا کرتا ہے۔ !!! اللّٰھم احفظنا۔

ہاں! ۔خوب غور کرو۔ کہ اس سے بڑھکر کیا خسران و نقصان ہوگا جس میں آج دنیا مبتلا ہے۔ کیا علم و تمدن کا انتہائی عروج ۔ کیا بڑے بڑے دماغوں کی افکار عالیہ کیا عقل و ادراک کے خزانے ایک منٹ ہاں ایک لحظہ بلکہ ایک آن کی آن کے لیئے بھی اس ہولناک بربادی اور آب رود بار کیطرح خون کی نالیاں چلانے والی اور لاشوں کے ڈھیروں کے ڈھیر لگا دینے والی جنگ کو روک سکتے ہیں اور ابنائے آدم کو ایک عالمگیر نقصان و ہلاکت سے بچا سکتی ہیں؟ ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

کیا کوئی ہے جو ان باتوں پر غور کرے؟ ہاں کیا کوئی دانشمند انسان ہے جو ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے اپنے حالات کی اصلاح کرے؟

دعاء۔ ہماری دعاء اور مقصد وحید یہی ہے کہ اللہ کریم ہمارے ناظر کو نظر بصیرت عطاء کرے اور اس زمانہ کے مصلح کی شناخت کے لیئے خود بخود ہر ایک کے لیئے اسباب موافق پیدا کر دے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

اسلام اور اسلام کا خدا

(سلسلہ کیلیئے دیکھو گذشتہ پرچہ ریویو ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء)

دوسرا الزام ہمارے مسیحی معترض کا یہ ہے۔ کہ مسلمان مذہب کے لیئے اندھا جوش رکھنے کے باعث سخت خونخوار ہوتے ہیں اس کا جواب سوائے اسکے کیا ہو سکتا ہے۔ کہ شیشہ محل ہیں رہ کر دوسروں پر کلوخ اندازی سے پرہیز ہی کرنا لازم ہوتا ہے۔ ایک مسیحی ہو کر ہمارے دوست کو اس قسم کا اعتراض کسی طرح شایاں نہ تھا۔ کیوں؟۔ اسلیئے کہ مذہب کے نام میں جسقدر خون دوسرے لوگوں کا مسیحیوں نے گرایا ہے وہ دوسرے کسی مذہب میں روئے زمین پر اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بجائے اس کے کہ ہم لمبے چوڑے ثبوت اور دلائل پیش کریں جن سے یہ ثابت ہو کہ ہمارے معترض کا یہ اعتراض بالکل پوچ اور لچر ہے۔ ہم اپنے معزز ناظرین سے صرف یہی التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ از راہ عنایت صرف تاریخ عالم پر ایک نظر ڈال کر دیکھ لیں کہ وہ کیا بتاتی ہے۔ بس پھر ان پر خود بخود روشن ہو جائیگا کہ بات کیا ہے۔ کاش ہمارے مسیحی دوست ایسے معاملات میں دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی تاریخ ہی پڑھ لیا کریں تو خواہ مخواہ ایسی غیر منطبق دل آزاری کے واقعات پیش نہ آیا کریں۔ ہمارا معترض بخوبی جانتا تھا کہ یورپ ایسے وسیع بر اعظم کا ایک ایک انچ اپنے پیارے مذہب کے لیئے جان گسل لڑائی کرنے والے مقدس مسیحیوں کی خونریز کارروائیوں اور عالم سوز بدبو کی اپنی بے زبانی کی زبان میں ہزار ہا ہزار شکایت کرتا اور انپر خون کے آنسوؤں کے دریا بہا رہا ہے۔

تیسرا اعتراض اسلام میں عورت کی تحقیر اور اس کے حقوق کے غصب کے متعلق ہے

یہ بھی ایسا بے بنیاد اعتراض ہے کہ ہمیں اپنے دوست (معترض) کی عقل پر رونا آتا ہے کاش وہ یسے بے بنیاد اتہام اسلام پر نہ لگاتا۔ کون نہیں جانتا کہ عورتوں کے مدارج اور ان کے حقوق کے متعلق اسلام تو بآواز بلند پکار پکار کر بتا رہا ہے۔ کہ ولھن مثل الذی علیھن جسکے معنے یہ ہیں کہ خاوندوں کا بھی ہو بہو ویسا ہی فرض ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں اُن کے مدارج اور اُن کی عزت کا خیال رکھیں جیسے عورتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کے حقوق ادا کریں اور اُن کے مدارج اور اُن کی عزت کا لحاظ رکھیں۔ اسلامی تعلیم نے تو اس خوبی سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے مہذب سے مہذب ممالک بھی اس معاملہ میں اسلام کی برابری کا دم نہیں مار سکتے برابری کا دعویٰ کرنا تو درکنار رہا۔ وہ اسلام کی خوبیوں کو اپنی اپنی جگہ پر دیکھ کر پسینہ پسینہ ہو رہے ہیں اور زمین باوجود اسقدر فراخی کے انپر تنگ ہوگئی ہے۔ مسیحیت جو حیثیت عورت کو دیتی ہے۔ وہ ایسی شرمناک اور ذلیل حیثیت ہے۔ کہ اس کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ تعلیم و تذکیر کی نسبت نمونہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اگر یہ اصل ٹھیک ہے۔ تو مسیحیوں میں حضرت یسوع مسیح سب سے بڑے انسان تھے۔ اُن کا نمونہ بہر حال واجب التقلید ہوگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جو نمونہ حضرت یسوع مسیح نے اس معاملہ میں اناجیل کے بیان کے مطابق دکھایا۔ دنیا میں غالباً کوئی ماں نہیں چاہتی کہ اس کے ساتھ اس کا بیٹا ایسا سلوک کرے۔ . . . .

. . . . اگرچہ ہم حضرت مسیحؑ کی نسبت یہ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہو۔ مگر اناجیل کا بیان ایسا ہی ہے۔

حضرت یسوع مسیح کے بعد ان کے رسول "پولوس" ہیں۔ یہ وہ شخص ہیں جنکی بابت سمجھا گیا ہے۔ کہ موجودہ مسیحیت کے گویا بانی ہیں۔ مضمون درپیش کے متعلق جو کچھ پولوس کے خیالات ہیں۔ وہ حسب ذیل اقتباسات سے ظاہر ہونگے جو کہ ان کے خطوط سے لیئے گئے ہیں۔

۱۔ تمھاری عورتیں کلیسیا میں چپکی رہیں۔ کہ انہیں بولنے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ فرمانبردار رہیں جس طرح شریعت میں بھی لکھا ہے۔ اور اگر وے کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے خصم سے پوچھیں۔ کیونکہ شرم کی بات ہے کہ عورتیں کلیسیا میں بولیں (قرنیتوں اول ۳۴-۳۵ ۱۴)

۲۔ چاہیئے کہ عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے۔ اور میں پروانگی نہیں دیتا کہ عورت

سکھلاوے۔ یا اپ شوہر پر حاکم بن بیٹھے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ بعد اس کے حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا۔ پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی لیکن بچہ جننے کے سبب نیچ جائیگی۔ (اگر بچہ نہ جنے تو نہیں۔ راقم مضمون ہذا) بشرطیکہ (اس لفظ پر بھی غور کرو۔ راقم) وے ایمان اور محبت اور پاکیزگی میں ہوش و تمیز کے ساتھ پائدار رہیں"
(تمطاؤس اوّل ۲/۱۱-۱۵)

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ اگر ہم یہاں یہ بھی ذکر کردیں۔ کہ شادی کے متعلق پولوس کے کیا خیالات تھے۔ دیکھو پولوس فرماتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو شادی کر لیتے ہیں۔ اگرچہ گناہ گار تو نہیں بنتے۔ تاہم وہ جسم میں ضرور تکلیف پائینگے۔ ان الفاظ سے کیا ترشح ہوتا ہے؟۔ کیا اس سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ پولوس شادی کرنے کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اور وہ یہ چاہتے تھے کہ انسان کنوارا رہے۔ پر شادی نہ کرے۔ خود حضرت یسوع مسیح کے نمونہ سے بھی تو آخر یہی پتہ لگتا ہے کہ حتی الامکان عورتوں سے دور دور ہی رہنا چاہیئے۔
اب بتاؤ۔ کہ ایسے مذہب سے کسی عورت کو کیا فائدہ کی توقع ہو سکتی ہے۔ جس کے لیڈر پولوس کی تعلیم اور یہ نمونہ ہو۔ اور جو یہ چاہے۔ کہ اگر ممکن ہو سکے تو عورتوں کو اپنے نزدیک ہی نہ آنے دیا جاوے۔

ہمارا خیال ہے۔ کہ ہم سخت بے انصافی کے مرتکب ہونگے اگر ہم اسوقت جلیل القدر قدیم مسیحی بزرگانِ دین کے اقوال جن سے معاملۂ زیرِ تنقیح پر روشنی پڑتی ہے۔ درج کرنے سے پہلو تہی کریں۔

۱۔ سینٹ برنارڈ صاحب کا قول ہے۔ کہ "عورت شیطان کی کُٹھنی ہے"
۲۔ سینٹ اینٹونی صاحب فرماتے ہیں "عورت شیطان کے بازو کا سرچشمہ ہے۔ اُسکی آواز سانپ کی آواز ہے"
۳۔ سینٹ بوناوینچر کہتا ہے۔ عورت کیا ہے۔ ایک بچھو ہے جو ہر وقت کاٹنے کو طیار رہتا ہے یا یوں کہو۔ کہ وہ شیطان کا گُرز ہے۔
۴۔ سینٹ سائپرین لکھتا ہے۔ یوں سمجھو کہ عورت ایک ہتھیار ہے جس کو شیطان اس لیئے استعمال کرتا رہتا ہے کہ اس کا تسلط ہماری جانوں پر ہو جاوے۔

۵۔ سینٹ جے روم کا بیان ہے۔ عورت شیطان کا دروازہ ہے۔ بدمعاشی کی سڑک ہے یا بچھو کا ڈنک ہے۔

۶۔ سینٹ جان ڈماسین رقم فرماتے ہیں کہ عورت کو دروغ بے فروغ کی دختر بد اختر سمجھو یا ایسے دوزخ کا سنتری سمجھو۔ اور یا اسے امن کا عدو سمجھو۔ وہ یہی ذات شریفہ تھیں جن کی بدولت حضرت آدم کو جنت سے نکلنا پڑا۔

۷۔ سینٹ کرائی ساسٹم رقمطراز ہیں۔ عورت ہی کی وساطت سے شیطان کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی کی بدولت بہشت ہمارے ہاتھ سے گیا۔ غرض تمام وحوش اور جنگلی جانوروں سے بڑھکر خطرناک چیز اگر کوئی ہے تو عورت ہی ہے۔

۸۔ سینٹ گریگوری اعظم فرماتے ہیں۔ کہ عورت ایک خونخوار افعی کا سا زہر ہلاہل رکھتی ہے اور ایک پرواز کرنے والے سخت زہردار سانپ کا سا مکر رکھتی ہے۔

اب ہماری معزز مسیحی بہنیں اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ کیا مذکورہ بالا مسیحی بزرگان دین کی آراء پر وہ بغیر کسی گھبراہٹ کے ایک نظر ڈال سکتی ہیں اور کیا وہ جائز سمجھتی ہیں کہ ایک لمحہ کے لیئے بھی ان کے ساتھ ان معزز لوگوں کے اقوال کے بموجب سلوک کیا جاوے؟

ہمارے دوست مسیحی معترض بھی غور فرماویں کہ تعصب نے اُن کی آنکھوں پر پٹی باندھکر ان کی حالت کیا سے کیا کر دی۔ دوسروں کی آنکھ کا بے معلوم سا تنکا تو اُن کے سامنے ایک شہتیر بن جاتا ہے۔ مگر اپنی آنکھ کا ایک شہتیر بھی انہیں دکھائی نہیں دیتا۔

ہم ... مسیحی معترضین کو اخیر پر وہی سنا کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جو اُن کے آقا اور مطاع یسوع نے فقیہوں کو کہا تھا۔ کہ اے راہ بتانے والو تم مچھر کو تو چھانتے ہو پر اونٹ کو نگل جاتے ہو۔ تم پر افسوس ہے کہ پیالے اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو۔ مگر وہ اندر لوٹ اور ناپرہیزگاری سے بھرے ہوئے ہیں۔

خاکسار محمد طفیل احمدی عفی اللہ عنہ ... بٹالہ

جماعت احمدیہ

پچھلے چند روز سے متواتر خبریں آ رہی ہیں کہ ٹرکی کی حکومت بھی اس عظیم الشان جنگ میں شامل ہو گئی ہے جس میں اس سے پہلے سات طاقتیں مشغول تھیں اور اس کا شامل ہونا بالکل بے سبب اور بے وجہ معلوم ہوتا ہے اور اسکی کوئی وجہ سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ترکوں کو انکی بداعمالیوں اور ظلموں کی پوری سزا دینا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسوقت تک جو وہ اپنے ملک اور اپنی رعایا کے فوائد سے بیخبر رہکر عیش و عشرت اور آپس کے لڑائی اور جھگڑوں میں مبتلا رہے ہیں اسکی انکو پوری سزا دے کیونکہ جن طاقتوں کے مقابلہ کے لیئے اس نے تلوار اٹھائی ہے انسے عہدہ برآ ہونا اسکا کام نہیں اور وہ اس میدان کا جوان نہیں اسکا انکے مقابلہ کے لیئے کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسا ایک چوہے کا پہاڑ سے سر ٹکرانا یا ایک چیونٹی کا سمندری لہروں کا مقابلہ کرنا انہوں نے اپنی حماقت اور جہالت کی وجہ سے باوجود ایک بکروٹہ ہونے کے شیر پر ہاتھ ڈالا ہے اور ایک چڑیا ہو کر باز پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے کاش وہ اتنا خیال کرتے کہ ہم جن طاقتوں سے مقابلہ کرنیکے لیئے کھڑے ہوئے ہیں انکے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ فرمایا ہے۔ اس جنگ میں جسقدر خون ہونگے انکا گناہ ترکوں کے سر ہوگا اور ہیبت اسلامی عظمت کے ضائع کرنیکا الزام بھی انہیں کے ذمہ لگیگا کیونکہ انہوں نے وقت کو نہ پہچانا اور نہ نشانات الٰہی کو سمجھا کاش وہ بجائے انگلستان سے جنگ کرنیکے اپنے نفس سے جنگ کرتے اور بجائے تلوار کھینچنے کے انصاف و عدل کی طرف متوجہ ہوتے اور بجائے دوسروں کو کافر قرار دیکر انسے جہاد کرنیکے اپنے دل کے کفر کو دور کرتے کیونکہ یہ انکے لیئے بہتر اور مبارک ہوتا انہوں نے باوجود آنکھوں کے خدائے تعالیٰ کی قضاء و قدر کو نہ دیکھا اور باوجود کانوں کے اس کے احکام کو نہ سنا اور باوجود دل ہونے کے اس کے منشاء کو نہ سمجھا اور اپنے ساتھ اپنی رعایا کو بھی تباہ کر دیا کیوں کہ

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً

چونکہ ٹرکی کی حکومت بظاہر ایک اسلامی حکومت کہلاتی ہے اس لیئے مسلمانوں کے دلوں میں قدرۃً

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر ان کو کیا کرنا چاہیئے اور جبکہ ایک طرف وہ سلطنت ہے جو مکہ اور مدینہ کی محافظ ہے اور دوسری طرف وہ جو ہمارے اموال اور جانوں کی محافظ ہے تو ہم کس سے ہمدردی کریں اس لیئے مَیں اس اعلان کے ذریعہ اپنی تمام جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ انکا طریق عمل واضح ہے اور ان کو بجائے خود فکر کرنے کے اپنے امام کی طرف نگاہ کرنی چاہیئے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے اور وہی ہمارا حقیقی ہادی اور رہنما ہے کیونکہ وہ خدا کا مسیح اور مہدی ہے اور اس کے حکم ہم سب کے لیئے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے واجب التعمیل ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض بیوقوف سلطان روم کو اپنا سردار اور آقا خیال کرتے ہوں لیکن ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ایسا نہیں سمجھ سکتے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں:۔ "مجھے سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے۔ اور نہ اُس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔ میرے لیئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ قبل اسکے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دنیا کی بادشاہت اسقدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا۔ پھر جبکہ ہمارے بادشاہ کے آگے سلطان روم ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز؟ میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی مَیں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اُس کے زیر سایہ رہکر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شائد بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔" (صفحہ ۱۔ اشتہار حسین کامی سفیر سلطان روم) آگے چلکر اسی اشتہار کے صفحہ دو پر ترکی گورنمنٹ کی ردّی حالت کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ اس ترکی سفیر کے سامنے جو قادیان آیا تھا: "مَیں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر مَیں اُس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی بُرا مانتا تھا اور

بایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ روم کے اچھے دن نہیں ہیں اور پھر اس کا بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں" تین سطر آگے لکھتے ہیں کہ "مینے یہ بھی اُس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہیگا وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اُس کو لگتی تھیں اور مینے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا" پھر اس امر کے متعلق کہ ترکی حکومت سے سلسلۂ احمدیہ کو بجائے فائدہ کے نقصان ہے تحریر فرماتے ہیں کہ "اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے مینے اُس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکرگذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اسقدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز اُمید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعوے کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں کیا یہ سُنکر اُس جگہ کے درندہ مولوی اور قاضی حملہ نہیں کرینگے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کریگا کہ انکی مرضی کو مقدم رکھا جائے پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ" اسی طرح اس کے انجام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "سلطان روم کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں" اسی معاملہ کے متعلق ایک دوسرے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں "سلطان کا خلیفۃ المؤمنین ہونا صرف اپنے مُنہ کا دعویٰ ہے۔ لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اردتُ اَنْ استخلف فخلقت آدم۔ خلیفۃ اللہ السلطان۔ ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے۔ نہ زمینی" (اشتہار جلسۂ شکریہ) پھر اسی اشتہار کے آخر میں انگریزی گورنمنٹ

کی تعریف کی نسبت تحریر فرماتے ہیں " رہی یہ بات کہ اشتہار مذکور میں انگریزی سلطنت کی تعریف کی گئی ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ ہرگز منافقانہ تعریف نہیں لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ نافق۔ بلکہ ہم سچے دل سے کہتے ہیں اور صحیح صحیح کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے بہت امن پایا ہے۔ اسلئے اس کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اور مجھے اُن شریر انسانوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اب تک وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جزاء احسان احسان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ"

اسی طرح سلطان روم کے خلیفۃ المسلمین کہلانے اور پھر دین سے غافل ہونے کی نسبت فرماتے ہیں "آج بھی اگر کسی انسان میں فراست موجود ہے تو دیکھ سکتا ہو کہ کیا اسلام کی حالت اُس خطرناک حالت تک پہنچی ہے یا کہ نہیں جس وقت خدا اس کی خبرگیری کرے زمانہ خود پکار پکار کر زبان حال سے کہ رہا ہے کہ مصلح کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ معمولی مسلمان تو کسی شمار میں ہی نہیں جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور

خلیفۃ المسلمین امیر المومنین

ہیں خود اُن کا حال ایسا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے کے اُنکو اتنی جرأت نہیں کہ اُن کی سلطنت میں کوئی شخص جرأت اور آزادی سے اظہار حق بھی کر سکے سلطان روم کی سلطنت میں کوئی چار سطر بھی مذہب عیسوی کے خلاف نہیں لکھ سکتا۔ شائد یہ خیال ہوگا کہ تمام عیسائی سلطنتیں ناراض ہو کر سلطنت چھین لینگی۔ مگر خدا کی سلطنت کا ذرا بھی خیال نہیں اور نہ ہی خدا کی طاقت پر پورا بھروسہ ہے۔ خودداری بھی ایک حد تک اچھی ہوتی ہے۔ مگر جہاں ایمان جائے وہاں ایسی باتوں کا کیا خیال۔

حالانکہ ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کہ گورنمنٹ کو مذہب سے تعلق ہی کوئی نہیں دیکھو ہم نے عیسائیوں کے خلاف کتنی کتابیں لکھی ہیں۔ اور کس طرح کے زور سے اُن کے عقاید باطلہ کا رد کیا ہے۔ مگر گورنمنٹ میں یہ بڑی خوبی ہے کہ کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا اصل وجہ اپنی ہی کمزوری ہوتی ہے۔ ورنہ گورنمنٹ دین کے معاملات میں کبھی بھی دست اندازی

نہیں کوئی" (اقتباس از تقریر بر مقام لاہور) آگے چل کر سلطان روم کے محافظ حرمین شریفین ہونیکے خیال کو غلط قرار دیتے ہوئے انگریزی گورنمنٹ کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔

"بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہلا کر بھی خدا کی طرف سے بے پروائی اچھی بات نہیں۔ مخلوق سے استمداد ناکہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا۔ یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ:۔

حرمین اُس کی حافظ ہیں

حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ اب تک وہ بچا ہوا ہے۔ جو مذہبی آزادی اس ملک میں ہمیں نصیب ہے وہ مسلمان ممالک میں خود مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں دیکھو کس آزادی سے ہم کام کرتے ہیں۔ اور پھر کیسا اثر ہماری تالیفات کا ملک پر ہوا ہے۔ قادیان میں ہمیشہ پادری لوگ آیا کرتے تھے۔ اُن کے خیمے ہمیشہ قادیان کے باہر کی طرف نصب کئے جاتے تھے۔ اور وہ پھر کر اپنا وعظ کیا کرتے تھے۔ مگر اب عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے کہ کبھی کسی پادری کی شکل بھی نظر نہیں آئی۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے اور مسلمانوں کو دعوی سے بلایا کرتے تھے کہ کوئی اُن سے مباحثہ کرے۔ اور کہتے تھے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ زندہ نبی کے حضور میں بحث کیجا وے۔ مگر اب یہ معاملہ ہے کہ ہم بلاتے ہیں۔ انعام دیتے ہیں۔ مگر کوئی نظر آتا ہی نہیں" (ایضاً)

پھر کتاب الہدیٰ کے صفحہ ۲۹ پر ان نام نہاد خلفاء کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

"وفوض الیھم خدمۃ فما ادوھا حق الاداء۔ اتزعمون انھم خلفاء الاسلام۔ کلا بل ھم اخلدوا الی الارض وانی لھم حظ من التقوی التام۔ ولذالک ینھزمون من کل من ھم بالمقاتلۃ۔ و یولون الدبر مع کثرۃ الجند والدولۃ والشوکۃ۔ وما ھذا الا اثر السخط الذی نزل علیھم من السماء (ترجمہ) اور جو خدمت اُن کے سپرد ہوئی تھی اس کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ کیا تم دعویٰ کرتے ہو کہ وہ

اسلام کے خلیفے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ وہ زمین کی طرف جھک گئے ہیں اور پوری تقویٰ کا انہیں کہاں حصہ ملا ہے۔ اس لیئے ہر ایک سے جو ان کی مخالفت کے لیئے اٹھ کھڑا ہو شکست کھاتے ہیں اور باوجود کثرت لشکروں اور دولت اور شوکت کے بھاگ نکلتے ہیں۔ اور یہ سب اثر ہے اس لعنت کا جو آسمان سے انپر برستی ہے۔" آگے چلکر انکے بُرے حال اور بدانجام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "وکیف یُعضدون بالنصرة والاعانة۔ مع ھٰذہ الغوایة والخیانة۔ فان اللہ لایبدل سنته المستمرة۔ ومن سنته انه یویّد الکفرة ولا یوید الفجرة۔ ولذالك تری ملوك النصارٰی یویدون وینصرون۔ و یاخذون ثغورھم ویتملکون۔ (ترجمہ) اور ایسی خیانت اور گمراہی کے ہوتے انہیں کیونکر خدا سے مدد ملے۔ اس لیئے کہ خدا اپنی دائمی سُنّت کو تبدیل نہیں کرتا اور اس کی سنّت ہے کہ کافر کو تو مدد دیتا ہے پر فاجر کو ہرگز نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ نصرانی بادشاہوں کو مدد مل رہی ہے اور وہ اُن کے حدوں اور مملکتوں پر قابض ہو رہے ہیں اور ہر ایک ریاست کو دباتے چلے جاتے ہیں۔" (صفحہ ۳۴) پھر انکے حافظ حرمین شریفین ہونے کا انکار کرتے ہوئے اس طرح اُن کی تباہی کی خبر دیتے ہیں:

"اتخالون انھم یحفظون حرم اللہ وحرم رسوله کالخدام۔ کلّا بل الحرم یحفظھم لادّعاء الاسلام وادعاء محبة خیر الانام۔ وقد حقت العقوبة لو لم یتوبوا الی اللہ المقتدر العلام۔ (ترجمہ) کیا تمھارا خیال ہے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم اور محافظ ہیں ایسا نہیں بلکہ حرم انہیں بچا رہا ہے اس لیئے کہ وہ اسلام اور رسولِ خدا کی محبت کے مدعی ہیں۔ اور اگر وہ سچی توبہ نہ کریں تو سزا سر پر کھڑی ہے۔" (صفحہ ۵۶ الہدٰی)

اِن تحریروں سے یہ باتیں صاف ظاہر ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سلطان کے ادعائے خلافت کو غلط قرار دیتے ہیں اسکی حکومت سے انگریزوں کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں۔ انکی سلطنت کے بدانجام کی خبر دیتے ہیں اور انگریزی حکومت کی مخالفت کو نہایت مکروہ اور گناہ زاد

دیتے ہیں۔ اور ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام اور فیصلوں پر دل و جان سے کاربند ہو۔ پس میں تمام جماعت کو اس اعلان کے ذریعہ سے اطلاع دیتا ہوں کہ اپنے امام کے حکم کے ماتحت ہر طرح سے گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ رہیں اور ہر ممکن طریق سے اس کی مدد اعانت کرتے رہیں اور اگر کسی جگہ کسی آدمی یا جماعت کے خیالات ان کو نادرست معلوم ہوں تو اس کی اصلاح کی کوشش کریں اور اپنی جماعت کے علاوہ غیروں کو بھی سمجھاتے رہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ کی فرمانبرداری ان کا مذہبی فرض ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنے ذاتی خیالات کو مذہب پر قربان کر دیں۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس امن سے ہم گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں ہرگز وہ امن ہم کو اور کسی سلطنت میں نہیں مل سکتا خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ خصوصاً اس زمانہ کی اسلامی کہلانے والی حکومتوں کے علم اور بُردباری کا نظارہ ہم امیر کابل کے سلوک سے دیکھ چکے ہیں جس نے بلاوجہ ہمارے ایک بھائی کو نہایت بے دردی سے سنگسار کروا دیا۔

آخر میں میں اپنی جماعت کو اس امر کی بھی تاکید کرتا ہوں کہ وہ آجکل دعاؤں اور آہ و زاری پر بہت زور دیں اور اپنے نفوس میں تبدیلی پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ کے آگے گر جائیں تا اسلام کی ترقی کی صورت نکلے اور اس کے زوال کے اسباب دور ہوں اور اسلام ایک دفعہ پھر اپنی اصل شان میں دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلنا شروع ہو اور شرک و بدعت کی جگہ توحید۔ اور سچی اطاعت کی ترقی ہو۔

آمین ثم آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

خاکسار

میرزا محمود احمد خلیفۂ دوم جماعت احمدیہ۔ قادیان (پنجاب)

۹۔ نومبر ۱۹۱۴ء

کفّارہ

(رقم زدہ شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم)

ما زیاراں چشم یاری داشتیم * خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مفت خوروں کا دلپذیر فقرہ یعنی مفت راچہ گفت۔ مشہور معروف ہے۔ بیشک مفت خوروں کے واسطے یہ جملہ واقعی قابل عمل ہے۔ اور اسی سے انکی ہستی قائم رہ سکتی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو دنیا میں نکمے کہلاتے ہیں۔ جب وہ دنیوی ترقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں۔ تو چونکہ حاجات فطری کے واسطے ضروری ہے۔ کہ ایسی اشیا بہم پہنچائی جاویں۔ جن سے یہ حاجات رفع ہو جاویں۔ اسلیئے بوجہ نکما پن رکھنے کے وہ اسی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کوئی چیز مفت ہو۔ تو یہ حاجت پوری ہو جاوے۔ اور اسی لیئے وہ بیجا طور پر دوسروں کے حقوق پر اپنا تسلط کر لینا برا محسوس نہیں کرتے۔ انکے نزدیک مفت خوری ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جو صرف انہی کا ہی حصہ ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ خود نکما ہونیکے باعث ایسی ترقی نہیں کر سکتے جس سے انکو مفت خوری کی لت سے نفرت ہو جاوے۔ اور وہ خود اپنی مدد آپ کریں۔

یہ مرض ایک ایسا برا مرض ہے۔ جس نے کئی اقوام کو تباہ کر دیا۔ اس روشنی کے زمانہ میں ہر طرح سے جدوجہد ہو رہی ہے۔ کہ یہ برا مرض مٹا دیا جائے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ مرض صرف علم ہی سے دور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ علمی ترقی کا لوگوں کو شوق دلایا گیا۔ اور اسکے ساتھ ہی طرح طرح کے ایسے اصول بنائے گئے۔ جن سے تعلیم میں ترقی ہو سکے۔ اور پھر ساتھ ہی خیال رکھا گیا کہ ایسے ڈھنگ سے بچوں کو تعلیم دیجائے۔ جو وہ اس کام سے فراغت حاصل کر چکنے کے بعد ملک اور قوم کو فائدہ پہنچا دیں۔ چنانچہ سکول کے استاد جہاں اور طریقوں کو استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ساتھ ہی یہ اصول بھی ابتدائی جماعتوں میں رکھدیئے گئے۔ کہ ایسے

طریقہ سے پڑھاؤ۔ جس میں طلباء اپنی مدد آپ کریں۔ اور تعلیم میں وہ خود ذاتی سعی سے ترقی کریں۔ یعنی ابتداء میں ہی انکے دلپر یہ بات نقش کر دیجائے۔ کہ ہر کام میں اپنی ذاتی سعی مفید ہوتی ہے۔ چنانچہ جن جن ممالک میں ان اصول کو مدِ نظر رکھکر تعلیم دیجاتی ہے۔ وہاں سے مفت خوروں کے گروہ کے گروہ معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی تعلیم یافتہ لوگ ان تمام امورات سے جن میں مفت خوری جائز قرار دیگئی ہے۔ متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ کے لوگ عام طور سے اپنے آبائی مذہب کو اس نظر سے نہیں دیکھتے۔ جس نظر سے کہ ایک سچا مذہبی آدمی اپنے مذہب کو سچی اور حقیقی نظر سے دیکھتا ہے۔

مفت خوری کا مرض آج سے نہیں۔ بلکہ بہت پہلے سے ہر ایک ملک میں موجود تھا اور بعض اوقات جہالت کے زمانہ میں تو اس نے ایسی ترقی کی ہے۔ کہ دنیوی امور تو بالائے طاق۔ مذہبی اصول کا بھی یہ مرض جزو اعظم بن گیا۔ کیا معنی۔ یعنی جب کم ہمت لوگ جو کسی طرح سے اپنے آپ کو سدھار نہ سکے۔ اور مذہبی قیود کی پابندی نہ کر سکے۔ تو انہوں نے ایسے طریق رائج کیئے۔ جس سے وہ اپنی کم ہمتی کے موجود ہوتے ہوئے مذہبی ترقی میں ترقی کرتے ہوئے سمجھے جاویں۔ اور جس طرح ایک مفت خورہ دوسروں کے دنیوی حقوق کو زبردستی اور ناانصافی سے اپنے حقوق خیال کرتا ہے اسیطرح ان لوگوں نے ایسے اصول بنائے۔ کہ جن سے ایک مذہبی انسان کے حقوق کے یہ مالک ٹھہرائے جاسکیں۔ اور وہ تمام حقوق جو اس نے کئی طرح کی کوششوں اور محنتوں سے حاصل کیئے تھے۔ گویا وہ ایک آن واحد میں بلا وجہ انکے سمجھے جاسکیں۔

اگرچہ ہمیشہ سے ایسی اقوام صفحۂ ہستی پر موجود رہی ہیں۔ مثلاً بُت پرست وغیرہ جن کا یہی مذہب تھا۔ کہ ایک آدمی کو دیوی ماتا کی بھینٹ کر دینے سے ہم ہر طرح کے مصائب و آلام سے بچ سکتے ہیں۔ مگر آخرکار یہ باطل مذاہب نابود ہوگئے۔ اور دانا دل نے سمجھا دیا۔ کہ دیوی ماتائیں ایسے بد افعال سے خوش نہیں ہوتیں۔ اور نہ وہ کچھ کرسکتی ہیں۔ مگر پھر بھی وہ مذاہب جو عام طور پر بُت پرستوں کو بُت پرستی کے بدلے دکھلائے

گئے۔ پھر اسی رنگ میں رنگین ہوئے۔ اور خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے
پھر انیس بیس کا ہی فرق رہ گیا۔ جبھی تو وہ مذاہب عام طور سے بُت پرست اقوام نے
بزودی قبول کر لیئے۔

اس تمام نظارے کا رہا سہا منظر ہم آجکل مسیحیت کے باغوں میں دیکھتے ہیں۔
چنانچہ اگر مسیحیت کے باغوں کے چھوٹے سے لیکر بڑے گلدستے کو سونگیں۔ تو انکی مہک
اپنی زبان میں یہی پکارتی سنائی دیتی ہے۔ کہ آؤ۔ تمھیں ایک ایسے باغبان کے پاس لے
چلیں۔ جس نے سب کے واسطے ہر طرح کے دکھ اور مصیبتیں جھیلیں۔ اور اس انسان نے
ان تمام ضروریات کو جن کے پورا کرنے میں تمام لوگ ناکام رہ سکتے ہیں۔ پورا کر دیا۔
یعنی وہ یہ کہ شریعت جس پر کوئی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ اور گناہ کا مادہ جو فطرتاً ہی
سب میں پایا جاتا ہے۔ اور پھر تمام زندگی بھی بجز گناہ کرنے کے بسر نہیں ہو سکتی
اس نے اُس سزا کے بدلے جو خدا نے ہمارے واسطے مقرر کر رکھی تھی۔ اپنی جان فدیہ
میں دیکر ہمیں گناہوں سے چھڑا لیا۔ اور ہماری تمام کمزوریاں اور ناپاکیاں اسکے
اس معاوضہ پر جسے یہ مسیحی لوگ کفّارہ کہکر پکارتے ہیں۔ ایمان لانے سے زائل
ہو جاتی ہیں۔ اور پھر ایسے تسلیم کنندہ پر سزا کا حکم نہیں رہتا۔ یہ کفارہ حضرت
مسیح کا ہے۔ جس نے بقول نصاریٰ اپنی جان گنہگاروں کے واسطے فدیہ میں دیدی۔
اور اس بات کو وہ مذہباً ایسے طریقے سے مانتے ہیں کہ اس ایک اصول کے بغیر وہ اپنے
مذہب کو سچا اور عالمگیر مذہب نہیں مان سکتے۔ اسلیئے کچھ ضرور نہیں۔ کہ ہم اپنے اس مضمون میں
یہ ثابت کریں۔ کہ وہ فلاں فلاں آیات کے رو سے کفارہ کو قبول کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارا کام
صرف اسقدر ہے۔ کہ ہر ایک پہلو کو مدِ نظر رکھکر اس مسئلہ کی بطالت ثابت کریں۔

جیسا کہ عوام الناس جانتے ہیں۔ عیسائی لوگوں کا فدیہ دینے والا حضرت
مسیح ابن مریم علیہ السلام تھا۔ اس لیئے ضروری امر ہے۔ کہ پہلے ہم اس لفظ مسیح پر
بحث کرکے ناظرین پر ثابت کریں۔ کہ یہ لفظ مسیح کیا ہے۔ یہودی اس کو کیا سمجھتے
تھے۔ اور آجکل اس لفظ مسیح سے نصاریٰ کا کیا مفہوم ہے۔

مسیح کا استعمال

پس واضح ہو۔ کہ یہودی محاورہ میں مسیح صرف اس کو کہا جاتا تھا۔ کہ جسے خدا کے حکم سے کوئی نبی ممسوح کرے۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ ایک سینگ جو نبی اپنے پاس رکھتا تھا۔ خدا کے حکم کے ماتحت اس سینگ میں تیل بھر کر وہ نبی مسیح بننے والے کے سر پر انڈیل دیتا تھا۔ اور پھر اسے مسیح کرتا تھا۔ اسی کو یہودی محاورہ میں خدا کا مسیح کہا جاتا تھا۔ اور اگر عام طور پر دیکھا جائے۔ تو بائبل اس بات کی شاہد اوّل ہے۔ چنانچہ ساؤل کو سموئیل نبی نے ممسوح کیا۔ سموئیل ۱۰/۱ اور یہ ساؤل بادشاہ ہوا۔ اور نہ صرف بادشاہ بلکہ ایک طرح سے نبوت کرنے والا بھی ٹھہرا۔ پھر اگرچہ ساؤل پر بُری روح اتری۔ اور یہ خدا کی نظر میں مغضوب ہوا۔ سموئیل ۱ ۱۴/۱۶۔ مگر سلطنت کے پہلے یہ ضرور نبی کے ہاتھ سے خدا کا ممسوح ہوا تھا۔ پھر سموئیل نبی نے داؤد ابن یسی چرواہے کو خدا کا مسیح کیا۔ اور اسکے سر پر تیل ملکر اسے ممسوح کیا سموئیل ۱ ۱۳/۱۶

مگر کوئی یہ خیال کرے۔ کہ یہ بنی اسرائیل کے مسیح تھے۔ اور خدا کا مسیح کہلانا صرف مسیح ابن مریم کے واسطے ہی جائز ہے۔ تو یہ یاد رہے۔ کہ یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ کیونکہ داؤد اپنی زبور میں آپ کو خدا کا ممسوح (مسیح) کہتا ہے دیکھو زبور ۸۹/۲۰ اور کہتا ہے۔ کہ اے خدا۔ تو اپنے ممسوح سے بیزار ہوا۔ اب جائے غور ہے۔ اگر اپنے ممسوح سے مراد ابن مریم لیا جاوے۔ تو یہ کہنا کہ خدا یسوع مسیح سے بیزار ہوا۔ عیسائیت کے رد سے کسقدر لغو اور بے بنیاد ہوگا۔

پس ثابت ہوا۔ کہ یہودی شریعت میں خدا کا مسیح صرف اسی کو کہا جاتا ہے جس کے سر پر کوئی نبی تیل مَل کر خدا کے حکم سے اسے مسح کرے۔

جو کچھ مسیح کے لفظ کا اصل مفہوم ہے۔ وہ ہم اپنے ناظرین کو دکھلا چکے ہیں۔ اب یہ امر قابل غور ہے۔ کہ عیسائی مفہوم کیا ہے۔ اور اس تفہیم کی کیا بنیاد ہے۔

لفظ مسیح اور عیسائی مذہب

پس واضح ہو۔ کہ اگر عام طور سے عیسائیوں سے پوچھا جائے۔ کہ مسیح کے معنے کیا ہیں۔ تو وہ یہی کہتے ہیں۔ کہ مسح کیا گیا۔ مگر انکا اصلی مذہبی عقیدہ اس بات کو بالفاظ دیگر بیان کرتا ہے۔ اور اس بیان سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس لفظ مسیح کا مفہوم یہود سے بالکل نرالا اور مختلف ہے چنانچہ اتانا سیوس کے عقائد نامہ میں اسکی تشریح یہ ہے۔ " اگرچہ وہ خدا اور انسان ہے۔ مگر دو نہیں۔ بلکہ ایک مسیح ہے" ہدایت نمبر ۳۴ - اور پھر لکھا ہے " کیونکہ جس طرح نفس ناطقہ او جسم ایک انسان ہے۔ اسی طرح خدا اور انسان ایک مسیح ہے" ہدایت نمبر ۳۷۔ دیکھو دعائے عام چرچ آف انگلینڈ صفحہ ۲۲ -

یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہند اور پنجاب میں جو مختلف عیسائی مشنیں کام کر رہی ہیں وہ مسیح کے لفظ کی تشریح مختلف طریقوں سے کرتی ہیں۔ اگرچہ ان میں کم و بیش اختلاف تو ضرور ہے۔ مگر اس لفظ کے مفہوم میں وہ قریباً قریباً بالکل متفق ہیں۔

(۱) چنانچہ رسولوں کا عقیدہ جسے قریباً کل عیسائی دنیا مانتی ہے۔ اس میں بھی صاف صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مسیح خدا اور انسان ہے۔ اور وہ مرا۔ زندہ ہوا۔ اب آسمان پر ہے۔ وغیرہ۔

(۲) عقیدہ اتھناسیاں والے بھی جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ یہی مانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔

(۳) عقیدہ نسین کے پیروکار بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ مسیح خدا تھا۔ اور وہ بھی تثلیث کے قائل ہیں۔

(۴) میتھوڈسٹ مشن والے بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ " وہ بیٹا جو باپ کا کلمہ ہے۔ اور ازلی اور ابدی خدا اور باپ سے متحد الوجود ہے۔ مبارک کنواری کے پیٹ میں آدمی کی شکل بنا حتی کہ وہ کامل اور مسلم اصل الوہیت و انسانیت سے بلکہ ایک ایسا اقنوم ہوا کہ منقسم نہیں ہو سکتا" تشریح التثلیث مصنفہ پادری ڈی۔ ڈبلیو ٹامس صاحب ایم اے صفحہ ۲

امریکن مشن والے بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ مسیح خدا اور پھر انسان بنا۔ اور تثلیث کی پرستش کرتے ہیں۔ دیکھو زبور اور گیت خدا کی عبادت کے لئے کی کتاب۔ گیت ۱۱۶

غرضیکہ عام طور پر قریب قریب کل عیسائی دنیا اس بات کی قائل ہے۔ کہ مسیح سے مراد یہی ہے۔ کہ وہ خدا اور انسان ہوا۔ اور یہی مسئلہ کفارہ کی جڑھ ہے۔ یا یوں کہیں۔ کہ اسی منبع سے کفارہ نکلا۔ اور اگر الوہیت مسیح نہ قبول کیجائے۔ تو کفارہ باطل ٹھہرتا ہے چنانچہ یہ بات تمام تثلیثی عیسائی مانتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص ہمارے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کا منکر ہو۔ اور اسکا ایمان اپنے طور کا ہو۔ تو وہ کفارہ کے مسئلہ سے بھی جیسے مسیحی کلیسیا کے لوگ مانتے ہیں۔ ضرور منکر ہوگا۔ دیکھو تشریح التثلیث مصنفہ پادری ڈی۔ ڈبلیو ٹامس صاحب ایم۔ اے صفحہ

اور اگر بنظر عمیق عیسائیت پر سوچا جائے۔ تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ الوہیت کے نہ ماننے والے[1] کفارہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ گنہگار کے بدلے گنہگار کیا کفارہ ہو سکتا ہے۔ اور اغلب ہے کہ یہ مسئلہ کفارہ بھی انہی وقتوں کا مروجہ مسئلہ ہو۔ جبکہ ۳۲۵ء سے لیکر سنہ ۴۰۰ء تک مختلف کونسلوں میں تثلیث کے ثلاثہ اجزاء کی تیاری کیجا رہی تھی۔ یا یوں کہیں۔ کہ ۳۲۵ء میں جب کونسل نائس کے درمیان رسولی عقیدہ ساخت ہوا۔ اور اسکا دوسرا جزو یعنی ابن وحید یسوع مسیح الخ اس عقیدہ میں شامل کیا گیا۔ تو اس مسئلہ کفارہ کے بنیادی ایام بھی کچھ وہی کہے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ بجز الوہیت کے کفارہ ہیچ ہے۔ جو کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اسلیئے نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم مسئلہ الوہیت مسیح پر کچھ اختصاراً لکھتے ہوئے پھر تدریجاً کفارہ پر غور کریں۔

یہاں پر یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ یہود نے جو اصل مالک توراۃ وصحف الانبیاء کے ہیں۔ مسئلہ تثلیث کو جس کا اصول الوہیت مسیح جزو اعظم ہے۔ کبھی تسلیم نہیں کیا۔ کہ تثلیث فی التوحید کس چیز کا نام ہے۔ بلکہ برخلاف اسکے وہ ہمیشہ خدا کو توحید فی التوحید اور واحد ہی مانتے چلے آئے ہیں۔ اور اس مسئلہ میں یہودی راستی پر ہیں کیونکہ وہ تثلیث کو

---

[1] یعنی یونی ٹیریان۔ الوہیت مسیح کے قائل نہیں۔ اور عمانوئیل سویڈن بارگ والے بھی کلام مجسم ہوا۔ سے مسیح کی انسانیت کے واسطے کچھ اور مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ فرقے قلیل التعداد ہیں۔

(راقم مضمون ہذا)

جبکہ انکی کتابوں میں اسکا کہیں ذکر تک نہیں۔ کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم سرسری نظر سے ہی پرانے عہدنامے کو دیکھیں۔ تو یہ امر صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ کہ وہ توحید کی تعلیم سے بھرپور ہے۔ چنانچہ دیکھو گنتی ۲۳/۴ خدا قادر مطلق ہے۔ پھر خدا ازلی ہے زبور ۹۰/۲ و ۹/۲۔ خدا بے مثل اور لاشریک ہے یسعیاہ ۴۶/۹ تا ۱۰۔ خدا بے مثل استثنا ۳۲/۳۹ و زبور ۸۶/۸ خدا غیر محدود و محدود زمین پر سکونت نہیں کر سکتا۔ یرمیاہ ۲۳/۲۴۔

پس یہ کہنا۔ کہ یہود نے غلطی کی۔ جو تثلیث کے قائل نہ ہوئے۔ سراسر بے انصافی ہے بلکہ اگر یسوع مسیح (بقول نصاریٰ) الوہیت کا مدعی تھا۔ اور تثلیث کی تعلیم سکھاتا تھا۔ تو کچھ شک نہیں کہ یہود نے بہت اچھا کیا۔ اور انصاف یہی تھا۔ کہ وہ یسوع مسیح کو قبول نہ کرتے۔ کیونکہ انکی کتابوں کی رو سے کبھی انکے وہم و گمان میں بھی یہ نہ آیا تھا۔ کہ تین ایک اور ایک تین۔ یا خدا انسان اور انسان خدا ہو سکتا ہے۔

عیسائی تعریف غلط ہے

جیسا کہ قبل ازیں لفظ مسیح پر بحث کر چکنے کے بعد اتاناسیوس کے عقائد نامہ کی ہدایات ۲۷، ۳۳، ۳۴ کی رو سے یہ مسئلہ مفصل ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عیسائی مفہوم اس لفظ مسیح سے یہی ہے۔ کہ کامل خدا اور کامل انسان نتیجہ ایک مسیح۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہود کبھی بھی مسیح کے لفظ کی یہ تعریف تسلیم نہیں کرتے۔ اور در اصل بات کہ کامل خدا اور کامل انسان۔ ایک مسیح کسی طرح سے بھی کوئی سمجھا نہیں سکتا۔ اور نہ تسلیم کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی خود ہی ذیل کے الفاظ میں اس مسئلہ کی تردید کرتا ہے۔ اور یہ تردید بے شک ایک اچھی تردید ہے۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ کامل خدا۔ کامل انسان میں روح اور جسم دو مختلف چیزیں ہیں۔ پس جب مسیح انسان ہوا۔ اور کامل انسان تو اس میں روح اور جسم دو مختلف چیزوں سے ایک شخص ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اب خدا کی تعریف معروف ہے۔ کہ خدا بھی ایک شخص ہے پس لازم ہوا

حاشیہ ٭ میں اس بات کو بخوبی ثابت کر سکتا ہوں۔ کہ مسیح از روئے موجودہ اناجیل الوہیت مسیح اور تثلیث کا معلم نہ تھا۔ اور نہ اس نے یہ تعلیم پیش کی ہے۔ راقم مضمون ہذا

کہ مسیح میں کامل الٰہی شخصیت بھی ہو۔ اور الٰہی شخصیت انسانی شخصیت سے غیر ہے۔ لیکن جب مسیح کامل انسان اور کامل خدا ہے۔ تو اس میں یہی دو شخصیتیں ہونی چاہئیں۔ یعنی ایک روح اور جسم کی شخصیت اور دوسرے خدا کی شخصیت۔ پھر اب اس کو ایک ہی شخص (ایک شخصیت والا) ماننا مہمل ہوا۔ کیونکہ خدا جب ہی ہے۔ جبکہ حقیقی الٰہی شخصیت ہو۔ پھر اس شخصیت کو نہ خدا اور نہ انسان کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ اس کے لیئے کوئی نیا نام وضع کرنا چاہیئے۔ (اور مسیح پرانا نام ہے) کیونکہ انسانی شخص تو خاص جسم اور روح کی یگانگت سے بنتا ہے۔ اور وہی شخص۔ اور روح مخلوق کی شخصیت سے غیر ہے۔ اب مسیح نہ رہا کیونکہ اس کی کوئی شخصیت صرف جسم اور روح سے بنتی نہیں۔ اور نہ وہ رہا۔ کیونکہ وہ خالص الٰہی شخصیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ تو دو ذاتوں انسانی اور الٰہی سے مرکب ہوا۔ پس یہ ہستی چاہیئے۔ کہ انسانیت سے کچھ زیادہ ہو۔ کیونکہ انسانی شخصیت میں الٰہی شخصیت کا اضافہ ہوا۔ اور چاہیئے۔ کہ الٰہی شخصیت سے بھی کچھ زیادہ ہو۔ کیونکہ الٰہی شخصیت پر انسانی شخصیت کا اضافہ ہوا۔ اور اب یہ خیال کہ الٰہی شخصیت پر کچھ اضافہ ہوا۔ نہایت بودا اور فاسد ہے۔

پس چاہیئے۔ کہ یسوع کے واسطے مسیح کا لفظ استعمال نہ کیا جاوے۔ بلکہ کوئی نیا نام استعمال کیا جاوے۔

مسیح خالق نہیں

اب دیکھتے ہیں۔ کہ کیا یسوع واقعی خدا اور إلٰہ تھا۔ جسکا کفارہ واقعی کفارہ ہوسکتا ہے۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح ساری چیزوں کا خالق اور سنبھالنے والا ہے۔ مگر جائے غور ہے کہ مسیح اگر واقعی خالق ہے۔ تو کیا بذاتہٖ خود اس صفت سے موصوف ہے۔ یا کسی دوسرے سے یہ صفت حاصل کردہ ہے پس غور کرنا چاہیئے۔ کہ یسوع مسیح جب کہتا ہے۔ کہ میں آپ سے کچھ نہیں کرسکتا یوحنا ۵۔ یا میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ تو اب یسوع مسیح کے اس کلام کا کیا مطلب ہوا۔ پس کوئی صفت جو کسی دوسری ہستی سے حاصل کی جائے۔ اور اپنی ذاتی اور اصلی نہ ہو۔ وہ کامل کی کس طرح برابری کرسکتی ہے۔ اور جو صفت یا قدرت ذاتی ہے

وہ دی نہیں جاتی۔ اور جو دیجاتی ہے۔ وہ ذاتی نہیں ہو سکتی۔ خلق کرنے کی طاقت صرف خدا کی ذات کو حاصل ہے۔ اور یسوع مسیح نے خدا سے حاصل کی۔ پس اسی واسطے یسوع کا یہ کلام۔ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ بامعنی اور سچا ہے۔

آیت عبرانیان کا مطلب

عیسائی کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک یکساں ہے عبرانیوں ۱۳/۸ اوّل تو عبرانیوں کا خط ہی یورپ کے محقق فاضل عیسائیوں نے الہامی تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر بالفرض یہ بھی الہامی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو بھی اس امر میں کچھ قباحت لازم نہیں آتی۔ اور کسی طرح سے اس آیت کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ وہ خدا تھا۔ کیونکہ یہ ایک محاورہ ہے۔ اس سے اگر کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔ تو صرف یہ کہ اسکی یعنی یسوع مسیح کی شریعت یکساں ہے۔ نہ کہ وہ خود۔ کیونکہ لوقا ۱۶/۲۹ میں یہ محاورہ خود یسوع آپ استعمال کر چکے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ موسیٰ اور انبیاء کی سنیں۔ جو انکے پاس ہیں۔ حالانکہ موسیٰ اور انبیاء انکے پاس نہ تھے وہ فوت ہو گئے ہوئے تھے۔ پس اگر عبرانی ۱۳/۸ کے کچھ صحیح معنی ہو سکتے ہیں۔ تو یہی۔ کہ شریعت کے واسطے یہ الفاظ ہیں۔ نہ کہ خود مسیح کے واسطے۔ کیونکہ یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ مسیح ان تمام تبدلات کا مطیع ہوا۔ جو مخلوق اور انسانی فطرت کے واسطے لازمی ہیں۔ (بقول نصاریٰ) وہ اعلیٰ تھا۔ ادنیٰ ہوا۔ پیدا ہوا۔ مرا۔ دکھ درد سہے۔ زندہ ہوا۔ پس کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسیح بے تبدیل ہے۔ جیسے کہ خدا کی ذات ہمیشہ سے ہے۔

[illegible]

اور پھر جب ہم اناجیل دیکھتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح خود اپنی انسانیت کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس مسئلہ میں مطلق شبہ نہیں رہتا۔ مثلاً جب وہ کہتا ہے۔ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ تو کیا یہاں یہ مراد ہے۔ کہ خدا ابن خدا باپ سے کمتر ہے۔ اور جب مسیح دعائیں کرتا ہے۔ تو کیا خدا۔ خدا سے دعائیں مانگتا تھا۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ اس گھڑی کو بجز باپ کے کوئی نہیں جانتا۔ یعنی قیامت کی گھڑی کو۔ متی ۲۴/۳۶ اور جب کہتا ہے۔ کہ ایسے مراتب باپ کی طرف سے عطا کیئے جاتے ہیں۔ یہ میرا کام نہیں متی ۲۰/۲۳۔ تو کیا اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ان دنوں میں ایک خدا معطل اور بیکار تھا۔

اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ یسوع مسیح واقعی بے گناہ تھے۔ تو بھی وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ فرشتے بھی بے گناہ ہیں۔ آدم کم از کم وقت پیدائیش بے گناہ تھا۔ تو محض بے گناہ ہونے کی وجہ سے آدم یا فرشتے خدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

عام طور پر عیسائی لوگ اُلوہیت مسیح کے واسطے تولد بے پدر کی دلیل پیش کرتے ہیں اور ضربتہ عیسوی کتاب کی یہ عبارت زبانی یاد کر کے سنا دیا کرتے ہیں۔ "تکوین جنس اور ترقیٔ جنس دو اصول کے ماتحت تمام مخلوقات پیدا ہوئی۔ اب مسیح جو ترقیٔ جنس کے باہر بے پدر مولود ہے۔ وہ کیوں۔ اس راز کا سر اور لم کیا ہے۔ کیوں استمرار فطرت کو توڑا۔ اسکی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہ نیچر کا مہمل کھیل تھا۔" ضربتہ عیسوی صفحہ ۱۵۹ - ۶۰۔

پس اب ہم اس دلیل یا اعتراض کا بوجھ بجنسہ مصنف ضربتہ عیسوی یا دوسرے عیسائیوں کے سر پر رکھ دیتے ہیں۔ کہ ملک صدق جس کا ذکر عبرانی ۷ میں ہے۔ وہ کس قانون یعنی تکوین جنس یا ترقیٔ جنس کے ماتحت پیدا ہوا۔ اسلام کو اس سر اور لم کی ضرورت نہ تھی۔ کہ وہ بیان کرے۔ مسیح کس قانون کے ماتحت پیدا ہوا مگر عیسائیت کو اب ملک صدق جو خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔ اور خدا کا بیٹا سردار کاہن ہونے میں ملک صدق کے مشابہ ٹھہرا اسکی اشد ضرورت ہے۔ کہ وہ ثابت کرے۔ ملک صدق کس قانون کے ماتحت پیدا ہوا۔ اور مصنف ضربتہ عیسوی نے جو صفحہ ۱۶ و ۶۲ میں یہ لکھا ہے۔ کہ پہلا آدم مسیح کی نظیر نہیں ہو سکتا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ نہ ہو۔ مگر مسیح سے ملک صدق اعلیٰ تھا۔ کیونکہ پہلا آدم اگر خاک سے بنائے جانے کے باعث مسیح سے حقیر تھا۔ تو پھر ملک صدق بوجہ رحم میں نہ آنے کے مسیح سے اولیٰ تر ہوا۔ پس کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسیح اگر خدا تھا تو ملک صدق خدا نہیں ہو سکتا۔

آمدم بر سر مطلب۔ اگرچہ ابطال الوہیت مسیح کیواسطے نہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں دلائل خود بائبل سے ہی پیش کیے جا سکتے ہیں۔ مگر ہم نے صرف چند دلائل پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اور اگر کوئی عیسائی جرأت کرے۔ کہ ہماری ان دلائل کا جواب لکھے۔ تو پھر اور بھی پیش کیے جاوینگے۔ (مگر اتنی بڑی جرأت کہاں سے آئیگی) تاہم ان چند دلائل سے بخوبی سمجھا

جا سکتا ہے۔ کہ مسیح خدا نہ تھا۔ اور اگرچہ کفارہ کی تردید ایک حد تک صرف انہی چند دلائل کی روسے ہوگئی۔ مگر ہم اپنے دوستوں کی خاطر اسے پورا نباہتے ہیں۔ تا وہ غور کریں۔

آدم سے لیکر مسیح تک کفارہ نہ تھا

اب یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ کیا آج سے لیکر انیس سو چودہ ۱۹۱۴ برس ہی گذری۔ جب خدا نے یہ کفارہ جیسا آسان طریق رائج کیا۔ یا اس سے پہلے بھی لوگ اس سے مستفید ہو چکے تھے۔ اگر غور کیا جائے۔ تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ اس سے پہلے کفارہ کسی کو فائدہ نہ دے سکا۔ اگر ہم بقول نصاریٰ مان لیں۔ کہ گناہ کا وجود آدم سے دنیا میں آیا۔ اور آدم و حوا اور سانپ۔ ثلاثہ گنہگاران نے اول گناہ کیا۔ تو یہ بھی کہنا پڑیگا کہ پھر ان تینوں کو سزا بھی ہوئی۔ اور عورت بھی جسکی نسل سے مسیح نے پیدا ہونا تھا۔ دردِ زہ کی سزا سے نہ بچ سکی چنانچہ مفصل دیکھو پیدائش ۳/۱

پھر اسکے بعد ہابیل قابیل کے قصہ پر غور کرو۔ کہ ہابیل مقتول کے سبب قابیل لعنتی ہوا۔ پیدائش ۴/۱۱ ۔ اور اسجگہ بھی کوئی کفارہ ملعون قاین کو مبارک بنا سکا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ نوح کا طوفان بباعث گناہ انسانان آیا۔ پیدائش ۶/۷ پس اب بھی نہ تو کوئی کفارہ کام آیا۔ اور نہ نوح نے کوئی تعلیم دربارہ کفارہ سکھلائی۔ پھر ابراہیم کیوں صادق ٹھہرا۔ اور یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ ابراہیم صرف ایمان کے سبب راستباز ٹھہرا۔ پیدائش ۱۵/۶ اب پیدائش میں یہ نہیں لکھا ہے کہ ابراہیم یسوع مسیح کے کفارہ پر بالغیب ایمان لانیکی وجہ سے راستباز ٹھہرایا گیا۔ پھر پیدائش ۱۷/۹ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابراہیم اور نسل ابراہیم سے ظاہری شریعت کا عہد لیا گیا۔ نہ کہ کفارہ کا عہد۔ پس اگر اولاد ابراہیم سے جس نے آخر کفارہ پر ایمان لانا تھا۔ ظاہری شریعت کے عہد کے بدلے کفارہ کا عہد لیا جاتا۔ تو بہت مناسب اور صحیح تھا تا آیندہ آنیوالی نسلوں کے واسطے راستہ صاف ہو جاتا۔

پھر تعجب آتا ہے۔ جبکہ عیسائیوں کے منہ سے یہ کلمات سنتے ہیں۔ کہ صرف کفارے کے رو سے خدا عادل اور رحیم ہو سکتا ہے۔ یعنی رحم یہ کیا۔ کہ اکلوتا بیٹا بخشا۔ تا جو کوئی اسپر ایمان لاوے ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے۔ اور عدل یہ کیا۔ کہ ہماری سزا کے بدلے یسوع مسیح اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب کے درد۔ اور دکھ پہنچا کر ہمیں نجات دی۔ یعنی

بھی ہوگئی جسکے وسیلے عدل ہوگیا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ عیسائی اسجگہ ایک بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔ وہ اگر کتاب پیدایش میں ابراہیم کی دعا ہی پڑھ لیتے۔ تو معلوم ہوجاتا۔ کہ بد کے عوض خدا صادق کو نہیں ماریگا۔ پیدایش $\frac{18}{23}$ پس یہ کس طرح کا عدل ہے۔ کہ یسوع مسیح جو صادق اور بے گناہ تھا۔ گنہگاروں کے بدلے مارا جاتا۔ سراسر یہ عدل کے خلاف ہے۔ جبکہ دنیا کی سلطنتیں ٭ ایسا نہیں کرتیں۔ تو چہ جائیکہ خدا جیسی اعلیٰ ہستی ایسا کرے۔

[illegible]

پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ جب فرعون کو بوجہ نافرمانی کے مینڈکوں کی کثرت کی سزا خدا تعالیٰ نے دی۔ اور پھر موسیٰ کی سفارش سے فرعون اور اسکے پیرووں کو نجات ہوئی۔ خروج $\frac{8}{9}$۔ تو ہمارے دل میں خواہ مخواہ خیال آتا ہے کہ یہاں تو موسیٰ کے کفارہ ہونے کے بغیر ہی موسیٰ کی شفاعت سے ہی کہ خدانے آرام بخش دیا۔ پھر بار دگر اولے اور گرجنا بھی فرعون سے موسیٰ کی شفاعت سے دور ہوگئے خروج $\frac{9}{14\text{ تا }34}$

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے گناہ موسیٰ کی شفاعت سے دور ہوگئے $\frac{32}{1\text{ تا }14}$ بھی بنی اسرائیل جن کی شریعت میں سب سے پہلا اور محکم حکم یہی تھا۔ کہ بت پرستی نہ کریں۔ جب وہ موسیٰ کی عدم موجودگی میں گوسالہ کی پرستش کرتے رہے۔ تو باوجودیکہ خدا کی نظر میں اسرائیلی مغضوب ہوگئے تھے۔ مگر خدا نے موسیٰ کی شفاعت سے یہ بہت بڑا گناہ بھی بنی اسرائیل کو بخشدیا۔ استثنا $\frac{9}{7\text{ تا }21}$۔

پس اب کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ موسیٰ کے وقت میں بھی خدا نے اسی طرح رحم اور عدل کو یکجا کیا تھا۔ جیسا کہ نصاریٰ کو آجکل دعویٰ ہے۔

[illegible]

اب جبکہ یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ آدم سے لیکر موسیٰ تک تو خدا بغیر کفارہ کے عادل بھی تھا۔ اور رحیم بھی تھا۔ اور صرف اپنے رحم سے گناہ بخشا کرتا تھا۔ تو پھر نہیں معلوم کہ کفارہ کی بعد میں کیوں ضرورت پڑی۔ اور جب موسیٰ کے بعد

٭ ہماری مراد یہاں اپنی گورنمنٹ انگلشیہ سے ہے۔ جو تمام دنیا میں اول درجہ کی عادل۔ منصف۔ رحیم اور منتظم ہے دوسری گورنمنٹوں کو اگر وہ ایسا نہیں کرتی ہیں۔ تو ہم ان صفات سے موصوف نہیں کر سکتے۔ منہ

کے دیگر نبیوں کے حالات بھی ہم پڑھتے ہیں۔ تو بھی نظر آتا ہے۔ کہ خدا ہمیشہ سے اپنے رحم سے ہی گناہ بخشتا رہا ہے۔ نہ کہ کفارہ کی وجہ سے۔ تو اور بھی تسلّی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کہ یہ مسئلہ قدیمی نہیں۔ اور نہ خدا کا رائج کردہ ہے۔ چنانچہ اگر تواریخ کی کتاب ہی پڑھیں۔ تو خدا کا سلیمان سے خطاب کرنا۔ یہ بات یاد دلاتا ہے۔ کہ خدا کہتا ہے۔ لوگ توبہ کریں۔ تو خطائیں بخشوں گا۔ تواریخ نمبر ۲ ۱۴/۷۔ اور پھر زبور تو بھری پڑی ہے۔ چنانچہ خدا نے داؤد کے گناہ بخشے زبور ۵/۳۲۔ زبور لکھا ہے۔ کہ خداوند رحیم ہے۔ جو خطا کو بخشتا ہے۔ زبور ۱۸/۲۷ پھر صاحب زبور کہتا ہے۔ کہ گناہ کے حساب کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ مگر خدا مغفرت سے بخشتا ہے۔ زبور ۱۳۰/۴

پھر ایک دوسرے صحیفے میں لکھا ہے۔ شریر راستہ کو ترک کرے۔ بدکردار خدا کی طرف پھرے۔ کہ خدا اس پر رحمت کرے گا۔ اور کثرت سے معاف کرے گا۔ یسعیاہ ۵۵/۷۔ اور میکاہ میں لکھا ہے۔ اے اسرائیل برگشتہ۔ آؤ۔ میں آگے کو تمھیں نہ گھورونگا۔ کیونکہ میں رحیم ہوں۔ میکاہ ۱۲/۳۔ پھر دوسری جگہ لکھا ہے۔ خدا سا کون ہے۔ جو بدکار کو معاف کرتا ہے وہ اپنا غصہ ہمیشہ تک نہیں رکھ چھوڑتا۔ کیونکہ رحم کرنے سے بہت خوش ہوتا ہے۔ میکاہ ۱۸/۷۔

پس جس طرح موسیٰ کے زمانہ تک خدا کا گناہ معاف کرنے میں یہی دستور العمل رہا۔ کہ وہ اپنے رحم سے گنہگاروں کے گناہ بخشتا آیا ہے۔ اسی طرح موسیٰ کے زمانہ کے بعد بھی خدا کا یہی دستور العمل رہا ہے۔ مگر بعد میں کفارہ کی ضرورت پیش آگئی۔ تعجب! تعجب!!

اب جیساکہ ناظرین پر یہ امر بخوبی روشن ہو چکا ہے۔ کہ قبل از مسیح تو کوئی کفارہ خدا نے مقرر نہیں کیا تھا۔ پھر مسیح کی آمد کے وقت یہ مسئلہ رائج ہوا۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ یسوع تیس برس تک تو صرف مظہر اللہ تھا۔ اور عیسائی اسکو تسلیم کرتے ہیں (تمام انسان مظہر اللہ ہیں) مگر پھر جب یسوع تیس ایک برس کا ہوا۔ تو یوحنا سے اصطباغ حاصل کر چکنے کے بعد پھر اس نے منادی کرنی شروع کی۔ اور یہ کہنا شروع کیا۔ کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی۔ متی ۱۷/۴۔ تو اس وقت وہ کس توبہ کی طرف بلاتا تھا۔

کفارہ تو ہوا نہ تھا۔ اگرچہ بقول نصاریٰ اوّل سے یہ مقدر تھا۔ مگر عملاً ظہور پذیر نہیں ہوا تھا اور
نہ یسوع نے بھی چھوٹتے ہی یہ کہنا شروع کیا۔ کہ توبہ کرو۔ پھر کفارہ ہونے کو آگیا۔ میرے
پیچھے آؤ۔ اور میرے کفارہ پر ایمان لاؤ۔ بلکہ اس نے تو پرانا لفظ جو سابقہ انبیاء استعمال
کر چکے تھے استعمال کیا۔ اور یہ کہا۔ کہ توبہ کرو۔ پس پھر کیا کہیں۔ قبل از مصلوب ہونے
کے جو اسپر ایمان لائے۔ انکے گناہ کس طرح زائل ہوئے۔ یاد رہے۔ کہ اوائل میں ہی یسوع
نے یہ پہلے شاگردوں کو کبھی نہیں سنایا۔ کہ میں یروشلم جاتا ہوں۔ وہاں مارا جاؤنگا۔ بلکہ
[illegible] پیچھے یہ کہا ہے۔ تو پس سوال یہی ہے۔ کہ پہلے پہل جو ایمان لائے۔ ان کے گناہ کونسے
کفارہ سے زائل ہوئے۔ اور نیز یہ امر یاد رہے۔ کہ جب یسوع مصلوب ہوا۔ تو شاگردوں
پر بڑا ابتلا آیا۔ تو پھر کیا شاگرد یہ کفارہ کی تعلیم خود یسوع سے نہ سن چکے تھے۔ اگر سن
چکے تھے۔ پھر غمگین کیوں ہوئے۔ اگرچہ انجیل متی میں بھی پطرس [illegible] یسوع کی گفتگو سے
یہ امر عیاں ہوتا ہے۔ مگر مفصل دیکھو۔ کلیسیا کی تواریخ بزمان [illegible] صفحہ ۸۔ کیا کوئی
عالم عیسائی ہمارے اس سوال کا تسلی بخش جواب دیگا۔ دیگر امید نہیں۔ جواب بھی کچھ نہیں)

یسوع کی اصلی تعلیم

مگر یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اناجیل میں یسوع مسیح کی اصل اپنی
تعلیم دیکھتے ہیں۔ چنانچہ صاف لکھا ہے۔ کہ توریت اور انبیاء کی کتابوں پر
عمل کرنا چاہیئے۔ اور جو عمل نہ کریگا۔ خدا کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔ متی ۵ / ۱۹
پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ موجودہ عیسائی جو زبان سے تو تورات اور صحف الانبیاء
کو مانتے ہیں۔ مگر عملاً اسکی پرواہ نہیں کرتے۔ اور شریعت کی کسی ظاہری رسم کو
ادا نہیں کرتے۔ تو اور بھی تعجب بڑھتا ہے۔ چنانچہ نہ تو کوئی نذر گذرانتے
ہیں۔ نہ کچھ علمائے یہود سے جو موسیٰ کی گدی پر ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ حالانکہ مسیح نے خود
ایک بیمار کو اچھا کر دینے کے بعد یہ کہا۔ کہ جا ہیکل میں نذر گذران۔ اور اپنے تئیں علمائے
یہود کو دکھلا۔ متی ۸ / ۴
پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بھائی کو گناہ معاف کرنے سے خدا بھی گناہ معاف کرتا ہے۔ متی ۶ / ۱۵
تو پھر سوال یہ پیدا ہوا۔ یسوع کا کفارہ کیا ہوا۔ اور ایک دوسری جگہ یسوع مسیح خود کہتا ہے کہ

کہ بُرا آدمی اچھے کام نہیں کرسکتا۔ جو مجھے اے خداوند۔ اے خداوند کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک تو آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔ بلکہ وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ متی ۲۱/۷ اب جائے غور ہے۔ کہ پھر کفارہ کیا ہوا۔ اب آسمانی باپ تو یہی چاہتا ہے۔ کہ نیکی اور پاکیزگی سے زندگی بسر کرو۔ گناہ نہ کرو۔ ورنہ جہنم میں جاؤ گے۔ اور کہتا ہے۔ کہ خونی اور زانی جہنمی ہیں۔ متی ۲۱/۵ تا ۳۱ تو پھر کس طرح مسیح کی موت سے لوگوں کے گناہ زائل ہوئے۔

پھر تمام پہاڑی وعظ کفارہ کے خلاف اور عمل سے نیکی حاصل کرنے کی طرف راغب کرتا ہے اور اسی طرح اگر بغور دیکھا جائے۔ تو بہت سے ابواب و آیات کی رو سے کفارہ کوئی چیز نہیں چنانچہ دیکھو۔ لوقا ۶/۴ و ۱۳/۲۵ روم ۲/۲ یعقوب ۱/۲۲ اقر ۱۳/۲ ۲ تم ط ۲/۱۴ تا ۲۶۔

اسی طرح اگر اور بھی بغور مطالعہ کیا جائے۔ تو یسوع مسیح کی تعلیم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے تو بکر کا اس سے درد سر نہیں جا سکتا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یسوع نے خود ایک متلاشی کو کہا۔ کہ اگر تو زندگی میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ تو حکموں پر عمل کر۔ متی ۱۹/۱۸ پھر نہیں معلوم۔ یہاں پر اس نے کیوں نہ کہا کہ بس میرا کفارہ کافی ہے۔ پھر اس کے سوا اور بھی دیکھو۔ متی ۱۰/۳۸ و ۱۵/۱۸ و ۱۸/۲۰ و ۱۲/۱ تا آخر

غرضیکہ صرف نئے عہدنامہ ہی سے یہ بات بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ کہ کفارہ کچھ نہیں کر سکتا خود نیک بنو۔ تو خدا کی بخشش پاؤ گے۔

یسوع بااختیار نہ تھا

پھر جب موجودہ اناجیل کو پڑھتے ہیں۔ اور غور کرتے ہیں۔ کہ بے شک یسوع ہماری طرح کا ہی متحرک بالارادت انسان تھا۔ ہماری طرح ذی روح تھا۔ اور پھر جب بالکل کفارہ کا پردہ اُٹھا کر ہم یسوع مسیح کے دل کی حالت کو جو اس دردناک حادثہ صلیب کے واقع ہونے سے پہلے تھی۔ محسوس کرتے ہیں۔ تو اور بھی میدان صفاچٹ ہو جاتا ہے۔ یعنی جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی جان کو عزیز رکھتا تھا۔ اور ہر طرح سے کوشاں و ساعی تھا۔ کہ کسی طرح میری جان ان یہود ملعون کے گروہ کے ہاتھ سے بچ جاوے۔ اور اپنی حفاظت کرتا تھا۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اگرچہ وہ راضی برضا تھا۔ الّا اپنی حفاظت ضرور

کرتا تھا۔ چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک موقع پر یہودیوں نے اس کے مارنے کے واسطے پتھر اُٹھائے۔ مگر یسوع پوشیدہ ہوکر ہیکل سے نکل گیا یوحنا ۸/۵۹ تو ہمیں اناجیل بتلاتی ہیں۔ کہ دراصل وہ مرنے پر راضی نہ تھا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب اس کا وقت قریب پہنچا۔ اور آخری فسح شاگردوں کے ساتھ کھانے لگا تو کھاتے وقت اس نے اپنی اس آیندالی دردناک مصیبت کا تذکرہ کیا۔ (اور اس سے پہلے بھی کئی دفعہ مغموم ہو چکا تھا) اور کہا۔ کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائیگا۔ اور یہ کہا۔ کہ ابن آدم تو جیسا اس کے حق میں ہے۔ جاتا ہی ہے۔ لیکن اس آدمی پر افسوس ہے۔ جس کے وسیلے سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے۔ اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا۔ تو اسکے واسطے اچھا ہوتا۔ متی ۲۶/۲۴ جائے غور ہے۔ کہ یسوع جیسا حلیم اور صابر بھی اپنے احساس اور جذبات کی وجہ سے اپنے گرفتار کرانیوالے کو ملزم قرار دیتا ہے۔ پس سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر بقول نصاریٰ ازل سے یہ مقدر تھا۔ تو پھر آخر کسی نے پکڑوانا تھا۔ خدا بیٹے نے اپنے پکڑوانے والے کو کیوں ملزم ٹھہرایا۔ نہیں بات ایمان کی یہی ہے۔ کہ جیسے اور انبیاء علیہم السلام جان کو عزیز رکھتے تھے وہ بھی اپنی جان کو عزیز رکھتا تھا۔ اور جبھی وہ اپنے پکڑوانیوالے پر افسوس کرتا ہے۔

پھر دیکھو۔ یسوع یہودیوں سے انبیاء کے قتل کا کس طرح تذکرہ کرتا ہے۔ کہتا ہے اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس۔ کیونکہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو۔ اور کہتے ہو۔ اگر ہم اپنے باپ دادوں کے زمانے میں ہوتے تو نبیوں کے خون میں انکے شریک نہ ہوتے۔ اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو۔ کہ ہم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہیں۔ غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھردو متی ۲۳/۲۹ تا ۳۶ ۔ یہاں پر یسوع مسیح صاف کہتا ہے۔ کہ انبیاء کے تم (یہود) قاتل ہو۔ اور یہ بہت بُرا کام ہے۔ اور وہ کہتا ہے یہی پیمانہ مجھے بھردو۔ خدا تم سے ضرور ہی بدلہ لے گا۔ آیت ۳۶

پھر نہیں معلوم۔ اگر یسوع کا مصلوب ہونا کفّارہ ہوتا۔ اور راہ نجات کی تیاری صرف صلیب پر جان دینے سے تھی۔ تو وہ کیوں یہود کو ملزم قرار دیتا۔ وہ کیوں انسے خوش نہیں ہوتا پس بتاؤ۔ یسوع کیوں کہتا ہے۔ کہ روح تو مستعد ہے۔ مگر جسم کمزور ہے متی ۲۶/۴۱ کیا کمزور جسم والا

آدمی کامل انسان کہلوا سکتا ہے۔ چہ جائیکہ۔ کامل خدا بھی ہو۔

[illegible]

پھر جب ہم پڑھتے ہیں " اور پطرس اور زبدی کے دو بیٹوں کو ساتھ لیکر غمگین اور بے قرار ہونے لگا۔ اسوقت اُنسے کہا۔ میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا بڑھ کر مُنہ کے بل گرا۔ اور یہ دعا مانگی۔ کہ اے باپ۔ اگر ہو سکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جاوے۔ تاہم میری نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو " متی ۲۶/۳۷ تا ۴۴ اور پھر دوبارہ یہی دعا مانگی۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ باوجودیکہ یسوع کامل انسان اور کامل خدا تھا۔ پھر کیوں اس مصلوب ہونیکے حادثہ کے خیال سے وہ اسقدر غمگین اور مغموم و محزون ہوتا تھا۔ اور جبکہ جانتا تھا۔ کہ تمام گنہگاروں کے لیئے بچاؤ کا راستہ صرف یہی ہے۔ کہ میں مصلوب ہو جاؤں۔

کیا ہم نہیں دیکھتے۔ کہ آجکل بھی سینکڑوں آدمی سولی دیئے جاتے ہیں۔ اور اسوقت بھی اسکے ساتھ اور اس سے پہلے کئی انسان مصلوب ہوئے۔ کیا وہ ایسے ہی غمگین ہوتے تھے۔ کیا دنیا میں ہزاروں انسان ایسے نہیں گذرے جنہوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ موت کو قبول کیا۔ پھر چہ جائیکہ۔ یسوع کامل انسان اور کامل خدا تھا۔ اور جو صرف اسی واسطے مجسم ہُوا تھا بلا ضرورت دعا نہیں کرتا۔ کیا کوئی عاقل بلا ضرورت کوئی دعا یا کام کرتا ہے۔ اس موقعہ پر ہمیں عیسائیوں کا ایک جواب یاد آگیا۔ چنانچہ وہ ضربتہ عیسوی کے صفحہ ۱۳۰ سے یہ عبارت زبانی یاد کر لیتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کے اوپر کوئی بوجھ آپڑے اور وہ اس سے بچنے کا خواستگار ہو۔ تو دو طریق سے عرض قبول کیا سکتی ہے۔ یا تو بوجھ ہلکا کر دیا جاوے۔ یا اسکے برداشت کرنیکے لیئے کافی زور اور صبر اسکو عطا کیا جاوے۔ مسیح نے موت کے دردوں سے بچنا چاہا۔ اور خدا کی مرضی کو اپنی سپہر ٹھہرایا۔ پس خدا نے روحانی انتظام کر دیا اور ابھی آپ دعا کر ہی رہے تھے۔ کہ آسمان سے ایک فرشتہ اسکو دکھائی دیا۔ جو اسے تقویت دیتا تھا۔ لوقا ۲۲/۴۳۔ اول تو یہ بات قابل غور ہے۔ کہ اکبر مسیح مصنف ضربتہ عیسوی تثلیثی نہ تھا۔ بلکہ یونی ٹے ری اَن تھا۔ پھر کچھ حق نہ تھا۔ وہ اسکا جواب دیتا۔ کیونکہ یہ اعتراض صرف اُلوہیت مسیح کے ردّ کے واسطے ہے۔ پھر چہ جائیکہ تثلیثی لوگ یہی جواب پیش کریں۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ بقول مسٹر اکبر مسیح وہ اگر درد مصیبت

سے بچنے کا خواستگار رہوا۔ تو کیوں اس نے ایسی درخواست گذرانی۔ بقول تثلیثی گروہ کے باپ تو اکیلا خدا نہیں۔ کیونکہ تثلیثی اکیلے باپ کو بھی خدا نہیں جانتے۔ بلکہ ہر ثلاثہ اقانیم کے مجموعہ کا نام خدا ہے۔ دیکھو تشریح التثلیث مصنفہ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب ایم۔ اے صفحہ ۸۔ پھر اسکی درخواست دو طرح سے قبول کیجا سکتی ہے۔ کس کی درخواست یسوع مسیح کی درخواست کو قبول کرنیوالا کون ہے۔ کیا باپ۔ جو بقول پادری ٹامس صاحب اکیلا خدا نہیں اور نیز یسوع تو خود خدا تھا۔ پھر کیوں اور کس سے یہ دعا مانگی۔ پھر بقول مسٹر اکبر مسیح روحانی انتظام کس نے کیا۔ کیا بقول تثلیثیوں کے وہ خود روحانی انتظام کر سکتا تھا۔ پھر فرشتہ کیا چیز ہے۔ جو اسے تسلی یا تقویت دے سکتا تھا۔ بلکہ وہ تو خود جسکی الوہیت تھی جسکو دیکھ وہ یہ بوجھ اٹھا سکتا تھا۔ کیا ہم امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ کوئی تثلیث کا معتقد عالم ہمارے اس اعتراض کا معقول جواب دے سکے گا۔

پھر ایک اور سوال پیدا ہوجاتا ہے۔ کہ جب وہ مصلوب ہونیکو صلیب پر تھا۔ تو اسوقت وہ خدا تھا یا نہیں۔ جب اس نے ایلی ایلی لما سبقتانی کہا۔ اسوقت تثلیث کا اقنوم ثانی تھا یا کہ نہیں۔ کیوں ایلی ایلی لما سبقتانی کہا۔

افسوس ہے۔ کہ اسجگہ بھی تثلیث کے مدعی ضربۃ عیسوی والا جواب پیش کرتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ یونیٹیرین اور تثلیث کے مدعیوں میں ہزارہا کوس کا فرق ہے۔ یہ اعتراض تو صرف الوہیت مسیح پر ہے۔ اور کفارہ اسکے جزو اعظم پر۔ اور یاد رہے۔ کہ یونیٹیرین بقول تثلیثی علماء کے کفارہ کے بھی قائل نہیں۔ وہ الوہیت مسیح اور کفارہ ہردو مسائل سے منکر ہیں تشریح التثلیث صفحہ ۸ و ۹۔ ملاحظہ ہو۔

بھلا اگر ہم اکبر مسیح صاحب کے جواب کو پرکھیں۔ تو بھی مطلب حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ بالفرض اگر بقول مسٹر اکبر مسیح یہ داؤد کی بائیسویں زبور کا مطلع ہے جو ایماندار لوگ بوقت مصیبت کے پڑھا کرتے ہیں۔ تو کیا اس نفس شہید نے بھی یہ پڑھا تھا۔ اور اعمال میں جہاں اس شہید کے تمام مصائب و آلام کا مفصل ذکر ہے یہ تو نہیں لکھا کہ اس نے بھی اپنے استاد کی سنت پر عمل کیا۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتانی تو کیا اس شہید سے بڑھکر اور کون ایماندار کہلا سکتا ہے۔ کیا صرف مسیح اور وہ بھی اسلئے تا اعتراض وارد نہ ہو۔ مطلب پرستی اسی کا نام ہے۔ مفصل دیکھو

اپریل ۱۹۱۵ء

پھر طرفہ یہ کہ اکبر مسیح صاحب نے صرف داؤد کی بائیسویں زبور کا پہلا مطلع ہی سنا دیا۔ اگر وہ ذرا آگے پڑھتے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا۔ کہ یسوع کو صلیب سے زندہ اُترنا چاہئیے۔ ہم بقول مسٹر اکبر مسیح اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ساری بائیسویں زبور حضرت مسیح کے ہی حسب حال ہے۔ اور اسمیں حضرت مسیح کے دردوں کا نقشہ کھینچا ہُوا ہے۔ وہ سراسر آپ ہی کے حسب حال تھی۔ اور اسوقت آپنے اسکو پڑھنا شروع کیا تھا ضربتہ عیسوی صفحہ ۱۳۱

مگر سوال یہ ہے۔ کہ اگر یہ زبور سراسر حضرت مسیح کے ہی حسب حال ہے۔ تو اس زبور سے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُترا۔ اور اپنے دشمنوں کے سامنے شرمندہ نہ ہُوا۔ چنانچہ ذیل کی آیات پر نظر کرنیسے صاف اور سیدھا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ ہمارے باپ دادوں نے تجھ پر توکل کیا۔ اور تُو نے انہیں چھڑایا۔ انہوں نے تجھ سے فریاد کی۔ اور رہائی پائی۔ انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور وہ شرمندہ نہ ہوئے۔ زبور ۲۲/۴ تا ۶

اب ان آیات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا پر توکل کرنیوالوں اور بھروسہ رکھنے والوں اور فریاد سنانے والوں اسرائیلیوں کو خدا نے ہر طرح کے دُکھ درد سے رہائی بخشی۔ اور اپنے دشمنوں اور بُرا چاہنے والوں کے سامنے وہ شرمندہ نہ ہوئے۔ تو کیا بقول نصاریٰ یسوع مسیح ان تمام اسرائیل کے گروہ سے بزرگ تھا پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اسکی یہ دعا۔ اے باپ اگر ہو سکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجاوے۔ متی ۲۶/۳۹ قبول نہ ہوتی۔ یقیناً سمجھو کہ اسکی یہ دعا قبول ہو گئی۔ اور خدائے تعالیٰ نے ایسے وسائل بہم پہنچائے۔ جن سے وہ زندہ صلیب سے اُترا۔

پھر آگے دیکھو۔ پر تو اے خداوند۔ دُور مت رہ۔ اے میری توانائی جلد میری مدد کے لئے آ۔ میری جان کو بچا۔ دوسری میں ہے۔ اس نے دردمند کے درد کی تحقیر نہ کی۔ نہ اس سے اسے نفرت آئی۔ نہ اس سے اپنا مُنہ پھیر لیا۔ بلکہ جب اس نے اسے پکارا۔ اس نے جواب دیا۔ زبور ۲۲/۱۹ تا ۲۴

دیکھو۔ اور غور کرو۔ یہاں پر صاف مسیح کے زندہ اُتر آنیکا نقشہ کھینچا ہُوا ہے۔ اور نبی نے خود پیشگوئی کر دی ہے۔ کہ اس کی دعا کا جواب دیا گیا۔ اسکی تحقیر نہیں ہوئی۔ اب اکبر مسیح صاحب کا یہ کہنا۔ کہ دو طرح سے درخواست قبول کیجاتی ہے۔ یا تو بوجھ ہلکا کر دیا جاوے۔ یا اس کے برداشت کرنیکے لیئے کافی زور اور صبر اسکو عطا کیا جاوے۔ ضربتہ عیسوی صفحہ ۱۳۰۔ کسقدر بے معنی ہو جاتا ہے۔ جب ہم اسکے مُنہ سے یہ الفاظ سنتے ہیں۔ کہ یسوع صلیب پر مر گیا۔ پھر مسیح کی یہ درخواست۔ کہ اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجاوے۔ کہاں جائیگی۔ کیونکہ اسکی یہ تفسیر تو نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ زور طلب کرتا تھا۔ اگر زور طلب کرتا تھا۔ تو

اس سے پہلے کمزور تھا۔ اور پھر اس طرح کیوں نہ کہا۔ کہ مجھے اسکے برداشت کرنیکی طاقت عنایت کر۔ بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے۔ کہ مجھ سے یہ پیالہ ٹلجا دے۔ پس اب ہم اکبر مسیح پر اتمام حجت کرتے ہیں۔ کہ بقول پادری۔ ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب ایم۔ اے۔ آپ تو کفارہ کے منکر ہیں۔ پھر کیا وجہ ہوئی۔ کہ بقول آپکے وہ جو تمام انبیاء سے بلند درجہ والا اور برگزیدوں کا سرتاج تھا۔ اس کی دعا نہ سُنی جاتی۔ بلکہ اسجگہ اگر آپ کو بھی یہ مشکل پڑی۔ کہ آپ ایجاب دعا کے دو طریق سمجھائیں۔ کیا اس سے پہلے خدا نے کئی انبیاء کو ایسے مصائب سے نجات نہیں بخشی۔ دانی ایل کا تذکرہ یاد کرو۔ پھر داؤد کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچالیا۔ پھر جبکہ کفارہ کی ضرورت نہ تھی۔ کیوں اسکی یہ درخواست قبول نہ کیگئی۔ کہ وہ زندہ صلیب پر سے اتر آتا۔ کیا کوئی ضربیہ عیسائی کا حامی اس کا جواب لکھیگا + پھر اگر یہ کہیں کہ کفارہ کی ضرورت تھی۔ تو بجز الوہیت مسیح کے قائل ہونیکے کفارہ باطل ہے۔ اور اسکے واسطے وہی پہلا اعتراض یاد رکھو۔ مسیح کامل خدا۔ کس خدا سے دعا مانگتا تھا۔ مگر نہیں۔ جب ہم اسی زبور کی آیت ۲۱ پڑھتے ہیں۔ اور بقول مسٹر اکبر مسیح کے جب ہمیں یہ یاد آتا ہے۔ کہ یہ زبور سراسر حضرت مسیح کے ہی حسب حال تھا۔ تو نتیجہ صاف عیاں ہوجاتا ہے۔ کہ وہ صلیب پر سے زندہ اترا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ میری وحیدہ کو کتے کے ہاتھ سے۔ ببر کے منہ سے۔ بعضنوں کے سینگوں سے۔ مجھے رہائی دے۔ میری سُن کہ تُو نے مجھے بچایا ہے۔ زبور ۲۲/۲۱۔ دیکھو۔ کیا صاف لکھا ہے۔ کہ تُو نے میری سُن کے بچایا ہے۔ اس سے زیادہ صاف نقشہ اور کس طرح کھینچا جاسکتا ہے۔ پس اگر بقول اکبر مسیح صاحب یہ زبور سراسر مسیح کے حسب حال ہے اور اس سے مراد داؤد اور مسیح دونوں ہیں۔ تو جس طرح داؤد دشمنوں کے ہاتھ سے بچ گیا۔ اسی طرح مسیح بھی بچ گیا۔ کیونکہ پیشگوئیوں کو یسوع مسیح پر لگاتے وقت یہی قاعدہ تو تم خود مدّ نظر رکھتے ہو۔ چنانچہ دیکھو۔ تُو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تجھ سے خوش ہوا۔ زبور ۲/۸۔ پس جس قاعدہ کے ماتحت مذکورہ پیشگوئی کو آپ لوگ ہر دو انبیاء پر لگاتے ہیں۔ اسی قاعدہ کے ماتحت اور بقول مسٹر اکبر مسیح ہم یہ زبور کی آیت مسیح کے حسب حال سمجھکر زور سے کہتے ہیں۔ کہ اسی آیت کی رو سے مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ بلکہ زندہ اترا۔ اور اس کے دشمن شرمندہ ہوئے۔

اسی طرح اگر بائبل کو بغور مطالعہ کیا جائے۔ تو بہت سی آیات ایسی ملتی ہیں۔ کہ جنکے رو سے مسیح صلیب پر سے زندہ اترا۔ اور صلیب پر بحکم خدا وہ ہرگز نہیں مرا۔ مگر اسجگہ ہم صرف انہی چند سطور پر اکتفا کرتے ہیں۔ امید ہے کہ چند ماہ تک راقم مضمون ہذا ایک کتاب بہ تردید بائبل صرف اسی مضمون کی لکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اخیر میں ایک اور بات یاد آگئی۔ کہ جب عیسائیوں کو پوچھا جائے۔ کہ از روئے کتاب استثنا باب ۲۱/۲۲ کے کاٹھ پر لٹکنے والا لعنتی ہوتا ہے۔ تو اسکا جواب بھی اکبر مسیح صاحب کی کتاب ضربتہ عیسوی سے رٹ کر سنا دیا کرتے ہیں۔ اسلیئے ہم اس جواب کی بھی تردید کیئے دیتے ہیں:۔

پس واضح ہو۔ اگر ہم ضربتہ عیسوی صفحہ ۲۳ کے تمام دلائل تسلیم کرلیں۔ تو بھی ہماری اس دلیل کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ اگر مسیح کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور نہ کسی گناہ کی پاداش میں اسے صلیب دیا گیا۔ تو پھر کیا قباحت لازم آئی۔ کہ مسیح اس فتویٰ سے بچ گیا۔ اگر مسیح نے بقول شما کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور صرف خلقت کے گناہوں کے بدلے صلیب دیا گیا۔ تو بھی وہ اس فتویٰ کے ماتحت آجاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کے قرضہ* اتارنے کیواسطے چوری کی۔ اور اسے قید کی سزا ہوئی۔ اور چونکہ اس نے اپنی ضروریات کے واسطے چوری نہیں کی۔ بُرا آدمی نہیں کہلوا سکتا۔ ضرور کہلوا سکتا ہے۔ اکبر مسیح صاحب نے یہاں پر ہاتھ گھما کر ناک بتلائی ہے۔ مگر ہماری اس بات کی تو خود پولوس بھی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔ مسیح نے ہمارے لیئے لعنتی بنکر اور ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے گلتی ۳/۱۳ تا ۱۴

پس ہم کہتے ہیں۔ خواہ کسی طرح سے کیوں نہ ہو۔ لکڑی پر لٹک کر جانیوالا مسیح ضرور استثنا ۲۱/۲۲ کی رو سے لعنتی ہوا۔ اور اکبر مسیح نے جو حضرت میرزا صاحب کے اس قول کا کہ صلیب خدائے تعالیٰ کی طرف سے جرائم پیشہ کی موت کا ذریعہ ہے۔ پس جو شخص صلیب پر مر گیا۔ وہ مجرمانہ موت مرا۔ جو لعنتی ہے جواب دینا چاہا ہے۔ اکبر مسیح کے اس جواب کا رد خود گلتی ۳/۱۴ نے کر دیا۔ اور صاف حوالہ بھی دیدیا۔ اور متوازی آیت بھی بتلادی۔ کہ بیشک وہ لعنتی ہوا۔ کیونکہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ پس ہم پھر وہی کہتے ہیں۔ کہ حضرت میرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ لعنت کا ایک مفہوم ہے۔ جو عیسیٰ مسیح جیسے برگزیدہ پر ایکدم کے لیئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ بالکل حق اور سچ ہے۔ کیا کوئی عیسائی جرأت کریگا۔ اور ہمارا جواب لکھیگا۔ تا ضربتہ عیسوی کی خراب حالت نہ ہو۔

---

* یہ قرضہ دینا۔ اور اپنی جان دینا۔ خدا کے حکم کے ماتحت اپنی جان انڈیلنا کفارہ کی تائید میں ایسی ہی مثال ایک انگریز پادری یعنی ریورنڈ ایف سی لانگ صاحب ایم۔ اے۔ پرنسپل مشن سکول پشاور بیوی طرف تحریر کرتے ہیں۔ اور مجھے سمجھاتے ہیں۔ کیا عجیب مثال ہے۔ منہ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ [illegible]			تعمیر [illegible]		
[illegible]	فاضل	[illegible]	[illegible]	میزان	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اشاعت اسلام			مساکین		
[illegible]	[illegible]	باقی	[illegible]	میزان	میزان کل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال		زکوٰۃ		یتامیٰ	
[illegible]	فاضل	[illegible]	باقی	میزان	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

تفصیل بقایا جیب جات یکم اکتوبر ۴۳ء

تعلیم	۶۴۸۶-۵-۶
اشاعت	۱۷۷۴-۱۰-۲
مساکین	۲۰۶۳-۱۰-۵
زکوٰۃ	۴۱۶۴-۸-۰
بورڈ دران ہائی	۲۳۴۶-۳-۹
امانت اندرونی	۲۶۳۰-۵-۹
امانت بیرونی	۸۸۱-۱۲-۹
مقبرہ	۱۳۸۱-۸-۱
مستقل فنڈ	۳۹۱۴-۲-۶
میزان	۲۷۵۴۳-۲-۱۱
منہائی فاضل	۲۰۳۴۱-۳-۶
باقی	۷۱۰۱-۱۵-۵
منہائی پیشگی	۷۰۵۸-۱۳-۹
باقی نزد امین	۴۳-۱-۸

تفصیل فاضل جیب جات

مدرسہ احمدیہ	۲۳۸۹-۸-۴
تعمیر	۵۳۹۴-۱-۲
بیت المال	۷۳۳۷-۱۰-۲
یتامیٰ	۱۹۵-۹-۵
متفرقات	۴۷۵۲-۱۰-۵
بورڈ دران احمدیہ	۲۷۱-۱۲-۰
میزان	۲۰۳۴۱-۳-۶

تفصیل پیشگی

تعلیم	۱۶۲۰-۳-۶
بیت المال	۴۲۰-۰-۰
مقبرہ	۴۹۱-۵-۳
تعمیر	۳۱۴۲-۱۰-۶
مدرسہ احمدیہ	۶۰۰-۰-۰
اشاعت اسلام	۳۰۰-۰-۰
متفرقات	۵۴۵-۰-۰
میزان	۷۰۵۸-۱۳-۵

خلیفہ رشید الدین — محاسب

محمد اشرف — ناظر

[illegible]	[illegible]	[illegible]
نعمان ... اردو	۱۳/	۱/
... بالذکر ...	۴/	۲/
... احمدیہ عربی	۶/	۳/
نماز مترجم	۰/	۲/
... مسیح منظوم پنجابی	۲/	۱/
مسلمانوں کا خدا اور اسکے حضور دعا	۲/	۱/
... آمین منظوم اردو	۲/	۰/
پانچ ارکان اسلام منظوم اردو	۱/	۰/
تفسیر ... اول یعنی تفسیر سورۃ ...	۱/	۰/
... یعنی تفسیر پہلا پارہ	۳/	۰۱/
شرح ... حصہ اول عربی	[illegible]	۱۲/
... ثانی	[illegible]	۱۲/
قاعدہ اردو عربی نواب صاحب	۱/	۰/
سلاسل القرأۃ حصہ سوم عربی	۳/	۰۱/
... چہارم ...	[illegible]	۲/
سلاسل الفصاحت ...	۰۱/	[illegible]
سلاسل التعلیم ...	۳/	۰۱/
مباحثہ رامپور اردو	۰۲/	[illegible]
حیرت کی حیرانی حصہ اول ...	۵/	۰۲/
... دوم ...	۴/	۲/
باغ بہار یعنی خصائل حضرت عمر منظوم ...	۱/	۰/
احمدی کاش ...	۱/	۰/
ہدیہ ثاقب منظوم اردو	۲/	۱/
جامع طہارت ...	۰/	[illegible]
البیان ...	۲/	۱/

[illegible]

ڈاکٹر کی ہدایت

... بالی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے۔ قیمت عہ۔ بالی والا کی ... گولیاں ضعف دماغ۔ ضعف اعصاب۔ دق کے ابتدائی عوارض اور بدہضمی کیلئے بہت ... بالی والا کا دانتوں کا منجن نہایت مفید قیمت ہم بالی والا کی مرہم۔ داد چنبل ... تمام ... فروشوں سے یا براہ راست ڈاکٹر ... بالی والا ... بمبئی سے مل سکتی ہیں۔

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سارے ہندوستان
میں گھر گھر مشہور ہے۔ بچے ضعیف تک اس سے
فائدہ [illegible] ہیں۔
یہ ملیریا کے کیڑا [illegible] کو ہلاک کرتی ہے۔
اسکے چار یا پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے
طحال کو [illegible] دیتی ہے۔ [illegible]
[illegible] مضبوط کرتی ہے۔
قیمت [illegible]

داد کا مرہم

اسکے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی ایک بار
لگانے سے کھجلی اچھی ہو جاتی اور دو تین مرتبہ کے
استعمال سے ایک دم آرام ہو جاتا ہے۔
اگر کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوا ہو تو اسکو آزمائش کیجئے
دیکھیے جناب مہاراج کمار صاحب۔ ریاست [illegible]
ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں۔ آپکے داد کے مرہم نے
جلد ہی کا اثر دکھایا۔ میں آپکا بہت دل سے مشکور ہوں۔
قیمت فی ڈبیہ مع محصول ایک [illegible]

کف کھانسی کی دوا

برسات کے موسم میں ہر کسی کو تھوڑی بہت [illegible]
کھانسی ہو جایا کرتی ہے [illegible]
[illegible] نہیں دیتی۔ کف نہیں [illegible]
[illegible]
[illegible] کھانسی [illegible]
[illegible]
[illegible] کھانسی کے [illegible]
[illegible]
قیمت [illegible]

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مطابق صفر المظفر سنہ ۱۳۳۳ھ

نمبر

فہرست مضامین

معذرت

چونکہ مولوی محمد علی صاحب سابق پرنٹر ریویو آف ریلیجنز اُردو وغیرہ قادیان سے چلے گئے۔ اسوجہ سے نیا پرنٹر مقرر کرنا پڑا۔ اور منظوری کی درخواست صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کیخدمت میں روانہ کی گئی۔ اس انتظام میں دو اڑھائی ماہ صرف ہو گئے۔ اور جب تک منظوری عالی نہ آتی رسالہ شائع نہیں ہو سکتا تھا۔ اب ۱۶۔ دسمبر کو اطلاع آئی ہے۔ اور رسالے بھیجے گئے ہیں۔ آیندہ انشاءاللہ تعالیٰ رسالہ اپنے وقت پر ناظرین کیخدمت میں پہنچتا رہیگا۔

منیجر ریویو قادیان

ریویو

خلافت محمود و مصلح موعود

اس نام کی ایک کتاب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق نے مولوی محمد علی کے رسالہ المصلح موعود کے جواب میں لکھ کر شائع کی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور کلمات طیبات کی اسناد سے ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ ہی مصلح موعود ہیں۔ جو اصحاب میر صاحب موصوف کی قوت استدلال اور زور تحریر سے واقف ہیں۔ انکے لیئے مجھے کسی بیان کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو ناواقف ہوں۔ انکو ضرور مشورہ دونگا۔ کہ وہ اس کتاب کو پڑھکر محظوظ ہوں۔ ۹۶ صفحہ اصل کتاب کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ۶۸ صفحہ کے قریب حضرت مسیح موعودؑ کے وہ اشتہارات اور عبارات جو کہ پسر موعود کے متعلق ہیں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ کتاب واقعی قابل مطالعہ ہے۔ قیمت ۸؍ علاوہ محصولڈاک۔ میر صاحب موصوف سے ترا ہا بیرام خاں۔ دہلی کے پتہ سے طلب فرمایئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الہام الٰہی اور مصلح آخر الزمان

[مطلع آفتاب کی سرزمین برِ اعظم ایشیا کے انگلستان یعنی ملک جاپان کے دارالسلطنت ٹوکیو سے ایک رسالہ الموسومہ بہ "وحدتِ اسلام" شائع ہوتا ہے۔ اس نوزائیدہ پرچے کا ایک گزشتہ نمبر ہمارے سامنے ہے اور اس کے مضمون میں الہام ربانی پر بحث کی گئی ہے چونکہ مضمون دلچسپ اور قابلِ غور ہے لہٰذا ذیل میں اس کا کچھ اقتباس دیا جاتا ہے۔]

قابل مضمون نگار نے ابتدا میں "نہج البلاغہ" سے کچھ عبارت نقل کی ہے جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک قول درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت مبعوث کیا تھا جب نبوت کا دروازہ ایک مدت سے بند تھا اور اقوام عالم ایک طویل خواب غفلت میں مبتلا تھیں اور خدائے تعالیٰ کے مقدس احکامات کی علانیہ خلاف ورزی ہو رہی تھی۔ پس ایسے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی آپ نے سابقہ تعالیم کی تصدیق کی اور دنیا کی ہدایت ... ہدایت یعنی قرآن کریم نازل ہوا۔ پس تم قرآن کی تلاوت کرو اور یاد رکھو کہ اس کتاب کا سطالعہ

تم کو حقیقت سے ناآشنا نہیں رکھے گا۔ دیکھو! یہ وہ کتاب ہے جس میں آنیوالی باتوں کا علم اور گذشتہ واقعات کا بیان ہے یہ وہ نسخہ ہے جس میں تمہاری تمام بیماریوں کا علاج بتایا گیا ہے اور یہ وہ مجموعہ قانون ہے جو تمہاری سوسائٹی کے جملہ معاملات کو باقاعدہ اور باضابطہ بناتا ہے۔"

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کے محولہ بالا کلام کا حوالہ دینے کے بعد وحدت اسلام کا قابل جاپانی اڈیٹر رقمطراز ہے " مذکورہ بالا عبارت جناب مرتضیٰ کی ایک تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور مسئلہ الہام کے متعلق اسلامی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اولاً اس کلام سے واضح ہوتا ہے کہ مرسلین کا بھیجنا ایک سُنّت الٰہی ہے اور انبیاؑ کی بعثت متواتر ایک وقفہ کے بعد ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ثم ارسلنا رسلنا تترا (مومنون-۳) یعنی ہم اپنے رسولوں کو متواتر بھیجتے رہے۔ ثانیاً اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسی نبی یا رسول کی بعثت عین ضرورت کے وقت عمل میں آتی ہے یعنی جب دنیا خود غرضی - بدعملی - مادہ پرستی اور جہالت کے سمندر میں غرق ہوتی ہے جب لوگ اخوت انسانی پاکبازی اور دیگر اعلیٰ صفات کو بالائے طاق رکھکر زمین کی طرف جھک جاتے ہیں اور اپنے نبی کی تعلیم کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ ثالثاً یہ تحریر ایک اور ضروری امر پر بھی روشنی ڈالتی ہے اور وہ یہ کہ خدا کا ہر رسول چونکہ رضائے الٰہی کا ایک آلہ ہوتا ہے اس لیئے وہ پہلے انبیاؑ کا نائندہ اور قائم مقام ہو کر ان کی تعلیموں کی تصدیق کرتا ہے اور اگر اُسے کسی اصول کی جزوی تشریح میں ترمیم یا اصلاح کرنی پڑتی ہے تو وہ محض اسلیئے کہ زمانہ اور مقامی حالات اُس کے متقاضی ہوتے ہیں چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ (سورہ بقرہ ۴۰ رکوع) یعنی ایمان لایا رسول ساتھ اُس چیز کے جو اتاری گئی اُسپر اُس کے رب کی طرف سے اور مومن لوگ بھی سب کے سب ایمان لائے اللہ پر اُس کے فرشتوں پر اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر اور ہم رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔ رابعاً اس کلام سے ایک اور نتیجہ بھی نکلتا ہے وہ یہ کہ ہر ایک روحانی آفتاب سفلی اجسام نورانیہ کی طرح روحانی موسم بہار کے وقت طلوع ہو کر روئے زمین پر نور اور تجلی کا پرتو ڈالتا ہے اور ظلمت میں پھنسی ہوئی مخلوق کو روشنی کی جھلک دکھاکر ترقی و عروج کے دن کا آغاز کرتا ہے۔ خامساً یہ الفاظ

امر پر بھی دال ہیں کہ ہر ایک نبی کی بعثت پہلے انبیاءؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق وجود میں آتی ہے نیز یہ کہ مبعوث شدہ نبی اپنے جانشینوں کے متعلق پیشگوئیاں کر جاتا ہے۔
... دساً اور آخر ش ان ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے پاکباز رسولوں کا وجود نہ صرف ... پینے گردوپیش رہنے والے نفوس کا تزکیہ نفس کرتا ہے بلکہ اُن کی تمام نسل کو تہذیب و تمدن کی شاہراہ ترقی پر ڈال دیتا ہے۔" یہاں تک تو ہم نے اپنے جاپانی بھائی کے خیالات کا اقتباس ... لیا ہے۔ لیکن اس تشریح اور نتائج کی مزید وضاحت کے لیئے اور نیز ہر ایک ممکن غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیئے اسقدر اور ایزاد کرنا مناسب ہوگا کہ خدائے تعالیٰ کے مرسلین و مامورین اب بھی اسی طرح دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں جس طرح وہ زمانہ گذشتہ میں ہوا کرتے تھے۔ اور یہ کہ قرآن کریم پر ایمان رکھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک مامور من اللہ پر ایمان لائے البتہ یہ بات خصوصیت سے قابل لحاظ ہے کہ قرآن کریم کی کامل تعلیم اور محمد رسول اللہ صلعم کی کامل شریعت کے بعد اب کوئی نئی شریعت نہیں آسکتی۔ چونکہ قرآن کریم انسان کی جملہ روحانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اور اس کی تعلیم سوسائٹی کے تمام طبقوں کے لیئے خواہ وہ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ موزون و مناسب ہے اس لیئے اب جو شخص خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام پاکر کھڑا ہوگا اور مامور من اللہ ہونیکے خلعت فاخرہ سے معزز کیا جائے گا وہ لازماً قرآن کریم کا متبع اور اس کے سر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا تاج ہوگا۔

یہ کیوں؟

اس لیئے کہ پہلے زمانوں میں دنیا کی مختلف قومیں ایک دوسرے سے جدا تھیں۔ ان کے باہمی ارتباط و تعلقات کے ذرائع مفقود یا محدود تھے۔ اسی وجہ سے آسمانی بادشاہت کے تاجدار خاص اقوام میں خاص احکام کے ساتھ مبعوث ہوا کرتے تھے۔ اُن کی بعثت کا دائرہ صرف اپنی ہی قوم تک محدود ہوتا تھا اُن کی تعلیم عالمگیر اصولوں پر مبنی نہ تھی بلکہ مقامی حالات و ضروریات کے ماتحت کسی خاص قوم کی ہدایت کو ملحوظ رکھکر نازل کی گئی تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فرماتے ہیں "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا" متی ۱۵-۲۴ - اور یہ بھی کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں

تمھیں کہوں پر اب تم انہیں برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمھیں ساری سچائی کی راہ بتادیگی اس لیئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سُنے گی سو کہیگی اور تمھیں آئندہ کی خبریں دیگی اور میری بزرگی کریگی" (یوحنا ۱۶ - ۱۲ تا ۱۳) - اب حضرت مسیح علیہ السلام کے ہر دو اقوال سے دو جداگانہ باتیں معلوم ہوتی ہیں - اول مسیح علیہ السلام اور آپ کے زمانے یا آپ سے پہلے زمانہ کے انبیاء کسی خاص قوم کے لیئے مبعوث ہوتے تھے۔ دوم - اُن کی تعلیم مختص الزمان و مختص المکان ہوتی تھی۔ البتہ ایک وقت آنیوالا تھا جب دنیا کی مختلف اقوام میں باہم اختلاط اور ارتباط ہونیوالا تھا اور دنیا کو ایک عالمگیر مذہب کی ضرورت محسوس ہونیوالی تھی۔ ایسے وقت کے لیئے مقدر تھا کہ ایک سچائی کی روح "تمام سچائی" یعنی کامل تعلیم اور کامل شریعت کو لے کر مبعوث ہو۔ چنانچہ وہ موعود زمانہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور وہ "سچائی کی روح" آنحضرت صلعم کی ذات مستفوده صفات تھی۔ کیونکہ نہ صرف تاریخ اُس زمانہ کو ایسی بعثت کے لیئے موزوں قرار دیتی ہے بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوی فرماتے ہیں قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا یعنی کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول کرکے بھیجا گیا ہوں - اب یہ ایسا دعوی ہے جو رسولِ عربی کے سوا آجتک کسی نبی نے نہیں کیا ۔ اور اس کے ساتھ ہی صرف قرآن ہاں قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو الیوم اکملت لکم دینکم کے ماتحت کامل شریعت لانے کی مدعی ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین ہونے عالمگیر شریعت لانے اور قرآن پاک کی تعلیم کے کامل ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ آئندہ کے لیئے نبوت کا سلسلہ بند ہوگیا ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم خود ایک آنے والے نبی کی بشارت دیتے ہیں اور اُس کو سلام پہنچانے کی تاکید فرماتے ہیں - پس یہ خیال غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا حقیقت صرف اسقدر ہے کہ اب جو شخص اللہ تعالیٰ کا فرستادہ اور حامل وحی ہوگا وہ

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام یعنی

غلام احمد

ہوگا۔ اور وہی ہوگا جسکی نسبت نہ صرف شارع اسلام علیہ التحیات والسلام پیشگوئی فرماتے ہیں۔ بلکہ دوسرے انبیاء مثل یسعیاہ۔ دانیال۔ مسیح۔ زرتشت۔ کرشن اور بدھ علیہم السلام بھی اُس کی آمد کی خبر دیتے ہیں۔

ہمارے فاضل دوست اڈیٹر "وحدت اسلام" نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے گوتم بدھ اور سری کرشن جی کی پیشگوئیوں کا اپنے پرچہ میں حوالہ دیا ہے جسکو ہم ناظرین کی واقفیت کے لیئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ گوتم بدھ کی نسبت لکھا ہے کہ "بنی نوع انسان کے اُس عظیم الشان اُستاد کی وفات سے تھوڑی مُدت پیشتر انند انے اپنے آنسو پونچھکر مقدس بدھ سے پُوچھا حضور کے وصال کے بعد ہمیں کون تعلیم دیگا؟ اس سوال کے جواب میں مقدس بدھ نے فرمایا مَیں ہی ایک بدھ نہیں ہوں جو روئے زمین پر مبعوث ہُوا ہوں اور نہ ہی میرا وجود بدھوں کے سلسلہ کا ختم کرنے والا ہے۔ اپنے وقت پر ایک اور بدھ آئیگا۔ وہ مقدس و مطہر ہوگا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا مہذب اور دانائی کے زیور سے آراستہ ہوگا۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم اور ساری دنیا کا علم رکھنے والا ہوگا۔ وہ انسانوں کا لاثانی رہنما فرشتوں اور فانی ہستیوں کا آقا ہوگا۔ وہ تمھارے سامنے اُن ابدی سچائیوں کا انکشاف کریگا جن کی مَیں نے تم کو تعلیم دی ہے۔ وہ اپنے مذہب کا وعظ کریگا اُس کے مذہب کی ابتداء عروج اور مقصد اعلیٰ سب کے سب لفظاً و معناً پُر جلال ہونگے وہ ایسی مذہبی زندگی کو ترویج دیگا جو ایسی ہی کامل اور خالص ہوگی جیسی کہ مَیں اب تعلیم دیتا ہوں۔ اُسکے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں ہونگے حالانکہ میرے شاگرد سینکڑوں کی تعداد میں ہیں"۔ انندانے دوبارہ عرض کیا۔ حضور! ہم اُسکو شناخت کس طرح کریں؟ اس پر مقدس بدھ نے ارشاد فرمایا "وہ میتیریا کے نام سے مشہور ہوگا جس کا ترجمہ مہربانی والے نام کا شخص ہوتا ہے"۔

ویسی ہی ایک پیشگوئی سری کرشن جی کی طرف سے بیان کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں "سن اے بھرت کی اولاد سُن! جب کبھی دھرم کی ہان اور پاپ کا زور ہوتا ہے تب مَیں اوتار دھارتا اور دھرمیوں کی سہائتا نیز ادھرمیوں کا ناش کرنے کے لیئے

جنم لیتا ہوں"۔

ممکن ہے کہ سری کرشن جی کا یہ قول بعض طبائع کے لیئے غلط فہمی کا موجب ہو اور یہ سمجھ لیا جائے کہ دوبارہ جنم سے تناسخ کا چکر یعنی واسدیو کے مقدس بیٹے کی ہی دوبارہ آمد مراد ہے مگر حقیقتاً یہ بات نہیں کیونکہ شری کرشن جی اور بدھ دیو ہر دو نے جداگانہ ایک موعود نبی کی پیشگوئی کی ہے اور دونوں کا ایک ہی منشاء ہے جس طرح موعود میتیریا اور گوتم بدھ دو جُدا جُدا وجود ہیں اور گوتم کی پیشگوئی میں کسی اور بدھ کی آمد کی خبر ہے اسی طرح کرشن جی کی پیشگوئی میں بھی اُنکے کسی مثیل کا وعدہ درج ہے۔ ہر دو مقدسین نے ایک بعد میں آنیوالے مصلح کی خبر دی ہے فرق صرف یہ ہے کہ بدھ دیو اُس کا نام اپنے نام پر بدھ رکھتے ہیں اور کرشن جی مہاراج اُسے کرشن کہکر پکارتے ہیں غرض یہ کہ بھارت ورش کے ہر دو عظیم الشان نبیوں نے ایک موعود نبی کی پیشگوئی کی ہے جو اُنکے ہی ملک یعنی ہندوستان میں ظہور پکڑنے والا تھا۔ اور جو روحانی رنگ میں اپنی پیشروؤں کا مثیل اور ظل تھا۔

واضح رہے کہ جس طرح عارف بدھ کا قول (کہ میں پہلا بدھ نہیں اور نہ ہی میں آخری ہوں) اس امر پر دال ہے کہ ضرورت کے وقت ایک بدھ کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح سری کرشن کا قول (کہ پاپ کے وقت میں جنم لیتا ہوں) اس بات کی تشریح کرتا ہے کہ جب پاپوں کا زور ہو جاتا ہے اُسوقت ایک کرشن روپی انسان دنیا کی اصلاح کے لیئے مامور ہوتا ہے جو بدھ دیو کی زبان کے مطابق بدھ اور کرشن جی کے کلام کی رو سے کرشن کہلاتا ہے پس ان پیشگوئیوں سے صراحتاً مفصلہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔ اوّل بدھ اور کرشن ہر دو اپنے بعد ایک موعود نبی کی بعثت کا پتہ دیتے ہیں۔ دوم۔ وہ نبی اُس ملک میں مبعوث ہوگا جسمیں اُسکے پیشرو مبعوث ہو چکے ہیں۔ سوم۔ بدھ یا کرشن کی آمد ثانی سے اُنکے ایک مثیل اور ظل کا ظہور مراد ہے نہ کہ اُنکا ہی دوبارہ تناسخ کی رو سے جنم لینا۔

اب ان ہندوستان کے نبیوں کی پیشگوئیوں کے ساتھ اگر مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیشگوئیوں کو ملا کر دیکھا جائے اور حضرت مسیح کے اپنے اقوال کو مدّ نظر رکھا جائے تو حقیقت کے مُنہ پر سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور آمد ثانی کا مسئلہ عمدگی سے حل ہو جاتا ہے۔ حضرت

مسیح علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ ایلیاہ یعنی الیاس کی آمد ثانی سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا "ایلیاہ تو آچکا"۔ اس جواب سے آپکی مراد یہ تھی کہ ایلیاہ کی آمد ثانی یوحنا بپتسمہ دینے کے وجود میں پوری ہوچکی ہے۔ چنانچہ آپکے شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے (متی ۱۷: ۱۲ و ۱۳) سیدنا حضرت مسیح کا یہ قول اور آپکے شاگردوں کا اس توجیہ کو بلاچون وچرا تسلیم کرلینا آمد ثانی کے مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتا ہے لیکن جائے حیرت و استعجاب ہے کہ اور خود مسیحی لوگوں نے اپنے خداوند کی اس ناقابل تردید تشریح سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ خلاف اس کے مسیح کی آمد ثانی کے مسئلہ کو پیچیدہ بناکر بعید از قیاس کردیا اور خود ابن مریم کے دوبارہ نزول کا عقیدہ تراش رکھا ہے۔

اس میں تو کلام نہیں کہ جس طرح بدھ نے ایک بدھ کی اور کرشن نے ایک کرشن کی آمد کے متعلق پیشگوئی کی تھی اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی آخری زمانہ میں اپنی آمد ثانی کا وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن اس وعدہ سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ خود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام ہی دوبارہ آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے۔ اگر کسی انسان کا بجسد عنصری دوبارہ زمین پر آجانا ممکن ہوتا تو حضرت مسیح علیہ السلام کیوں ایلیاہ کی آمد ثانی سے یوحنا کی آمد مراد لیتے اور آپکے شاگرد بھی اس جواب کو سنکر کیوں سکوت اختیار کرتے؟ پس اگر مسیحی حضرات حضرت مسیح کی مثال کو پیش نظر رکھکر اس مسئلہ پر غور کریں تو بات صاف اور بیّن ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو مسیح ۱۹۱۲ برس ہوئے گلیل اور ناصرہ میں سکونت رکھتا تھا وہ اب دوبارہ نہیں آسکتا البتہ آپ کی آمد ثانی کسی اور شخص کے وجود میں پوری ہوسکتی ہے یعنی مسیح موعود کوئی دوسرا شخص ہوگا جو کہ پہلے مسیح سے روحانی مماثلت رکھتا ہوگا۔

اسوقت ہمارے سامنے بدھ۔ کرشن اور مسیح علیہم السلام کی پیشگوئیاں ہیں اور ان انبیائے کرام میں سے ہر ایک کسی موعود نبی کی خبر دے رہا ہے۔ اگر انکے ساتھ یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کو کہ "اس راستباز کو پورب کی طرف سے برپا کیا" (یسعیاہ ۴۱: ۲) شامل کرلیا جائے تو پھر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ پورب کی طرف سے ایک عظیم الشان مصلح کا ظہور ہوگا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسیح موعود و مہدی معہود

کے ظہور کو سرزمین مشرق کے ساتھ ہی وابستہ کرتے ہیں اور آپنے مشرق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے کہ دجال کے فتنہ کو پاش پاش کرنیوالا مامور الٰہی اس طرف مبعوث کیا جائیگا۔ اور یاد رہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی بعثت ثانی کے متعلق فرمایا تھا کہ انکا دوبارہ آنا اس طرح ہوگا جس طرح بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے" (متی ۲۴: ۲۷)۔ پھر فرمایا کہ آپکی دوسری آمد ایسی خفیہ اور اچانک ہوگی جس طرح کہ چور رات کے وقت آتا ہے (متی ۲۴: ۴۳) ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح کی آمد ثانی اپنی سرعت اور چمک کے لحاظ سے برق کے مشابہ ہوگی اور اسکی تجلی مشرق سے مغرب تک پہنچے گی۔

پیارے ناظرین! ان پیشگوئیوں کے اندراج کے بعد ہم خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے اور اُسکے احسانات پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں کیونکہ اُس نے عین ضرورت کے وقت اور پورے جلال کے ساتھ اُس موعود انسان کو جسکی نسبت مذکورہ بالا پیشگوئیوں میں خبر دیگئی تھی مشرق میں مبعوث کردیا ہے اور اُس کے دعاوی نہ صرف اپنے ساتھ بیّن دلائل رکھتے ہیں بلکہ دلائل کے ساتھ ہزارہا نشانات بھی اُس کے مؤید ہیں۔ یہ مبارک وجود حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا ہے اور اب ہر ملت و مذہب کے پیرووں پر یہ فرض واجب ہوگیا ہے کہ اس موعود نبی کی آواز پر لبیک کہیں اور اسکے دعاوی کو نظر غائر سے مطالعہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آسمان اُسکی تائید میں نشانات کی بارش کررہا ہے اور زمین اُسکی خدمت کے لیئے کمربستہ ہو رہی ہے اور کوئی دن نہیں گذرتا جبکہ اُسکی بے شمار نبوتوں میں سے کوئی نہ کوئی ظہور پذیر نہ ہوتی ہو۔ یورپ کی موجودہ جنگ اور بادشاہت کا بادشاہت پر چڑھنا۔ رود بار کے کنارہ پر خونریز جنگ ہونا۔ سرزمین لزلہ آنا وغیرہ وغیرہ ہیبت ناک واقعات ایسے نہیں جنکی اُس موعود انسان نے قبل از وقت خبر نہ دی ہو۔ پس اب ہر ایک مسیحی۔ بدھ۔ ہندو۔ مسلمان اور زرتشتی کا فرض ہے کہ اس عظیم الشان مصلح آخر الزمان پر ایمان لائے جسکی نسبت کہ ان تمام مذاہب کے بانیوں نے پہلے سے بشارت دے رکھی تھی اور جسکے وہ بصد شوق منتظر تھے۔

ہاں یاد رہے کہ یہ مصلح آخر الزمان صرف مذکورہ بالا مذاہب کے ماننے والوں کی طرف ہی مامور ہوکر نہیں آیا بلکہ اُس کی بعثت روئے زمین کے جملہ مذاہب کی طرف ہے اور اُسکا پیغام جو

پیغام صلح اور عہد امن ہے اہل کتاب دہریہ بت پرست ہر ایک کو مخاطب کرتا ہے اور اس مقدس وجود کی آمد ایک طرف تو الہامی کتابوں پر ایمان رکھنے والوں کو یہ بتاتی ہے کہ خداوند خدا جو سینا اور کوہ زیتون پر اور پھر فاران کی بلندیوں پر بولا کرتا تھا وہ اب بھی زندہ اور بولتا ہے دوسری طرف دہریہ و ناستک لوگوں کو پیشگوئیوں اور نشانات کے ذریعہ اس بات کا مقر بناتی ہے کہ اس کائنات اور عالم اسباب کا کوئی علت العلل اور مسبب الاسباب ہے اور وہ غیب کی اخبار سے اپنے پیاروں کو قبل از وقت اطلاع دیدیتا ہے غرض یہ آخری زمانہ کا مصلح کل دنیا کے لئے ہوا ہے اور جو شخص اس کے دعاوی اسکے نشانات اسکی نوتوں پر ایمان لائیگا وہ اس کے وجود کو اپنا سچا ہادی اور سچا رہبر متصور کریگا۔

دیکھو! دنیا ہاں تمام دنیا پر اسوقت تاریکی کا پردہ چھایا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت کی جگہ مادہ پرستی نے لے رکھی تھی۔ اس لئے اس رحیم مولا نے اس پاک وجود کو تاریک عالم کو منور اور گمراہ دنیا کو راستہ دکھلانے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

غافلو سنو! ابھی تک دنیا کے لوگ گہری نیند میں سورہے ہیں۔ اور جگانے والے کی آواز پر بہت کم لوگوں نے کان دھرا ہے اور نہیں جانتے کہ آخر عظیم الشان قہری نشانات آنیوالے ہیں جو سونے والوں کو خواب غفلت سے جگائینگے اور پھر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ آفتاب ہدایت مطلع مشرق سے طلوع ہوکر سر پر آگیا لیکن انکو خبر تک نہ ہوئی پس اُٹھو اور خدا کے فرستادہ مسیح کو مان کر حیات جاوید حاصل کرو۔ مہدی آخرزمان کے نقش قدم پر چلکر ہدایت یافتہ بنجاؤ۔ اُس بدھ کی تعلیم سے مستفیض ہوکر معرفت الٰہی کے جام مسرت بخش سے سرشار ہو اور اس کرشن گوپال کے قدموں میں آکر دین کو دنیا پر مقدم کرو؛

تثلیث

(رقم زدہ شیخ عبد الخالق صاحب نو مسلم)

اسلام آج سے کئی صد سال پہلے خدا کی نسبت جو تعلیم پیش کرتا رہا ہے۔ وہ آجتک یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بے ہمتا و بے مثال ہے۔ کیا نوعیت کے لحاظ سے اور کیا جنیت کے خیال سے وہ احد ہے۔ کوئی دوسرا اس کا ثانی نہیں۔ وہ قادر ہے۔ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اسکی ذات تقسیم نہیں ہوسکتی۔ اور نہ اسکی ذات میں کوئی دوسری چیز مخلوط ہے۔ اس علوم و فنون کی ترقی کے زمانہ میں بھی اس اسلامی مقدس تعلیم کی ہر ایک آزاد عالم تائید کرتا ہے۔ اور ہر ایک مذہب ایک طرح سے یہی کہتا ہے کہ خدا واحد فی الذات ہے وہ مادیات کی طرح مرکب نہیں۔ ان تمام باتوں سے بلند تر ہے؛

برخلاف اس کے عیسائی لوگ زبان سے تو یہی کہتے ہیں۔ کہ خدا ایک ہے۔ وہ ہر طرح سے دنیا سے بلند تر ہے۔ اس کی ذات بے مثال ہے۔ مگر اس خدا کے احد ہونے کو وہ کچھ اور ہی طرح سے مانتے ہیں۔ لہٰذا اب انکا وہ عقیدہ جو وہ خدا کی نسبت رکھتے ہیں۔ حرف بحرف ذیل میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور یہ وہی عقیدہ ہے۔ جسپر تمام نجات کا دارومدار ہے۔ عیسائی اصطلاح میں اس کو اتاناسیس کا عقیدہ کہتے ہیں۔ ناظرین سے التماس ہے۔ کہ وہ اس عقیدہ کی ہر ایک سطر غور سے پڑھیں۔ کیونکہ میری تثلیث کی بحث کا تمام دارومدار اسی پر ہے۔ عام ہوشیار مند عیسائی تو از بریاد کر لیتے ہیں۔

اتاناسیس کا اعتقاد نامہ

نمبر ۱۔ جو کوئی نجات کا وارث ہونا چاہتا ہے۔ اسکو سب سے پہلے ضرور ہے۔ کہ کاتھلک کلیسیا کا ایمان رکھے؛

نمبر ۲۔ اس ایمان کو جو کوئی بے کم و بیش اور بے خلل محفوظ نہ رکھے۔ وہ بے شک ابدی ہلاکت میں پڑے گا۔

نمبر ۳۔ اور کاتھلک کلیسیا کا ایمان یہ ہے۔ کہ ہم تثلیث میں خدائے واحد کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں؛

نمبر ۴۔ نہ اقانیم کو مخلوط کریں نہ جوہر کو تقسیم کریں۔

نمبر ۵۔ اقنومیت آب کی اور ہے۔ ابن کی اور۔ اور روح القدس کی اور۔

نمبر ۶۔ لیکن آب* و ابن و روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر عظمت ازلی ہے۔

نمبر ۷۔ جیسا آب ہے۔ ویسا ہی ابن ہے۔ اور ویسا ہی روح القدس ہے۔

نمبر ۸۔ آب غیر مخلوق۔ ابن غیر مخلوق۔ روح القدس غیر مخلوق۔

نمبر ۹۔ آب غیر محدود۔ ابن غیر محدود۔ روح القدس غیر محدود۔

نمبر ۱۰۔ آب ازلی۔ ابن ازلی۔ روح القدس ازلی۔

نمبر ۱۱۔ تو بھی تین ازلی نہیں۔ بلکہ ایک ازلی ہے۔

نمبر ۱۲۔ اسی طرح تین غیر مخلوق نہیں۔ نہ تین غیر محدود۔ بلکہ ایک غیر مخلوق۔ اور ایک غیر محدود ہے۔

نمبر ۱۳۔ اسی طرح آب قادر مطلق۔ ابن قادر مطلق۔ روح القدس قادر مطلق۔

نمبر ۱۴۔ تو بھی تین قادر مطلق نہیں۔ بلکہ ایک قادر مطلق ہے۔

نمبر ۱۵۔ ویسا ہی آب خدا۔ ابن خدا۔ روح القدس خدا۔

نمبر ۱۶۔ تسپر بھی تین خدا نہیں۔ بلکہ ایک خدا ہے۔

نمبر ۱۷۔ اسی طرح آب خداوند۔ ابن خداوند۔ روح القدس خداوند۔

نمبر ۱۸۔ تو بھی تین خداوند نہیں۔ بلکہ ایک خداوند ہے۔

نمبر ۱۹۔ کیونکہ جس طرح مسیحی حقیقی ایمان ہمیں قائل کرتا ہے کہ ہر ایک اقنوم جداگانہ خدا اور خداوند ہے۔

نمبر ۲۰۔ اسی طرح کاتلک کلیسیا کے دین حق سے یہ کہنا منع ہے کہ تین خدا یا تین خداوند ہیں۔

نمبر ۲۱۔ آب کسی سے مصنوع نہیں۔ نہ مخلوق۔ نہ مولود۔

نمبر ۲۲۔ ابن صرف آب سے ہے۔ مصنوع نہیں۔ نہ مخلوق۔ بلکہ مولود ہے

نمبر ۲۳۔ روح القدس آب و ابن سے ہے۔ نہ مخلوق۔ نہ مصنوع نہ مولود۔ بلکہ صادر ہے۔

نمبر ۲۴۔ پس ایک آب ہے۔ نہ تین آبا۔ ایک ابن ہے۔ نہ تین ابنا۔ ایک روح القدس ہے۔ نہ تین روح القدس۔

* عیسائی اصطلاح میں آب سے مراد باپ۔ ابن سے مراد بیٹا (حضرت یسوع مسیح) اور روح القدس سے مراد اقنوم تیسرا۔ منہ

نمبر ۲۵- اور اس تثلیث میں کوئی مقدم یا موخر نہیں- کوئی کبیر یا صغیر نہیں-

نمبر ۲۶- بلکہ کل تینوں اقانیم ہم قدم اور ہم قدر ہیں:

نمبر ۲۷- الغرض ہر امر میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا- تثلیث میں توحید کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کرنی چاہیئے-

نمبر ۲۸- پس جو کوئی نجات کا وارث ہونا چاہتا ہے- تثلیث کی نسبت یہی رائے رکھے-

دیکھو- دعائے عام اور سکرامنٹوں کی تعمیل کی کتاب✝ مطبوعہ ۱۸۶۶ء صفحہ نمبر ۲۲-

پادری عماد الدین صاحب کی رائے

پادری عماد الدین صاحب متی ۲۸/۱۹ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی متی کی تفسیر میں لکھتے ہیں- مسیح نے اپنی کلیسیا کی بنیاد تثلیث مقدس کے اقرار و ایمان پر رکھی ہے پس تثلیث کا عقیدہ شروع سے سکھلانا چاہیئے- بنیادی بات ہے- اسی کے نام پر بپتسمہ ہے- دیکھو متی کی تفسیر مصنفہ پادری عماد الدین صاحب صفحہ نمبر ۵۱۶-

اب اس بات پر غور کرنا نہایت ضروری ہے- کہ ان ہر دو بزرگان دین اتاناسیوس صاحب اور پادری عماد الدین صاحب لاہر- ڈی- ڈی- نے جو تثلیث کی تعلیم کی نسبت اتنی تاکید کی ہے- کہ تمام نجات کا دارومدار ہی اسی پر ہے- اور اسکے بجز نجات نہیں مل سکتی- خود حضرت یسوع مسیح اسکی بابت کیا تعلیم دیتے ہیں-

حضرت مسیح کی نفی تثلیث

پس واضح ہو- کہ حضرت یسوع مسیح اس بارے میں خود فرماتے ہیں- کہ دیکھو- ایک فقیہہ اسکے پاس آیا- اور اس سے پوچھا- کہ سب حکموں میں سے اول کونسا ہے- یسوع نے جواب دیا- کہ اول یہ ہے سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند سے جو تیرا خدا ہے- اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ- مرقس ۱۲/۲۹

اب جائے غور ہے- کہ اتاناسیوس نے جو اتنی تثلیث کی تشریح کی ہے- اور پادری عماد الدین صاحب نے جو اتنا زور مارا ہے- کہ خداوند کی کلیسیا کی بنیاد تثلیث ہی ہے پس تثلیث کا عقیدہ شروع سے سکھانا چاہیئے- (یہ نہیں کہا کہ سمجھانا چاہیئے) اس کی

✝ یہ کتاب انگلستان کی کلیسیا کے طریقہ کے موافق ہے- منہ

بابت خود حضرت یسوع مسیح نے کیا سکھایا ہے۔ وہ پکار پکار کر فرماتے ہیں۔ کہ خدا ایک ہی خدا ہے۔ پھر نہیں معلوم۔ کہ پادری صاحبان کیوں ایسی تعلیم دیتے ہیں جو خود حضرت مسیح کی تعلیم کے مخالف ہو۔ کیا اگر خداوند یسوع نے تثلیث کے عقیدہ پر کلیسیا کی بنیاد رکھنی تھی۔ تو اس فقیہ سے یہ تمام تشریح جسکے واسطے اتاناسیوس کو اتنا مضمون سوچنا پڑا کیوں نہ کہدی ہوتی۔ کیا جس طرح اتاناسیوس صاحب اس مضمون کو فصاحت و بلاغت سے نباہتے ہیں۔ حضرت یسوع مسیح ایسا نہیں کہ سکتے تھے؟ پھر کیوں نہ کہا کہ تم تثلیث میں توحید کی پرستش کرو۔

پولوس رسول کا اقرار

"میں اس خدا کو جو سب چیز دنیا کو زندہ کرتا ہے۔ اور یسوع مسیح کو جسنے پلاطوس کے سامنے اچھا اقرار کیا تھا۔ گواہ کر کے تجھے تاکید کرتا ہوں" ۱ تمطاؤس $\frac{6}{13}$

اب دیکھو پولوس رسول نے یہاں پر کیا کہا ہو۔ اس خدا کو جو سب چیزوں کو زندہ کرتا ہے اور پھر یسوع کو۔ گواہ کرتا ہوں۔ اگر یہ رسول تثلیث کا قائل تھا تو پھر مابعد حضرت یسوع مسیح کا نام لینا چہ معنی دارد۔ اور پھر یہ کیوں کہا "جس نے پلاطوس کے سامنے اچھا[✠] اقرار کیا تھا" جبکہ وہ تثلیث کا قائل تھا۔ تو بس خدا جو سب چیزوں کو زندہ کرتا ہے۔ کافی تھا۔ اور اگر حضرت یسوع مسیح کی الوہیت ثابت کرنیکے واسطے یہ کہو۔ کہ پھر آخر میں حضرت یسوع مسیح کا نام حاضر ناظر سمجھ کرلے ہی لیا۔ کیونکہ گواہ زندہ ہو سکتا ہے۔ نہ مردہ۔ اور حاضر ہو سکتا ہے۔ نہ غائب۔ تو سوال یہ ہوگا۔ پھر روح القدس کا نام علیحدہ کیوں نہیں لیا۔ تاکہ تثلیث ثابت ہو جاتی۔ کیوں وہی کو مناسب جانکر لکھدیا۔ آخری حکم دیتا تھا۔ اگر تثلیث کی تشریح کر دیتا۔ تو لوگ سمجھ جاتے۔ آئندہ کا جھگڑا اٹھ جاتا۔ فرمائیے۔ اس کا کیا جواب دے سکتے ہو۔

✠ بعض عیسائی صاحبان خیال کرینگے۔ کہ پلاطوس کے سامنے یسوع نے اپنے ابن اللہ ہونیکا اقرار کیا تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ پلاطوس کے سامنے یہودیوں کے بادشاہ ہونیکا اقرار کیا تھا دیکھو متی $\frac{27}{11}$ ومرقس $\frac{15}{2}$ و یوحنا $\frac{18}{29}$۔ مگر ابن اللہ کا اقرار یہود کی صدر مجلس میں غیر صریح الفاظ میں کیا تھا جس کا رسول نے ذکر نہیں کیا۔ متی $\frac{26}{64}$۔ اور ابن اللہ کا اقرار معمولی بات ہو۔ دیکھو زبور $\frac{2}{7}$

یہودی تثلیث کے قائل نہیں

سب سے زیادہ غور طلب یہ بات ہے۔ کہ کثرت فی الوحدت کے یہودی قائل ہیں۔ یا نہیں۔ نبیوں کے شاگرد۔ نبیوں کی کتابوں کے مالک۔ انکی کیا رائے ہے۔ اور کیا وہ انکی رائے آسمانی کتابوں کے مطابق ہے۔ یا مخالف ہے۔

پس یاد رہے۔ کہ یہودی شروع سے لیکر آج تک اس کثرت فی الوحدت کے قائل نہیں ہیں۔ اور وہ قائل بھی کیونکر ہو سکتے تھے۔ جبکہ تمام موسوی شریعت ہمیشہ یہی سکھاتی رہی ہے اور سمجھاتی رہی ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ اسکی ذات بے مثال ہے۔ وہ ہر آمیزش سے پاک اور اعلیٰ ہے۔ پھر خدا یہ سب باتیں بولا۔ اور کہا۔ کہ خداوند تیرا خدا جو تجھے زمین مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا۔ میں ہوں۔ میرے حضور تیرے لیئے کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔ خروج ۲۰ ۱

اب سوچنے کا مقام ہے۔ کہ یہاں پر تثلیث کا ذکر تک ندارد۔ پس کس طرح یہودی اس کثرت کے قائل ہوں۔ کبھی خواب میں بھی خدا نے ان سے یہ نہیں کہا۔ کہ تثلیث میں میری پرستش کرو۔ پھر کیا حضرت یسوع مسیح تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آئے تھے۔ وہ تو خود فرماتے ہیں "یہ نہ سمجھو۔ کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں .... منسوخ نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" متی ۵ ۱۷۔ عہد عتیق میں تو تثلیث کا نام تک ندارد ہے۔ اور اشارہ تک نہیں۔ کہ آب و ابن و روح القدس تین اقانیم ہم قدم اور ہم قدر ہیں۔ اس آیت یعنی ۵ ۱۷ کی پادری عماد الدین صاحب تفسیر کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ کہ وہ فرماتا ہے۔ کہ میں نئی باتیں نہیں سکھلاتا۔ وہی پرانی باتیں بحال کرتا ہوں۔ جن کو تم نے درست طور پر نہ سمجھا۔ انہیں کی توضیح کرتا ہوں۔ تم نے اپنی حدیثوں اور اقوال کی آمیزش سے گوشت کو سخت ہڈی بنا دیا ہے۔ خدا کی خالص باتیں تمہارے ہاتھ سے نکل گئیں۔ وہی خالص سونا تمہیں دکھلاتا ہوں۔ یہ گمان نہ کرو۔ کہ میں پرانے کو ہٹا کر نیا تمہیں دیتا ہوں۔ نہیں وہی پرانی باتیں ہیں۔ جنہیں پورا کرنے آیا ہوں۔ توریت یا نبیوں کی کتابیں یعنی کل پرانا عہد نامہ۔ گویا فرماتا ہے۔ کہ جس چٹان پر تمہارے قدم قائم ہیں اسے برباد کرنے نہیں آیا ہوں۔ یہ خطاب دینداروں کی طرف ہے۔ دیکھو متی کی تفسیر صفحہ نمبر ۴۶ و ۴۷۔ مطبوعہ ۱۸۷۵ء۔

اب ایک فقرہ اس تفسیر کا قابل غور ہے۔ نئی باتیں نہیں سکھلاتا ہوں۔ وہی پرانی باتیں

بحال کرتا ہوں پھر فرمایئے۔ تثلیث بھی پرانی تھی۔ تو بائبل کا حوالہ دو۔ کہ فلاں جگہ عہد عتیق میں اب و ابن و روح القدس کی پرستش کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس وقت تو صرف ایک خدا کی پرستش کی ضرورت تھی۔ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے مسئلہ کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ تو پھر یہ مسئلہ بعد میں کس طرح پیدا ہوا۔ پھر پادری عمادالدین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت یسوع مسیح نے فرمایا کہ جن باتوں کو تم نے اچھی طرح نہیں سمجھا انہی کی توضیح کرتا ہوں مسئلہ تثلیث فی التوحید کی کونسی توضیح کی ہے۔ کم از کم یہ کہہ دیتے۔ کہ دیکھو تثلیث ضروری مان لو۔ خدا کا حکم ہے۔ عہد نامے میں فلاں جگہ صاف لکھا ہے۔ کہ اب و ابن و روح القدس کی پرستش کرو۔ مگر حضرت یسوع مسیح نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے صاف اقرار کیا۔ کہ خدا ایک ہے۔ نہیں تو پھر پادری صاحبان دکھاویں۔ کہ تثلیث کا مسئلہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہود کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور انہوں نے اعتراض کیا۔ پھر آپ نے فلاں فلاں عقلی و نقلی دلائل سے ان کو سمجھایا۔ مگر بھلا آپ کہاں سے ایسا دکھائیں گے۔

تثلیث کی پہلی دلیل

عام طور پر پادری صاحبان ایک نقلیہ دلیل سے تثلیث ثابت کیا کرتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ وہ دلیل یہ ہے:۔ پیدائش $\frac{1}{26}$ و $\frac{3}{22}$ میں خدا نے اپنے لیئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ یعنی کہا ہے۔ تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اور اپنی مانند بناویں۔ پیدائش $\frac{1}{26}$۔ خداوند خدا نے کہا۔ دیکھو۔ کہ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ پیدائش $\frac{3}{22}$۔

اب پہلی جگہ کہتا ہے۔ کہ انسان کو ہم اپنی مانند بناویں۔ پس معلوم ہوا۔ کہ خدا کی ذات اکیلی نہیں۔ بلکہ ہم صیغہ جمع کا ہے۔ یہ کثرت کو چاہتا ہے۔

اب یہاں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کا لفظ صرف تین کے مجموعہ پر ہی نہیں بولا جاتا۔ بلکہ تین سے زیادہ پر بولا جا سکتا ہے۔ پھر تین کی تخصیص کیوں کی گئی۔ کیوں اس کے بجائے ۳ کے ۴ مراد نہ لیئے جاویں۔ اگر یہ کہا جاوے کہ تین کا ذکر ملتا ہے۔ اور چوتھے کا ذکر نہیں ملتا۔ اس لیئے تین کی تخصیص کی گئی۔ تو اسکے جواب میں ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ملک صدق میں ایسی صفات پائی جاتی ہیں۔ کہ اسکو بھی اقانیم میں داخل کیا جاوے۔ ملک صدق

اول تو اپنے نام کے معنے کے موافق راستبازی کا بادشاہ ہے۔ اور پھر شالیم یعنی صلح کا بادشاہ۔ وہ بے باپ۔ بے ماں۔ بے نسب نامہ ہے۔ نہ اسکی عمر کا شروع۔ نہ زندگی کا آخر۔ بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا دیکھو۔ عبرانیوں ۷/۳ ۔ پس اگر ایک فرقہ پیدا ہو جاوے جو ملک صدق کا معتقد ہو تو وہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ ملک صدق بھی اقانیم میں سے ایک اقنوم ہے۔ پھر دوسری جگہ کہتا ہے۔ کہ دیکھو۔ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ پیدائش ۳/۲۲ ۔ پس معلوم ہوا۔ کہ یہاں بھی خدا کی ذات اپنے کثرت اقانیم کو چاہتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے ایک کی مانند ہو گیا۔ وہ کون ایک تھا۔ کیا بیٹے کی مانند ہو گیا۔ کیونکہ اس نے بھی تجسم اختیار کر کے انسان بنا تھا۔ اور اگر واقعی وہاں ایک کا مطلب بیٹا ہی تھا۔ تو پھر اتاناسیوس کی ہدایت نمبر ۶ غلط ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ وہاں اقرار یہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسا آب ویسا ابن۔ ویسا روح القدس۔ پھر ایک کی مانند کا کیا مطلب۔ ہر ایک کی مانند ہو گیا۔ کیونکہ ہم کا لفظ اصلی ذات پر اطلاق کرتا ہے۔

دوئم۔ اسوقت تو ابھی ابن الوہیت میں آب اور روح القدس کے برابر تھا۔ دیکھو اتاناسیوس کی ہدایت نمبر ۶۔ آب و ابن و روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر عظمت ازلی یکساں۔ پھر ایک کی مانند سے بیٹا کیونکر مراد لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہاں امر واقع شدہ کا ذکر ہے۔ نہ آئندہ کا۔

سوئم۔ اگر انسان نیک و بد کی پہچان میں ابن کی مانند ہو گیا تھا۔ تو انسان تو کوئی گناہ سے پاک نہیں۔ کیا اسوقت ابن بھی انسان ہی تھا۔ اسی واسطے اسکی مانند انسان ٹھہرا۔ تو پھر ابن بھی اسی طرح نیک و بد کی پہچان میں ہوا۔ جیسا آدم یا نسل آدم۔

چہارم۔ پس ہم کیا کہیں۔ کیا شریعت گناہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ البتہ بغیر شریعت کے میں گناہ کو نہ پہچانتا۔ رومی ۷/۷ ۔ پھر دوسرے مقام پر کہتا ہے۔ جہاں شریعت نہیں۔ وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا۔ رومی ۵/۱۳

پس اب حضرات پادری صاحبان فرماویں۔ آدم کس طرح نیک و بد کی پہچان میں ایک کی مانند ہو گیا تھا۔ نیک و بد کی پہچان تو شریعت سے ہوتی ہے۔ کیا آتے ہی شریعت مل گئی تھی۔ یا نیک و بد کی پہچان کا درخت کھانے سے یہ تمیز ملی تھی۔ پیدائش ۳/۵

بائبل

بھلا اگر پیدائش کی ان دو آیات سے کثرت ثابت ہوتی ہے۔ تو پھر احبار سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ "پھر خدا نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا۔ بنی اسرائیل کی ساری جماعت کو کہہ۔ اور انہیں فرما۔ کہ تم مقدس ہو۔ کہ میں خداوند تمہارا خدا قدوس ہوں۔" احبار ۱۹/۱۔ پھر خروج سے کیا ثابت ہوتا ہے "خداوند تیرا خدا جو تجھے زمین مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا۔ میں ہوں۔ میرے حضور تیرے لیئے دوسرا خدا نہ ہو" خروج ۲۰/۱

تو کیا اس جگہ جب دو بار خدا نے اپنے لیئے میں کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے کیا مراد لی جا سکتی ہے۔ یہاں ہم کا صیغہ کیوں استعمال نہ کیا گیا۔

اور پھر خروج ۳/۱۴ کا حوالہ دے کر متی ۱۴/۲۷ سے مسیحی صاحبان تطبیق کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے جو کہا۔ میں ہوں۔ اس کا مطلب خروج ۳/۱۴ سے صاف کھل جاتا ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا مطلب یہ تھا۔ کہ میں خدا ہوں۔ اور یہی لفظ خدا نے خروج ۳/۱۴ میں اپنے لیئے استعمال کیا تھا۔ دیکھو متی کی تفسیر مصنفہ پادری عماد الدین صفحہ نمبر ۲۶۱۔

یہ دلیل بعینہ ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ ایک ہندو کہے۔ کہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے۔ ؎

بشنو از نے چوں حکایت مے کند ٭ واز جدا ئیہا شکایت مے کند

اسجگہ بشنو سے مراد ہندوؤں کے وہی بزرگ ہیں جو بانسری بجایا کرتے تھے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ پادری صاحب اقرار نہ کریں۔ کہ واقعی جلال الدین رومی نے ہندو مذہب کی صداقت پر مُہر کر دی ہے۔

مگر پادریصاحان کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہاں ہم کا لفظ کیوں استعمال نہیں کیا۔ تا تثلیث ثابت ہو جاتی۔ اور بعد کے لیئے ثبوت بھی رہ جاتا۔ اور پیدائش کے ہر دو ابواب سے تطبیق بھی ہو جاتی۔

اور پھر جو خروج ۳/۱۴ سے اگلی آیت یعنی ۳/۱۵ میں لکھا ہے۔ "اور اس نے کہا۔ تو

بنی اسرائیل سے یوں کہو۔کہ وہ جو ہے۔اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے؟
اس وہ جو ہے۔کی تطبیق حضرت مسیح علیہ السلام کے اپنے کلام سے کس طرح ثابت کرو گے کیا وہی الفاظ جن سے کچھ آپ کا مطلب بن سکے۔قابل بحث ہو سکتے ہیں؟

خود بعض انگریز پادری صاحبان عموماً اردو بولتے وقت ہم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔پس کیا صرف ہم کا لفظ استعمال کرنے سے تثلیث ثابت ہو جاتی ہے؟

پھر بعض دیسی پادری صاحبان اپنے لیئے مَیں کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔پس کیا اس سے یہ سمجھ لینا چاہیئے۔کہ وہ نعوذ باللہ خدا کی برابری کرتے ہیں؟ کیا ہی عمدہ دلائل اور تفاسیر ہیں۔دلیل اور تفسیر کا خاتمہ تو آپ لوگوں نے کر دیا۔

پہلی دلیل

پولوس رسول تمطاؤس کو پہلے خط میں لکھتے ہیں۔جہاں یہ پہلا باب ختم ہوتا ہے:۔
"اب ازلی[۱]۔غیر فانی[۲]۔ان دیکھے بادشاہ[۳]۔واحد[۴] خدا کی عزت اور تمجید ابدالآباد ہوتی رہے۔" دیکھو تمطاؤس $\frac{1}{17}$ ۱

کس قدر افسوس کی بات ہے۔کہ ایسی فیصلہ کر دینے والی آیت پڑھ کر بھی پادری صاحبان تثلیث ہی کو مانتے ہیں۔غور فرما دیں۔کہ اس جگہ ازلی۔غیر فانی۔ان دیکھے بادشاہ۔واحد خدا۔یہ چار صفات خدا کے بیان کیئے ہیں۔اب دیکھتے ہیں یہ ہر چہار صفات کہاں تک تثلیث کے مؤید ہیں۔نمبر ا ازلی۔یہ مسلمہ امر ہے۔کہ خدا قائم بالذات ہے۔کبھی تغیرات کے دَور میں نہیں آتا۔اب تثلیث کے مسئلہ پر نگاہ کرو۔خدا جو ابدی ازلی قائم بالذات ہے۔جب اس کا ایک اقنوم ثانی انسان بنا۔تو کیا باقی پورا رہ گیا۔اگر یہ کہو۔کہ باقی ہر دو اقانیم کہیں مقید نہ تھے۔بلکہ اس کے ساتھ تھے۔تو معلوم ہوا۔کہ نہ صرف اقنوم ثانی مجسم ہوا۔بلکہ ہر ثلاثہ اقانیم مجسم ہوئے۔اور پھر یہ آیت کہ خدا نے

✤ "وہ جو ہے" کا جملہ ۱۹۰۳ء کی عہد عتیق کی خروج کی کتاب میں بڑے موٹے قلم سے لکھا ہوا ہے۔اور برخلاف اسکے "مَیں ہوں" کا جملہ باریک قلم سے۔منہ

جہان کو ایسا پیار کیا۔ کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخشا۔ تا جو کوئی اس پر ایمان لاوے۔ ہلاک نہ ہو۔ غلط ٹھہریگی۔ پس یہی ماننا پڑے گا۔ کہ صرف اقنوم ثانی ہی مجسم ہُوا۔ پس اب کسی شخص سے پوچھ لو۔ کہ تین میں سے جب ایک الگ کیا جاوے۔ تو باقی دو ہی رہ جاتے ہیں۔ پھر اگر یہی کہیں گے۔ کہ ہو سکتا ہے۔ اقنوم ثانی کے ساتھ ہی باقی ہر دو اقانیم بھی ہوں۔ تو اتاناسیوس کے عقیدہ کی ہدایت نمبر۲ کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اور نیز ہدایت نمبر۹ پر اعتراض پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں صاف اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہر ایک اقنوم جداگانہ خدا اور خداوند ہے۔ پس کچھ ضرورت نہیں۔ کہ یہ کہا جاوے۔ کہ باقی ہر دو اقانیم بھی بوقت تجسم اقنوم ثانی کے ہمراہ ہوں۔

غیر فانی۔ یعنی خدا کی ذات میں کبھی فنا نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اگر بموجب اتاناسیوس کے عقاید نامہ کی ہدایت نمبر۹ اکے ہر ایک اقنوم جداگانہ خدا اور خداوند ہے۔ تو ایک اقنوم جو بروئے ہدایت نمبر۹ کے غیر محدود تھا۔ اس نے اوّل تو محدود جسم میں حلول کیا۔ پھر صلیب پر وفات پائی۔ پس اگر ایک اقنوم فانی ہو سکتا ہے۔ تو باقی ہر دو اقنوم بھی فانی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ بموجب ہدایت نمبر۲۰ کے کہ تثلیث کے اقانیم میں کوئی مقدم✤ یا موخر نہیں۔ کوئی کبیر یا صغیر نہیں۔ یہ ماننا پڑے گا۔ اور اگر کہو۔ کہ صرف انسانیت کے لحاظ سے وہ فانی ہُوا۔ تو بتاویں۔ کہ سات صلیبی اقوال میں سے جو اخیر کا تھا اس کا کیا مطلب ہے۔ یعنی "اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں" کونسی روح سونپی گئی۔ انسانیت کی روح۔ تو اس پر مندرجہ ذیل اعتراض وارد

✤ اگرچہ اتاناسیوس کا زبانی ہے۔ کہ کوئی متقدم یا موخر نہیں۔ مگر علاً و فعلاً کبھی بھی اس پر پابند نہیں رہتے۔ کیا گرجا میں کوئی عیسائی حمد اَب و ابن و روح القدس کی ہو۔ اسکی ترکیب بگاڑ کر یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ حمد روح القدس و ابن و اَب کی ہو۔ منہ

ہوتے ہیں:۔

اوّل۔ یہ معمولی روح بھی ایک طرح سے فانی نہیں۔ اس سے ضرور آخرت میں حساب لیا جائے گا۔ تو کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ معمولی انسانی روح ابھی تک زندہ ہے یا نہیں؟

دوئم۔ اب جبکہ حضرت مسیح پھر باقی اقانیم میں ملکر تثلیث فی التوحید کا ایک اقنوم بن گیا ہوا ہے۔ تو اسکو اب اِس معمولی انسانی روح سے کیا تعلق ہے؟

سوئم۔ دو روحیں ایک جسم میں کسطرح حلول ہو سکتی ہیں؟

چہارم۔ جب حضرت مسیح جلال کے تخت پر بیٹھ کر تمام انسانی روحوں کا انصاف کریں گے۔ تو اس وقت آپ کی انسانی روح کہاں ہوگی۔ کیا وہ بھی باقی روحوں میں شامل اور محاسبہ میں داخل ہوگی؟

ان دیکھے بادشاہ۔ خدا کی ذات کو مادیات سے نہیں دیکھ سکتے۔ پولوس رسول اس بات کا اقرار کرتا ہے۔ کہ خدا ان دیکھا بادشاہ ہے۔ پس بموجب عقیدہ اتانا سیوس کی ہدایت نمبر ۶ و ۷ کے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ بموجب اعمال ۹/۱-۱ اور کرنتھیوں نمبر ا ۱۵/۶-۸ جہاں لکھا ہے۔ کہ پولوس کو بھی حضرت مسیح دکھائی دیئے۔ اور کئی شاگردوں نے بھی حضرت مسیح کو دیکھا۔ یعنی اسوقت جبکہ وہ اپنے باپ کے پاس جا چکے تھے۔ اس کے بعد بموجب کرنتھیوں نمبر ا ۱۵/۶-۸ بہتوں کو مع پولوس دکھائی دیئے۔ اور پولوس خود بھی اقراری ہیں۔ تو پھر پولوس کا یہ کہنا چہ معنی دارد۔ کہ وہ ان دیکھا بادشاہ ہے۔ کیونکہ ہدایت نمبر ۶ و ۷۔ اور ہدایت نمبر ۲۶ کے موافق خدا کو دیکھ چکا تھا۔ اور پھر ہدایت نمبر ۱۹ بھی اس بات کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ ہر ایک اقنوم جدا گانہ خدا اور خداوند ہے۔ اور نیز ہدایت نمبر ۲۶ کے تحت سب ہم قدر اور ہم قدم ہیں۔ پس پھر بتاؤ۔ کہ اس عقائد نامہ کی رو سے تو وہ خدا کو مع بہتوں کے دیکھ چکا تھا۔ پھر ان دیکھا بادشاہ کیوں کہا؟

پولوس کے اس قول کی ذرا تفسیر کر کے سُناؤ تو سہی۔ تا پتہ لگ جاوے۔

واحد خدا۔ اے ناظرین غور کرو۔ واحد خدا۔ کوئی آدمی کیا کہے۔ دیکھو صاف لکھا ہے۔ کہ واحد خدا۔ پھر یہ جو فی الواحد کہا جاتا ہے۔ نامعلوم کہاں سے آگیا۔ کوئی فلسفہ نہیں۔ کوئی منطق نہیں۔ تمام ریاضی کا علم بے معنی ہوگیا۔ کیونکہ کوئی عاقل یہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ تین میں کا اور ایک میں کا تین کس طرح ہوتا ہے۔ صاف عیسائیوں کا رسول اقرار کرتا ہے۔ کہ خدا واحد ہے۔ اسے حضرات عیسائی صاحبان۔ اب بتاؤ۔ کہ آٹھ سال چوھید الجمع اور اضحاق کندی شامی کے مناظرہ کی کتاب پڑھکر یہ بات زبانی یاد کر لیتے ہو۔ کہ مسلمان بتادیں۔ انکا خدا نوعیت کے لحاظ سے واحد ہے۔ یا جنسیت کے لحاظ سے واحد ہے۔ اس کا جواب رسول پولوس سے ہی پوچھ لو۔ کچھ ضرورت نہیں۔ کہ مسلمانوں پر یہ فضول اعتراض کرو۔ دیکھو تمھارا رسول کہتا ہے۔ کہ خدا واحد ہے۔ پس رسول سے پوچھ لو۔ کہ نوعیت کے لحاظ یا جنسیت کے لحاظ سے۔ کس لحاظ سے خدا واحد کہا گیا ہے۔ پھر خیال کرنے کا مقام ہے۔ کہ عیسائی لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اقتباس شدہ آیات زبانی یاد کراتے ہیں۔ اور جب بچے سُنتے ہیں۔ کہ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے۔ کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں یوحنا ۱۷ باب ۳۔ اب یہاں پر تورات کی ضرورت نہیں۔ اناجیل کی ضرورت نہیں۔ یہ الہامی آیت بچے پڑھتے ہیں۔ اور بڑے لوگ اسے سُن کر غور نہیں کرتے۔ ہمیشہ کی زندگی کس کی ہے۔ جو تجھے اکیلا سچا خدا جانے۔ اور پھر یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے یعنی تیرا رسول ہے۔ جانیں۔ اب دوسرے پہلو پر غور فرماویں۔ کہ جب یسوع مسیح دنیا پر آگئے۔ اسوقت یہ لفظ۔ اکیلا۔ خدا پر کس طرح اطلاق پا سکتا ہے۔ کیونکہ اب تو خدا اقانیم ثلاثہ کا مجموعہ نہیں تھا۔ یسوع مسیح کو اس نے بھیجدیا تھا۔ پھر کس طرح بغیر اقنوم ثانی کے اکیلا سچا خدا۔ خدا ہو سکتا ہے۔ دیکھو اس آیت سے صاف یہی ظاہر ہے کہ خدا اکیلا ہے۔ اور یسوع اس کا بھیجا ہوا۔

اے میرے عیسائی دوستو! اتانا سیوس کی عقیدہ کی ہدایات نمبر ۱ ۲ ۳ سی

ہرگز نہ دوڑو۔ انصاف کرو۔ کہ یہ ہدایات۔ کہ جو کوئی نجات کا وارث ہونا چاہتا ہے کاتلک کلیسیا کا یہ ایمان کہ ہم تثلیث میں توحید کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں۔ اور جو یہ ایمان نہ رکھے۔ وہ ابدی ہلاکت میں پڑے گا۔ یہ یسوع مسیح نے نہیں کہا۔ بلکہ خود اتاناسیوس کا عقیدہ ہے۔ اس کی تفصیل۔ توراۃ۔ صحف الانبیاء۔ اناجیل میں کہیں نہیں ہے۔ پس کیوں عقل سے کام لے کر اس عقیدے کو ترک نہیں کرتے ہو۔

بھلا غور فرمادیں۔ کہ ہدایت نمبر ۱ سے لیکر ہدایت نمبر ۲ تک کیا لکھا ہے۔ کیا کوئی ریاضی دان۔ کوئی عالم اس کو سمجھ سکتا ہے۔ کیا اگر آپ کسی دکان والے سے تین انار خرید کریں۔ اور پھر قیمت ایک انار کی دیویں تو یہ قیمت وہ لے لیگا۔ خیال فرمادیں۔ کہ ہدایت نمبر ۱۵ یعنی ویسا ہی اَب خدا۔ ابن خدا۔ روح القدس خدا۔ پھر اس کا نتیجہ ہدایت نمبر ۱۶ میں کیا لکھا ہے۔ کہ تسپر بھی تین خدا نہیں۔ بلکہ ایک خدا ہے۔ کیا ظاہر کرتا ہے۔

ایک سوال ہدایت نمبر ۲۵ و ۲۶ کے زیر اصول لکھتا ہوں۔ اس کا جواب ہدایت نمبر ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ کے رو سے کوئی عیسائی ریاضی دان بتائے۔ دیکھیں کیا جواب بتائے گا۔

سوال۔ ایک دکان دار ایک باغ کے ایک درخت پر کی ایک ٹہنی کے تین سیب بازار میں لایا۔ اور چاہا۔ کہ ان کو فروخت کرکے پیسے وصول کردں۔ ایک جنٹلمین ان تین سیب کو جو ایک ہی وقت میں درخت پر لگے تھے۔ اور مساوی وزن کے تھے۔ خرید کر کمرے میں لے آیا۔ چھیلکر اور صاف کرکے میز پر رکھے۔ کیا کوئی دوسرا عیسائی ریاضی دان۔ خواہ بی۔ اے ہو۔ خواہ ایم۔ اے۔ ان تین جُداگانہ سیبوں کو تین دیکھ کر ایک کہیگا؟

قرآن شریف کی صداقت پر

ایک تازہ شہادت

آج جو عالمگیر جنگ دنیا میں ہو رہی ہے اور جسکی ابتدا آسٹریا اور جرمنی کی طرف سے ہوئی یہ عالمگیر جنگ جہاں اور بہت سی پیشگوئیوں کو پورا کر کے خدا کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی سچائی کی گواہی دے رہی ہے ایسا ہی یہ قرآن شریف کی ایک عجیب پیشگوئی کو پورا کر کے قرآن شریف کی صداقت پر آواز بلند شہادت دے رہی ہے۔ یہ تو ناظرین کو معلوم ہے کہ کس طرح خواہ مخواہ آسٹریا اور جرمنی نے یورپ کی بہت سی سلطنتوں کے ساتھ جنگ چھیڑ دی ہے۔ کس طرح آسٹریا نے ایک موقعہ کو غنیمت سمجھ کر سرویا پر حملہ کر دیا اور کس طرح جرمنی نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ایک طرف روس پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف فرانس پر حملہ کرنیکے لئے بلجیم کو روندنا شروع کر دیا۔ اور چونکہ انگلستان کا بموجب قومی معاہدات کے فرض تھا کہ وہ بلجیم اور فرانس کو جرمنی کی تعدی سے بچائے اور اگر وہ اس موقعہ پر خاموش بیٹھی رہتی اور بلجیم اور فرانس کو جرمنی کچلتا اور روندتا رہتا اور انگلستان کے پاس سے جرمنی کے جہاز گذر کر فرانس پر حملہ کرتے اور انگلستان ہاتھ پر ہاتھ رکھکر یہ نظارہ دیکھتا رہتا اور اپنے مظلوم پڑوسیوں کی حمایت کیلئے ہاتھ پاؤں نہ ہلاتا جنکی حفاظت بموجب معاہدات قومی اسکا فرض تھا تو انگلستان کی یہ خاموشی اسکی عزت پر ایک ایسا دھبہ ہوتا جسکو کوئی چیز دھو نہ سکتی۔ اسلئے انگلستان کی غیرت نے برداشت نہ کیا کہ اسکے پڑوسی ایک حملہ آور قوم کے پاؤں کے نیچے روندے جائیں اور کچلے جائیں اور وہ خاموش بیٹھی رہے۔ اسلئے اس نے ظالم کے مقابل میں مظلوم کی حمایت کرنیکا بیڑا اٹھایا اور اگرچہ ایسا کرنے میں اسکو بہت سا مال اور بہت سی قیمتی جانیں بھی قربان کرنی پڑیں مگر اس نے اڑے وقت میں اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کی مدد کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اور ایسا کرنا عین اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔ یعنی ایک دوسرے سے بغض اور حسد نہ رکھو اور اپنے دوستوں کا ساتھ مصیبت کے وقت نہ چھوڑو۔ اور اللہ کے فرمانبردار اور آپسمیں بھائی بھائی بنجاؤ۔

مگر ناظرین یہ دیکھکر تعجب کرینگے کہ جرمن بھی مسیحی مذہب کا پیرو اور آسٹریا بھی مسیحی مذہب کا پیرو ہے اور جنکے ساتھ انہوں نے جنگ چھیڑ دی ہے وہ بھی مسیحی ہی ہیں۔ جن قوموں پر یہ حملہ آور ہوئے ہیں جب وہ بھی مسیحی ہی ہیں اور چاہئے کہ سب مسیحی آپسمیں بھائی بھائی ہوں تو پھر یہ قومیں اپنے مسیحی پڑوسیوں پر کیوں حملہ آور ہوئیں۔ اور کیوں انکے دل میں فرانس، انگلستان اور روس

کی نسبت اسقدر عداوت اور بغض ہو۔ مگر ناظرین کو تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ یہ قرآن شریف کی پیشگوئی ہے جو پوری ہو رہی ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ومن الذین قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقھم فنسوا حظا مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ وسوف ینبئھم اللہ بما کانوا یصنعون۔ یعنی ان لوگوں سے جو کہتے ہیں کہ ہم مسیحی ہیں ہم نے عہد لیا اور جو تعلیم انکو دیگئی تھی اسکا بڑا حصہ وہ بھول گئے ہیں پس ہم نے انکے درمیان عداوت اور بغض ڈالدیا ہے اور یہ دشمنی قیامت تک رہے گی۔ دیکھو یہ کیسی زبردست پیشگوئی ہے جسکا دامن قیامت تک جاتا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور ذات اتنے لمبے زمانہ کے متعلق ایسی قیمتی پیشگوئی کر سکتی تھی اور پھر دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہو رہی ہے جو لوگ مسیحی ممالک کی تاریخ سے واقف ہیں یا جو لوگ موجودہ پولٹیکل حالات سے آگاہی رکھتے ہیں وہ اس امر کی شہادت دینے سے رک نہیں سکتے کہ یہ پیشگوئی ایک نہایت ہی سچی پیشگوئی ہے۔ خود مسیحی قومیں اس پیشگوئی کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتیں۔ کہاں ہے وہ شخص جو یہ کہہ سکے کہ یہ پیشگوئی سچی نہیں ہے۔ پادری صاحبان یوں تو بہت اعتراض کیا کرتے ہیں کہ قرآن شریف خدائے تعالیٰ کا کلام نہیں مگر وہ بعض مسیحی اقوام کیطرف دیکھیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرکے قرآن شریف کی صداقت پر مہر لگا رہی ہیں۔ دیکھو انگلستان کروڑہا روپیہ ہر سال جنگی جہازوں پر خرچ کر رہا ہے وہ کیوں؟ کیا وہ کسی ملک پر حملہ کرنیکے لیئے ایسا کر رہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کس لیئے اسقدر روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ کیا بے فائدہ روپیہ کو ضائع کر رہا ہے۔ پادری صاحبان! سچ بتاؤ کیا انگلستان کا ہر سال کروڑوں روپیہ جنگی سامان پر خرچ کرنا قرآن شریف کی پیشگوئی کی سچائی پر ایک گواہی نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ انگلستان کسی پر حملہ کرنے کیلئے بلکہ اپنے دشمنوں سے اپنے ملک کی حفاظت کرنیکے لیئے اسقدر روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ اور وہ دشمن کون ہیں۔ کیا وہ مسیحی نہیں جنکے حملے کا اسکو خوف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ سمندر پار ایک قوم ہے جسکے دل میں انگلستان کی نسبت بغض اور عداوت کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں اور موقعہ پاکر وہ ہرگز حملہ کرنیسے ٹلنے والا نہیں پھر بتاؤ کہ کیا فرانس کے دل میں جرمنی کے متعلق خوف نہ تھا۔ پھر یہ عداوت آجکل نہیں یورپ کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ یہ عداوت صدہا سال سے چلی آتی ہے اور یورپ کی مسیحی قومیں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوکر قرآن شریف کی صداقت کی ہمیشہ گواہی دیتی رہی ہیں۔ پس اے پادری صاحبان! کیا اب بھی آپ صاحبان قرآن شریف کی سچائی سے انکار کرو گے۔ اگر اب بھی انکار کرو گے تو یہ محض تعصب اور ضد کی وجہ سے ہوگا۔ ورنہ قرآن شریف نے خود تمھارے ہی بھائیوں سے اپنی نسبت گواہی دلواکر اپنی سچائی کا ثبوت دیدیا ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

غیر معمولی رعایت

دفتر میگزین کی کتابوں میں بتقریب جلسہ سالانہ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۴ء سے ۲۴ جنوری ۱۹۱۵ء تک غیرمعمولی رعایت کیجاتی ہے۔ ایسا ہی ان ایام میں ریویو اردو ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء و ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۲ء بابت ۱۹۰۴ء و ۱۹۱۲ء و ریویو انگریزی ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۸ء و ۱۹۱۲ء و ۱۹۱۳ء بابت ۱۹۱۴ء نصف قیمت پر فروخت کیا جاوے گا۔ احباب اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ قیمت نقد آنا چاہیئے۔

۲۴ جنوری سے بعد کئے ہوئے خطوط کی رعایت کا خیال نہ کیا جاوے گا۔

[illegible]

نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
اربعین نمبر ۴	۲ر	۱ر	تذکرۃ الشہادتین اردو	۵ر	۳ر
[illegible]	۱ر	-	″ فارسی	۳ر	۳ر
[illegible] عربی	-	-			
[illegible]	۵	۳ر	تقریرین ″	۲ر	۱ر
[illegible] قرآن و حدیث	۹	۵ر	تحفہ قیصریہ ″	۳ر	۱ر
براہین احمدیہ مکمل چار جلد	[illegible]	[illegible]	تحفہ ندوہ ″	-	-
برکات الدعا	۲ر	۱ر	جنگ مقدس ″	۶ر	۴ر
[illegible] سیقول	۲ر	۱ر	حمامۃ البشریٰ عربی مترجم اردو	۸ر	۶ر
			حجۃ الاسلام اردو	۱ر	-
سرمہ چشم آریہ اردو	۱۲ر	۱۰	حضرت اقدس کا ریویو	-	-
سلسلہ دینیہ اردو عربی	[illegible]	-	خطبہ الہامیہ عربی مترجم اردو و فارسی	[illegible]	۱۰ر
ضرورت امام اردو	۱ر	۱ر	خزینۃ المعارف حصہ اول اردو	۴ر	۲ر
			″ دوم ″	۸ر	۴ر
قرآن شریف خوشخط صحیح مجلد	[illegible]	[illegible]	خلافت راشدہ حصہ دوم ″	۴ر	۳ر
مبادی الصرف اردو	۱ر	۱ر	دینیات کا رسالہ ″	-	-
مکمل یسرنا القرآن عربی و ترجمہ	۲ر	۱ر	دعوت دہلی ″	-	-
نزول المسیح اردو	۴ر	۳ر	دعوت ندوہ ″	۱	-
الحق لدھیانہ ″	۶ر	۴ر	دعوۃ الحق ″	-	-
			راز حقیقت ″	۱ر	-
الحق دہلی ″	۸ر	۶ر	سیرۃ الابدال عربی	۱ر	-
اعجاز احمدی عربی	۱۴	۲ر	سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب اردو	۲ر	۱ر
الہدیٰ عربی مترجم اردو	۶ر	۴ر	سناتن دھرم اردو	-	-
ابطال الوہیت مسیح اردو	۱ر	-	ستارہ قیصرہ ″	[illegible]	[illegible]
اسلامی اصول کی فلاسفی ″	۵	۴ر	ٹیچنگز آف اسلام	[illegible]	[illegible]

کتاب	زبان	اصلی	رعایتی
بیان القرآن	اردو	۳/	۱۰/
فضل حق	"	۱/	۰/
کشف الغطار	"	۲/	۱۰/
لغات القرآن حصہ اول	"	عہ/	۸/
" " دوم	"	۴عہ/	۱۲/
لیکچر لاہور	"	۱/	۱/
لیکچر سیالکوٹ	"	۰۱/	۱/
مواہب الرحمٰن عربی مترجم	اردو	۴/	۲/
نسیم دعوت	اردو	۳/	۰۱/
متن اربعین	عربی	ـہ/	۰/
حقیقت نماز	اردو	۷/	۳/
رد چکڑالوی	"	۵/	۳/
رسالہ اسلام	انگریزی	۰۱/	۱/
رسول اللہ کے احکام کی تعمیل	اردو	۳/	۲/
قصہ قارون ۱۶ صفحہ		۰/	—
ٹیچنگز آف اسلام مجلد	انگریزی	۱۴/	۸/
قاعدہ سنسکرت مع اردو ۱۰ صفحہ		۰/	—
مسک العارف	عربی	۰۱/	۱/
رسالہ گورنمنٹ خوری	اردو	۰۲/	۱/
مکتوبات محمدیہ	"	۴/	۲/
قصیدہ احمدیہ	عربی	۶/	۳/
نماز مترجم		۰/	—
تائید مسیح منظوم پنجابی		۲/	۱/
مسلمانوں کا خدا اور اسکے حضور دعا	اردو	۲/	۱/
مجموعہ دین منظوم	اردو	ـہ/	۰/
پنج ارکان اسلام منظوم	"	۱/	۰/
تفسیر سورہ فاتحہ منظوم پنجابی		۱/	۰/
تفسیر پہلا پارہ	"	۳/	۰۱/
شرح ترمذی حصہ اول	عربی	اعہ/	۱۲/
" ثانی	"	اعہ/	۱۲/
قاعدہ اردو عربی نواب صاحب		۱/	۰/
سلاسل القراۃ حصہ سوم	عربی	۳/	۰۱/
" " چہارم	"	۴/	۲/
سلاسل الفضائل	"	۰۱/	ـہ/
سلاسل التعلیم	"	۲/	۱/
مباحثہ رامپور	اردو	۰۲/	۱/
حیرت کی حیرانی حصہ اول	"	۵/	۰۲/
" دوم	"	۴/	۳/
باغ بہار [illegible] منظوم پنجابی		[illegible]	[illegible]
[illegible]			

کتاب	زبان	اصلی	رعایتی
ہدیہ ثاقب منظوم	اردو	۲/	۱/
جام شہادت	"	۰/	—
والتبیان	"	۲/	۱/
سیحد استرہ منظوم پنجابی		—	— کے دو
پارہ پنجم صحیح بخاری اردو مع نیل الاوطار		۸/	۶/
ہدیہ سعدیہ عربی مباحثہ بعلمائے درباد حضرت مسیح		۲/	۰۱/
براہین احمدیہ دوم ایڈیشن حصہ اول		۵/	۴/
" " دوم		۴/	۲/
" " سوم		۱۰/	۸/
کتاب المسامرہ مصری عربی علم کلام		سہ عہ	۱۴/
التقریر والتحبیر مصری علم اصول شرح ابن الہمام و برحاشیہ منہاج البیضاوی ۳ جلد		ے ۸/	ے ۴/
کشف الاسرار شرح المنار مصری علم اصول ۲ جز عربی		ے ۱۰/	عا/
تقریب المرام شرح تہذیب الکلام مصری عربی جزو اول و دوم		عہ ۱۲/	عہ/
شفاء السقام مصری عربی		۶/	۴/
دقائق الاخبار فی ذکر الجنۃ والنار مصری عربی		۳/	۲/
شرح ابن حجر علی نخبۃ الفکر مصری عربی اصول حدیث		۲/	۰۱/
مختصر المعانی و مواہب الفتاح و عروس الافراح والایضاح شرح تلخیص المفتاح وحاشیۃ الدسوقی مختصر المعانی ۴ جز و مصری عربی		ہلے ۱۱/	للعہ/
سچائی کا اظہار	اردو	۰/	—
دین الحق	"	۱۰/	۵/
سخن معقول	"	—	— کے دو
الاستخلاف	"	۳/	۲/
تفسیر پارہ اول مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب از نوٹ ہائے حضرت خلیفۃ المسیح اول		عہ ۴/	۱۲/
تفسیر پارہ دوم مذکورہ صدر		عہ ۴/	۱۲/
" سوم تا آخر سورہ بقرہ مذکورہ صدر		۱۲/	۶/
کمل تفسیر سورہ بقرہ مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب از نوٹ ہائے حضرت خلیفۃ المسیح اول		ے ۴/	عہ ۱۲/
تفسیر پارہ ۲۴ مذکورہ صدر		عہ/	۶/
" " ۲۵ "		عہ/	۶/
" " ۲۶ "		عہ/	۶/
مجموعہ فتاویٰ احمدیہ از ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول		۷ عہ	۱۰/
" دوم		۱۰/	
" سوم			
پارہ [illegible] مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح		۳/	۲/

کتاب	اصلی	رعایتی
پارہ عم مترجم	۳ر	۱۱ر
برہان الحق	۳ر	۱ر
صبر جمیل	۰ر	۔ر
تحفہ مسلمانان ۱۸۹۶ء	۸ر	۴ر
یادگار کریم	۰ر	۔ر
مشکوٰۃ الانوار (مع ترجمہ اردو)	۲ر	۶ر
روضۃ الحقائق	۸ر	۴ر
کتاب المفتوح متوجہ احوال الروح	۱۳ر	۶ر
معارف ربانیہ	قیمت ۲ر	۴ر
جامع الصغیر جلد اول و دوم	۱۳ر	۶ر
شرح ذکریا علی ایسا غوجی	۵ر	۳ر
خیابانچہ برکات دین مصنفہ مولوی ابو رحمت حق صاحب	۴ر	۲ر
شست پتہ برہمن مترجم جناب محمد عثمان خاں صاحب	۲ر	۱ر
ذخیرۃ اللبیب فی سیرۃ الحبیب	۱۳ر	۸ر
معمول بالیث مطبوعہ استنبول	۵ر	۸ر
آیات الرحمٰن سید محمد حسن صاحب	۱ر	۰ر
اعلام الناس "	۳ر	۳ر
مکتوبات العارف شاہ ولی اللہ صاحب	۲ر	۱ر
اچھا عقیدہ "	۱ر	۰ر
تحریر الاقتباس شاہ عبد العزیز صاحب	۲ر	۱ر
کشف العین فی شرح رباعیتین مطبع مجتبائی دہلی	۔ر	۔ر
مکتوبات محمدی شاہ ولی اللہ صاحب مع مناقب امام بخاری	۲ر	۱ر
وصیت نامہ مترجم اردو مع رسالہ دانشمندی شاہ ولی اللہ صاحب	۱ر	
" " مشرح	۱ر	
فیصلہ وحدۃ الوجود و الشہود شاہ ولی اللہ صاحب	۲ر	۱ر
رشادات رحیمیہ مع رسالہ حضرت خواجہ باقی باللہ تصنیف شیخ عبد الرحیم صاحب والد شاہ ولی اللہ صاحب	۳ر	۲ر
تاویل الاحادیث اردو شاہ ولی اللہ صاحب	۶ر	۴ر
میزان العقائد شاہ عبد العزیز صاحب	۱ر	۱ر
سوانح شرح حزب البحر شاہ ولی اللہ صاحب	۴ر	۲ر
فیض عام شاہ عبد العزیز صاحب	۱ر	۰ر
انفاس العارفین	عہ ر	۸ر
مجموعہ رسائل شاہ رفیع الدین صاحب	۳ر	۲ر
البلاغ القدیر شاہ ولی اللہ صاحب	۶ر	۴ر

کتاب	اصلی	رعایتی
قرۃ العینین شاہ ولی اللہ صاحب	۱۱ر	۸ر
کلمات الطیبات "	۱ر	۱ر
السر المکتوم "	۔ر	۱ر
معیار الدین و دیگر رسائل "	۴ر	۴ر
ضیاء الحکمت ترجمہ اردو تکشیف الحکمت	۔ر	۱۰ر
شجرۂ طیبہ	۔ر	۔ر
کشف الالتباس مولوی سید محمد احمد صاحب	۶ر	۱ر
نور الہدیٰ در تصدیق حضرت مرزا موعود	۴ر	۸ر
تعلیم القرآن	۶ر	۱ر
المواعظ الحسنہ	۶ر	۲ر
میزان السبیل	۳ر	۶ر
تحذیر المومنین مولوی محمد احسن صاحب		۶ر
اصول فقہ مجتبائی پریس دہلی	۲ر	۵ر
طریق المسیح ۔ قاضی اکمل صاحب		۶ر
گورنمنٹ اور جہاد	۱ر	۱ر
... کی حقیقت	۸ر	۱ر
لیکچر مہرسنگھ	۸ر	۰ر
اصلاح نظر	۰ر	۳ر
دھرم کی کسوٹی	۳ر	۱ر
ترک دید بزم	۱ر	۲ر
عربی بول چال حصہ اول	۰ر	۸ر
" دوم	۱ر	۹ر
اسلام کی ساتویں کتاب		۶ر
تکمیل مصنفہ مولوی رحیم بخش	۔ر	۴ر
تکشیف الحکمت ۔ مطبوعہ نولکشور	۱ر	۴ر
ذہن لیکچر		عہ ر
قیامت نامہ	۰ر	۱
ام العلاج	۔ر	۳ر
ہدایت اللہ		۴ر
دبستان ۔ نولکشور لکھنؤ	۱ر	۱۰ر
کفایۂ منصوری "		۹ر
ساحت کی ہدایت	۲ر	۴ر
حساب کا پہلا حصہ پٹواریوں کا حساب		۴ر
عجائب القدرت	۴ر	عہ ر
تفسیر سورۃ الرحمٰن منظوم	۱ر	۰ر
رسالہ مساحت	۲ر	۶ر
ثبوت نبوت ۔ مولوی ڈاکٹر نور حسین صاحب	۰ر	۴ر
آریہ مت کی عکسی تصویر	۸ر	۸ر
تحفۃ العابدین	۲ر	۲ر
صرف عربی	۴ر	۱

کتاب	اصلی	رعایتی
تنبیہ الغافلین	۶ر	۶ر
اسلام کی تعلیم	۸ر	۰ر
سوانح عمری حضرت محبوب سبحانی	۰ر	۳ر
لیکچر مبرا ...	۲ر	
اسمائے حسنٰی	۹ر	۵ر
شیخ سچان اسلام	۰ر	۱ر
ستیارتھ پرکاش		
الحقیقۃ ...		۴ر
طریقہ حقیقت	۳ر	
ہدایت نامہ	۰ر	۰ر
مجموعہ تمسک الحرین ... سفینہ نجات کا ...	۱ر	
نام اعظم	۱ر	۱ر
تکمیل الوضو	۲ر	۔
تاثیر الصلوٰۃ	۲ر	
قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت	۴ر	۸ر
تذکرۃ القرآن مکمل جلد ۹۹ء	۔ر	ر
	۰ر	
	۔ر	
	۱ر	
بشارات احمدیہ	۰ر	
القول الفصیح مولوی مبارک علی صاحب	۱ر	۱ر
کشف الدجی	۵ر	
یاجوج ماجوج	۶ر	
بکار حق	۴ر	
الدلیل المحکم	۲ر	
تفسیر القرآن جزو ثانی	۲ر	
سراج الحق دوم	۱۲ر	
قرآن کی حقیقت کا جواب	۰ر	
تنقیح المسائل	۲ر	
فضائل مرتضوی	۲ر	
زینت الصائمین شیخ زین العابدین	۵ر	
مفتاح الادب حصہ اول دوم	۵ر	
غیاث اللغات	۲ر	
ایقاظ النائمین	۲ر	
لیکچر اثبات خلافت راشدین	۸ر	
اربعین نمبر ۳	۔ر	
تحفہ بغداد	۳ر	
رہنمائے حساب حصہ سوم	۴ر	
آریہ سماج کا پول	۴ر	
گلستان مترجم	۱ر	

کتاب	اصل	رعایتی
درود طوسی	۴ر	۲ر
بارش انواع	[illegible]	۸ر
اشاعہ خلیفہ	[illegible]	[illegible]
مکتوبات احمدیہ	۸ر	۴ر
غنیۃ الطالبین	[illegible]	۸ر
کتاب البریہ	[illegible]	۱۲
[illegible]		
[illegible]	۱ر	[illegible]
الموعظۃ [illegible]	۲ر	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	۴	[illegible]
واقعہ [illegible]	۱	[illegible]
تحفہ [illegible]	[illegible]	
[illegible]	عہ	۱۲
[illegible] القلوب	[illegible]	[illegible]
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
تصدیق [illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]		
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	۸ر	[illegible]
[illegible]		
[illegible]	۴ر	۴ر
[illegible]		
[illegible] مراہب لاہور	[illegible]	عہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]

کتاب	اصل	رعایتی
مجموعہ ازالۃ الوسواس اول دوم	۱ر	۲ر
دعوۃ السبیل		
مواہب الرحمٰن		
دینیات کا رسالہ		
رسالہ تاثیر الصلوٰۃ		
تفسیر سورہ الرحمٰن		
[illegible] ابن حجر عسقلانی		
احوال الآخرۃ		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible] حصہ اول		
[illegible] دوم		
[illegible] سوم		
[illegible] اردو		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
رسالات الدعا		
[illegible] فی صلوۃ		
[illegible] المبین		
[illegible] اول دوم		
[illegible] الرحمۃ المہداۃ [illegible]		
اعجاز [illegible]		
مفتاح الادب حصہ اول دوم	۹ر	۵ر
ترجمۃ القرآن [illegible] البیان سورہ بقرہ	۱۲ر	۶ر
براہین احمدیہ حصہ پنجم	۱۲ر	۸ر

کتاب	اصل	رعایتی
فیض الباری ترجمہ بخاری پارہ اول	۸ر	۲ر
تزیین القلوب	۱۲ر	۸ر
تحفہ غزنویہ	۴ر	۲
تحفۃ المہدی	۲	۱ر
فضل حق	۱	[illegible]
تحفہ ندوہ	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	۸ر	۴ر
[illegible]	۳	۲ر
موعظۃ الحسنہ	۱۲ر	۶ر
[illegible]	عہ	۸ر
[illegible] پارہ [illegible]	۸	[illegible]
[illegible]	۲	[illegible]
[illegible] لاہور	عہ	
تحفہ رمضان	[illegible]	[illegible]
تعبیر نامہ	[illegible]	[illegible]
کریم اللغات	[illegible]	۴ر
ترجمہ پارہ [illegible] بخاری	۸ر	[illegible]
ترجمۃ المشکوٰۃ ربع ثانی	[illegible]	عہ
[illegible]	[illegible]	عہ
ترجمہ پارہ سوم بخاری	۸ر	۶
تفسیر [illegible] منزل ثانی	[illegible]	۸ر
ترجمہ پارہ چہارم بخاری	۸ر	۶ر
حجۃ اللہ	۸ر	۴ر
[illegible]	۲ر	۱ر
عرائس المجالس [illegible] قصص الانبیاء عربی	۱۵	۸ر
غنیۃ الطالبین	[illegible]	۸ر

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء

تعلیم																						مستقل فنڈ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

مدرسہ احمدیہ												اشاعت اسلام										امانت ترقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بیت المال													مقبرہ											
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	باقی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تعمیر									مساکین						یتامیٰ							
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	خرچ	فاضل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	خرچ	باقی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	فاضل
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	•	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

گوشوارہ

بقایا صیغہ جات یکم نومبر ۱۳ء کو	
مستقل فنڈ	۳۹۱۴-۲-۶
تعلیم	۸۹۵۴-۵-۸
اشاعت اسلام	۲۱۸۲-۱۵-۵
مقبرہ	۱۳۸۱-۹-۱
مساکین	۳۱۷۲-۶-۵
زکوٰۃ	۴۴۴۷-۴-۹
بورڈنگ ہائی	۱۱۳۷-۱۴-۹
بورڈران احمدیہ	۱۰۷-۱۱-۶
امانت اندرونی	۳۵۶۳-۵-۹
امانت بیرونی	۸۸۱-۱۲-۹
میزان	۲۹۳۴۳-۸-۷
منہائی فاضل	۲۱۷۸۳-۲-۶
	۷۵۶۰-۶-۱
منہائی پیشگی	۷۵۰۱-۱۳-۹
باقی زر امین	۵۸-۸-۴

تفصیل فاضل صیغہ جات	
مدرسہ احمدیہ	۳۰۵۲-۱۵-۱
بیت المال	۸۸۲۸-۱۲-۸
تعمیر	۴۸۸۴-۵-۱۱
یتامیٰ	۶۲۱-۸-۸
متفرقات	۴۳۹۵-۷-۵
میزان فاضل	۲۱۷۸۳-۲-۶

تفصیل پیشگی صیغہ جات	
تعلیم	۱۶۲۰-۱۴-۰
بیت المال	۴۲۴-۰-۰
مقبرہ	۴۸۸-۵-۳
تعمیر	۳۵۲۳-۱۰-۶
مدرسہ احمدیہ	۶۰۰-۰-۰
اشاعت	۳۰۰-۰-۰
متفرقات	۵۴۵-۰-۰
میزان	۷۵۰۱-۱۳-۹

12 6 29 5
26.12.93

محمد اشرف
ناظر

خلیفہ رشید الدین
محاسب

[illegible]

جلسہ سالانہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۶- دسمبر لغایت ۲۹- دسمبر ۱۹۲۵ء مقرر فرمائی ہیں۔ ۲۵- دسمبر کو جمعہ ہے۔ اور کارروائی جمعہ کے دن سے ۲۹- دسمبر تک ہوگی اس لیئے احباب جمعہ کے خطبہ میں شامل ہونیکی سعی فرمادیں۔

منیجر ریویو قادیان

اشتہار

قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر سپارہ اوّل - دوئم اور سوئم تیار ہیں جس سے بچوں کو پڑھنے میں بہت سہولت ہوتی ہے۔ اور جو دقتیں بچوں کو موجودہ طرز کے قرآن مجید پڑھنے میں پیش آتی ہیں - جو عام طور پر بازاروں میں ملتے ہیں - وہ ان میں نہیں حروف جدا جدا اور اعراب اپنے محل پر ہیں۔ جسے بچے نہایت آسانی سے پڑھ سکتے ہیں قیمت قاعدہ حصہ اوّل - ۱ر مکمل قاعدہ ۲ر اور قیمت فیپارہ ۱ر ہے ؛

منیجر ریویو قادیان

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلیئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئں قیمت ۱۲ باٹلی والا کی مقوی گولیاں ضعف دماغ - ضعف اعصاب - دق کے ابتدائی عوارض اور بد ہضمی کیلیئے بہت مفید ہیں قیمت ۱ باٹلی والا کا دانتوں کا منجن نہایت مفید قیمت ۳ر باٹلی والا کی مرہم ... سے بعض بیماریوں کو ایک دن میں آرام ہوجاتا ہے قیمت ۳ر یہ تمام بڑی بڑی دوا فروشوں سے یا ڈاکٹر ایچ ایل باٹلی والا - سے جے پی وادرلی لیبوٹیری - دادر بمبئی سے مل سکتی ہیں ؛

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سارے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے۔ بچے سے ضعیف تک اس کے فائدہ سے آگاہ ہیں۔

یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے۔

اسکے چار پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے طحال کو فوراً گلا دیتی ہے۔ اور خون کو گاڑھا بنا کر قوی کو مضبوط کرتی ہے۔

قیمت شیشی کلاں ۱۲/ شیشی خورد ۸/
محصول ۶/ ۵/

داد کا مرہم

اسکے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی ایک مرتبہ لگانے سے کھجلی اچھی ہو جاتی اور دو تین مرتبہ کے استعمال سے ایکدم آرام ہو جاتا ہے۔

اگر کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوا ہو تو اسکی آزمائش کیجئے۔

دیکھئے جناب مہاراجہ کمار صاحب ریاست [illegible] ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں۔ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا۔ میں آپکا بتہ دل مشکور ہوں۔

قیمت فی ڈبیہ ۳/ محصول ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵/

کف کھانسی کی دوا

برسات کے موسم میں ہر کسی کو تھوڑی بہت بارش کی وجہ سے کھانسی ہو جایا کرتی ہے۔ اور دن رات کسی وقت چین نہیں دیتی۔ کف نہیں نکلنے سے ایک قسم کی خرخراہٹ ہوا کرتی ہے اور کھانستے کھانستے [illegible] کھانسی شروع ہوتے ہی فوراً اسکی تدبیر کر لی جائے تو بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ ڈاکٹر ایس کے برمن کے کھانسی کے دوا کی ایک شیشی منگا کر [illegible] ہی خوراک میں آرام کر دیتی ہے۔

قیمت شیشی کلاں ۱۲/
محصول ۶/

[illegible]

تارا چند دت [illegible]

مطبع میگزین قادیان میں محمد نصیب [illegible] پرنٹر کے اہتمام سے [illegible]
قادیان ضلع گورداسپور